دیوان ذوق

منتخبہ

قصائد۔ غزلیات متفرقات

مع

مختصر سوانح حیات ملک الشعراء خاقانیٔ ہند شیخ محمد ابراہیم ذوق

تنقید کلام و معانیٔ الفاظ وغیرہ وغیرہ

مرتبہ

پروفیسر کے ایم اسد ایم۔ اے

پبلشرز

آتمارام اینڈ سنز تاجران کتب

انارکلی لاہور

قیمت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

ملک الشعراء خاقانیٔ ہند شیخ محمد ابراہیم ذوق کا نام نامی کچھ محتاج تعارف نہیں۔ عہد ظفر کے اردو زبان کے ممتاز ترین شعراء میں ان کا شمار ہے۔ نجم الدولہ دبیر الملک میرزا اسد اللہ خان غالب دہلوی کے ہمعصر تھے۔ قسمت کی بات دیکھیے کہ زمانہ نے غالب مرحوم کے دیوان کو کئی بار چھپوایا۔ کئی رنگوں میں رنگا۔ متعدد شکلوں میں پیش کیا۔ لیکن شیخ مرحوم کا دیوان ہے کہ اسے جمع ہوئے نصف صدی گذر جانے پر اب تک صرف دو چار بار چھپنا نصیب ہوا ہے۔

دیوان ذوق کا مکمل ترین اڈیشن شمس العلماء مولانا محمد حسین آزاد کا مرتب کردہ ہے۔ بدقسمتی سے مذکورہ اڈیشن میں طباعت کی بہت سی غلطیوں کے علاوہ ترتیب میں بھی چند خامیاں ہیں۔ مثلاً اس میں غزلیں ردیف وار ہیں۔ مگر ردیفوں میں ہم ردیف اور ہم قافیہ غزلیں اکٹھی نہیں بلکہ آگے پیچھے بکھری ہوئی ہیں۔ قصائد کی ترتیب میں ردیف کا لحاظ مطلقاً نہیں رکھا گیا۔ متفرقات بھی عجب طریقہ پر ترتیب دیئے گئے ہیں کہیں ایک آدھ قطعہ لکھا گیا ہے تو کہیں قصیدہ ناتمام شروع ہو جاتا ہے۔ پھر قطعہ آجاتا ہے پھر چند رباعیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ اور پھر ایک آدھ قطعہ آجاتا ہے۔ ان نقائص کو دور کرنے کے لئے دیوان کو از سر نو ترتیب دیا گیا ہے اور موجودہ اڈیشن میں قصائد ردیف وار ہیں۔ اور پہلے رکھے گئے ہیں کیونکہ ذوق کا اصلی کمال ان ہی میں نظر آتا ہے۔

دوسرا حصہ غزلیات کا ہے اور تیسرے حصہ میں متفرقات دیئے گئے ہیں ۔متفرقات کو دو اقسام میں مرتب کیا گیا ہے ۔ پہلی قسط میں ناتمام اور ادھوری غزلیں ۔ دو بیتیاں اور فرد ہیں ۔ اور دوسری قسم میں مختلف اصناف مثلاً مخمس ۔ مسدس ۔ مثنوی ۔ قطعات و رباعیات وغیرہم ۔

چونکہ اس سال سے "دیوان ذوق" کو پنجاب یونیورسٹی نے ایف ۔ اے کے امتحان کے نصاب میں داخل کر دیا ہے ۔ اس لئے طلبہ کو سہولت بہم پہنچانے کی غرض سے قصائد اور غزلیات کی لفظی مشکلات کو دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے ۔ قصائد میں بالخصوص اتنے معانی دیئے گئے ہیں کہ معمولی قابلیت کے طلبا ء بھی ان سے مستفید ہو سکیں گے ۔ شاعر کے سوانح حیات اور کلام پر تنقید کے لئے پوری پوری تلاش و جستجو سے کام لیا گیا ہے اور تمام مستند تذکروں اور تواریخ ادب اردو کے علاوہ رسالہ نگار کے بعض بلند پایہ مقالات سے بھی فائدہ اٹھایا گیا ہے ۔ تمام ضروری امور کو بہ حیثیت گنجائش مختصر طور پر لکھا گیا ہے اور توقع کی جاتی ہے کہ دیوان ذوق کا یہ اڈیشن طلباء کے لئے دلچسپ اور مفید ثابت ہوگا ۔

دیوان کے شروع میں ایک طویل فہرست مضامین بھی شامل کی گئی ہے جس کی مثال اردو فارسی کے دواوین میں کمیاب ہے ۔ بد قسمتی سے اردو نظم و نثر کی بے شمار کتابیں فہرست سے محروم نظر آتی ہیں اور اس طرف اہل ملک نے ابھی بہت کم توجہ کی ہے ۔ حالانکہ ابتدائے کتاب میں فہرست کا ہونا اشد ضروری ہے ۔

میں امید کرتا ہوں ۔ کہ اہل علم میری اس کوشش کو مستحسن نگاہوں سے دیکھیں گے ۔

ایبٹ آباد
۲۵ ر جولائی ۱۹۳۲ ء

کے ۔ ایم ۔ سرار
ایم ۔ اے

(فضل الٰہی ومحمد سلیم اللہ)

فہرست مضامین

قصائد

غزلیات

متفرقات

۱۔ متفرقات ردیفی

۲ - متفرقات صنفی

ملک الشعراء خاقانی ہند شیخ محمد ابراہیم ذوق

کے

مختصر حالات زندگی اور شاعری پر تنقید

اجمالی حالات شیخ محمد ابراہیم **ذوق** کے والد شیخ محمد رمضان ہندوستان کے پایۂ تخت دہلی میں کابلی دروازہ کے قریب سکونت رکھتے تھے - اور نواب لطف علی خان کے حرم سرا میں داروغگی کی خدمت پر مامور رہتے - خدا نے صفات پسندیدہ عطا کی تھیں - جب تک جئے - معزز اور نیکنام رہے - شیخ محمد ابراہیم ۱۱ ذی الحجہ ۱۲۰۴ھ (۱۷۸۹ء) میں پیدا ہوئے - پانچ چھ سال کی عمر ہوئی - تو محلہ کی مسجد میں حافظ غلام رسول صاحب سے ابتدائی تعلیم شروع کی - حافظ صاحب عربی اور فارسی کے عالم ہونے کے علاوہ اُردو زبان کے شاعر بھی تھے **شوق** تخلص کرتے تھے - کلام کا نمونہ ہے :-

مزا انگور کا ہے رنگترے میں — عسل زنبور کا ہے رنگترے میں
ہیں اشعارِ ہلالی اسکی پھانکیں — یہ مضموں دور کا ہے رنگترے میں
نہیں ہے اسکی پھانکوں میں یہ زیرا — یہ لشکر مور کا ہے رنگترے میں
ہے گلگونِ مجسّم یا بھرا خوں — کسی مہجور کا ہے رنگترے میں
مزاج اب جسکا صفراوی ہے اے شوق — دل اس رنجور کا ہے رنگترے میں

حافظ مرحوم کی محفل میں ان کے شاعر احباب کا جمگھٹا رہتا - یہ ان سے ان کے شعر سنتے اور اُن کی غزلوں کی اصلاح کرتے - شیخ مرحوم بھی ان شعر و شاعری کے جلسوں میں بڑے شوق سے شریک ہوتے اور جب انہوں نے عربی اور فارسی میں کچھ استعداد پیدا کر لی تو انہیں بھی شعر سنتے سنتے شعر کہنے کا شوق دامنگیر ہوا - ایک دن ان کی زبان سے اتفاقیہ طور پر دو شعر نکل گئے - استاد کو دکھائے اور اتنے خوش ہوئے کہ تمام دن انہیں گاتے رہے - در و دیوار پر اور اپنی کتابوں

پر لکھتے رہے اور جس سے ملتے اسے سُناتے ؛

اسی محلہ میں ان کے ایک اور ہم سن شریف زادہ تھے۔جن کا نام میر کاظم حسین تھا - وہ بھی اسی مسجد میں پڑھتے تھے۔شیخ مرحوم کے ہم سبق ہونے کی وجہ سے ان پر بھی شیخ کا رنگ چڑھا - اور وہ بھی شعر کہنے لگے - بیقرار تخلّص کیا اور ہر وقت شیخ مرحوم کے مقابلہ کی ٹھانی - نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں شاعری کی شاہراہ پر تیزی اور برّاقی سے گامزن ہو کر دن دُگنی اور رات چوگنی ترقی کرنے لگے ؛

ایک دن میر کاظم حسین نے ایک غزل کہی شیخ سُن کر متحیّر ہوئے اور دریافت کیا کہ ایسے گرم شعر کہاں سے نکالے ؟ اُنہوں نے جواب دیا - ہم نے شاہ نصیر کی شاگردی اختیار کر لی ہے اور اس غزل کی اصلاح انہی سے لی ہے شیخ کو بھی شوق پیدا ہُوا - اور جھٹ جا کر شاہ صاحب کے شاگرد ہو گئے ؛

اب مشاعروں میں جانے لگے اور طبیعت کی شوخی اور شعروں کی گرمی سے لوگوں کے دل تڑپانے لگے - لوگوں نے تعریفیں کیں اور حوصلہ بڑھایا - رفتہ رفتہ ان کے شعروں کا ایسا چرچا ہُوا کہ عوام کوچہ و بازار میں پڑھنے لگے ؛

اس زمانہ میں دہلی کے بادشاہ اکبر شاہ تھے - انہیں خود تو شعر و سخن سے مناسبت نہ تھی - لیکن ان کے ولیعہد بہادر شاہ فنِ شاعری سے عشق رکھتے تھے - خود بھی شاعر تھے اور ظفر تخلص کرتے تھے - ان کے دربار میں اکثر کہنہ مشق شعرا جمع رہتے تھے - شاہ نصیر انکے استاد تھے اور میر کاظم حسین ملازم خاص - دربار شاہی میں شاعری کے جلسے ہوتے - اربابِ ذوق طبع آزمائی کرتے اور قوتِ فکر کی جولانیاں دکھاتے شیخ مرحوم کو بھی دربار میں جانے کا خیال ہوا - میر کاظم حسین سے ذکر کیا - انہوں نے رسائی کے سامان پیدا کر دیئے - اور حضرت ذوق کا دربار میں تعارف ہو گیا ؛

حسن اتفاق سے شاہ نصیر دکن چلے گئے اور میر کاظم حسین ولیعہد کی غزلوں کو اصلاح دینے لگے - ان دنوں جان الفنسٹن سندھ اور کابل کی سرحدوں پر مامور تھے - انہیں ایک میر منشی کی ضرورت پڑی - میر کاظم حسین نے ولیعہد سے شفقہ سفارش حاصل کیا اور صاحب موصوف کے میر منشی ہو کر دہلی سے رخصت ہوئے اب ولیعہد کی غزلوں کو اصلاح دینے کا کام ذوق کے سپرد ہوا اور انہیں اس

خدمت کے صلہ میں چار روپے ماہانہ ملنے لگا - چار روپے کی رقم اگرچہ نہایت حقیر تھی - لیکن وہ سمجھتے تھے - کہ یہی چار روپے ہیں جو انہیں چار دانگ عالم میں آسمانِ شہرت پر ستارہ بنا کر چمکائیں گے ٭

تنخواہ بڑھتے بڑھتے چار سے پانچ ہوئی اور پھر سات - دس - تیس تک پہنچی - اور شیخ دربار شاہی میں عیدوں اور نوروزوں کی تقریبوں پر قصیدے پڑھنے لگے - ایک سال انہوں نے بادشاہ کی مدح میں ایسا قصیدہ پڑھا - جو صنائع بدائع سے بھرپور تھا - اس کا مطلع یہ ہے :-

جبکہ سرطان و اسد مہر کا ٹھہرا مسکن ۔۔۔ آب و ایلولہ ہوئے نشو و نمائے گلشن

اکبر شاہ بہت خوش ہوئے اور **خاقانیٔ ہند** کا خطاب عطا کیا - اس وقت شیخ کی عمر ۱۹ سال کی تھی - اکبر شاہ کے انتقال کے بعد **مرزا ابوظفر بہادر شاہ** تخت نشین ہوئے - اور **ذوق** کی بیش از پیش قدر دانی ہونے لگی - تنخواہ بھی بڑھتے بڑھتے سو تک پہنچ گئی ٭

ایک دفعہ بادشاہ نے بیماری سے شفا پائی اور غسلِ صحت کیا - **ذوق** نے ایک قصیدہ پڑھا - ہاتھی اور خلعتِ فاخرہ انعام پانے کے علاوہ **خان بہادر** کا خطاب بھی حاصل کیا ٭

حصول انعام کے بعد پھر ایک اور قصیدہ گزرانا جس کا مطلع یہ ہے :-

شب کو میں اپنے سرِ بسترِ خوابِ راحت ۔۔۔ نشۂ علم میں سرمستِ غرور و نخوت

اس پر ایک گاؤں کی **جاگیر** عطا ہوئی ٭

جب ۶۷ - ۶۸ برس کی عمر ہوئی تو بخار کا عارضہ لاحق ہوا - سترہ دن کے بعد جمعرات کے روز ۲۴ صفر ۱۲۷۱ھ (۱۸۵۴ء) کو دُنیائے فانی سے رحلت فرمائی - وفات پانے سے تین گھنٹے پہلے یہ شعر کہا تھا :-

کہتے ہیں آج **ذوق** جہاں سے گذر گیا ۔۔۔ کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے

خاص حالات اور طبعی عادات

ذوق قد و قامت میں متوسط اندام تھے رنگ سانولا تھا اور چہرہ پر چیچک کے داغ بہت تھے - انہیں اپنی عمر میں نو دفعہ چیچک نکلی تھی - اُنکی آواز نہایت بلند اور خوش آئند تھی - اور ان کے

پڑھنے کے خاص انداز سے ان کے کلام کی تاثیر اور محفل مشاعرہ کی رونق دوبالا ہوتی تھی ⁂

ان کی رہائش ایک تنگ و تاریک مکان میں تھی۔ جس کی انگنائی اس قدر تھی کہ ایک چھوٹی سی چارپائی ایک طرف بچھی رہتی تھی اور اس کے ساتھ دونوں طرف ایک آدمی کے چلنے کا رستہ رہتا تھا۔ ان کا وقت چارپائی پر بیٹھ کر لکھنے یا کتاب دیکھنے میں صرف ہوتا تھا۔ گرمی اور سردی۔ خزاں اور بہار سب موسم وہیں بیٹھے گزار دیتے تھے۔ اور دُنیا کے شادی وغم سے کچھ سروکار نہ رکھتے تھے۔ "جہاں اول روز بیٹھے۔ وہیں بیٹھے اور جب ہی اُٹھے کہ دُنیا سے اُٹھے" ⁂

عربی اور فارسی کی علمیت کے علاوہ فن تاریخ۔ تفسیر۔ تصوف اور نجوم اور رمل سے انہیں پوری پوری آگہی تھی۔ فن حکمت کی بھی پوری تحصیل کی تھی مگر اس خیال سے کہ کسی کو نقصان نہ پہنچ جائے نسخہ لکھنے سے ہمیشہ باز رہے۔ چند روز موسیقی کا بھی شوق رہا۔ قدرت نے انہیں قوت حافظہ کے جوہر سے خاص طور پر ممتاز کر رکھا تھا ⁂

ان کی طبیعت میں نیکی اور خوفِ خدا کا مادہ بہت زیادہ تھا۔ عبادت اور اوراد و وظائف میں رات کا اکثر حصہ صرف کرتے تھے اور کبھی کسی کی بُرائی کے درپے نہیں ہوئے خدا ترسی اور کم آزاری کا یہ عالم تھا کہ عمر بھر اپنے ہاتھ سے کبھی جانور ذبح نہیں کیا اور علم طب کی تکمیل کے باوجود یہ فن اس لئے شروع نہ کیا کہ مبادا کسی کی جان ضائع ہو جائے ⁂

ضعفِ جسمانی کے سبب سے اواخر عمر میں روزہ نہ رکھتے تھے۔ مگر اس پر بھی شرع متین کا ایسا احترام کرتے تھے کہ کسی کے سامنے کھاتے پیتے نہ تھے ⁂

شیخ مرحوم کو دہلی کے ساتھ ایک خاص اُنس تھا۔ چنانچہ جب دکن سے **دیوان چندو لال** نے خلعت اور پانسو روپے بھیجے اور مصرع طرح بھیجا اور انہیں بلا بھیجا۔ آپ وہاں نہ گئے۔ غزل کہہ کر بھیجدی اور مقطع میں لکھا :-

"آجکل گرچہ دکن میں ہے بڑی قدر سخن
کون جائے ذوق پر دلی کی گلیاں چھوڑ کر"

مشہور اساتذہ ذوق نے علوم کے ابتدائی مراحل حافظ غلام رسول شوق کی خدمت میں طے کئے اور شاعری کا شوق بھی **شوق** کی محفل میں چرّایا۔ لیکن اس فن میں جو کمال پیدا کیا اس کا بہت سا حصّہ **شاہ نصیر**

کی قابلِ قدر مساعی اور توجہات پر مبنی تھا - شاہ نصیر کے صاجزادے شاہ وجیہ الدین منیر بھی فنِ شعر میں لطف لیتے تھے - اور تیزئی طبع میں اپنے والد ماجد سے کسی طرح کم نہ تھے - شاہ نصیر نے دونوں میں مقابلہ کی روح پھونک دی - دونوں غزلوں پر غزلیں کہتے اور بمقتضائے سن بحث وتکرار میں مشغول رہتے - اس کا قدرتی نتیجہ یہی تھا کہ دونوں نے قلیل عرصہ میں بہت سی ترقی حاصل کرلی *

بیٹے کی طرف باپ کا زیادہ متوجہ ہونا ایک قدرتی امر ہے - شاہ نصیر، منیر کی غزلوں کو زیادہ چمکاتے شیخ مرحوم جب منیر کی غزلیں سنتے تو بعض دفعہ کہہ اُٹھتے - کہ یہ آپ کا کلام نہیں - استاد سے لکھوا لائے ہو - مزا تو تب ہے کہ خود مقابلہ کرو *

ایک مرتبہ ذوق مرحوم نے سودا کی غزل پر غزل کہی - جب استاد کے پاس لے گئے - تو اُنہوں نے بگڑ کر کہا - "اب تم مرزا رفیع سے بھی اُونچا اُڑنے لگے ہو" یہ کہہ کر شاہ صاحب نے غزل زمین پر ٹپک ماری اور ذوق کو گھر سے نکال دیا - ذوق چپکے سے غزل کو اُٹھا کر چلتے بنے - انہی دنوں مشاعرہ کی بزم قرار پائی تھی - شیخ مرحوم وہاں غزل سُنایا چاہتے تھے - مگر غزل بے اصلاح تھی - اتفاق سے جامع مسجد کے حوض پر انہیں میر کلّو حقیر ملے - اور افسردہ خاطری کا سبب پوچھا - انہیں حقیقت سے اطلاع دی - اور غزل سُنائی - میر صاحب فرمانے لگے! "میاں ابراہیم! جاؤ - بلا تامل غزل پڑھ دو - اگر کسی نے اعتراض کیا تو جواب ہمارا ذمہ ہے"! میر صاحب قدیمانہ انداز کے ایک کہن سال شخص تھے - بڑے بڑے شاعروں کو دیکھا ہُوا تھا - اس لئے ذوق کی خاطر جمع ہوئی - مشاعرہ میں جا کر غزل پڑھی اور خراج تحسین وصول کیا - غزل یہ ہے:-

رکھتا بہر قدم ہے وہ مد ہوش نقشِ پا | ہو خاکِ عاشقاں نہ ہم آغوش نقشِ پا
افتادگاں کو بے سروساماں نہ جانیئے | دامانِ خاک ہوتا ہے روپوشِ نقشِ پا
اعجاز پا سے تیرے عجب کیا کہ راہ میں | بول اُٹھے منہ سے ہر لبِ خاموشِ نقشِ پا
اس رہگذر میں کس کو ہوئی فرصتِ مقام | بیٹھے ہیں نقشِ پا بہ سردوشِ نقشِ پا
جسمِ نزارِ خاک نشینانِ کوئے عشق | یوں ہے زمیں پہ جیسے تنِ توشِ نقشِ پا
فیضِ برہنہ پائیِ مجنوں سے دشت میں | ہر آبلہ بنے ہے دُرِ گوشِ نقشِ پا
پابوس درکنار کہ اپنی تو خاک بھی | پہنچی نہ ذوق اسکے بہ آغوشِ نقشِ پا

استاد سے بگڑ گئی اور اس کا سہارا جاتا رہا - اب اپنے قدموں پر آپ کھڑا ہونا پڑا - رفتہ رفتہ اتنی ترقی کی کہ استاد کے ہم پلّہ ہو گئے - ذیل میں دونو کی ایک ایک غزل دی جاتی ہے :-

شاہ نصیر

اٹھے اشک یہ واں ساتھ لے آہِ جگری کو
عاشق کہیں بے فوج والم اُٹھ نہیں سکتا

سقفِ فلکِ کہنہ میں کیا خاک لگاؤں
اے ضعفِ دل اِس آہ کا تھم اُٹھ نہیں سکتا

سرِ معرکۂ عشق میں آساں نہیں دینا
گاڑے ہی جہاں شمع قدم اُٹھ نہیں سکتا

ہے جنبشِ مژگاں کا کسی کی جو تصوّر
دل سے خلشِ خارِ الم اُٹھ نہیں سکتا

دل پر ہے مرے خیمۂ ہر آبلہ استاد
کیا کیجیے کہ یہ لشکرِ غم اُٹھ نہیں سکتا

ہر جا متجلّی ہے وہی - پردۂ غفلت
اے معتکفِ دیر و حرم اُٹھ نہیں سکتا

یوں اشک زمیں پر ہیں کہ منزل کو پہنچکر
جوں قافلۂ ملکِ عدم اُٹھ نہیں سکتا

ذوق

لکھئے اسے خط میں کہ ستم اُٹھ نہیں سکتا
پر ضعف سے ہاتھوں میں قلم اُٹھ نہیں سکتا

بیمار ترا صورتِ تصویرِ نہالی
کیا اُٹھے سرِ بسترِ غم - اُٹھ نہیں سکتا

آتی ہے صدائے جرسِ ناقۂ لیلیٰ
صد حیف کہ مجنوں کا قدم اُٹھ نہیں سکتا

جوں دانۂ روئیدہ تہِ سنگ ہمارا
سر زیرِ گرانبارِ الم اُٹھ نہیں سکتا

ہر داغِ معاصی مرا اس دامنِ تر سے
جوں حرفِ سرِ کاغذِ نم اُٹھ نہیں سکتا

اتنا ہوں تری تیغ کا شرمندۂ احسان
سر میرا ترے سر کی قسم اُٹھ نہیں سکتا

پردہ درِ کعبہ سے اُٹھانا تو ہے آساں
پر پردۂ رخسارِ صنم اُٹھ نہیں سکتا

کیوں اتنا گرانبار ہی جو رختِ سفر بھی
اے راہروِ ملکِ عدم اُٹھ نہیں سکتا

دُنیا کا زر و مال کیا جمع تو کیا ذوقؔ
کچھ فائدہ بے دستِ کرم اُٹھ نہیں سکتا

استاد سے بگڑ جانے پر بھی شیخ مرحوم شاہ صاحب کا ہمیشہ ادب و احترام کرتے رہے ہیں - اور اُن کی دکن سے مراجعت پر اُنکے مشاعرہ میں اکثر شریک ہوتے۔

مشہور تلامذہ یوں تو دلی اور اس کے قرب وجوار میں ذوق مرحوم کے بیسیوں شاگرد تھے - مگر ابوظفر بہادر شاہ ظفر

لہ اس غزل کا مطلع و مقطع نہیں ملا ممکن ہے چند شعر اور بھی ہوں جتنے مل سکے لکھے گئے ہیں ۔

نواب مرزا خان داغ - سید ظہیر الدین ظہیر - سید شجاع الدین انور اور شمس العلما مولانا محمد حسین آزاد نے استاد کے نام کو چار چاند لگا دیئے۔

پروفیسر آزاد مرحوم نے نواب الٰہی بخش خان معروف کو بھی حضرت ذوق کے ارشد تلامذہ میں شمار کیا ہے اور دیوان معروف، کو شیخ مرحوم کا اصلاح کردہ دیوان بتایا ہے - مگر اردو شعرا کے مشہور تذکرہ خمخانہ جاوید میں لالہ سری رام ایم اے معروف کی شاگردی کے بارے میں لکھتے ہیں:-

"مولانا آزاد نے جوش عقیدت مندی میں یہ ذکر بھی کر دیا ہے کہ نواب الٰہی بخش خان معروف جو شاہ نصیر کے پرانے شاگرد تھے - اور ان کی عمر چھیاسٹھ ۶۶ سال کی تھی - انہوں نے ذوق کو جو بمشکل اٹھارہ سال کے تھے اپنا استاد بنایا اور اپنے دونوں دیوان درستگی کے لئے دیئے - اس واقعہ کی تکذیب نواب ضیا الدین احمد خان نیر - درخشاں اور نواب احمد سعید خان صاحب طالب نے خود مولانا آزاد سے مباحثہ کر کے بہ براہین قاطع کر دی ہے"۔

ممتاز معاصرین ذوق جب دربار شاہی میں داخل ہوئے تو وہاں بہت سے کہنہ مشق شعرا مثلاً حکیم ثناء اللہ خان فراق - برہان الدین خان زار - میر غالب علی خان سید - عبدالرحمان خان احسان حکیم قدرت اللہ خان قاسم حکیم عزت اللہ خان عشق وغیرہم موجود تھے - یہ تمام شعرا اکثر دربار ولیعہدی میں جمع ہوتے اور اپنا اپنا کلام سناتے اور ان میں سے بہت سے ان کے عالم شباب کے دوران ہی میں دنیائے فانی سے رخصت ہو گئے۔

چند ایسے شعرا بھی تھے جو شیخ مرحوم کی حین حیات میں ان کے ساتھ جئے مگر ان کی شاعری کا چراغ اس پختہ کار اور کہنہ مشق شاعر کے سامنے نہ جل سکا - ہاں اگر کسی کے کلام نے فروغ پایا اور ذوق کی شاعری کے ہوتے ہوئے بھی اپنی دھاک بٹھا کر چھوڑی تو وہ نجم الدولہ دبیر الملک میرزا اسد اللہ خاں غالب دہلوی کا کلام تھا۔

میرزا اگرچہ فارسی زبان کے مشہور شاعر گذرے ہیں - لیکن اردو زبان کی شاعری میں بھی اُن کی دسترس کچھ کم نہ تھی - اور سچ تو یہ ہے کہ میرزا اپنے وقت کے

تمام اُردو شعرا سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھے ؛

استاد ذوق اپنے زمانہ میں کبھی کسی سے نہیں جھجکے اور نہ ہی کسی نے اُن کا بے حجابانہ مقابلہ کیا ہے۔ بالخصوص اس وقت کے بعد جبکہ انہیں دربار ولیعہدی میں استادی کی مسند عطا ہو گئی۔ لیکن پھر بھی اگر کوئی ہستی اُن کے مقابلہ پر اُتری نظر آتی ہے۔ تو وہ فقط **غالب بےمثال** ہی کی ہستی ہے ؛

موازنۂ ذوق و غالب

اگرچہ ان دو بلند پایہ شاعروں کے کلام کا موازنہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ مگر اس لئے کہ اس اہم بحث کے لئے اِن صفحات میں گنجائش بہت کم ہے اور نیز میرے محترم استاد پروفیسر صوفی عبدالعزیز صاحب ایم۔ اے کی ایک فاضلانہ تصنیف **موازنۂ ذوق و غالب** کے نام سے چھپ رہی ہے۔ جس میں اس موضوع کے ہر پہلو پر پوری پوری روشنی ڈالی گئی ہے میں اس سلسلہ میں طویل بحث و تمحیص کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ ہاں قارئین کی طبع نوازی کی خاطر ان کے بلند پایہ اور مشہور سہرے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں ؛

میرزا **جواں بخت** کی شادی کے وقت **نواب زینت محل بیگم** کے ایما سے میرزا **غالب** نے ایک سہرا لکھا اور حضور میں گذرانا۔ **سہرا** یہ ہے :-

خوش ہو اے بخت کہ ہے آج ترے سر سہرا
باندھ شہزادہ جواں بخت کے سر پر سہرا

کیا ہی اس چاند سے مکھڑے پہ بھلا لگتا ہے
ہے ترے حسنِ دل افروز کا زیور سہرا

سر پہ چڑھنا تجھے پھبتا ہے پر اے طرفِ کلاہ
مجھ کو ڈر ہے کہ نہ چھینے ترا لمبر سہرا

ناؤ بھر کر ہی پروئے گئے ہوں گے موتی
ورنہ کیوں لائے ہیں کشتی میں لگا کر سہرا

سات دریا کے فراہم کئے ہوں گے موتی
تب بنا ہوگا اِس انداز کا گز بھر سہرا

رُخ پہ دولھا کے جو گرمی سے پسینہ ٹپکا
ہے رگِ ابرِ گہر بار سراسر سہرا

یہ بھی اک بے ادبی تھی کہ قبا سے بڑھ جائے
رہ گیا آن کے دامن کے برابر سہرا

جی میں اترائیں نہ موتی کہ ہمیں ہیں اک چیز
چاہیئے پھولوں کا بھی ایک مکرّر سہرا

جبکہ اپنے میں سماویں نہ خوشی کے مارے
گوندھے پھولوں کا بھلا پھر کوئی کیونکر سہرا

رُخِ روشن کی دمک گوہرِ غلطاں کی چمک
کیوں نہ دکھلائے فروغِ مہ و اختر سہرا

تارِ ریشم کا نہیں ہے یہ رگِ ابرِ بہار
لائے گا تابِ گرانباریٔ گوہر سہرا

ہم سخن فہم ہیں غالب کے طرفدار نہیں
دیکھیں اس سہرے سے کہہ دے کوئی بہتر سہرا

مقطع میں بادشاہ کو خیال ہوا کہ ہم پر چوٹ ہے - استاد **ذوق** کو بلوایا - تمام ماجرا کہا اور فرمایا - "استاد - تم بھی ایک سہرا کہہ دو مگر مقطع پر دھیان رکھنا" استاد بیٹھ گئے اور یہ سہرا لکھا :-

اے جواں بخت مبارک تجھے سر پر سہرا
آج ہے یمن و سعادت کا ترے سر سہرا

آج وہ دن ہے کہ لائے دُرِ انجم سے فلک
کشتئ زر میں مہِ نو کی لگا کر سہرا

تابشِ حسن سے مانندِ شعاعِ خورشید
رُخِ پُر نور پہ ہے تیرے منوّر سہرا

وہ کہے صلِّ علیٰ - یہ کہے سبحان اللہ
دیکھے مکھڑے پہ جو تیرے مہ و اختر سہرا

تا بنے اور بنی میں رہے اخلاص بہم
گوندھئے سورۂ اخلاص کو پڑھ کر سہرا

دھوم ہے گلشنِ آفاق میں اس سہرے کی
گائیں مرغانِ نوا سنج نہ کیونکہ سہرا

روئے فرّخ پہ جو ہیں تیرے برستے انوار
تارِ بارش سے بنا ایک سراسر سہرا

ایک کو ایک پہ تزئیں ہے دمِ آرائش
سر پہ دستار ہے دستار کے اوپر سہرا

اک گہر بھی نہیں صدکانِ گہر میں چھوڑا
تیرا بنوایا ہے لے لے کے جو گوہر سہرا

پھرتی خوشبو سے ہے اتراتی ہوئی بادِ بہار
اللہ اللہ رے پھولوں کا معطّر سہرا

سر پہ طرّہ ہے مزیّن تو گلے میں بدّھی
کنگنا ہاتھ میں زیبا ہے تو منہ پر سہرا

رونمائی میں تجھے دے مہ و خورشید فلک
کھول دے مُنہ کو جو تو منہ سے اُٹھا کر سہرا

کثرتِ تارِ نظر سے ہے تماشائیوں کے
دمِ نظّارہ ترے روئے نکو پر سہرا

دُرِ خوش آب مضامیں سے بنا کر لایا
واسطے تیرے ترا ذوقؔ ثنا گر سہرا

جن کو دعویٰ ہو سخن کا یہ سُنا دو اُن کو
دیکھو اِس طرح سے کہتے ہیں سخنور سہرا

سہرا کہنا تھا کہ برق صفت گلی گلی میں پھیل گیا - مرزا بھی بڑے ادا شناس تھے - تاڑ گئے کہ کیا کیا تھا اور ہو کیا گیا - جھٹ معذرت کی اور یہ قطعہ حضور میں گذرانا :-

معذرت

منظور ہے گذارشِ احوالِ واقعی
اپنا بیانِ حسنِ طبیعت نہیں مجھے

سو پشت سے ہے پیشۂ آبا سپہ گری
کچھ شاعری ذریعۂ عزّت نہیں مجھے

آزادہ رو ہوں اور مرا مسلک ہے صلح کل
ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہیں مجھے

کیا کم ہے یہ شرف کہ ظفر کا غلام ہوں
مانا کہ جاہ و منصب و ثروت نہیں مجھے

استاد شہ سے ہو مجھے پرخاش کا خیال
یہ تاب یہ مجال یہ طاقت نہیں مجھے

جامِ جہاں نما ہے شہنشاہ کا ضمیر
سوگند اور گواہ کی حاجت نہیں مجھے

میں کون اور ریختہ - ہاں اس سے مدعا
جز انبساطِ خاطرِ حضرت نہیں مجھے

سہرا لکھا گیا ز رہِ امتثالِ امر
دیکھا کہ چارہ غیر اطاعت نہیں مجھے

مقطع میں آپڑی ہے سخن گسترانہ بات
مقصود اس سے قطعِ محبت نہیں مجھے

روئے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیاہ
سودا نہیں جنوں نہیں وحشت نہیں مجھے

قسمت بری سہی پہ طبیعت نہیں بری
ہے شکر کی جگہ کہ شکایت نہیں مجھے

صادق ہوں اپنے قول کا غالب خدا گواہ
کہتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے

مختصر سے مختصر الفاظ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگرچہ **ذوق** قابلیت اور لیاقت - رفعتِ تخیل اور تازگیٔ مضمون میں **غالب** سے کمتر ہیں - لیکن **غالب** زبان کی سلاست اور محاورہ بندی میں ان کے مقابلہ سے قاصر ہیں ؛

ترتیب دیوان شیخ مرحوم فرماتے تھے - کہ جب میری عمر ۱۵ - ۱۶ برس کی تھی تو مجھے اپنا دیوان مرتب کرنے کی سوجھی چنانچہ جو کلام اس وقت موجود تھا - اُسے میں نے دیوان کی شکل میں مرتب کر دیا بعد میں جو غزل ہوئی - کاغذ پر لکھ کر طاق پر رکھ دیتا تھا - کہ فرصت سے نظرِ ثانی کرونگا - جب طاق بھر گیا - تکیہ کے غلاف میں بھروا دیں اور کبھی مٹکے اور بٹھلیا میں بھروا کر گھر بھیجوا دیئے کہ ضائع نہ ہوں - اس طرح مٹکے اور مٹکے بٹھلیاں بھر گئے - مگر زمانہ نے نظرِ ثانی اور ترتیب کی فرصت نہ دی - چنانچہ ایک شعر میں عدیم الفرصتی کی طرف اشارہ کرتے ہیں :-

ذوق مرتب کیونکہ ہو دیوان شکوۂ فرصت کس سے کریں
باندھے گلے میں اپنے ہم نے آپ **ظفر** کے جھگڑے ہیں

دیوان مرتب ہونے سے پہلے ہی شیخ مرحوم کا انتقال ہو گیا - اس کے بعد ان کے فرزند جسمانی **خلیفہ اسمٰعیل** مرحوم اور فرزند روحانی **مولانا محمد حسین آزاد** مرحوم نے شیخ مرحوم کے بچپن سے دم واپسین تک کے تمام کلام کو جمع کرنے کی ٹھانی - اور کئی ماہ تک کاغذات کی چھان بین کرتے رہے - یکایک ۵۷ء میں

غدر کا سانحہ ظہور پذیر ہوا - گھروں کے گھر مٹ گئے - خاندانوں کے خاندان تباہ ہو گئے - اور دہلی کا شہر ایک اجڑا اسا دیار بن کر رہ گیا - خلیفہ اسمٰعیل دُنیا سے رحلت کر گئے - اور ان کے کئی دوست جو ترتیب دیوان میں ان کے دستِ و بازو اور ممد و معاون ہو سکتے تھے - یک بیک دُنیائے فانی سے رخصت ہو گئے - حضرت آزاد تھے کہ آزادی کی زندگی بسر کر رہے تھے - اُن پر بھی مصیبت کا نزول ہو گیا یکایک سرکاری پولیس بندوقیں لئے ان کے گھر میں آ گھسی کہ مکان خالی کر کے یہاں سے بھاگتے بنو - آفرین بر ہمّتِ آزاد کہ عین اس وقت جبکہ جان بچانے کے سوا کسی اور چیز کی طرف توجہ نہیں ہو سکتی - اُنہوں نے استاد کے کاغذات جہاں تک مل سکے - دستِ شوق سے اُٹھائے اور بائیں نیم جان گھر والوں کو سنبھال بے وطنی کی راہ لی اور مقیم ہونے پر جو پہلا کام کیا وہ یہ تھا کہ شبا روزی محنت کے ساتھ استاد مرحوم کے دیوان کو مرتب کر ڈالا - کچھ عرصہ بعد آزاد مرحوم نے کوشش کر کے ایک دوسرا مجموعہ مرتب کیا - جس سے کچھ ناتمام غزلیں مکمّل ہو گئیں اور کچھ قصیدوں اور غزلوں کا اضافہ ہو گیا - لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسے فنا فی الشعر آدمی کا یہ **مختصر سا دیوان ہی تمام سرمایہ نہیں ہو سکتا** - اگر ان کا بہت سا کلام ان کی لاپروائی اور غدر کی نذر نہ ہو جاتا - تو تین چار ضخیم جلدیں بھی اس کی متحمل نہ ہو سکتیں - اگر پروفیسر آزاد کی خلوص نیّت اور محنتِ شاقہ کو دیوان کی ترتیب میں دخل نہ ہوتا تو عین ممکن تھا کہ آج دیوانِ ذوق کا نشان تک نہ ملتا ؛

ذوق کی شاعری

ذوق کو قدرت نے بچپن ہی سے شاعری کا شوق دے رکھا تھا - ابھی دس بارہ سال ہی کی عمر تھی - کہ میر کاظم حسین بیقرار سے مشاعرہ کرنے لگ گئے - اس وقت بھی تیزیئے طبع پورے زوروں پر تھی - انہی دنوں کا ایک مشہور مطلع ذیل میں درج کیا جاتا ہے - جو اُن کی برّاقیٔ طبع اور حسنِ ادا پر دلالت کرتا ہے -

ماتھے پہ ترے جھمکے ہے جھومر کا پڑا اچاند
لا بوسہ - چڑھے چاند کا وعدہ تھا چڑھا چاند

شیخ مرحوم بہت پُرگو شاعر تھے - اُنہوں نے قریبًا ہر صنف میں شعر کہے ہیں - اُن کا بہت سا کلام پیشتر اس کے کہ ترتیب دیوان کے لئے فراہم ہو سکتا زمانہ کی یورشوں کی نذر ہو چکا تھا - لیکن پھر بھی جس قدر بہم پہنچ سکا ہے - ظاہر کرتا ہے کہ شیخ نے غزلیں - قصیدے - رباعیاں - قطعے مخمس - مسدس - فرد وغیرہ سب کچھ لکھا - ان کی مشہور مثنوی "نامۂ جانسوز" جس میں ۵۰۰ سے زیادہ شعر تھے - غدر میں ضائع ہو گئی تھی - انہیں تاریخ گوئی پر بھی کامل قدرت تھی اُردو اور فارسی میں اُنہوں نے بہت سی تاریخیں کہی تھیں - جو اب بہت کمیاب ہیں - سلام اور مراثی پر طبع آزمائی نہیں کی اور باوجود اس کے کہ وہ ایک قادر الکلام شاعر تھے اور ملک سخن کی حکومت پر بڑی شان و شوکت سے متمکن تھے - کبھی کسی کی ہجو کے درپے نہیں ہوئے - اُنہوں نے ۶۸ برس کی عمر پائی - سینکڑوں آدمیوں سے رنج و تکلیف اُٹھائی - لیکن عمر بھر ایک شعر بھی کبھی کسی کی ہجو میں نہیں کہا - اور یہ ایک ایسی بات ہے - جس پر اُن کی شاعری جس قدر فخر کرے بجا ہے ؂

ذوق کا مطالعہ بہت وسیع تھا - اُردو و فارسی کے اساتذۂ سلف کے ہزاروں اشعار، ٹیک چند بہار کی تحقیقات اور دیگر اساتذہ کی صدہا تصانیف اُن کی زبان پر تھیں - ان کے اشعار پر وقتاً فوقتاً اعتراض بھی ہوئے - مگر اُنہوں نے اساتذہ کے اشعار کی سند سے ہمیشہ اپنے معترضوں کو خاموش کر دیا - شاہ نصیر جب دکن کی مسافرت سے واپس آئے - تو اُنہوں نے اپنا مشاعرہ شروع کیا ایک مجلس میں اُنہوں نے وہ غزل جو دکن میں کسی کی فرمائش پر لکھی تھی - اور جس کی ردیف **آتش و آب و خاک و باد** تھی سُنائی اور اعلان کیا کہ جو اِس طرح میں غزل کہیگا - اُسے ہم اُستاد مانیں گے - ذوق نے اس نو شعر کی غزل کے جواب میں اسی ردیف میں بادشاہ کی مدح میں ایک قصیدہ لکھا جس کے مطلع پر شاہ نصیر نے ایک مستعد طالب علم کے ذریعے اعتراض کئے - شیخ مرحوم نے مشاہدہ، تاریخ اور اساتذہ کے اشعار سے معترض کے تمام اعتراضات کا بخوبی جواب دیا ؂

تنقید کلام ایسے بہت کم لوگ ہیں - جنہوں نے **ذوق** کے کلام پر کسی قسم کی حرف گیری کی ہو - ان میں سے ایک جناب عزیزؔ ہیں جو ایک مضمون میں یوں لکھتے ہیں :-

"ذوق کے یہاں لمبی لمبی غزلیں ہیں - عامیانہ اور سوقیانہ مضامین ہیں - خیالات زبان کے پابند ہیں - تراکیب سست، بندشیں کمزور اور مضامین نہایت ہی بے نمک ہیں صحتِ زبان کا ضرور خیال رکھا جاتا ہے - مگر اس کی ذرا پروا نہیں کیجاتی کہ خیالات کی حیثیت کتنی بلند ہے" لیکن آگے چل کر عزیز صاحب خود ہی اعتراف کرتے ہیں کہ "ذوق بڑے قصیدہ گو اور قادر الکلام تھے" ؛

جناب عزیزؔ کے مضمون کا **زور** صاحب رسالہ **نگار** کے صفحات پر بڑی خوبی سے جواب دے چکے ہیں اور شیخ مرحوم کی شاعری پر ان کی رائے یہ ہے :-

"ذوق دلی کے ٹھیٹ شاعر تھے - اُنہوں نے "ٹینی سن" کی طرح اپنے ملک وقوم اور زمانے کے جذبات و حالات اور زبان کی ترجمانی کرنے کی کوشش کی اور یہی وہ بنیادیں ہیں - جن پہ ملک الشعرا بنائے جانے کے مستحق تھے - اور جن کے اثرات سے ان کے کلام میں محاوروں کی بندش، زبان کی فصاحت، روانی اور لہجے کی دلچسپی اور شگفتگی پیدا ہو گئی تھی . . . . "

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ پروفیسر محمد حسین آزاد مرحوم نے **آبِ حیات** میں **ذوق** اور **غالب** کے کلام پر رائے دینے میں انصاف سے کام نہیں لیا - یعنی اپنے استاد کی طرفداری کی ہے - اس لئے ذیل میں ہم چند ایسی آرار درج کرتے ہیں - جن کے متعلق کوئی ایسا خیال نہیں ہو سکتا ؛

لالہ سری رام ایم - اے **خمخانہ جاوید** میں **ذوق** کے کلام پر اس طرح ریویو کرتے ہیں :-

"استاد ذوق کی محاورہ بندی مضمون آفرینی - کلام کی پختگی -

صحتِ زبان اور سلاستِ زبان کی شہرت محتاج بیان نہیں۔
ذوق اگرچہ نازک خیالی اور مضمون بندی میں غالب اور حکیم مومن خان مومن کے رُتبہ کو نہیں پہنچے۔ مگر اُن کی خداداد ذہانت اور ہمہ دانی نے اس کمی کو جیسا کہ چاہیئے پورا کر دکھایا۔ ایک خاص وصف جس سے ان کی شاعری مسلم مانی گئی ہے یہ تھا کہ اکثر پامال مضامین اِس خوبی اور ایسے الفاظ سے باندھتے ہیں۔ کہ اپنی جدّت طرازی سے نئے خیال کا لطف اِس میں پیدا کرتے ہیں"۔

شعر الہند میں شیخ مرحوم کے کلام کے متعلق یہ لکھا ہے:۔
"دلّی کی آب و ہوا کے اثر سے اُن کے کلام میں جابجا جذبات اور روحانیات کی آمیزش بھی موجود ہے۔ اس لئے اُن کا کلام صحرائے بے آب و گیاہ کی طرح بالکل خشک اور بنجر نہیں معلوم ہوتا بلکہ خس و خاشاک کے ڈھیر میں کہیں کہیں دو چار پھول بھی نظر آجاتے ہیں ... محاورات کو اِس برجستگی کے ساتھ باندھ جاتے ہیں کہ طبیعت کو لطف اور انبساط حاصل ہوتا ہے"۔

نسّاخ۔ گارسن۔ شیفتہ۔ صہبائیؔ۔ اور آزردہ جیسے منصف مزاج باکمالوں نے ذوق کو فنِ شعر کا بادشاہ اور قادر الکلام استاد تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ نواب مصطفےٰ خان شیفتہ فرماتے ہیں:۔
"قوتِ مشقی کہ اوراست دیگرے را دیدہ نہ شد۔ لہٰذا رطب و یابس کہ شیوۂ بسیار گویاں است در کلامش کمتر و بر جمیع اصنافِ سخن قدرتِ تمام دارد"۔

خصوصیّت و طرزِ کلام ذوق ایک قادر الکلام شاعر تھے۔ کہیں اُنکا کلام نہایت سادہ ہے اور کہیں رنگین۔ کہیں تشبیہ کے جلوے دکھاتا ہے اور کہیں استعاروں کے لباس میں سجا ہوا دکھائی دیتا ہے صنائع بدائع اور محاورات بطریقِ احسن استعمال کئے گئے ہیں۔ اور اس خوبی

سے بٹھائے گئے ہیں کہ کانوں پر گراں نہیں گذرتے - بلکہ ایسے زیبا معلوم ہوتے ہیں جیسے انگشتری میں نگینہ - ان کے اشعار میں آمد اور مناسب زیر و بم ہے۔ زبان کی شیرینی اور صفائی کا بمقابلہ رفعتِ خیال اور پروازِ تخیّل زیادہ خیال رکھا ہے ؏

قصائد میں حضرت ذوق نے میرزا محمد رفیع سودا کا تتبع کیا اور سچ تو یہ ہے کہ مرزائے موصوف کے بعد شیخ مرحوم کے سوا کسی سے بھی اس میدان میں شہسواری کا حق ادا نہیں ہو سکا - سنگلاخ زمینوں اور گرہ اور گہر جیسی مشکل ردیفوں میں بیسیوں اشعار کا قصیدہ کہنا جس کا کوئی شعر معنی اور محاورہ کی خوبیوں سے معرّا نہ ہو اور ہر جشن پر خاص تقریب کے مطابق قصیدہ میں خیالات کا اظہار کرنا ذوق ہی کا کام تھا - ان کے اکثر قصائد جن میں زیادہ نوجوانی کی طبع آزمائی تھی - زمانہ کے ہاتھوں ضائع ہو گئے - ورنہ انکے قصائد کا مجموعہ خاقانی شروانی کے مجموعۂ قصائد سے دو چند ہوتا ؏

غزل میں مختلف وقتوں میں مختلف رنگ رہا - شاہ نصیر کی شاگردی کے زمانہ میں استاد کا تتبع کرتے رہے اور چونکہ شاہ صاحب کے کلام میں مرزا رفیع کا انداز تھا - شیخ کے کلام پر بھی سودا کا رنگ چڑھا - پھر انشا - مصحفی - جرأت اور اکثر ناسخ کا تتبع کیا - جو غزلیات اُنہوں نے جرأت کے رنگ میں لکھی ہیں - ان میں جرأت کی تمام خوبیاں پائی جاتی ہیں - مگر وہ جرأت کی کمزوریوں سے یکسر پاک ہیں - میر کے نقش قدم پر بھی گامزن ہونے کی کوشش کی جیسا کہ اُن کے ایک شعر سے عیاں ہے ؎

نہ ہوا پر نہ ہوا میر کا انداز نصیب
ذوق یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

آخر کار اپنا ایک خاص رنگ پیدا کر لیا - اکثر غزلوں میں خاص طور پر ترنم کا لحاظ رکھا - روزمرہ کی صفائی - سلاستِ الفاظ اور ملائم تشبیہوں سے جو کہ غزل گوئی کی روح ہیں اپنی غزل کو نہایت لطیف اور سہل الفہم بنا دیا ؏

اُردو ادب میں ذوق کا مرتبہ

اگرچہ موجودہ دیوان کے علاوہ ذوق کی اُردو میں اور کوئی تصنیف نہیں ہے تاہم اُنہوں نے زبانِ شعر کو نہایت سلیس اور شستہ بنائے ہیں۔ برجستہ اور موزوں الفاظ، اُردو اور ہندی کے لاتعداد محاورات کو اپنے شعروں میں نہایت موزونیت سے استعمال کرنے میں اور صنائع بدائع اور تشبیہات و استعارات کو بطریق احسن اپنے اشعار میں بٹھانے میں اُردو زبان کی جو اہم خدمت سرانجام دی ہے۔ اس سے شیخ مرحوم اُردو ادب میں بہت بلند و ممتاز حیثیت رکھتے ہیں ؂

قصائد

قصیدہ ۱

اکبر شاہ ثانی مرحوم کی مدح میں

شاہا جمال و حسن کا تیرے لکھوں میں وصف[۲] کیا   ظاہر میں تو ظل[۳] خدا باطن میں تو نورِ خدا
جلوہ ترے دیدار کا ہے اس قدر بہجت[۳] فزا   روئے مقدس[۴] کو ترے جس نے کہ دیکھا یہ کہا

صلِّ[۵] علیٰ صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ صلِّ علیٰ

انوار[۶] عرفاں[۷] سے ترا سینہ ہوا ایسا ہے صاف   جس کی پہنچتی روشنی ہے قاف[۸] سے لے تا بہ قاف
خورشید و مہ کو روبرو تیرے کہاں مقدور[۹] لاف[۱۰]   کرتے ہیں دو نو روز و شب آکر ترے در کا طواف[۱۱]

اے قبلۂ روشن دلاں اے کعبۂ اہلِ صفا

ہے تیری فر[۱۲] و فرہی[۱۳] فرِ فریدوں[۱۴] کا نشاں   نصفت[۱۵] کو تیری دیکھ کر کسریٰ[۱۶] کی بھی ہو کم[۱۷] سبر شاں
تو وہ سکندر قدر[۱۸] ہے اے فخر شاہانِ جہاں   تیرے ضمیر پاک کو پہنچے ہے جامِ جم[۱۹] کہاں

وہ جام ہے گیتی[۲۰] نما یہ آئینہ ہے حق[۲۱] نما

تیری بہارِ لطف سے ہر دشت[۲۲] ہے رشکِ چمن   پیدا ہوں خارِ خشک میں گلہائے نسرین[۲۳] و سمن[۲۴]
تیرے سحاب[۲۵] فیض سے اے ظلِ ربِ ذو المنن[۲۶]   جس جا کہ موجِ[۲۷] ریگ[۲۸] ہو بحر رواں ہو موج زن

اور واں ہر موج میں لاکھوں ہوں دُرِ بے بہا

قصیدہ ۱ یہ قصیدہ مخمس کے طرز پر اکبر شاہ ثانی کی مدح میں لکھا گیا تھا۔ ۲ تعریف ۳ سایہ ۳ خوشی بڑھانے والا۔ ۴ پاک ۵ رحمت ہو اس پر (یہ جملہ خوشی کے موقعہ پر بولا جاتا ہے) ۶ نور کی جمع۔ روشنی ۷ معرفت ۸ قاف سے قاف تک مراد تمام دُنیا میں۔ پرانے زمانے میں خیال تھا کہ کوہ قاف نے تمام دُنیا کو چاروں طرف سے گھیرا ہوا ہے۔ ۹ طاقت۔ ۱۰ شیخی مارنا۔ ۱۱ طواف کرنا یعنی کسی جگہ کے گرد اگرد گھومنا۔ ۱۲ شان۔ ۱۳ شوکت۔ ۱۴ ایران کے ایک مشہور بادشاہ کا نام ہے۔ ۱۵ انصاف۔ ۱۶ نوشیرواں کا نام۔ ۱۷ کم ہونا۔ ۱۸ مرتبہ۔ ۱۹ جمشید کا مخفف (ایران کا ایک مشہور بادشاہ گزرا ہے جس نے ایک پیالہ بنوایا تھا جس سے دنیا کے حالات معلوم ہوتے تھے) ۲۰ دُنیا (کے حالات) دکھانے والا۔ ۲۱ خدا (کی راہ) دکھلانے والا۔ ۲۲ جنگل۔ ۲۳ ایک پھول کا نام ہے۔ ۲۴ چنبیلی۔ ۲۵ بادل۔ ۲۶ احسان کرنے والا۔ ۲۷ لہر (یہاں ڈھیر سے مراد ہے)۔ ۲۸ ریت۔

اللہ رے دریا دلی[۲۹] تیری دم[۳۰] جود و کرم[۳۱] ہے دل ہی دل شاہنشہا تو سر سے لیکر تا قدم
آگے تری بخشش کے ہے دریا گہیں[۳۲] رتبہ میں کم تو بخشدے اک آن[۳۳] میں سو گنج دینار و درم
پیسہ بھی دے سکتا نہیں وہ فلس[۳۴] ماہی کے سوا

جس پر عنائت ہو تری اس کو نہیں پروائے زر جس کا کہ حامی تو ہو کیوں اسکی شکستہ ہو کمر
اللہ نے تجھ کو کیا بیچارگاں کا چارہ گر[۳۵] اے خسرو والا گہر[۳۶] تیرے تلطف[۳۷] کی نظر
ہے مفلسوں کو کیمیا[۳۸]۔ ٹوٹے دلوں کو مومیا[۳۹]

تیری ثنا کب ہو سکے۔ اے خسرو والا نگاہ اب یہ دعا ہے ذوق کی حق میں ترے شام و پگاہ[۴۰]
جب تک نہیں رہے فلک اور ہیں فلک پر مہر و ماہ فرخ[۴۱] ہمیشہ عید ہو تجھ کو شہا باعز و جاہ
بد خواہ تیرا ہو سدا رنج والم میں مبتلا

قصیدہ ۲

اکبر شاہ مرحوم کی مدح میں

صبح سعادت[۱] نور ارادت[۲] تن بہ ریاضت[۳] دل[۴] بہ تمنا
جلوۂ قدرت عالم[۵] وحدت چشم بصیرت[۶] محو[۷] تماشا
قصر[۸] رفیع و صحن وسیع طرز مسبع[۹] سطح[۱۰] مربع
باغ ارم[۱۱] یا روضۂ[۱۲] رضواں[۱۳] خلد بریں[۱۴] یا جنت ماویٰ[۱۵]

[۲۹] سخاوت۔ [۳۰] وقت۔ [۳۱] سخاوت۔ [۳۲] بہت۔ [۳۳] سیکنڈ۔ [۳۴] پیسہ (یہاں مراد مچھلی کے سنے سے جو اس کے بدن پر پیسے کی طرح نظر آتا ہے) [۳۵] مددگار۔ [۳۶] عالی نسب۔ [۳۷] مہربانی۔ [۳۸] ایک خیالی چیز جس سے تانبا سونا بن جاتا ہے۔ [۳۹] ایک دوائی جس سے ٹوٹی ہوئی ہڈی کو جوڑتے ہیں۔ [۴۰] دوپہر اور صبح کے درمیانی وقت کو کہتے ہیں۔ قریباً دس بجے کا وقت۔ شام و پگاہ سے مراد صبح و شام یعنی "ہر وقت" ہے۔

قصیدہ ۲

[۱] نیک بختی۔ [۲] عبادت۔ [۳] دل میں آرزوئیں بھری ہوئی تھیں۔ [۴] تنہائی کا عالم تھا۔ [۵] بینائی۔ [۶] مصروف۔ [۷] محل۔ [۸] خوبصورت۔ [۹] مراد۔ اس مکان کی سطح۔ [۱۰] ایک شہر کا نام ہے کہتے ہیں وہاں بہت خوبصورت باغ تھا۔ [۱۱] باغ۔ [۱۲] بہشت کے داروغہ کا نام ہے۔ [۱۳] و [۱۴] آٹھ بہشت ہیں۔ جن میں سے دو کے یہ نام ہیں۔

مرغ خوش الحان[۱۵] بر سرِ بستاں ہر گلِ بستاں خورم و خنداں
گوش شقائق[۱۶] - محوِ سرودو دیدۂ نرگس مستِ تماشا[۱۷]

لحن قماری[۱۸] شکلِ[۱۹] مسبح[۲۰] صوت[۲۱] عنا[۲۲] دل وردِ مہلل[۲۳]
سرو بقامت نخلِ دعا و نکہت[۲۴] گل با دم[۲۵] بہ مسیحا

فصلِ ربیع[۲۶] و موسمِ اردی[۲۷] معتدل اک جا گرمی و سردی
میلِ[۲۸] عناصر سوئے طبائع ربط[۲۹] قوٰے[۳۰] با عالمِ اشیاء

چہرۂ گلشن آتشِ رخشاں[۳۱] سرخی گل میں لعلِ بدخشاں[۳۲]
سبزہ پہ شبنم رشکِ جواہر[۳۳] لالہ بہ ژالہ لولوئے[۳۴] لالا[۳۵]

قلب کو فرحت[۳۶] روح کو راحت عقل کو قوت طبع کو جودت[۳۷]
جلوہ ساقی نغمۂ مطرب نالہ بہ چنگ[۳۸] و نشہ بہ صہبا[۳۹]

خندۂ گل پر نشۂ مل[۴۰] پر سرو چمن بر لطفِ سخن پر
نغمۂ بلبل نالۂ صلصل[۴۱] قہقہۂ قلقل[۴۲] بر لبِ مینا[۴۳]

غلغلہ اندر محفلِ مستاں وجد[۴۴] میں خیل[۴۵] بادہ پرستاں[۴۶]
نغمہ طرازاں[۴۷] باربدآسا[۴۸] چنگ[۴۹] نوازاں[۵۰] شکلِ نکیسا[۵۱]

جام[۵۲] بلوریں بامئے[۵۳] لعلیں صبح بہار و گلشن رنگیں
پنبۂ[۵۴] مینا بر سرِ مینا اخترِ صبح و گنبدِ[۵۵] خضرا

۱۵ آواز ۔ ۱۶ ایک پھول کا نام ہے جسے لالہ کہتے ہیں ۔ ۱۷ آواز ۔ ۱۸ قمری کی جمع ۔ ۱۹ مانند ۔ ۲۰ تسبیح پڑھنے والا ۔ ۲۱ آواز ۔ ۲۲ عندلیب کی جمع ۔ ۲۳ تہلیل پڑھنے والا - تہلیل لا الٰہ الا اللہ کو کہتے ہیں ۔ ۲۴ خوشبو ۔ ۲۵ عیسےٰ کی پھونک جو مُردوں کو زندہ کرتی تھی ۔ ۲۶ بہار ۔ ۲۷ بہار ۔ ۲۸ خواہش ۔ ۲۹ تعلق ۔ ۳۰ قوت کی جمع ۔ ۳۱ چمکدار ۔ ۳۲ ایک شہر کا نام ہے ۔ ۳۳ جوہر کی جمع بمعنی موتی ۔ ۳۴ موتی ۔ ۳۵ روشن ۔ ۳۶ خوشی ۔ ۳۷ ذہانت ۔ ۳۸ ایک باجے کا نام ہے ۔ ۳۹ شراب ۔ ۴۰ شراب ۔ ۴۱ قمری ۔ ۴۲ وہ آواز جو شراب انڈیلتے وقت صراحی سے نکلتی ہے ۔ ۴۳ شراب کا پیالہ ۔ ۴۴ جوش ۔ ۴۵ گروہ ۔ ۴۶ شرابی ۔ ۴۷ گانے والا ۔ ۴۸ ایک مشہور گویّے کا نام ۔ ۴۹ مانند ۔ ۵۰ بجانے والا ۔ ۵۱ ایک بجانے والے کا نام ۔ ۵۲ پیالہ ۔ ۵۳ سُرخ ۔ ۵۴ روئی کا ڈاٹ جو شراب والی صراحی کے منہ پر دیتے ہیں ۔ ۵۵ مراد آسمان ۔

ساقیِ مہوش[۵۶] مست شبانہ[۵۷] مطربِ دل کش[۵۸] حرفِ ترانہ[۵۹]
مژدۂ عید اقبال مجسم وقت سعید انوار سراپا
اک بتِ ترسا[۶۰] با دلِ سنگیں[۶۱] ۔ لعبتِ[۶۲] کافر با ہمہ تمکیں[۶۳]
صورتِ لات[۶۴] و شکلِ منات[۶۵] و رشکِ یعوق[۶۶] و غیرتِ عزےٰ[۶۷]
کانِ ملاحت[۶۸] بحرِ صباحت[۶۹] جوئے فصاحت گلشن راحت
شور میں لیلیٰ[۷۰] نور میں سلمیٰ[۷۱] لہجہ میں شیریں[۷۲] جلوہ میں عذرا[۷۳]
وہ لبِ میگوں[۷۴] عارضِ[۷۵] گلگوں[۷۶] وہ قدِ موزوں چشم پر افسوں[۷۷]
برگِ گل تر لالۂ احمر[۷۸] سروِ[۷۹] صنوبر نرگسِ شہلا[۸۰]
خال[۸۱] لب ہے نقطۂ مشکیں[۸۲] یا ہے ہلال و چشمۂ مشبریں
مردمِ[۸۳] دیدہ محو بدیدہ لالہ بہ داغ و دل بہ سویدا[۸۴]
فوج نظارہ جوں رمِ[۸۵] آہو[۸۶] ۔ آہوئے کعبہ نرگسِ جادو
چیں[۸۷] بہ جبیں[۸۸] محراب بہ کعبہ ۔ طاقِ[۸۹] دو ابرو مسجدِ اقصےٰ[۹۰]
چاہِ[۹۱] زنخداں آبِ زلال[۹۲] ۔ اور اس پہ تکلم[۹۳] چشمۂ شیریں
ناصیہ[۹۴] روشن جوں کفِ موسیٰ[۹۵] زلفِ شکن در خطِ چلیپا[۹۶]
پان کی سرخی لب سے گلو تک دست و گریباں[۹۷] قوسِ قزح[۹۸] سی
دام برائے گردنِ عنقا[۹۹] چشم و چراغِ دیدۂ حورا[۱۰۰]

۵۶-ماہ بمعنی چاند اور وش بمعنی طرح ۔ ۵۷ شراب جو رات کو پی جائے ۔ ۵۸ مصروف ۔ ۵۹ راگ ۔ (نوٹ جب ایسا وقت تھا تو ایک معشوق آیا) ۶۰ کافر (پتھر کے دل والا یعنی بےرحم) ۶۲ پتلی ۔ ۶۳ سنجیدگی ۔ ۶۴ ۶۵ ۶۶ ۶۷ بتوں کے نام ہیں جن کو عرب والے زمانہ جہالت میں پوجتے تھے ۔ ۶۸ نمکینی مراد خوبصورتی ۔ ۶۹ خوبصورتی ۔ ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳ معشوقوں کے نام ہیں یہ سب عورتیں تھیں ۔ ۷۴ شراب کے رنگ والے یعنی سرخ ۔ ۷۵ رخسار ۔ ۷۶ پھول کی طرح ۔ ۷۷ جادو ۔ ۷۸ سرخ ۔ ۷۹ سرو کی ایک خاص قسم ۔ ۸۰ نرگس کی ایک خاص قسم ۔ ۸۱ تل ۔ ۸۲ کستوری ۔ ۸۳ آنکھ کی پتلی ۔ ۸۴ دل کا سیاہ نقطہ ۔ ۸۵ بھاگنا ۔ ۸۶ ہرن ۔ ۸۷ شکن ۔ ۸۸ پیشانی ۔ ۸۹ ٹیڑھاپن ۔ ۹۰ بیت المقدس کی مشہور مسجد کا نام ۔ ۹۱ ٹھوڑی کا گڑھا ۔ ۹۲ میٹھا ۔ ۹۳ گفتگو ۔ ۹۴ ماتھا ۔ ۹۵ موسیٰ کی ہتھیلی جب بچپن میں جلنے کی وجہ سے ایک داغ پڑ گیا تھا اور جو سورج کے سامنے چمکتا تھا عربی میں اسے ید بیضا کہتے ہیں ۔ ۹۶ عیسائیوں کا صلیبی نشان ۔ ۹۷ دست و گریبان ہونا ۔ لڑنا ۔ ۹۸ آسمان کی دھنک ۔ ۹۹ ایک فرضی جانور کا نام ۔ ۱۰۰ بہشتی حور ۔

بیت زلالی[101] لب بہ تکلم۔ فرد خیالی[102] رنگ تبسم

موئے میاں[103] جوں معنئ نازک تنگ دہاں[104] سربستہ معما[105]

عارضِ[106] گلگوں چشمِ پُر افسوں سبزۂ تر[107] سے طرزِ[108] نظر سے

مایۂ نازو۔ غمزہ طرازو۔ گلشن رازو۔ راز بدلہا[109]

فتنہ سراپا[110]۔ قہر سراسر[111] سست وفا میں چست جفا میں

شرم سے ڈوبا بحرِ حیا میں۔ ناصیہ[112] رو بر عالمِ بالا[113]

رمز[114] سے ہوکر صرفِ تکلم۔ ناز سے ہوکہ لب بہ تبسم

مجھ سے کہا ہو زمزمہ پیرا[115]۔ تو بھی تو بول اے بلبلِ شیدا[116]

میں نے پڑھا اک مطلعِ روشن مدح میں تیری جس سے ہو گلشن[117]

رُوحِ معزّی[118] اے شہِ عالم۔ غش ہو جریر[119] اور شاد ہو اعشےٰ[120]

اے شہِ عالم[121] در ہمہ عالم۔ عالئ اعلےٰ۔ والی[122] والا[123]

لب بہ ستائش[124] دل بہ نیائش[125] جلوہ طراز[126] عرشِ معلیٰ

نفس خلافت[127] از رہ رتبت تختِ خلافت عرش بہ عظمت

تو ہے بہ حکم وجہ جو صورت وہ ہے بہ نفس رتبہ ہیولے[128]

رُوحِ مجسم عقلِ مکرّم[129] نفسِ مقدس[130] جسمِ مطہر[131]

باتنِ صافی جان موافی[132] پردہ بہ دُنیا جلوہ بہ عقبےٰ

[101] ایک شاعر گزرا ہے ۔ [102] خیالی منصوبہ ۔ [103] کمر ۔ [104] منہ ۔ [105] راز ۔ [106] رخسارہ ۔ [107] تازہ ۔ [108] انداز ۔ [109] دلوں ہیں ۔ [110] سر سے پاؤں تک ۔ [111] تمام ۔ [112] مراد چاند ۔ [113] آسمان ۔ [114] اشارہ ۔ [115] زمزمہ پیرا ہونا - گانا ۔ [116] بلبلِ شیدا - عاشق بلبل مراد اپنی ذات سے یعنی ذوق ۔ [117] روح کا گلشن ہونا - روح کا باغ باغ ہونا ۔ [118] ایران کے ایک مشہور شاعر کا تخلص ۔ [119]۔ [120] عرب میں دو شاعر گزرے ہیں ۔ [121] دُنیا ۔ [122] سردار ۔ [123] عالی مرتبہ ۔ [124] خدا کی تعریف ۔ [125] عاجزی ۔ [126] چمکانے والا ۔ [127] سلطنت ۔ [128] مادہ جس سے اشیا بنتی ہیں ۔ [129] عزت والا ۔ [130] پاک ۔ [131] پاکیزہ ۔ [132] کامل ۔

علمِ حقیقی علمِ مجازی تیرے حلول[۱۳۳] اور سرایت[۱۳۴] سے طاری
اصلِ[۱۳۵] مبانی[۱۳۶] نقلِ معانی عقل کو تیری عیش مہیا

سارے پڑھے اسمائے[۱۳۷] الٰہی سب ہیں مؤثر[۱۳۸] اے شہِ اکبر
اسم جو اعظم[۱۳۹] ہے تو وہی ہے جس سے ہے تیرا اسم مسمّےٰ[۱۴۰]

فہم ہیں لے کر صافی طینت[۱۴۱] رکھ کے نظر ہیں اوجِ[۱۴۲] قربیت
غرق حیا ہیں زمزم[۱۴۳] و کوثر[۱۴۴] سر بہ زمیں ہیں سدرہ[۱۴۵] و طوبےٰ[۱۴۶]

خلق[۱۴۷] کریم و نفس نفیس و ابرِ مفیض[۱۴۸] و فائضِ[۱۴۹] رحمت
آبِ[۱۵۰] بقائے خاکِ[۱۵۱] شفائے نارِ خلیل[۱۵۲] و بادِ مسیحا[۱۵۳]

تو سرِ دنیا ظلِّ الٰہی حکم ترا تا ماہ بہ ماہی[۱۵۴]
تخت ترا ہے تا بہ ثرےٰ[۱۵۵] اور فوق ہے تیرا تا بہ ثریا[۱۵۶]

حکم پہ حاضر نظم[۱۵۷] پہ ناظر۔ تیرے جلوس جشن کی خاطر
فوجِ سکندر لشکرِ دارا۔ تختِ فریدوں مسندِ کسرےٰ

تجھ سے ہی قائم شام و سحر ہی تجھ سے ہی دائم[۱۵۸] تازہ و تر ہے
بارِ[۱۵۹] مراد و برگِ نشاط[۱۶۰] و شاخِ اُمید و نخلِ[۱۶۱] تمنا

تو بہ ریاست[۱۶۲] تو بہ فراست۔ تو بہ عدالت تو بہ سیاست
فطرتِ لحیاں فکرِ جماعت حسنِ بیاض و غصۂ حمرا

[۱۳۳] حل ہونا۔ [۱۳۴] سرایت کرنا۔ [۱۳۵] جڑ۔ [۱۳۶] بنیاد۔ [۱۳۷] خدا کے نام جیسے رحمٰن۔ قدیر۔ رازق وغیرہ۔ [۱۳۸] اثر کرنیوالا۔ [۱۳۹] اسم اعظم۔ بڑا نام (خدا کا) جس کے پڑھنے سے تمام کام سرانجام پا جاتے ہیں۔ [۱۴۰] رکھا گیا۔ [۱۴۱] پیدائش۔ [۱۴۲] بلند نزدیکی مراد پرلے درجہ کا قرب۔ [۱۴۳] مکہ معظمہ میں ایک کنواں ہے جہاں سے حاجی تبرکاً پانی پیتے ہیں۔ [۱۴۴] بہشت کے ایک چشمہ کا نام ہے۔ [۱۴۵] و [۱۴۶] بہشت کے دو بلند ترین مقام۔ [۱۴۷] نیک عادت۔ [۱۴۸] فیض دینے والا۔ [۱۴۹] پہنچانے والا۔ [۱۵۰] آبِ حیات۔ [۱۵۱] کربلائے معلّی کی مٹی۔ [۱۵۲] وہ آگ جس میں حضرت ابراہیم کو نمرود نے پھینکا تھا اور جو خلیل پر گلزار بن گئی تھی۔ [۱۵۳] عیسےٰ کا سانس جس سے مُردے زندہ ہوتے تھے۔ [۱۵۴] وہ مچھلی جو قدیم باشندوں کے خیال کے مطابق تمام زمین کو اُٹھائے ہوئے ہے۔ [۱۵۵] زمین کا نچلا حصّہ۔ [۱۵۶] ستارے۔ [۱۵۷] انتظام۔ [۱۵۸] ہمیشہ۔ [۱۵۹] پھل۔ [۱۶۰] خوشی۔ [۱۶۱] درخت۔ [۱۶۲] سلطنت۔

رو برضا[163] لب بہ دعا و دست بہمت پا بہ اقامت[164]
لب بہدایت دل بہ درایت[165] صرف زہد و محو بہ تقویٰ[166]
تو بہ حقیقت[167] تو بہ طریقت[168] تو بہ شریعت تو بہ ودیعت[169]
پاک سرشت و نیک نوشت[170] و جسم مطہر قلب مصفّٰی
رو بہ تجمل خو بہ تحمل[171] کف بہ تکلف لب بہ تکلم
روکش[172] یوسف[173] ہمسر صالح[174] ہمرہ موسیٰ ہمدم عیسیٰ
تیری محافظ آیۂ کرسی[175] - تیری معاون آیت قدسی
زیب تمائم[176] سورۂ یٰسین[177] حسن عزائم[178] سورۂ طٰہٰ[179]
جانب اعدا تو سر میداں کھینچ لے جسدم صارم[180] براں
نعرہ ہو اس کا اُقتل[181] اُقتل - ندبہ[182] اسکا نحن قتلنا[183]
جلوہ سے تیرے ہو نہ منور شام و سحر آفاق تو کیونکر
مہ ہو دوائے دیدۂ شپر[184] مہر[185] ضیائے[186] حیرت حربا[187]
تو دم فرحت تو دم عشرت تو دم صولت[188] بر سر دولت
ماہ بسرطاں[189] زہرہ[190] بمیزاں[191] تیر[192] بہ قوس[193] و شمس بہ جوزا[194]
فہم ترا وہ عقل ارسطو[195] بالغہ[196] جس سے جوہر ثانی[197]
عقل ترا دے درس[198] فلاطوں فلسفہ جس کی ابجد اولیٰ

۱۶۳ رضائے الٰہی ۔ ۱۶۴ ثابت قدمی ۔ ۱۶۵ دانشمندی ۔ ۱۶۶ پرہیزگاری ۔ ۱۶۷ معرفت الٰہی ۔ ۱۶۸ فقر ۔ ۱۶۹ امانت ۔ ۱۷۰ (تقدیر) کا لکھا ہوا ۔ ۱۷۱ خوبصورتی ۔ ۱۷۲ شرمندہ کرنے والی ۔ ۱۷۳ ایک پیغمبر تھے جو خوبصورتی میں مشہور عام تھے ۔ ۱۷۴ ایک پیغمبر تھے جو بردباری میں شہرہ آفاق گزرے ہیں ۔ ۱۷۵ قرآن پاک کی ایک آیت جو حفاظت کے لئے پڑھی جاتی ہے ۔ ۱۷۶ جمع تمیمہ یعنی تعویذ ۔ ۱۷۷ قرآن شریف کی ایک سورۃ کا نام ۔ ۱۷۸ ارادے ۔ ۱۷۹ قرآن پاک کی ایک سورۂ شریفہ کا نام ۔ ۱۸۰ تلوار ۔ ۱۸۱ قتل کر قتل کر۔ یہ امر کا صیغہ ہے ۔ ۱۸۲ آواز ۔ ۱۸۳ ہم نے قتل کر دیا ۔ ۱۸۴ چمگادڑ ۔ ۱۸۵ سورج ۔ ۱۸۶ روشنی ۔ ۱۸۷ گرگٹ ۔ ۱۸۸ دبدبہ ۔ ۱۸۹ ایک برج کا نام ۔ ۱۹۰ ایک ستارہ کا نام ۔ ۱۹۱ ایک برج کا نام ۔ ۱۹۲ ایک ستارہ کا نام جسے عطارد کہتے ہیں ۔ ۱۹۳ ایک برج کا نام ۔ ۱۹۴ ایک برج کا نام ۔ ۱۹۵ ایک فلسفی کا نام ہے ۔ ۱۹۶ کامل ۔ ۱۹۷ عقل ثانی فلسفہ والوں نے دس عقلیں مقرر کی ہیں جنہیں عقول عشرہ کہتے ہیں ۔ ۱۹۸ سبق

حال دو عالم تجھ میں ہے پیدا - اور ہے یہ نورِ کشف ہویدا[۲۰۰]
عنبر قیافہ غیر شناسا - غیر تفاؤل[۲۰۱] عنبر بہ رؤیا[۲۰۲]

تیری شمیم[۲۰۳] خلق سے طاری[۲۰۴] - تیری نسیم طبع سے جاری
بادِ بہاری - مشک تتاری[۲۰۵] - عود قماری[۲۰۶] - عنبر سارا[۲۰۷]

فکرِ فرنگ و دانش یوناں آگے ترے ہے طفلِ دبستاں[۲۰۸]
تو ہے وہ ماہر تو ہے وہ باہر[۲۰۹] - تو ہے وہ بینا تو ہے وہ دانا

تیغ سے تیری پیکرِ[۲۱۰] دشمن - حلقہ بہ حلقہ[۲۱۱] جب ہو بہ جوشن
پیش حکیماں کب رہے ثابت[۲۱۲] عقل سے جزو لا یتجزیٰ[۲۱۳]

زینتِ لوح[۲۱۴] شوکت و شاں تو زیب سرتو قیع[۲۱۵] جہاں تو
اس پہ مزیّن جوں گلِ طغرے[۲۱۶] - اسپہ مسجّل[۲۱۷] جوں خطِ امضا[۲۱۸]

حاتم دوراں منذرِ نعماں[۲۱۹] رستم دستاں شیر نیستاں[۲۲۰]
تو بہ سخاوت تو بہ عنایت تو دمِ جرأت تو سرِ ہیجا[۲۲۱]

حسن ادا میں نکتۂ[۲۲۲] موزوں - طرز بجا میں گوہر مکنوں[۲۲۳]
شغل و عمل میں نظم مسجّع[۲۲۴] - حرف سخن میں نثر مقفّٰے[۲۲۵]

تیرا ہے توسن سایۂ ذوالمن - بر سر جستن[۲۲۶] در دم رفتن
برق جہاں[۲۲۷] و آب رواں و شعلۂ آتش موجۂ[۲۲۸] دریا

باد[۲۲۹] بوقتِ تیز روانی ابر بوقتِ قطرہ فشانی
جب تو اڑا دے کوہ و جبل[۲۳۰] پر جب تو رواں ہو جانب صحرا

۲۰۰ ظاہر ۔ ۲۰۱ فال لینا ۔ ۲۰۲ خواب دیکھنا ۔ ۲۰۳ خوشبو ۔ ۲۰۴ ظاہر ۔ ۲۰۵ تتار ایک ملک کا نام ہے جو کستوری کے لئے مشہور ہے ۔ ۲۰۶ قمار ایک جگہ ہے جہاں کا عود بہترین ہوتا ہے ۔ ۲۰۷ خالص ۔ ۲۰۸ روشن ۔ ۲۰۹ مدرسہ ۔ ۲۱۰ جسم ۔ ۲۱۱ ٹکڑے ٹکڑے ۔ ۲۱۲ درست ۔ ۲۱۳ ایسا چھوٹا جزو جس کے آگے حصے نہ ہو سکیں ۔ ۲۱۴ تختی ۔ ۲۱۵ بادشاہی حکم ۔ ۲۱۶ شاہانہ خطاب ۔ ۲۱۷ مہر کیا ہوا ۔ ۲۱۸ شاہی حکم نامہ ۔ ۲۱۹ ایک مشفق بادشاہ کا نام ۔ ۲۲۰ گھنا جنگل ۔ ۲۲۱ جنگ ۔ ۲۲۲ باریک بات ۔ ۲۲۳ پوشیدہ ۔ ۲۲۴ سجع والی (سجع نظم میں ایک خوبی کا نام ہے) ۔ ۲۲۵ قافیہ والی ۔ ۲۲۶ کودنا ۔ ۲۲۷ جستن مصدر سے کوندنے والی ۔ ۲۲۸ لہر ۔ ۲۲۹ ہوا ۔ ۲۳۰ پہاڑ ۔

فیل ہے تیرا ابر بہاراں - پر بہ خیال بادہ گساراں[۲۳۱]
ہووے درخشاں[۲۳۲] برق بہ باراں دے جو ہلا زنجیر مطلا[۲۳۳]

بحر بوسعت[۲۳۴] کوہ برفعت - پر وہ کوہِ نور بہ ظلمت
اس پہ طلوع جلوۂ طلعت - طور[۲۳۵] پہ گویا نور تجلےٰ[۲۳۶]

پشت پہ اس کی ہودجِ[۲۳۷] زریں قوس قزح سی مستک[۲۳۸] رنگیں
تیرا طلوع اے خسروِ خاور صبح شفق میں کردے ہویدا

تھا جو سخن آغاز ثنا سے ختم سخن ہو حسن ادا سے
ذوق سخنداں تیری دعا سے طرز سخن موزوں ہو سراپا

دل ہے ترا یا نور کا عالم بلکہ فروغ[۲۳۹] طور کا عالم
پیش نظر ہے دور کا عالم سن تو سہی افلاک پہ ہے کیا

وردِ ملایک نامِ خدا ہے دیکھ زباں پر کس کی ثنا ہے
دل کہ سراپا دست دعا ہے - دست دعا و دامن شبہا

تاکہ زماں منضم[۲۴۰] بہ زمیں ہو - دور میں چتر چرخ بریں ہو
شاہ کا عالم زیر نگیں ہو - سطح زمیں ہو عالم بالا

قصیدہ ۳

ابوظفر بہادر شاہ مرحوم کی مدح میں

واہ واہ کیا معتدل ہے باغِ عالم میں ہوا[۱]
مثل نبض صاحب صحت ہے ہر موجِ صبا[۲]

بھرتی ہے کیا کیا مسیحائی کا دم بادِ بہار[۳]
بن گیا گلزارِ عالم رشک صد دار الشفا[۴]

ہے گلوں کے حق میں شبنم مرہم زخم جگر
شاخ بشکستہ کو ہے باراں کا قطرہ مومیا[۵]

۲۳۲ چمکنے والی ۔ ۲۳۳ سنہری ۔ ۲۳۴ چوڑائی (ہاتھی کی تعریف ہے کہ وہ چوڑائی میں سمندر کی طرح ہے) ۔
۲۳۵ ایک پہاڑ کا نام ہے جس پر حضرت موسیٰ کو خدا کا نور نظر آیا تھا ۔ ۲۳۶ خدا کا جلوہ ۔ ۲۳۷ عماری جو کہ ہاتھی پر سواری کے وقت رکھ کر بیٹھتے ہیں ۔ ۲۳۸ ہاتھی کا ماتھا ۔ ۲۳۹ روشنی ۔ ۲۴۰ ملا ہوا ۔
قصیدہ ۳ ۔ ۱ تندرست ۔ ۲ ہوا کی لہر ۔ ۳ دم بھرنا ۔ دعویٰ کرنا ۔ ۴ شفاخانہ ۔ ۵ ایک دوائی کا نام جس سے ٹوٹی ہوئی ہڈی کو جوڑتے ہیں ۔

ہوگیا موقوف یہ سودا کا بالکل احتراق[6] — لالۂ بے داغ سبیہ پانے لگا نشو و نما
ہوگیا زائل مزاجِ دہر سے یا تنک جنوں — بید[7] مجنوں کا بھی صحرا میں نہیں باقی پتا
ہوتا ہے لطفِ ہوا سے اس قدر پیدا لہو — برگ میں ہر نخل کے سرخی ہے جوں برگِ حنا
پائی یہ اصلاح صفرا[8] نے کہ دنیا میں کہیں — زرد چشم اب دیکھنے کو بھی نہیں ہے کہربا[9]
ہر مزاج بلغمی میں ہوتی ہے تولیدِ[10] خوں — چاندنی کا پھول ہو گر ارغوانی[11] ہے بجا
نام کو اشیا میں نہ تلخی رہی نہ سمیت[12] — بن گئی تریاق[13] افیوں زہر میٹھا ہو گیا
کیا عجب جدوار[14] کی تاثیر گر رکھے زقوم[15] — کیا عجب گر آبِ حنظل[16] دیوے شربت کا مزا
نیش کی جا نوش ہو دنبالہ[17] زنبور[18] میں — کام میں افعی کے ہو مہرہ بجائے آبلا
راحت و آرام کا اس دور میں ہے دور دور — چاہیئے واقف نہ ہو دوران سر سے آسیا[19]
موتیا بند آنکھ میں اپنی جو رکھتی ہے صدف — اب رکھے ہے روشنی مثلِ دلِ اہلِ صفا[20]
آگیا اصلاح پر ایسا زمانے کا مزاج — تا زبانِ خامہ[21] بھی آتا نہیں حرفِ دوا
نسخہ پر لکھنے نہیں پاتا ہو الشافی[22] طبیب — کہتا ہے بیمار بس کہ مجھ کو ہے بالکل شفا
فرق چاہا یا تنک اعضائے بدن سے درد نے — درد کے جو حرف ہیں وہ آپ ہی ہیں سب جدا
لاغروں کو ہو کمالِ تاب و طاقت یہ شتاب — کیسے دو ہفتہ ہلال اک شب میں ہو بدر الدجےٰ[23]
صبح صادق کے ہے گو سر میں سفیدی آگئی — لیکن اس پیری میں بھی صادق ہے ایسی اشتہا[24]
بھوک کی شدت سے اسکو یکنفس فرصت نہ ہو — قرص[25] سے خورشید کی جب تک نہ کرے ناشتا
رات بھر ٹھونگا[26] کیا انجم کے دانے چرخِ پیر — پھر جو دیکھا صبح کو اصلا شکم میں کچھ نہ تھا
پہنچی یہ تفتیح[27] کی نوبت کہ نوبت خانہ میں — لیتی ہے جی کھول کر کیا کیا ڈکاریں کرنا[28]
کوس[29] پھولا ہے خوشی سے نفخ[30] کا کیا دخل ہے — جوں حباب اس کے نہیں مطلق شکم میں امتلا[31]

٦ سوزش ۔ ٧ بید کی ایک قسم ہے ۔ ٨ ایک خلط کا نام ۔ ٩ ایک گوند کا نام جو تنکے کو اپنی طرف کھینچتی ہے ۔ ١٠ پیدا ہونا ۔ ١١ سرخ ۔ ١٢ زہر ۔ ١٣ ایک دوا جس سے زہر کا اثر دور ہو جاتا ہے ۔ ١٤ تریاک کی طرح ایک دوائی کا نام ہے ۔ ١٥ تھوہر ۔ ١٦ اندرائن ۔ ١٧ دُم ۔ ١٨ بھڑ ۔ ١٩ چکی ۔ ٢٠ روشن ضمیر لوگ ۔ ٢١ قلم کی نوک یعنی نب ۔ ٢٢ "وہ شفا دینے والا ہے" یہ طبیب نسخہ کے شروع میں لکھ لیتے ہیں ۔ ٢٣ اندھیری رات کا چاند ۔ ٢٤ بھوک ۔ ٢٥ ٹکیہ ۔ ٢٦ آہستہ آہستہ چبا چبا کر کھانا ۔ ٢٧ کھولنا ۔ ٢٨ ایک باجے کا نام ہے ۔ ٢٩ نقارہ ۔ ٣٠ پیٹ کا پھول جانا ۔ ٣١ بدہضمی ۔

ہضم کامل اس قدر معدہ نے پہنچایا بہم
جید الکیموس[۳۲] ہے جو حلق سے اُتری غذا

ہے مزاجِ اہلِ عالم یہ قریب اعتدال
ساتوں اقلیمیں ہیں گویا اب بخطِ استوا

رکھیگا تعویذ اور گنڈا کوئی کیوں اپنے پاس
بارِ غ عالم میں یہی عالم جو صحت کا رہا

دیگا طاؤس[۳۳] اپنے بال و پر سے سارے نقش دھو
پھینکدیگی توڑ کر گنڈا گلے سے فاختہ[۳۴]

اس قدر جاتی رہی عالم سے بیماری کہ آج
نام گلشن میں نہیں ہے نرگسِ بیمار کا

واقعی کس طرح سے صحت نہ اِک عالم کو ہو
جبکہ ہو اُس کی نویدِ غسلِ صحت[۳۵] جاں فزا

وہ ولیعہد زماں مرزا محمد بو ظفر
اس کی قوت گر ضعیفوں کو بنا دے اقویا[۳۶]

تقویت[۳۷] کا یہ اثر ہو عام جو ہیں برگ زرد
ہوں بتقوئی دل و جاں مثلِ اوراقِ طلا

شادیِ صحت سے اُس کی آج ہو کر شاد شاد
تہنیت[۳۸] خوانی میں ہیں سرگرم[۳۹] سب مدحت[۴۰] سرا

میں بھی اس رنگ چمن محفل میں وہ مطلع[۴۱] پڑھوں
بلبلِ تصویر سن کر بول اُٹھے مرحبا

آج ہے عالم میں وہ روزِ سعادت انتما[۴۲]
دے اگر زاغ[۴۳] و زغن[۴۴] بیضہ تو پیدا ہو ہما

مژدۂ جاں بخشِ صحت ہے ترا ماء الحیات[۴۵]
جس سے جوں سیماب[۴۶] کشتہ مردہ دل زندہ ہوا

ہے بقائے عمر سے تیری بقائے عمرِ خلق
ذات ہے تیری جہاں میں چشمۂ آبِ بقا[۴۷]

قطرہ افشانی سے آبِ غسلِ صحت کی ترے
ہوں دُرِ خوش آب پیدا اسقدر قوت فزا

ہوویں استعمال یاقوتی[۴۸] میں وہ موتی اگر
بخشے پیرانِ کہن کو نوجوانوں کے قوا[۴۹]

جسم کو مل مل کے دھویا تو نے جس دم وقتِ غسل
گردِ کلفت[۵۰] کو دلِ عالم سے گویا دھو دیا

دل عدوئے سنگدل کا تھا شقاوت[۵۱] سے جو سخت
زیرِ پا پامال ہوتا تھا برنگِ سنگ پا[۵۲]

خوردہ[۵۳] گل کو صبا لائی تصدق کے لئے
دے گیا ابرِ بہاری نذر یہ دُرِّ بے بہا

شادیِ صحت کا تیری کیا کہوں عالم کہ آج
جوشِ عشرت سے یہ عالم بن گیا عشرت[۵۴] سرا

[۳۲] ایک دوائی کا نام ہے جو جلد ہضم ہوتی ہے اور ہضم ہو کر جزو بدن ہو جاتی ہے۔ [۳۳] مور۔ [۳۴] فاختہ۔ قمری جسکی گردن پر باریک سی نیلگوں لکیر ہوتی ہے۔ [۳۵] وہ غسل جو بیماری سے شفا پانے پر کیا جائے۔ [۳۶] قوی کی جمع۔ [۳۷] طاقت۔ [۳۸] مبارکباد۔ [۳۹] مستعد۔ [۴۰] تعریف کرنے والا۔ [۴۱] وہ شعر جس کے دونوں مصرعوں میں قافیہ ہو۔ [۴۲] انجام۔ [۴۳] کوا۔ [۴۴] چیل۔ [۴۵] پانی۔ [۴۶] پارے کا کشتہ۔ [۴۷] آبحیات۔ [۴۸] ایک معجون کا نام جو قوت حاصل کرنے کے لئے کھاتے ہیں۔ [۴۹] قوت کی جمع۔ [۵۰] رنج۔ [۵۱] بدبختی۔ [۵۲] جھاما جس سے پاؤں رگڑ کر صاف کرتے ہیں۔ [۵۳] زرد رنگ کا زیرہ جو پھول کے درمیان نظر آتا ہے۔ [۵۴] خوشی کا گھر۔

چھیڑے تارِ شمع[۵۵] کو گر نارخن موجِ نسیم ۔ بزم میں پیدا ہوتا رِ سازِ مطرب[۵۶] کی صدا
لب بہ ساغر کے ہر جوں موجِ تبسم موجِ مے ۔ شورِ قلقل[۵۷] لب بہ ہے مینائے مے کے قہقہا
بزم تصویرات فانوسِ خیالی کی طرح ۔ حلقۂ رقاصگاں[۵۹] ہے زیرِ گردوں جابجا
کر رہا صحنِ چمن ہی میں ہر کیا طاؤس رقص ۔ آشیانہ میں ہے رقصاں طائرِ قبلہ[۶۰] نما
خانہائے چشم[۶۱] میں بھی پتلیوں کا رقص ہے ۔ ہے جو منظورِ نظر سب کو تماشا رقص کا
چھوٹی آتشبازی ایسی جسکی گلکاری[۶۲] کو دیکھ ۔ رات کو کہتے تھے آپس میں ثریا[۶۳] و سہا[۶۴]
صنعِ آتشباز پر حیرت زدہ ہوتی ہے عقل ۔ سنگِ[۶۵] پارس سے کہیں باروت کو پیسا تھا کیا
ہو گئی تاثیر جس کی یہ کہ ہر گلریز[۶۶] سے ۔ ریزۂ فولاد نکلے بن کے گلہائے طلا[۶۷]
گنج چھٹتے تھے ستاروں کے عجب انداز سے ۔ ماہ پاروں[۶۸] کا تھا گویا خندۂ دنداں نما
مُنہ ہی کیا جو رنگ سے مہتاب کے ہمتاب[۶۹] ہو ۔ غازہ سے ہر چند چمکے رنگ روئے مہ[۷۰] لقا
برج جو اُڑ کر ہوئے قندیلِ شب زیرِ فلک ۔ برج تھے جتنے فلک پر سب کو روشن کر دیا
فی الحقیقت یہ وہ شادی ہے کہ اسکے روبرو ۔ جشنِ جمشیدی[۷۱] کا کچھ مطلق نہیں رُتبہ رہا
ہے زبانِ خامہ عاجز آگے بس تعریف[۷۲] میں ۔ ذوق[۷۳] کہتا ہے اُٹھا کر ذوق میں دستِ دعا
رکھے صحت سے ہمیشہ شافیٔ مطلق[۷۴] تجھے ۔ جو ترے بدخواہ[۷۵] ہوں وہ رنج میں ہوں مبتلا

قصیدہ ۴

ابوظفر بہادر شاہ مرحوم کی مدح میں

پیری میں پر ضرور ہے جامِ شرابِ ناب[۱] ۔ پلائے فروغ[۲] صبح نہ بے نورِ آفتاب
تائب نہ ہو تو اس سے کہ داڑھی ہوئی سفید ۔ کر خوب میکشی[۳] کہ یہ ہے سیرِ ماہتاب
ہے پیر دل خنک کی ہوا پر بقائے عمر ۔ یہ برف وہ نہیں جسے رکھدیں نمد[۴] سے داب

۵۵ شمع کی آگ یعنی اس کی لو ؛ ۵۶ گانے والا ؛ ۵۷ وہ آواز جو صراحی سے شراب نکالتے وقت نکلے ؛ ۵۸ صراحی ؛ ۵۹ ناچنے والیاں ؛ ۶۰ قطب نما ؛ ۶۱ آنکھوں کے حلقے ؛ ۶۲ آتشبازی کے پھول ؛ ۶۳ ستاروں کا جمگھٹا ؛ ۶۴ ایک چھوٹے سے ستارے کا نام ؛ ۶۵ ایک پتھر جو کسی دوسری چیز پر لگائیں تو وہ سونا بن جائے ؛ ۶۶ آتشبازی کے پھول ؛ ۶۷ آتشبازی کے پھول نکلے ؛ ۶۸ معشوق ؛ ۶۹ مقابل ؛ ۷۰ چاند کی صورت والا معشوق ؛ ۷۱ جمشید نے ایک جشن منایا تھا جسے نوروز کہتے ہیں ؛ ۷۲ شاعر کا تخلص ؛ ۷۳ لطف و مزہ ؛ ۷۴ اصل شفا دینے والا یعنی اللہ ؛ ۷۵ دشمن ؛
قصیدہ نمبر ۴ :- ۱ خالص ؛ ۲ چمک ؛ ۳ میکشی کرنا ۔ شراب پینا ؛ ۴ نمدہ ؛

ہستی کا اپنی کر نہ بھروسا حباب[5] وار[6] — تعمیر بے بنا[7] ہے یہ اور خیمہ بے طناب[8]
آئی ہے جب سے قالب[9] خاکی میں تیری جاں — غافل بنائے سفر ہے اسی دن سے پا برکاب
جو دم مزے سے گذرے غنیمت سمجھ کہ روز — گردش ہے آسماں کو زمانہ کو انقلاب[10]
ہر بازی[11] فلک پہ تو نوروز روز کر — رکھ آفتاب گنجفہ[12] پر سال کا حساب
حاصل ہے کیا ہنر سے دلا آئینہ کو دیکھ — جوہر سے دل میں رکھتا ہے کس درجہ پیچ[13] و تاب
گر ہو سکے تو خاکِ درِ میکدہ ہو تو — اس خاکداں میں تا نہ ہو مٹی تری خراب
آسودگانِ کنج[14] خرابات[15] کے لئے — جانا بہشت تک بھی ہے دوزخ کا اک عذاب
یا تنگ ہیں بد دماغ نہ بولینگے منہ سے وہ — دے گا جواب نامہ نکیرین[16] کو جواب
رکھتا ہے چرخ اہلِ سعادت کو بد مذاق — گذران ہے ہما کی سرِ روزیٔ کلاب[17]
دیکھے جہاں کو دیدۂ عبرت سے تو اگر — جامِ جہاں نما ہے ہر اک کاسۂ حباب
ساقی جو تجھ کو عین عنایت سے جام دے — لے اور لگا کے آنکھوں سے پی جا اسے شتاب
گر بے حساب جام پہ جام آئیں تیرے ہاتھ — روزِ حساب[18] تک تو پئے جا علی الحساب
مستی میں ایسا مطلع تازہ کوئی سنا — جامی[20] بھی لکھے دل پہ جسے کر کے انتخاب
گلشن کو دے جو گریۂ مستانہ میرا آب — بیضوں سے بلبلوں کے ہو پیدا بطِ[22] شراب
گلگون نشۂ مئے گلگوں پہ ہو مرا — پابوسِ آسماں روشِ[23] حلقۂ رکاب
مستی مری سکھائے اگر جھومنے کی طرز — ٹپکے ہمیشہ ابر سے مستی بجائے آب
بیہوشیوں میں ہیں مری وہ گرم جوشیاں — ہوتے ہیں جس سے طائر ہوش و خرد کباب
جاگ اٹھیں وہ جو خواب عدم میں ہیں ہوشمند — غفلت میں گر بلند ہو میری صفیر[24] خواب
نہ پردۂ فلک کو اٹھا دوں اک آن میں — ہو جاؤں میں جو عالم مستی میں بے حجاب[25]
ہو وہ صوابدید[26] فلاطوں میں خم نشیں — کہہ بیٹھوں گر نشہ میں کوئی حرف ناصواب[27]

۵ بلبلہ ۔ ۶ مانند ۔ ۷ بنیاد ۔ ۸ رسی ۔ ۹ بدن ۔ ۱۰ تبدیلی ۔ ۱۱ کھیل ۔ ۱۲ ایک کھیل کا نام ۔ ۱۳ پریشانی ۔ ۱۴ گوشہ ۔ ۱۵ شراب خانہ ۔ ۱۶ منکر اور نکیر دو فرشتے ہیں جو قبر میں آکر مردے کو اٹھاتے ہیں اور اس سے چند باتیں دریافت کرتے ہیں دونوں کو نکیرین کہتے ہیں ۔ ۱۷ کلب کی جمع ۔ کتے ۔ ۱۸ قیامت کا دن ۔ ۱۹ شعر ۔ ۲۰ ایک شاعر کا تخلص ۔ ۲۱ مانند ۔ ۲۲ بطخ ۔ ۲۳ مانند ۔ ۲۴ چیخ ۔ ۲۵ پردہ ۔ ۲۶ تجویز ۔ ۲۷ غلط ۔ نامناسب ۔

یہ ذہن کو ہے عالمِ مستی میں روشنی / ہر خشت خم ہے حکمتِ اشراق[۲۸] کی کتاب

ہر روز جام بادۂ روشن کا مجھ کو شغل / ہے مثلِ شغلِ آئینہ و شغلِ آفتاب

پرہیز میرا یہ ہے کہ تقویٰ[۲۹] سے ہے گریز / تقویٰ ہے میرا یہ کہ ہے توبہ سے اجتناب[۳۰]

لیکن ہے ابرِ رحمتِ باری سے دُرفشاں / دامان تر مرا روشِ دامنِ سحاب[۳۱]

مداح ہوں میں اس کا کہ جس کے دور میں / شیب[۳۲] زمانہ کے لئے کیفیتِ[۳۳] شباب[۳۴]

پیرِ فلک بنے ہے جوانِ سیاہ مست / ریشِ شعاعِ مہر پہ ہے ابر سے خضاب

مانند نافہ آہو اگر جام میں ہو خوں / اس کی نسیمِ[۳۵] فیض سے ہو جائے مشکناب[۳۶]

اُس شاہ کے نمِ کرم و بوئے خلق سے / ہر خارِ بن ہو ہمسرِ فوارۂ گلاب

وہ بادشاہ جس کا بہادر شہ اسم پاک / ہے درجِ[۳۷] زمانہ کا یکتا دُرِ خوش آب[۳۸]

ظلِ[۳۹] الٰہ - خسرو دیندار - دیں پناہ / شاہ بلند جاہ و خدیو[۴۰] فلک جناب

تیغ اُس کی وہ ظفر دم و نصرت اثر کہ ہے / گنج ہزار فتح کے مفتاح[۴۱] فتح باب

روشن دلی سے اُس کی عدو تیرہ بخت ہے / روزِ سیاہ کار کو آفت ہے ماہتاب

ہو مغزِ جانِ کافرِ نعمت کے واسطے / مطبخ[۴۲] میں اُس کے پشۂ[۴۳] نمرود ہر دناب

ہے ابر میں بھی برق کا شعلہ مگر نہیں / اس میں رم و فور عطا گرمیِ عتاب[۴۴]

کج خلقی اس کی طبع رواں میں نہیں ذرا / دریائے موج زن کو ہزاروں میں پیچ و تاب

پڑھتا ہوں میں وہ مطلعِ روشن حضور میں / جس کا نہ ہووے مطلعِ خورشید بھی جواب

شاہا تو وہ ہے نورِ مجسم کہ آفتاب / کرتا ہے نور کو ترے سایہ سے اکتساب[۴۶]

تلوار تیری ہے وہ غضب برقِ کفر سوز[۴۷] / ہے جس کی آنچ آتشِ دوزخ کا التہاب[۴۸]

جوہر سے تیری تیغ کے دکھلائے ہے قضا / سرکش کو لکھ کے حرف بحرف آیتِ عذاب

اللہ رے پاسداریِ اسلام و پاس[۴۹] شرع / اللہ رے تری مصلحت اللہ رے احتساب

انگور زخمِ دل پہ نہ بدخواہ کے بندھے / اس خوف سے کہ ہوتی ہے انگور کی شراب

۲۸ ایک روحانی علم جس کے ذریعہ شاگرد کو کئی میلوں سے سبق پڑھا سکتے ہیں ۔ ۲۹ پرہیزگاری ۔ ۳۰ بچنا ۔ ۳۱ بادل ۔ ۳۲ بڑھاپا ۔ ۳۳ مزا ۔ ۳۴ جوانی ۔ ۳۵ خوشبو ۔ ۳۶ خوشبودار ۔ ۳۷ چھوٹی سی ڈبیہ ۔ ۳۸ قیمتی ۔ ۳۹ سایہ ۔ ۴۰ بادشاہ ۔ ۴۱ کنجی ۔ ۴۲ باورچی خانہ ۔ ۴۳ مچھر ۔ ۴۴ جھڑکی ۔ ۴۵ بدمزاجی ۔ ۴۶ اکتساب کرنا - حاصل کرنا ۔ ۴۷ کفر کو جلانے والی ۔ ۴۸ شعلہ ۔ ۴۹ نگہبانی ۔

کیساہی مے پرست ہو مانندِ چشمِ یار
مقدور کیا کرے قدحِ مے کا ارتکاب[50]

بلکہ نہ لے دعا، قدح کا بھی مُنہ سے نام
بالفرض گر وہی ہو دعاؤں میں مستجاب[51]

شاہا تری حمایت و دولت کے سایہ میں
کنجشک[52] رشکِ باز ہے رشکِ ہما غراب[53]

کرتا ہے روز و شب کو برابر شہنشہا
تعمیلِ عدل سحر تری میزاں[54] میں آفتاب

خورشید شیر چرخ پہ جو کھینچتا ہے تیغ
چاہے ہے شیر جنگ یہ تجھ سے مگر خطاب

کہئے ترے تکلم شیریں کو شہد کیا
بہ شربتِ خضر ہے شہا وہ قئ ذباب[55]

چالاکی ہے وہ توسنِ[56] چالاک میں ترے
شوخی ہے چشمِ یار میں عاشق میں اضطراب

کاوے میں یوں وہ جیسے کہ طاؤس[57] وقتِ رقص
اڑنے میں یوں وہ جیسے کہ پرواز[58] میں عقاب

چمکائے اک ذرا سرِ میداں جو تو اُسے
بے پر ہوا پہ جائے وہ جوں ناوکِ شہاب[59]

کرتا ہے یوں ثنا کو دعا پر اب اختصار
یارب دعا، ذوق ہو مقبول و مستجاب[60]

تا عید و عید گاہ ہوا اور خطبہ و نماز
تا خطبہ و نماز سے منظور ہو ثواب

ہر سال تجھ کو عید ہو فرخ بعزّ و جاہ
ناکام ہوں عدو ترے اور دوست کامیاب

قصیدہ ۵

ابوظفر بہادر شاہ مرحوم کی مدح میں

شب کو میں اپنے سرِ بسترِ خوابِ راحت
نشۂ علم میں سرمستِ[1] غرور و نخوت[2]

مزے لیتا تھا پڑا علم و عمل کے اپنے
تھا تصوّر[3] مرا ہر امر میں تصدیق[4] صفت[5]

ہو گیا علم حصولی تھا حضوری مجھ کو
تھا مرا ذہن نہ محتاج حصولِ صورت

جو مسائل نظری[6] تھے وہ بدیہی[7] تھے تمام
عقل کو تجربہ کی آئی ہوئی تھی کثرت

نہ غرض مجھ کو نتیجہ سے نہ تھا شکل سے کام
تھی مری فکر کو ہر شکل خطا سے عصمت[8]

ذہن میں سب مرے حاضر صُوَرِ علمیہ[9]
پر جتانی مجھے منظور نہ تھی علمیّت

۵۰ ارتکاب کرنا - اختیار کرنا ۵۱ مقبول ۵۲ چڑیا ۵۳ کوّا ۵۴ ایک برج کا نام ہے ۵۵ مکھی ۵۶ گھوڑا ۵۷ مور ۵۸ نیر ۵۹ چمکتا ہوا ستارہ ۶۰ منظور

قصیدہ ۵ - ۱ بیہوش ۲ تکبّر ۳ خیال ۴ یقین ۵ طرح ۶ عقلی ۷ صاف اور روشن ۸ بریّت ۹ صورتیں جو اللہ کے علم میں ہوں

چارو ناچار جو ترغیب سے یاروں کی کبھی
درس و تدریس پہ آ جاتی تھی مجھ کو رغبت

کبھی ہمت تھی مری قاعدۂ صرف[۱۰] میں صرف[۱۱]
کبھی تھی نحو میں ہر نحو[۱۳] مجھے محویت[۱۴]

کبھی منطق کو تفوق[۱۵] پہ مرے ناطقہ سے
تحت حکمت ہو یہ فن گرچہ ہے تحت حکمت

کبھی میں کرتا تھا تصریح[۱۶] معانی[۱۷] و بیاں[۱۸]
کبھی میں کرتا تھا توضیح[۱۹] نجوم[۲۰] و ہیئت[۲۱]

کبھی تقسیم فرائض کبھی تفہیم[۲۲] اصول
کبھی تعلیم عقائد بکتاب و سنت

کبھی تھا علم الٰہی کی طرف ذہن رسا
کبھی کرتی کبھی طبعی[۲۳] میں طبیعت جودت[۲۴]

کبھی تھا عقل پہ مذہب مرا مانند حکیم[۲۵]
کبھی مثل متکلم[۲۶] مجھے پاس[۲۷] ملت

کبھی کرتا تھا قدم[۲۸] چرخ کا ثابت بجہات
اور کبھی کرتا تھا باطل[۲۹] بسماء انشقت[۳۰]

کبھی انکار قیامت پہ میں لاتا تھا دلیل
کبھی تکرار تناسخ[۳۱] پہ مجھے نسو حجت[۳۲]

حشر[۳۳] اجساد[۳۴] میں تھا گاہ تردّد[۳۵] مجھ کو
کبھی تھی عالم برزخ[۳۶] میں مجھے اک حیرت

کبھی تھی عرصۂ تدویر[۳۷] فلک کی مجھے سیر
کبھی میں ناپتا تھا سطح زمیں کی وسعت

کبھی ثابت مرے نزدیک فلک کی گردش
کبھی مثبت[۳۸] مرے نزدیک زمیں کی حرکت

کبھی میں کرتا تھا اعراض[۳۹] میں جوہر[۴۰] قائم
کبھی میں کرتا تھا معلول[۴۱] سے ثابت علت[۴۲]

کبھی منقول[۴۳] پہ مائل کبھی سوئے معقول[۴۴]
کبھی میں فقہ پہ راغب کبھی سوئے حکمت

کبھی میں حافظ قرآن بعلم تفسیر
کبھی میں قاری[۴۵] قرآن بعلم قرأت

کبھی کرتا تھا مجسطی[۴۶] پہ حواشی[۴۷] تحریر
کبھی کرتا تھا اشارات[۴۸] و شفا[۴۹] کی صحت

۱۰ ایک علم کا نام ۔ ۱۱ مصروف ۔ ۱۲ ایک علم کا نام ۔ ۱۳ طرح ۔ ۱۴ مشغولیت ۔ ۱۵ غلبہ ۔ ۱۶ تشریح ۔ ۱۷ ۔ ۱۸ علوم کے نام ۔ ۱۹ وضاحت ۔ ۲۰ ۔ ۲۱ علوم کے نام ۔ ۲۲ سمجھانا ۔ ۲۳ ایک علم کا نام ۔ ۲۴ تیزی ۔ ۲۵ دانا آدمی ۔ ۲۶ عالم آدمی جو مذہب کو عقل کے مطابق ثابت کرے ۔ ۲۷ نگہبانی ۔ ۲۸ قدیم ہونا ۔ ۲۹ غلط ۔ ۳۰ آسمان پھٹ گیا ۔ ۳۱ آواگون ۔ ۳۲ دلیل ۔ ۳۳ جمع ہونا ۔ ۳۴ جسد کی جمع بمعنی جسم ۔ ۳۵ شک ۔ ۳۶ موت اور قیامت کا درمیانی زمانہ ۔ ۳۷ چکر لگانا ۔ ۳۸ ثابت ۔ ۳۹ عرض کی جمع - وہ چیز جو بذات خود قائم نہ ہو جیسے کاغذ کا رنگ ۔ ۴۰ ۔ ۴۱ جس پر سبب واقع ہو ۔ ۴۲ سبب ۔ ۴۳ کتابوں میں لکھی ہوئی باتیں ۔ ۴۴ وہ باتیں جو عقل سے ثابت ہوں ۔ ۴۵ پڑھنے والا ۔ ۴۶ ریاضی کی ایک کتاب ۔ ۴۷ حاشیہ کی جمع ۔ ۴۸ ۔ ۴۹ طب کی دو مشہور کتب ۔

کبھی میں کرتا تھا قانون[50] سے تشریح علاج — کبھی میں کرتا تھا قاموس[51] میں تصحیح لغت
کبھی میں لون[52] سے بینندہ[53] بیمار و صحیح[54] — کبھی میں نبض سے اندازۂ ضعف و قوت
گہ نباتات کی آگاہ میں کیفیت سے — گہ جمادات کی معلوم مجھے خاصیت
کبھی مشائیوں[55] سے کرتا تھا میں ہمسری — کبھی لیجاتا تھا اشراقیوں[56] پر میں سبقت
کبھی میں نفی حقائق میں تھا سوفسطائی[57] — کبھی میں معتزلی[58] باعث ردِّ رویت[59]
کبھی میں جبری[60] و مجبور بعقل و تدبیر — کبھی میں قدری[61] و مختار بقدرِ طاقت
گہ ملاحدہ[62] کی تھی تردید کلام الحاد — گہ وجودی[63] و شہودی[64] سے بیان وحدت
جوں مہندس[65] کبھی مالوف[66] بشکل و مقدار — جوں محاسب[67] کبھی مصروف بضرب و قسمت[68]
کبھی حرفوں سے تھا مطلوب مثال جفار[69] — کبھی کچھ نقطہ سے مقصود تھا رمال[70] صفت
خانۂ کبیسہ[71] سے خارج کبھی شکل داخل — شکل خارج بھی کبھی داخل بیت عزبت[72]
کبھی کرتا تھا قران[73] مہ و زہرہ[74] پہ نظر — کبھی تھا دیکھتا مریخ[75] و زحل[76] کی رجعت[77]
کبھی افسون[78] و عزیمت کبھی تعویذ و طلسم — کبھی تجویز ذکوٰۃ اور کبھی قصدِ دعوت
کبھی تھا علم قیافہ میں یہ ادراک[79] مجھے — ایک صورت سے بیان کرتا تھا میں سو سیرت[80]
کبھی میں رہتا سرودی میں تھا ایسا مشغول — کہ نہ تھی ایک نفس[81] ضبط نفس سے فرصت
سیمیا[82] سے کبھی تصویر کش موہومات[83] — کیمیا[84] سے کبھی میں زرکش[85] گنج دولت
کبھی میں شیخ[86] شیوخ اور کبھی شیخ رئیس — کبھی علامہ کبھی صوفی صافی طینت
کبھی میں قرب فرائض سے تھا عالی درجہ — کبھی میں قرب نفلِ[87] افل سے تھا والا[88] رتبت

[50] طب کی ایک کتاب کا نام۔ [51] لغت کی ایک مشہور کتاب کا نام۔ [52] رنگ۔ [53] دیکھنے والا۔ [54] تندرست۔ [55]۔[56] حکما کے دو طبقوں کے نام۔ [57] وہمی مذہب رکھنے والے۔ [58] ایک فرقہ جو خدا کے دیدار کا منکر ہے۔ [59] خدا کا دیدار۔ [60] [61] دو فرقوں کے نام۔ [62] ملحد کی جمع۔ [63] [64] دو فرقوں کے نام۔ [65] علم ہندسہ جاننے والے۔ [66] الفت رکھنے والا۔ [67] علم حساب کا ماہر۔ [68] تقسیم۔ [69] علم جفر کا جاننے والا۔ [70] علم رمل کا عالم۔ [71] [72] رمل کے دو خانے ہیں۔ [73] نزدیکی۔ [74] [75] [76] ستاروں کے نام۔ [77] الٹنا۔ [78] منتر۔ [79] سمجھ۔ [80] خصلت۔ [81] سانس بند کرنا۔ [82] ایک علم کا نام ہے۔ [83] وہمی اشیا۔ [84] ایک علم کا نام۔ [85] روپیہ حاصل کرنے والا۔ [86] شیخ کی جمع۔ [87] نفل کی جمع۔ [88] بلند۔

ماہرِ موسیقی ایسا کہ ادا کرتا تھا — کبھی ہیں بارہ مقام[89] اور کبھی چار پروں سمت[90]
کبھی ہیں شاعرِ غرّا[91] و ادب دانِ بلیغ — نظم میں نام مرا نثر میں میری شہرت
کبھی کرتا تھا عروضی[92] کا بھی میں قافیہ تنگ[93] — طبع موزوں کی دکھاتا تھا جو موزونیت
کبھی پیشِ نظر انجیل و زبور و توریت — کبھی مصحف[94] میں نظر میری سرِ ہر آیت
کبھی زرتشتیوں[95] میں ایسا کہ سارے موبد[96] — ژند[97] و پاژند[98] میں کرتے تھے مری تبعیت[99]
کبھی یہ آگہی شاستر و بید[100] پران — کروں اک بات سی پنڈت کی کتھا[101] میں کھنڈت[102]
کبھی ہیں حلِ معمّا و لغز[103] میں ذی ہوش — کبھی اخبار و تواریخ میں صاحبِ خبرت[104]
آخرش دیکھا تو العلم حجاب الاکبر[105] — عاقبت پایا تو ہاں بلہ[106] کو اہلِ جنّت
فائدہ کیا جو ہر اک علم کی جانی تعریف — فائدہ کیا جو ہر اک فن کی کھلی ماہیّت
فائدہ کیا کہ جو دیکھی کتبِ ہر مذہب — فائدہ کیا جو ہوئی آگہی ہر ملت[107]
عقل سے گرچہ کیا مادہ ایسا پیدا — کہ بہر شکل ہوا اک تازہ محلِ صورت
یا بنائی کوئی صورت کہ جسے دیکھ کے ہو — ہیکلِ روم[108] سے بتخانہ چیں[109] تک حیرت
بے مقدر[110] نہ پڑے صورتِ بہبود[111] نظر — دُور آئینۂ دل سے نہ ہو زنگِ کلفت[112]
پڑھوں اک مطلعِ برجستہ میں اس موقع پر — جس کو سُن کر کہیں احسنت[113] سب اہلِ فطنت[114]
گر نہ دے صاحبِ جوہر[115] کو مقدر عزّت — جوہرِ فرد[116] ہے بالفرض تو کیا بے قسمت
کیا ہوا علم مقولہ سے اگر کیف[117] کی ہے — لیک بے یاوریِ بخت نہیں کیفیّت
قاضیِ چرخ[118] بھی جو تو ہے تو کیا گر تیرے — مثلِ دہقانِ فلک رکھتے ہوں طالع نکبت[119]
دورِ گردوں نہ موافق ہو تو ہوا و خفیف — جرِ اثقال[120] میں تو جتنی اُٹھائے محنت

[89] سرود کی بارہ سُریں۔ [90] سرود کے چار طریقے۔ [91] اعلیٰ۔ [92] علم عروض کا جاننے والا۔ [93] قافیہ تنگ کرنا ۔ چپ کرا دینا۔ [94] قرآن شریف [95] آتش پرست۔ [96] آتش پرستوں کا پیشوا۔ [97، 98] آتش پرستوں کی مذہبی کتابوں کے نام۔ [99] پیروی۔ [100] ہنود کی مذہبی کتابوں کے نام۔ [101] لیکچر۔ [102] بے آبروئی۔ [103] پہیلی۔ [104] دانائی۔ [105] علم ایک بڑا پردہ ہے۔ [106] احمق۔ [107] مذہب۔ [108] روم کے ایک مشہور بت خانے کا نام۔ [109] چین کا بت خانہ۔ [110] تقدیر۔ [111] بہتری۔ [112] تکلیف۔ [113] شاباش۔ [114] دانائی۔ [115] صاحب کمال۔ [116] لاثانی۔ [117] مزہ۔ [118] مراد مشتری جو ایک سیارہ ہے۔ [119] پریشانی۔ [120] جرِ ثقیل جس سے بوجھ اُٹھاتے ہیں ایک آلہ کا نام ہے۔

آگے برگشتگیٔ بخت کے چلنے کی نہیں — نظری و عملی کوئی بھی تیری حکمت

گو فصاحت میں تو سحباں[121] ہے ولے بے تقدیر — حرف مطلب پہ زباں کو ہو تری لکنت[122]

گو ریاضی میں ہے صنّاع اگر بخت ہیں بد — نقش باطل[123] ہے تری شکل وہ جس میں صنعت

کیا ہوا جانا اگر مسئلۂ بیر[124] و منار — پستیٔ بخت سے تجھ کو جو نہیں ہے رفعت

کام تقویم[125] نہ آئے نہ تری اصطرلاب[126] — طالع بد سے اگر نیک نہ آئے ساعت

علم سے ہو نہ کبھی چارۂ[127] آزار[128] نصیب — پور سینا[129] ہے تو کیا سینہ میں خوں ہی حسرت

سود و ائیں ترے نسخہ میں ہوں پر بے تقدیر — نہ ہو بالخاصیہ تاثیر نہ بالکیفیّت

علم نیرنج[130] سے گو بووے تو نخل نارنج — بے مقدر نہ ہو حاصل ثمر خوش لذّت

علم سے جو سبق آموز[131] ملائک[132] تھا وہ دیکھ — بخت بد سے ہوا مستوجب[133] رجم[134] و لعنت

ہوا مسجود ملائک یہ ظلوم[135] و جہول — یعنی انسان قوی بخت و ضعیف الخلقت

گو تصوف سے ہو تو صوفی سجادہ نشیں — بے مقدر نہ کرامت ہو نہ خرق عادت[136]

علم سے لاکھ ہو شیخی پہ تری بے تقدیر — نہ کہے کوئی تجھے شیخ علیہ الرحمۃ

یہ مقالات مثال قصص[137] مصنوعہ[138] — ہوئے یکبار جو افسانۂ خواب غفلت

لگ گئی آنکھ مری دیکھتا کیا خواب میں ہوں — کہ مجسّم نظر آئی ہے نوید[139] بہجت[140]

اللہ اللہ رے حسن اس کا کہ سرتا بقدم — تھا وہ خالق کا تماشائے ظہور قدرت

یاد آتا قد رعنا[141] کو ہے اُس کے زاہد — دم تکبیر جو کہتا ہے سدا قد قامت[142]

چشم وحشی کو اگر اپنی وہ دکھلائے تو ہو — چشم آہو سے ہرن[143] نشۂ جام وحشت

دل شامت زدہ کے درپئے تدبیر ہلاک — زلف واژوں تھی وہ رخسار پہ واژوں بخت[144]

[121] عرب کے ایک مشہور فصیح شاعر کا نام ؛ [122] بات کرنے میں اٹکنا ؛ [123] نکما ؛ [124] کنواں ؛ [125] نجومیوں کی پوتھی ؛ [126] نجومیوں کے ایک آلہ کا نام جس سے ستاروں کی بلندی معلوم کرتے ہیں ؛ [127] علاج ؛ [128] مرض ؛ [129] بوعلی سینا جو ایک مشہور فلاسفر گزرا ہے ؛ [130] جادو ؛ [131] استاد ؛ [132] ملک کی جمع فرشتے ؛ [133] لائق۔ سزاوار ؛ [134] پتھر مارنا ؛ [135] مراد انسان جس نے عبادت کا بوجھ اپنے ذمہ لیکر اپنی جان پر ظلم کیا اور انجام نہ سوچکر اپنی جہالت کا ثبوت دیا ؛ [136] معجزہ ؛ [137] قصّہ کی جمع ؛ [138] بناوٹی ؛ [139] خوشخبری ؛ [140] خوشی ؛ [141] بلند و خوبصورت ؛ [142] نماز قائم ہو گئی ؛ [143] نشہ ہرن ہوا۔ نشہ اتر گیا ؛ [144] تباہ ہوں ؛

آتشِ حسن سے اک شعلۂ سرکش بینی[۱۴۵] ہو جبہ[۱۴۶] دود[۱۴۷] لطیف اسکی بھوونکی حالت
فوجِ مژگاں وہ بلا ہوئے صف آرا تو کرے دستِ بیداد سے یکدست[۱۴۸] دو عالم غارت
چاہِ بابل[۱۴۹] وہ ذقن اور دھواں زلف کا عکس دل گرفتارِ عذاب اسمیں ہو ہاروت صفت[۱۵۰]
لعلِ شیریں[۱۵۱] کی حلاوت پہ جو دے جانِ عاشق تو دمِ نزع بھی عناب کا چاہے شربت
نہ دمِ شرمِ تبسم سے لب اُس کے خوگر نہ تغافل سے اُن آنکھوں کو نگہ کی عادت
کھولدے معنیٔ معدوم[۱۵۲] کمر کی جنبش وا کرے عقدۂ موہوم لبوں کی حرکت
شوخی و نازکی تعریف میں اس کی مطلع وہ پڑھوں ہیں کہ جسے سُن کے ہو دلکو فرحت
شوخی اس چہرہ میں یوں گل ہیں ہو جیسے حمرت[۱۵۳] نازیوں چشمِ پُر نرگس میں ہو جیسے نکہت[۱۵۴]
لبِ پاں خوردہ کی شوخی کہے گر آگے اک بات گر لگا دے وہ مسیحا پہ بھی خوں کی تہمت
نازک اندام وہ اور سنگدل اُن سے بھی سوا آیا جن سنگدلوں کے لئے ہے ثُمّ قست[۱۵۵]
سیلی[۱۵۶] سینہ پہ نہ تھی جعدِ پسِ پشت کا عکس نظر آتا تھا صفائی سے الف کی صورت
چنپئی[۱۵۷] رنگ کا وہ اپنے دکھا کر عالم ایک عالم کا ہو دل لیکے بغل میں چنپت[۱۵۸]
اللہ اللہ رے تری تمکنت[۱۵۹] اُف رے تمیز واہ رے تیرا تبختر[۱۶۰] تری بل بے نخوت
قہر انداز بلا ناز قیامت طناز سحر چشمک ستم ایما و کرشمہ آفت
جابجا عالمِ مستی میں قدم کو لغزش دم بدم نشۂ صہبا[۱۶۱] سے زباں کو لکنت
آکے اس رشکِ مسیحا نے کہا بالیں پر لا تنم[۱۶۲] قم[۱۶۳] کہ یہ غافل نہیں وقتِ غفلت
شورِ بختی[۱۶۴] سے نہ اتنا نمک افشاں ہو کہ نہ ہو بادۂ[۱۶۵] میکدۂ عیش کی کم کیفیت
کیا سبب ہوتا کدورت سے نہیں کیوں خالی دل ترا شیشۂ[۱۶۶] ساعت کی طرح یکساعت
بزمِ ہستی میں تو ہنس بول رہیگا کب تک صورتِ شمعِ سحر سوختہ روئی صورت

۱۴۵ ناک ۰ ۱۴۶ لہرہ ۰ ۱۴۷ دھواں ۰ ۱۴۸ بالکل ۰ ۱۴۹ بابل ایک شہر کا نام ہے۔ جس کے باہر ایک کنواں ہے جسے چاہ بابل کہتے ہیں اسمیں دو فرشتے ہاروت اور ماروت قید ہیں ۰ ۱۵۰ ایک فرشتے کا نام ۰ ۱۵۱ لبِ شیریں ۰ ۱۵۲ نیستی ۰ ۱۵۳ سرخی ۰ ۱۵۴ خوشبو ۰ ۱۵۵ پھر سخت ہو گئے ۰ ۱۵۶ ایک کپڑا جسے عام طور پر سینہ پر پہنتے ہیں ۰ ۱۵۷ چنپا ایک پھول کا نام ہے ۰ ۱۵۸ چنپت ہونا۔ بھاگ جانا ۰ ۱۵۹ شان ۰ ۱۶۰ تکبر ۰ ۱۶۱ شراب ۰ ۱۶۲ مت سو ۰ ۱۶۳ اُٹھ ۰ ۱۶۴ بدنصیبی ۰ ۱۶۵ شراب ۰ ۱۶۶ گھڑی کا شیشہ ۰

آتش دل سے ترے گوشۂ تنہائی ہیں | بن گئی شعلۂ جوّالہ کمند وحدت
وقت ضائع نہ کر اُٹھ بستر اندوہ سے تو | چل درمیکدہ تک ہے حرکت[168] سی برکت
فکر باطل سے نہ کر دل کو خنک تو اپنے | ہے تجھے مثل سحر یک دو نفس کی مہلت
دیکھ تو کیا افق[169] مشرق انوار سی ہے | جلوہ افروز رُخ بانوئے صبح عشرت
اُدھم[170] لیل[171] سر عرصہ ہے پرگشتہ عناں | اشہب[172] یوم سبک سیر ہے سوئے ساحت[173]
جانب مشرق ہے نوری فلق[174] بال کشا | جانب غرب ہے پرواز غراب[175] ظلمت[176]
چرخ مینائی پر اک سبز پری کا عالم | شفق[177] صبح پر اک لال پری کی حالت
نکہت گل جو ہوا میں تو ہوا عطر فشاں | تازگی گل کو چمن میں تو چمن کو نزہت[178]
کھلے ہی جاتے ہیں سب غنچہ ہے جوش نشاط | لوٹے ہی جاتے ہیں گل بل بے[179] ہنسی کی شدت
آج یہ جوش پہ ہے رحمت باری[180] کہ کہیں | نہ رہی کلفت عصیاں[181] سی جہاں میں ظلمت
طفل نومشق کی مشقی[182] کی طرح سو سو بار | دھوئے مستوں کی سیہ نامہ کو ابر رحمت
کہے یہ رند[183] کہ او زہد فروش آگ نہ پھانک[184] | مانگے گر بادۂ نو زہد کہن کی قیمت
قُل ہوا[185] زہد کا قلیا[186] ہوئی زاہد کی تمام | سُنتے ہی قلقل مینائے شراب عشرت
اس قدر ساز[187] طرب ساز[188] کی آواز بلند | چھیڑیں گر تار کھرج[189] کا تو ہو پیدا دھیوت[190]
نغمہ برلب کہیں مطرب بسر زہرہ جبیں | جام در دست کہیں مغبچۂ[191] مہ طلعت
لیکے انگڑائی کہیں ہنسنے لگی رام کلی[192] | اُٹھی ملتی ہوئی آنکھوں کو کہیں اپنی للت[193]
چشم سرمست مئے ناز ہیں کاجل پھیلا | لب ہجوں پہ مسی کی پڑی پھیکی[194] رنگت

[168] چلنا پھرنا ۔ [169] آسمان کا کنارہ ۔ [170] سیاہ گھوڑا ۔ [171] رات ۔ [172] سفید رنگ کا گھوڑا ۔ [173] میدان ۔ [174] صبح کی سفیدی ۔ [175] کوا ۔ [176] تاریکی ۔ [177] آفتاب کے نکلنے پر جو سُرخی آسمان پر نمودار ہو ۔ [178] شادابی ۔ [179] کلمۂ تعجب بمعنی واہ واہ ۔ [180] اللہ ۔ [181] گناہ ۔ [182] تختی جس پر بچے لکھنے کی مشق کرتے ہیں ۔ [183] شرابی ۔ [184] آگ پھانکنا اُردو کا اس کرنا ۔ [185] ختم ہوا ۔ [186] ختم ہوئی ۔ [187] باجا ۔ [188] خوشی سی موافقت کرنیوالا ۔ [189] ایک پست سُر کا نام ۔ [190] ایک بلند سر کا نام ۔ [191] معشوق ۔ [192] ایک راگنی کا نام ہے ۔ [193] ایک راگنی کا نام ہے ۔ [194] رنگت پھیکی پڑنا شرمندہ ہونا ۔

بے نمک[195] آیا نظر حسنِ مہ و انجم و چرخ
ہو گیا زرد رخِ شمع و چراغِ خلوت

چہکے مرغِ سحری عرش سے آوازِ خروس
ہو گئی خواب کو آوازۂ کوسِ[196] رحلت

باغِ عالم میں ہیں مرغانِ اولی اجنحہ[197] تک
مثلِ مرغانِ سحر نغمہ طرازِ عشرت

دی ہے مسجد میں موذن نے اذاں بہرِ نماز
با وضو ہو کے نمازی نے ہی باندھی نیّت

ہوئی بُت خانہ سے ناقوس[198] کی پیدا آواز
چلے جمنا کو برہمن کوئی لے کر مورت

اُٹھے میخوارِ صبوحی[199] کے لئے لے کے سبّو[200]
کہ عداوت ہے اگر کیجئے ترکِ عادت

اک طرف سے ہوئی گھڑیال کی آواز بلند
ایک جانب سے لگی آنے صدائے نوبت

سحر عید ہے کہ عید کا سامانِ نشاط
روزِ شادی کی ہے آمد شبِ غم کی رخصت

آج وہ دن ہے کہ آغوش میں تجھ کو لیکر
کہے طوبیٰ لک[201] ہر شاہدِ[202] طوبیٰ[203] قامت

اب ہیں بیدار ترے بختِ مددگار نصیب
اب قوی ہیں ترے طالع تری یاور قسمت

فکر کر تہنیتِ[204] عید کا اُس شاہ کے تو
دَور میں جس کے ہے ہر صبح صباحِ دولت

وہ شہنشاہ بہادر شہِ کسریٰ[205] انصاف
خسروِ[206] جم خدم و داور دارا حشمت

قوتِ ملت و دیں قامعِ[207] کفر و الحاد
حامیِ شرعِ نبی ماحیِ[208] شرک و بدعت

حکمِ شرعی سے کرے سلب[209] وہ سب جذبۂ شوق
مردِ مجذوب سے گر ترک ہو ستر[210] عورت[211]

کون اس کا نہیں وصّاف[212] صفاتِ نیکو
کون اس کا نہیں سرگرم ثنائے مدحت

سنتے ہی میں نے بھی وہ مطلعِ روشن لکھا
مطلعِ صبح کو ہو سامنے جس کے خجلت

مصحفِ رُخ ترا اے سایۂ ربّ العزّت[213]
کھول دے معنیٔ اتممت علیکم[214] نعمت

تیرا دروازۂ دولت ہے مقامِ اُمّید
تیرا دیوانِ عدالت ہے محلِّ[215] عبرت

تیرا احسان بہارِ چمنِ صد رونق
تیری نیّت چمن آرائے ہزار امنیّت[216]

۱۹۵ بے رونق۔ ۱۹۶ کوچ کا نقارہ۔ ۱۹۷ پر رکھنے والے پرندے۔ ۱۹۸ سنکھ جسے پوجا کے وقت بجاتے ہیں۔ ۱۹۹ صبح کی شراب۔ ۲۰۰ مٹکا۔ ۲۰۱ تم خوش رہو۔ ۲۰۲ معشوق۔ ۲۰۳ بہشت کا ایک اونچا سا درخت۔ ۲۰۴ مبارکباد۔ ۲۰۵ نوشیرواں۔ ۲۰۶ بادشاہ۔ ۲۰۷ اکھیڑنے والا۔ ۲۰۸ مٹانے والا۔ ۲۰۹ چھیننا۔ ۲۱۰ چھپانا۔ ۲۱۱ آدمی کا وہ حصہ جسے از روئے شرع ہمیشہ ڈھانپ کر رکھنا چاہیئے۔ ۲۱۲ تعریف کرنے والا۔ ۲۱۳ خدا۔ ۲۱۴ میں نے تم پر نعمت تمام کر دی۔ ۲۱۵ جگہ۔ ۲۱۶ امن۔

تیرے عشرت کدہ میں بار کسے غیر نشاط ‍ ‍ تیرے خلوت کدہ میں دخل کسے جز طاعت

صفحۂ علم پہ برجیس[217] سے تو ہم زانو[218] ‍ ‍ حجلۂ عیش میں ناہید[219] سے تو ہم صحبت

ماہ نو ایک فلک پر ترے نوبردوں[220] میں ‍ ‍ نو فلک نوکروں ہیں تیرے قدیم الخدمت[221]

کیسۂ گوہر انجم ترا صرف انعام ‍ ‍ طاقۂ[222] اطلس[223] گردوں ترا وقف خلعت

نیت نیک تری آئینۂ حسن عمل ‍ ‍ عمل خیر ترا جلوۂ حسن نیت

ذہن عالی ہے ترا طائر شاخ سدرہ[224] ‍ ‍ طبع رنگیں تری گلچین ریاض[225] جنت

تیرا افضال جہاں کے لئے برہان کرم ‍ ‍ تیرا اکرام زمانہ کو دلیل رحمت

علم ظاہر سے ہے یکساں تجھے دور و نزدیک ‍ ‍ نور باطن سے برابر ہے حضور و غیبت

ذہن صافی ہے ترا پردہ در معنئ غیب ‍ ‍ موشگافی ہے تری کوہ شگاف دقت

عقل میں شمس ہے تو علم میں کان گوہر ‍ ‍ فضل میں کعبہ ہے تو حلم میں کوہ حکمت

تری تدبیر بر از دفتر ہوش و فرہنگ[227] ‍ ‍ تیری شمشیر پر از جوہر فتح و نصرت

دعوت صدق پہ لائے تری ایماں تصدیق ‍ ‍ دست ہمت پہ کرے تیرے سخاوت بیعت

تجھ سے راضی ہے خدا اور خدا کی محبوب ‍ ‍ تیرا حامی ہے نبی اور نبی کی عترت[228]

عزم کو ہے ترے ہر عزم میں عزم بالجزم ‍ ‍ قصد کو تیرے ہی ہر قصد میں قصد سبقت

قوت روح ملائک چمن قدس میں ہو ‍ ‍ ذات قدسی کا تری عطر قبائے عفت

کیا اللہ نے جب تجھ سا ولی نعمت خلق ‍ ‍ کیونکہ واجب نہ خلائق پہ ہو شکر نعمت

نطق شیریں سے تری عام حلاوت ہو اگر ‍ ‍ ثمر تلخ ہو حنظل[229] کا سبوئے شربت

شوکت عقرب[230] جرّارہ[231] کے مانند رہے ‍ ‍ دل حاسد میں خلش گر ترا رشک شوکت

روش شیشہ ہر اک سنگ ہو ریزہ ریزہ ‍ ‍ پڑے البرز پہ گر گرز کی تیرے ضربت

سر کشف[232] وار چھپاتا ہے فلک زیر سپر ‍ ‍ کیا غضب ہے تری شمشیر غضب کی ہیبت

آئے طوفاں جو ترے قہر کا طغیانی پر ‍ ‍ کشتئ نوح بھی اعدا کو ہو گرداب[233] صفت

۲۱۷ مشتری ستارہ ۔ ۲۱۸ ہم نشیں ۔ ۲۱۹ ایک سیارہ کا نام جسے زہرہ کہتے ہیں ۔ ۲۲۰ بردہ غلام ۔ ۲۲۱ مدت کا خادم ۔ ۲۲۲ نهان ۔ ۲۲۳ ریشم ۔ ۲۲۴ عرش پر ایک درخت ہے ۔ ۲۲۵ باغ ۔ ۲۲۶ دلیل ۔ ۲۲۷ دانائی ۔ ۲۲۸ اولاد ۔ ۲۲۹ اندرائن جو ایک کڑوا پھل ہے ۔ ۲۳۰ بچھو ۔ ۲۳۱ بچھو کی ایک سخت زہریلی قسم ۔ ۲۳۲ کچھوا ۔ ۲۳۳ بھنور ۔

وہ تری تیغ کی بُرّش[234] ہے کہ سایہ جس کا
نیر ابد خواہ رہے حرز[237] سے یاں تک محروم
آسیا وار پھرے کیوں نہ فلک گردِ زمیں
کیا ترے فیل کے اوصاف لکھوں ہیں کہ وہ ہے
اُس کی خرطوم ہے گر طرۂ لیلیٰ کی مثال
کیا عجب گر ہو تپِ لرزہ ہیبت سے تری
آبِ بارانِ کرم تیرا ہے وہ شربتِ خضر
عدل کے لفظ کو دیتا نہیں نقطہ کوئی
عہد میں تیرے عجب کیا سرِ داغِ دلِ شمع
پنجۂ گربہ سرِ بچۂ موش و کنجشک[243]
دورِ انصاف میں گر تیرے ہو کشتہ سیماب[244]
دیا اللہ نے وہ قلبِ مصفا تجھ کو
فردِ تفصیلِ حوائج[247] ہے رُخِ حاجتمند
عید کو دیکھ ترے ساتھ خلائق کا ہجوم
لکھے گر خامہ ترا وصفِ شمیمِ[248] اخلاق
منتہی[249] ہوں نہ کبھو تیرے صفاتِ نیکو
ذوق کرتا ہے دعا یہ پر اب ختم سخن
عید ہر سال مبارک ہو تجھے عالم میں
خیر خواہوں کے ترے چہرے پہ ہو رنگِ نشاط

کرے اک دم میں ہیولےٰ[235] سے مفارق[236] صورت
دیں نہ تعویذ اُسے تا بہ نشانِ تُربت
تیرے توسن[238] کے جو کاوے کی اوڑا جائے پھر
ابر رفتار جبلِ[239] پیکر و گردوں رفعت
تو ہیں دندان صفا ساعدِ[240] سلمیٰ[241] کی صفت
نبض کی طرح رگِ سنگ میں پیدا سرعت
برسے لالہ پہ تو افیوں میں نہ ہو سمّیت[242]
عدل سے تیرے جو موقوف ہے رسمِ رشوت
شعلہ میں مرہمِ کافور کی ہو خاصیت
ہے حمایت سے تری دایہ کا دستِ شفقت
تو بلاشبہ پڑے دینی مہوّس[245] کو دیت[246]
اے شہنشاہِ صفا ذہن و سراپا صفوت
عرضِ حاجت کی نہیں سامنے تیرے حاجت
کہے عارف کہ یہ کثرت میں ہے ظاہر وحدت
تو ہر اک نقطہ ہو اک نافۂ مشکِ تبت
گر بیاں کیجئے تا حشر صفت بعد صفت
کہ زباں کو ہے نہ یارا نہ قلم کو طاقت[250]
با شکوہ و حشم و جاہ بعمر و صحت
اور بدخواہوں کے رخسار پہ اشکِ حسرت

[234] کاٹ ۔ [235] چیز ۔ [236] جدا ۔ [237] پناہ ۔ [238] گھوڑا ۔ [239] پہاڑ کی طرح ۔ [240] کلائی ۔ [241] عرب کی ایک خوبصورت معشوقہ کا نام ۔ [242] زہریلا پن ۔ [243] چڑیا ۔ [244] پارہ ۔ [245] کیمیاگر ۔ [246] وہ رقم جو خون کے عوض میں کسی کو دیں ۔ [247] حاجت کی جمع ۔ [248] خوشبو ۔ [249] ختم ۔ [250] طاقت ۔

قصیدہ ۶

اکبر شاہ مرحوم کی مدح میں

تھی زلف تری سنبل صحنِ چمن کی شاخ — قطروں سے پر عرق کی بنی یاسمن[۱] کی شاخ
اس قد کو کیونکہ کہئے نہال چمن کی شاخ — لائیگی ور کہاں سے ادا بانکپن کی شاخ
ابرو پہ اُس کے خال ہے کیا زاغِ شوخ چشم — سمجھا ہے اپنی شاخ نشیمن ہرن کی شاخ
دکھلائی اُس کے سرمہ دُنبالہ[۲] دار نے — آنکھوں سے ہم کو نرگسِ ہا[۳] رُفت فن کی شاخ
ناف اُس صبح کی ہے کوئی نسترن کا پھول — تا ناف پتلی[۴] سینہ پہ ہے نسترن کی شاخ
دل باغ عشق نخل کہ جس میں ہزار ہا — حسرت کے برگ الم کے ثمر ہیں۔ حزن کی شاخ
بے بہرہ انتفاع[۴] سے رہتے ہیں پُر جفا — ممکن نہیں کہ لائے ثمر گرد[۵] ن کی شاخ
کھنی بخنی چوب تیشہ مری طرح ایک دن — سوکھے گی نخل آرزوئے کوہکن کی شاخ
جب سے پڑا ہے باغ میں جھولا ترے لئے — ممنون باغ میں ہے نہایت رسن کی شاخ
لچکے ہے یوں کمر تری وقتِ خرام ناز — جنباں ہو جوں نسیم چمن سے سمن کی شاخ
حیراں ہوں دیکھ خال کو ابروئے یار پر — گل نیلوفر کا لائی ہے کیونکہ ہرن کی شاخ
ہے جوش پارہ پارہ دل ہر مژہ پہ یوں — لائے نکال کونپلیں جس طرح گلشن کی شاخ
مسواک نے بڑھایا ہے زاہد کا اعتبار — ہے یہ بھی اس کے اک شجرِ مکر وفن کی شاخ
دیتی ہے سر پہ بلبلِ آتش نفس کو جا — رکھتی ہے کیا چمن میں ہوس سوختن کی شاخ
ہے نعش تیرے کشتۂ بیکس کی دشت میں — گویا کہ اک نشیمن زاغ و زغن کی شاخ
جز شمع استخوان صفا کیش[۶] زیرِ خاک — دیکھی نہ ہے ستی گلِ صبح کفن کی شاخ
نے برگ ہے نہ غنچہ۔ نہ گل ہے نہ ہے ثمر — میں خشک طالعی سے ہوں گویا ہرن کی شاخ
ریشم کا لچھا ہاتھ میں اُس کے نہیں دِلا — یہ یاسمن کا سانپ ہے وہ یاسمن کی شاخ
چھوٹے جلانے والوں سے وحشی نہ مر کے بھی — انجن[۷] کے کام آئے اگر ہے ہرن کی شاخ

قصیدہ ۶ ۔ ۱ چنبیلی ۔ ۲ دم والی ۔ ۳ ہاتھ ۔ طمانچہ ۔ ۴ نفع ۔ ۵ گینڈے کے سینگ ۔
۶ جو متعصب نہ ہو ۔ پاکیزہ مشرب ۔ ۷ سرمہ ۔

تشبیہ کیونکہ دوں مژہ خوں فشاں سے میں
مرجاں کی شاخ کب ہے بھلا اس پھبن کی شاخ

صیاد میں چمن سے ہوں مایوس چاہیئے
چوبِ قفس بھی ہو تو نہالِ چمن کی شاخ

باریک ہیں بتاتے ہیں جس کو نزی کمر
یا کوئی موئے تن ہی ہو یا موئے تن کی شاخ

گل خوردتن مرادم رو ئیدگی مو
ہے آشیانِ بلبلِ گلشن وطن کی شاخ

دیوے خراشِ دل کو نہ کیونکر وہ نازنیں
رکھتی ہے خار سینکڑوں نازک بدن[۳] کی شاخ

دکھلائے باغ میں قدِ رعنا جو اپنا تو
قمری کے حق میں دار ہو سروِ چمن کی شاخ

موذی کو سرکشی سے میسر نہ ہو اعتبار
نکلے ہے طولِ عمر سے مارِ کہن کی شاخ

ہوتی ہے وحشیوں پہ پس از مرگ بھی شکست
زور آزمائیوں کے لئے ہے ہرن کی شاخ

شاخِ نبات کو نئے قلیاں نہ منہ لگائے
ایسی مصاحبت سے لگی اس دہن کی شاخ

ہے فیض سے وقار کے ہیری نگاہ میں
جس شاخ میں ثمر ہے وہ ہے لاکھ من کی شاخ

آخر یہ دستگیری تیشہ نے پھل دیا
کی قطع نخلِ آرزوئے کوہکن کی شاخ

بدخصلتوں کو کرتا ہے بالانشیں فلک
اونچی ہے آشیانۂ زاغ[۹] و زغن کی شاخ

رہتے ہیں کش مکش ہی پس از مرگ پُر جفا
آخر کو زیر ارہ کٹی کرگدن کی شاخ

بیمار چشم دلبر آہو نگاہ کو
شاخیں بھی گر لگائیں تو لیکر ہرن کی شاخ

ہر صید کی کمر سی گئی ٹوٹ جس گھڑی
ٹوٹی کمانِ دلبرِ ناوک فگن کی شاخ

تا تیزِ بیکسی سے ہو سارا درخت خشک
ڈالے جو سایہ نعش پہ اس بے کفن کی شاخ

ہے سیبِ باغِ خلد کو کیا کیا نہ سرکشی
جب سے مشابہت سے لگی اس ذقن کی شاخ

سوفار کا دہن جو ہوا خونِ دل سے سُرخ
تیر اس کا بن گیا ہے گلِ خندہ زن کی شاخ

لکھ ذوق اسکی مدح کہ جسکی ثنا سے ہے
ہر سبز تیرے گلشنِ باغِ سخن کی شاخ

وہ کون؟ شاہ اکبر ثانی کہ جس کو روز
مجرا کرے ہی جھک کے نہالِ چمن کی شاخ

اُس کی دُعائے حرز پڑھے جوش غنچہ سے
تسبیح ایک لے کے عقیقِ یمن کی شاخ

کر دے جو وہ نہال تو لائے ابھی نکال
پروین کا خوشہ گاو سپہرِ کہن کی شاخ

[illegible]

۳ نازک بدن ایک قسم کا بیر ہوتا ہے ۔ اس کے درخت کو بھی نازک بدن کہتے ہیں ٭ ۹ کوّا اور چیل ٭ ۱۰ ناچنا ٭

بہرِ تصدّق آئے زرِ گل کو لے صبا　　کرنے لگے نثار گہر یاسمن کی شاخ
پہنچائے اس کا مژدۂ صحت جو باغ میں　　سجدہ میں بہرِ شکر جھکے نارون کی شاخ
ہمسر ہے آج خضر ارم سیر سے شجر　　ہم قد ہے آج یوسفِ گل پیرہن کی شاخ
گرمیٔ عدل اس کی اگر ہو ستم گداز　　پگھلے برنگِ شمع ابھی کرگدن کی شاخ
مطلع وہ پر بہار لکھوں اس کی مدح میں　　مصرع کو جس کے سن کے کٹے نسترن کی شاخ
تیرے بہار فیض سے نخلِ کہن کی شاخ　　سر سبز یوں ہی جیسے کہ سرو چمن کی شاخ
تیرے سحابِ لطف سے سیراب ہو اگر　　ہمسر ہو شاخ نخل ارم سی ہرن کی شاخ
شاہا یہ تیرا دستِ سخا باغِ دہر میں　　گویا کہ نکلی ہے کرمِ[11] ذوالمنن کی شاخ
گر تیرا حفظ ہو چمن بند روزگار　　آبِ مژہ سی سبز ہو سرو چمن کی شاخ
صرصر کا سارا خاک میں ملجائے زور شور　　چھیڑے گر آشیانۂ مرغ چمن کی شاخ
دیکھے جو تیرا قوتِ بازو تو ٹوٹ جائے　　وقتِ کشش کمانِ سپہرِ کہن کی شاخ
تیرے عصا کو اس سی میں تشبیہ کیونکہ دوں　　ہے شاخِ صدرہ ایک کنارِ کہن کی شاخ
تاثیر تیرا زور ضعیفوں کو دے اگر　　ٹوٹے نہ پیلتن سی بھی نازک بدن کی شاخ
بلکہ کمند مار کے ہاتھی کو کھینچ لے　　خرطوم[12] سی لپٹ کی بصورت رسن کی شاخ
منظور گر خزانہ میں ہو تجھ کو شاخِ زر　　طیّار ہو وہیں زرِ[13] خور سے کرن کی شاخ
ہاتھی کو تیرے چاہیے لکڑی تو دشت میں　　خرطوم سے اُکھاڑ لے وہ کرگدن کی شاخ
دانتوں کو اسکے دیکھ ہو لرزاں بر مثل بید　　صد دیو کوہ ہیکر و البرز تن کی شاخ
گلگوں سے تیرے بڑھ نہ سکے یک قدم صبا　　نو تازیانے مارے نہال چمن کی شاخ
ہو تیرا فیض اگر چمن آرائے باغ دہر　　آبِ تبر سے سبز ہو نخل کہن کی شاخ
نالاں ہیں تیرے عدل سی خونریز اسقدر　　مانندِ نے ہو گرمِ فغاں کرگدن کی شاخ
برسائے جبکہ لعل و گہر تیرا دستِ جود　　محتاجِ ابر ہو نہ نہال چمن کی شاخ
شاداب آبِ لعل یمن سے ہو مثل گل　　سیراب ہووے آب سی دُرِّ عدن کی شاخ

۱۱ بخشش کرنے والا ، ۱۲ سونڈ ۱۳ سونے کی طرح سورج ؎

یاں تک ہی پاسِ شرعِ ترے عہد میں کہ اب ساغر بکف نہ ہووے گُلِ خندہ زن کی شاخ
پیدا ہو بادہ خوار کی تعزیر[14] کے لئے نخل کدو تئے تاک[17] میں صورت رسن کی شاخ
یہ ذوق کی دعا ہے کہ تا باغِ دہر میں سرسبز شعر ترے سے ہو نخلِ سخن کی شاخ
جبتک کہ ہووے گردنِ مینا[15] کی طرح سے نخلِ نشاط ساقی پیمان شکن کی شاخ
نخلِ حیات تیرا تر و تازہ ہو مدام[16] جوں ہو موسمِ بہار میں نخلِ چمن کی شاخ

قصیدہ ۷

اکبر شاہ مرحوم کی مدح میں

قلم جو صفحۂ کاغذ پہ ہووے نکتہ[1] نگار تو اپنے نقش مٹا دیں جہاں کے جادوگار
سخنوروں[2] نے جو باندھے سخن کے ہیں نیرنگ[3] زباں سے اُسکی ہیں وہ البستہ انکے سب اسرار[4]
سوار توسنِ[5] دستِ رواں پہ ہووے یہ جب کرے قلمروِ[6] معنی کو دم میں باجگذار[7]
جو شاخِ سدرہ[8] پہ بیٹھا ہو طائرِ مضموں تو اُڑ کے صورتِ شاہیں[9] کرے یہ اُسکو شکار
زبانِ تیغِ نگہ سے لیا فسوں[10] شاید کہ اس پہ اُڑ کے مضامیں ہیں کرتے جی کو نثار
ہیں دست بستہ کھڑے جا بجا ہوں باندھوں جسکو کہ لفظ و معنی و مضموں ہیں بے شمار و قطار
ہے کرتی کام جہاں جا کے اسکی نوکِ زباں قلم دبیرِ[11] فلک کا ہے واں بڑا بیکار
سخن زباں پہ ہے اور ہے نگاہِ دل دل پر کہ سنتے ہیں دل تو ہر اک کی ہے اپنی اپنی بہار
سخن شناس اُنہیں دیکھ کر یہ کہتے ہیں کہ جو گہر ہے وہی اس میں ہے دُرِ شہوار
کروں میں اس کو مگر کیا کہ مشتری[12] نہ رہے متاعِ[13] بخت کو بیچوں جو میں تو کس بازار؟
شرابِ درد سے دل ہو گیا ہے مست ایسا کہ تا شامِ روزِ جزا تک نہ جسکا اُترے خمار[14]

[14] سزا ۔ [15] صراحی ۔ [16] ہمیشہ ۔ [17] درخت۔ پودا ۔

قصیدہ ۷ ۔ [1] باریک باتیں بیان کرنے والا ۔ [2] شاعر ۔ [3] رنگارنگ ۔ [4] سر کی جمع ۔ بھید ۔ [5] گھوڑا ۔ [6] ملک ۔ [7] فرمانبردار ۔ [8] ایک درخت کا نام جو عرش پر ہے ۔ [9] ایک شکاری پرندے کا نام ہے ۔ [10] جادو ۔ [11] دبیر بمعنی منشی ۔ [12] خریدار ۔ [13] پونجی ۔ [14] نشہ ۔

بنائے ناوکِ[15] تقدیر خاک تو وہ جسے
بچا سکے اُسے کیا خاک بُلبُلے کا حصار

ہزار درد اُسے بیدردیِ زمانہ دکھائے
زباں پہ لایا نہ لائے گا شکوہ زنہار[16]

میں لایا سینہ میں تھا دل کی جا پہ آئینہ ق
کہ اہلِ دل اسے سمجھیں گے مطلعِ الانوار[17]

سو اسکو توڑا ہے لوگوں نے سنگِ باراں سے
میں کہتا تھا کہ گہر بار ہونگے یا گلبار[18]

صفا کا اُس کے اک ادنیٰ سا وصف یہ دیکھو
غبارِ غیر کی خاطر میں ہو تو اسپہ ہے بار

میں آبگینہ[19] کے آگے ہوں آپ شرمندہ
کہ ایک بات سے پڑتے ہیں بال اس میں ہزار

مگر ترددِ[20] ایّام کیوں کروں اے چرخ
نہیں رہا تری گردش سے کچھ مجھے سروکار

لے آیا حُسنِ مقدّر[21] اس آستاں پہ مجھے
کہ سجدہ کرتے ہیں جھک جھک کے جسپہ لیل و نہار[22]

سحابِ جُود[23] سے اُسکے زمانہ ہے گلشن
نہالِ ابرِ کرم اس کے ہیں صغار[24] و کبار[25]

یہ سُن کے مجھ سے کہا طبع نے کہ اے ناداں
کچھ اس کے نام کی تصریح بھی تو ہے درکار

ہے اس کے نام کا لینا بھی یوں تو بے ادبی
کہ چشمہ پاس نہ دریا نہ ابرِ دریا بار[26]

سو میں زباں کو گیا لیکے دل کے دریا میں
مذاقِ آبِ گہر میں ہلا لیا کئی بار

اور اس کے بعد ہوں کہتا کہ نام پاک ہے وہ
جسے نمازوں میں لیتے ہیں سب پکار پکار

خدا کا سایہ ہے ۔ اور نائبِ رسولِ خدا
محمد اکبرِ عالم نواز[27] و عرش وقار[28]

ملک صفات و فرشتہ سیر و ولی خصلت[29]
بدیں پناہ و بدل دولت و بہ رخ انوار

خداشناس و طریقت نما حقیقت بیں
بدستِ جُود ہے دریا ۔ بہ تمکنت[30] کوہسار[31]

نہ حقِ وصف ہوا اسکا ادا کبھی لب سے
زباں ہر سرِ مُو آکے گر کرے گفتار

ہوا ہوں لیکے میں حاضر یہ تہنیت کے پھول
کہ اور پاس نہ رکھتا تھا کچھ برائے نثار

شہا ! ہے آج اُسی شاہزادہ کی شادی
جہاں میں جو ہے جہانگیر شاہ نیک اطوار[32]

وہ شاہزادہ ہے پر ہر اکھی سے شاہ نشاں
وہ شاہزادہ جواں ہر دلے کہن کردار

15 تیر ۔ 16 ہرگز ۔ 17 نور کے نکلنے کی جگہ ۔ 18 پھول برسانے والے ۔ 19 شیشہ ۔ 20 فکر ۔ 21 اچھی تقدیر ۔ 22 رات اور دن ۔ 23 بخشش ۔ 24 چھوٹے ۔ 25 بڑے ۔ 26 دریا برسانے والا ۔ 27 دُنیا پر بخشش کرنے والا ۔ 28 عزت ۔ 29 عادت ۔ 30 عزت ۔ 31 پہاڑوں کا مجموعہ ۔ 32 چلن ۔

پڑھوں حضور میں اک مطلع دعائیہ — قبول جس سے دعائیں ہوں سب سرِ دربار
شہا خدا سے یہی ہے مری دعا ہر بار — کہ شادیاں ہوں شبستاں[۳۳] میں تیرے لیل و نہار
شکوہِ شادیٔ شہزادہ کس زباں سے کہوں — کہ جوں شگافِ قلم بند ہیں لبِ اظہار
جو لکھنے بیٹھا ہیں ساچق[۳۴] کا وصف آرائش — تو نکلا خامہ سے جو حرف تھا خطِ گلزار[۳۵]
یکایک اُتریں پرستاں[۳۶] سے آنکر پریاں — ہوئیں جو تخت ہوائی پہ ناچنے کو سوار
ہجومِ عیش و طرب[۳۷] اس قدر زمیں پہ ہوا — دبیرِ چرخ سے بھی ہو سکا نہ اُسکا شمار
بہ لعبتان[۳۸] فلک پر ہوا خوشی کا جوش — سہاگ گانے لگی زہرہ[۳۹] بن کے موسیقار[۴۰]
شبِ برات کی وہ روشنی کہ صلِّ علیٰ — ہو روزِ عید اگر آئے سامنے شبِ تار[۴۱]
جو ٹٹیوں پہ ہوئی روشنی تو شور اُٹھا — فلک نے کھینچی زمیں پر ستاروں کی دیوار
وہ ہے لایا ارسطو[۴۲] طلسم یوناں سے — کِھلایا سدِ سکندر[۴۳] زمیں چمن کا گلزار
لگے ستاروں[۴۴] کو جب آگ دینے آتشباز — تو بولے اہلِ نظر دیکھنا ہے طرفہ بہار
یہ دیں گے آگ کا دانہ جب اپنے مورونکو[۴۵] — تو آکے ہوویں گے طاؤسِ خلد اُنپہ نثار
جب اک طرف کو لگی جگمگانے چادرِ[۴۶] گنج — زمیں پہ سب کو نظر آئی آسماں کی بہار
ہمارے کانوں کے پردے تو اُڑ گئے اُس دم — پٹاخے کرنے لگے چھٹکے جب بہم تکرار
پکارے سب کہ قواعد[۴۷] ہے فوج میں شاید — کہ فیر اُڑ رہے ہر صف میں ہیں قطار قطار
عجب تماشہ ہوا تیلیوں[۴۸] کو جب دی آگ — کہ ناچنے لگے مل کر ثوابت و سیار
ہوائی[۴۹] کہتی تھی جا کے شہابِ[۵۰] ثاقب سے — کہ تو زیادہ ہو پایہ میں فزوں ہوں آتشبار[۵۱]
ہیں ابرِ طور[۵۲] سے برسے زمیں پہ نور کے پھول — زمیں تو تودۂ[۵۳] گل ہے گی آسماں گلبار

۳۳ جہاں رات بسر کی جائے ۔ مراد محل ۔ ۳۴ شادی کی ایک رسم کا نام ہے ۔ ۳۵ خط کی ایک قسم ۔ ۳۶ پریوں کے رہنے کی جگہ ۔ ۳۷ خوشی ۔ ۳۸ لعبت کی جمع ۔ پتلی ۔ ۳۹ ایک سیارہ کا نام ۔ ۴۰ ایک پرندہ کا نام جس کی چونچ میں بہت سے سوراخ ہوتے ہیں اور ہر ایک سوراخ سے سُر نکلتی ہے ۔ ۴۱ اندھیری ۔ ۴۲ ایک فلاسفر کا نام ۔ ۴۳ ایک دیوار کا نام جسے سکندر اعظم نے بنوایا تھا ۔ ۴۴ و ۴۵ آتشبازی کی قسمیں ہیں ۔ ۴۶ بہت سی آتشبازی ۔ ۴۷ پریڈ ۔ ۴۸ و ۴۹ آتشبازی کی دو اقسام ۔ ۵۰ چمکتا گرتا ہوا ستارہ ۔ ۵۱ آگ برسانے والا ۔ ۵۲ ایک پہاڑ کا نام ہے ۔ ۵۳ ڈھیر ۔

اب اس دعا پہ قصیدہ کو ختم کرتا ہے ذوق
کہ دوست تیرے سرافراز اور عدو ہوں خوار

پر اس ہوس کی ابھی چھوٹ رہی ہے مہتابی
قلم ہیں سالِ عروسی[54] کا پھول دیوے بہار

اسی خیال میں تھا دیکھنا خدا کی طرف
کیے خموشیِ قدرت نے والبِ گفتار

کہو سرِ لبِ بستہ سے شادیٔ فرزند
مبارک آپ کو ہووے شہِ سپہر وقار

جو ہو ویں اسکے ہوا خواہ وہ رہیں سرسبز
ہوں اُس کے دشمنِ بدکیش خالدٌ فی النار[55]

قصیدہ ۸

ابوظفر بہادر شاہ مرحوم کی مدح میں

زہے نشاط[1] اگر کیجیے اسے تحریر
عیاں ہو خامہ[2] سے تحریرِ نغمہ جائے صریر[3]

زباں سے ذکر اگر چھیڑیے تو پیدا ہو
نفس[4] کے تار سے آواز[5] خوشتر از بم[6] و زیر[7]

ہوا یہ باغِ جہاں میں شگفتگی کا جوش
کلیدِ قفلِ دلِ تنگ و خاطرِ دلگیر

کیے ہے والبِ غنچہ درِ[8] ہزار سخن
چمن میں موجِ تبسم کے کھول کر زنجیر

کچھ انبساطِ ہوائے چمن سے دور نہیں
جو وا ہو غنچۂ منقارِ بلبلِ تصویر

قفس میں بیضہ کے بھی شوقِ نغمہ سنجی سے
عجب نہیں کہ ہو مرغِ چمن بنالۂ صفیر[9]

اثر سے بادِ بہاری کے لہلہاتے ہیں
زمیں پہ ہمسرِ سنبل ہی موجِ نقشِ حصیر[10]

نکل کے سنگ سے گر ہو شرارہ تخم فشاں
تو سبز[11] فیض ہوا سے ہو وہ برنگِ شعیر[12]

زمیں پہ گرتے ہی لے آئے دانہ برگ و ثمر
جو ٹوٹے ہاتھ سے زاہد کے سُبحۂ[13] تزویر[14]

ہوا پہ دوڑتا ہے اس طرح سے ابرِ سیاہ
کہ جیسے جائے کوئی پیل مست بے زنجیر

نہ خارِ دشت ہی نرمی میں خوابِ مخمل ہے
ہر ایک تار رگِ سنگ بھی ہے تارِ حریر[15]

ہوا میں ہی یہ طراوت[16] کہ دودِ[17] گلخن[18] بھی
برستا اٹھتا ہے آتش سے مثلِ ابرِ مطیر[19]

۵۴ شادی ✣ ۵۵ دوزخ میں ہمیشہ رہیں ✣

قصیدہ ۸ ✣ ۱ خوشی ✣ ۲ قلم ✣ ۳ وہ آواز جو لکھتے وقت قلم سے نکلتی ہے ✣ ۴ سانس ✣ ۵ آواز ✣ ۶ اونچی تان ✣ ۷ دھیمی تان ✣ ۸ دروازہ ✣ ۹ نغمہ ✣ ۱۰ چٹائی کا نشان ✣ ۱۱ ہرا بھرا ✣ ۱۲ جو جو سبز رنگ کا ہوتا ہے ✣ ۱۳ تسبیح ✣ ۱۴ مکر ✣ ۱۵ ریشم ✣ ۱۶ تازگی ✣ ۱۷ دھواں ✣ ۱۸ بھٹی ✣ ۱۹ برسنے والا بادل ✣

بہ آیا جوش میں بارانِ رحمت باری
کہ سنگ سنگ میں سنگِ یدہ[20] کی ہے تاثیر

ہر ایک خار ہی گل ہر گل ایک ساغرِ عیش
ہر ایک دشت چمن ہر چمن بہشت نظیر[21]

ہر ایک قطرۂ شبنم گہر کی طرح خوش آب[22]
ہر ایک گھر گھر شب[23] چراغ پُر تنویر[24]

کرے ہے صبح فلک خندہ اس مزے کے ساتھ
کہ جس طرح بہم آمیختہ ہوں شکر و شیر

سنوارتی ہے جو شام اپنی زلفِ مشکیں کو
سوادِ[25] مشکِ ختن پر ہے لاکھ آہو گیر[26]

نہالِ شمع سے ہر شب بجے گلِ شبّو[27]
بہارِ عیش میں گلچیں کی طرح سے گلگیر[28]

ہنسے چراغ تو ایسی ہنسی میں پھول جھڑیں
حیا سے رنگِ گلِ آفتاب ہو تغییر

لبے ہے چرخ پہ ہر صبح جوں صبوحی[29] کش
بایں درازیٔ ریشِ آفتاب ساغر گیر

عجب نہیں ہے کہ آرائش زمانہ سے
حنائی پنجہ ہوں تاک[30] و چنار و بید انجیر

چمن میں ہے یہ درختانِ سبز پر جوبن
کہ زہر کھاتے[31] ہیں سبزانِ[32] خطۂ کشمیر

نہ کیونکہ دیکھ کے گلشن کو یہ پڑھوں مطلع
کہ آئی ہے نظر اک قدرت خدائے قدیر

ظہورِ نرگس و گل جلوۂ سمیع[33] و بصیر[34]
نسیمِ نکہتِ گل اطہر[35] و لطیف و خبیر

شمیمِ عیش سے ہے یہ زمانہ عطر آگیں[36]
کہ قرصِ[37] عنبر اگر ہے زمیں تو گرد[38] عبیر

حمل[39] سے حوت[40] تلک جا بجا ہیں تصویریں
بنا ہے عالمِ بالا بھی عالمِ تصویر

جہاتِ[41] ستّہ سے بزمِ جہاں ہے وسعت خواہ
کہ ہے ہجومِ نشاط و سرور رحمِ غفیر[42]

زمانہ دشمنِ عشرت کا اس قدر قاتل
مہِ[43] صیام کو دیکھے نہ کوئی بے شمشیر

[20] ایک پتھر ہے جسے آتش پرست اپنے اعتقاد میں سمجھتے ہیں کہ اگر اس کو آسمان کی طرف کیا جائے تو بارش برسنے لگتی ہے ۔ [21] طرح ۔ [22] چمکدار ۔ [23] ایک موتی ہے جو رات کے وقت بھی روشنی دیتا ہے [24] روشنی ۔ [25] سیاہی ۔ [26] آہو گرفتن یعنی عیب جوئی ۔ [27] ایک پھول جو رات کو خصوصیت سے زیادہ خوشبو دیتا ہے ۔ [28] قینچی کی طرح ایک چیز جس سے لیمپ کی بتی کاٹتے ہیں ۔ [29] صبح کے وقت شراب پینے والا ۔ [30] انگور کی بیل ۔ [31] زہر کھانا ۔ شرمندہ ہونا ۔ [32] معشوق لوگ [33] سننے والا ۔ [34] دیکھنے والا ۔ [35] پاکیزہ ۔ [36] عطر سے بھرا ہوا ۔ [37] گول ٹکیا ۔ [38] غبار ۔ [39] ایک برج کا نام ہے ۔ جس کی صورت مینڈھے کی سی ہوتی ہے ۔ [40] آسمان کے ایک برج کا نام ہے جس کی صورت مچھلی کی طرح ہوتی ہے ۔ [41] چھ ۔ [42] بہت کثرت ۔ [43] ماہ رمضان کا چاند ۔

ہوا ہے مدرسہ یہ بزمگاہِ عیش و نشاط
کہ شمس[۴۴] بازغہ کی جا پڑھے ہیں سب رندیر[۴۵]

اگر پیالہ ہے صغرٰی[۴۶] تو ہے سبو کبرٰی[۴۷]
نتیجہ یہ ہے کہ سرمست ہیں صغیر و کبیر

زمینِ میکدہ یہ خندۂ نشاط انگیز
کہ لائے[۴۸] مے سے ہو دیوارِ قہقہا[۴۹] تعمیر

دیا ہے رنج کو دھو تیرے غسلِ صحت نے
ضمیرِ خلق سے اے بادشاہِ پاک ضمیر

عجب نہیں یہ ہوا سے کہ مثلِ نبضِ صحیح
کرے اگر حرکت موجِ چشمۂ تصویر

شہنشہا ترے یمنِ[۵۰] شفائے کامل سے
جو لاعلاج مرض تھے وہ ہیں علاج پذیر

کہ چوبِ گل کو اگر ماریں بیدِ مجنوں[۵۱] پر
تو صورتِ بشر ہوش مند خوش تقریر

اشارہ فہم ہو ایسا کہ وہ بیان کرے
زبانِ برگ سے گونگوں کے خواب کی تعبیر

جو میلِ[۵۲] کحل[۵۳] بصارت ہو کلکِ خطِ غبار[۵۴]
تو چشمِ دائرۂ عین بھی ہو چشمِ بصیر

نہ موجِ جامے کو ہو پیچش نہ شیشہ لے ہچکی
گئی جہان سے یہ بیماریٔ فواق[۵۵] و زحیر[۵۶]

نہ برق کو تپِ لرزہ نہ ابر کو ہو زکام
نہ آب میں ہو رطوبت نہ خاک میں تبخیر

بدل گئی ہے حلاوت[۵۷] سے تلخیٔ دارو
شرابِ تلخ بھی ہو میکشوں کو شکر و شیر

قوی ہے قوتِ تاثیر سے دوائے طبیب
غنی قبول کی دولت سے ہے دعائے فقیر

شکستِ دل کو ترے یمنِ تندرستی سے
ق کرے درست اگر مومیائی[۵۸] تدبیر

تو موئے[۵۹] کاسۂ چینی کو چارہ[۶۰] سازِ قضا
نکالے کاسۂ چینی سے مثلِ موئے خمیر[۶۱]

کھجاتے سر جو کبھی مفسدانِ سرکش کا
علاجِ خارشِ[۶۲] سر ہو بناخنِ شمشیر

بنا ہے نقشِ شفا خانہ ہزار شفا
ہر ایک خانۂ تعویذ[۶۳] صاحبِ تکسیر[۶۴]

ہر ایک اسمِ عزیمت میں اسمِ اعظم ہے
ہر ایک نسخۂ شفا میں ہے نسخۂ اکسیر

رہا نہ کوئی گرفتارِ رنجِ عالم میں
چھٹے جو تیرے تصدق[۶۵] میں مجرمانِ اسیر

[۴۴] طب کی ایک کتاب کا نام ہے ۔ [۴۵] اردو کی ایک مثنوی کا نام ہے ۔ [۴۶، ۴۷] منطق کی دو اصطلاحوں کے نام ہیں ۔ [۴۸] تلچھٹ ۔ [۴۹] چین میں ایک دیوار ہے جسے دیکھنے سے بے اختیار ہنسی آتی ہے ۔ [۵۰] برکت ۔ [۵۱] بید کی ایک قسم ۔ [۵۲] سلائی ۔ [۵۳] سرمہ ۔ [۵۴] خط کی ایک قسم ۔ [۵۵] ہچکی ۔ [۵۶] پیچش ۔ [۵۷] مٹھاس ۔ [۵۸] ایک دوائی جو ٹوٹی ہوئی ہڈی کے جوڑنے کے کام آتی ہے ۔ [۵۹] بال ۔ [۶۰] چارہ کرنیوالا ۔ [۶۱] گندھا ہوا آٹا جو ترش اور نرم ہو چکا ہو ۔ [۶۲] کھجلی ۔ [۶۳] تعویذ ۔ [۶۴] تعویذ لکھنے کے ایک موثر طریقے کا نام ۔ [۶۵] صدقہ ۔

شہا ہے دم سے ترے زندگانیٔ عالم ۔ یہ تیرا دم ہے وہ اعجاز[66] عیسوی تاثیر

مثالِ خضر تو اے رہنمائے ملت و دیں ۔ جہاں میں پیر ہو پر ہو کرامتوں سے پیر

تو وہ ہے حامیٔ دُنیا و دیں زمانہ میں ۔ کہ تجھ سے زیب ہے دُنیا کو دین کو توقیر[67]

کیا شہانِ سلف[68] نے مسخّر[69] ایک جہاں ۔ کئے ہیں تو نے شہنشاہ دو جہاں تسخیر

سحر سے شام تلک زرفشاں ہے پنجۂ مہر[70] ۔ نثار کرتا ہے ہر روز ایک گنجِ خطیر[71]

فلک پہ کرتا ہے ہر شب ادا جو سجدۂ شکر ۔ نشانِ سجدہ ہے زیبِ جبین[72] ماہِ منیر

یہ روزِ بہ[73] سے ترے ہی جوان جہانِ کہن ۔ کہے نہ کوئی دو شنبہ[74] کو بھی جہاں میں پیر

حیات بخشِ جہاں تیرا مژدۂ صحت ۔ جو بخشے خلق کو عمرِ طویل و عیشِ کثیر

ہزاروں سال سے ہر ہر صدی نکال کے دانت ۔ ہنسیں اجل پہ جوانوں کی طرح مردمِ پیر

جہاں کو یوں تری صحت کے ساتھ ہے صحت ۔ صحیح جیسے کہ قرآن ہو مع تفسیر[75]

یہ وہ خوشی ہے کہ فربہ ہوں جس سے روز بروز ۔ ہلالِ بست و نہم[76] کی طرح بدن کے حقیر[77]

بڑھوں ثنا میں تری اب وہ مطلعِ روشن ۔ کہ جس کا مطلعِ[78] خورشید بھی نہ ہووے نظیر

شہنشہا وہ تری روشنیٔ رائے منیر ۔ عقولِ عشرہ[79] کے انوار جس کے عشرِ عشیر[80]

جو ہو نہ تابعِ امرِ[81] شاوِرُوا فِی الاَمر ۔ تو عقلِ کل[82] کو کرے تو نہ ہرگز اپنا مشیر

جو ہیں نکات و معانی بشر کے فہم سے دُور ۔ وہ تیرے ذہن میں موجود سب قلیل و کثیر

اگر ہے سہو[83] کو کچھ دخل حافظہ میں تو یہ ۔ نہ اپنا یاد ہے احسان نہ اور کی تقصیر

جدا ہے گر متعلق تری نگاہ کے ساتھ ۔ تو ہے ضمیر کی جانب تری صفا کی ضمیر

ترا تو سیّئہ[84] بھی یوں ہی داخلِ حسنات[85] ۔ کہ جیسے صحبتِ اصحابِ کہف[86] میں قطمیر[87]

[66] معجزہ ۔ [67] عزت ۔ [68] گذشتہ ۔ [69] مطیع ۔ [70] سورج کا پنجہ یعنی خود سورج جو پنجہ کی طرح ہوتا ہے ۔ [71] بڑا ۔ [72] پیشانی ۔ [73] بہتر ۔ [74] سوموار کا دن ۔ [75] شرح ۔ [76] انتیسواں ۔ [77] دُبلا ۔ [78] سورج کے طلوع ہونے کا مقام ۔ [79] حکما کے نزدیک دس عقلیں ہیں ۔ جن کو وہ عقول عشرہ کہتے ہیں ۔ [80] دسویں حصہ کا دسواں حصہ یعنی 1/100 مراد بے حقیقت ۔ [81] ہر کام میں مشورہ کیا کرو ۔ [82] حضرت جبرئیلؑ کا نام ۔ [83] بھول چوک ۔ [84] گناہ ۔ [85] نیکیاں ۔ [86] سات آدمی جو ظالم بادشاہ سے ڈر کر غار میں جا چھپے تھے ۔ [87] اصحاب کہف کے کتے کا نام ۔

کرے ہے سلب تغیّر کو ذاتِ حادث سے ۔ زمانہ عدل سے تیرے یہ اعتدال پذیر
مجال کیا کہ ترے عہد میں شرر کی طرح ۔ اُٹھائیں سر کو شرارت سے سرکشانِ شریر
ہوا میں آ کے جو کرتا ہے سرکشی شعلہ ۔ تو چٹکیاں دلِ آتش میں لے ہے آتشگیر[98]
ترے نسق[89] سے جو بالکل رہی نہ خونریزی ۔ لڑائیوں میں کہیں چھوٹتی نہیں نکسیر
جو پہنچے بتکدہ میں تیرا شورِ دینداری ۔ بلند نالۂ ناقوس[90] سے بھی ہو تکبیر[100]
کیا یہ کفر کو اسلام نے ترے معدوم ۔ کہ کوئی زلفِ بتاں پر نہ کر سکے تکفیر[101]
جہاں میں چشمِ سیہ مست بار کا ہو یہ رنگ ۔ جو میکشوں کو ترا احتساب[102] دے تعذیر[103]
پڑی گلے میں رسن خطِ[104] سرمہ سے اسکے ۔ رہے مدام وہ گردش میں از پئے تشہیر[105]
وہ برقِ قہرِ خدا تیری تیغِ آتش دم ۔ کہ جس کی آنچ ترے دشمنوں کو نارِ سعیر[106]
جو ہے خدنگ[107] کا ترے نشانۂ چشمِ حسود ۔ تو ہے تفنگ[108] کا تیرے دلِ عدو نخچیر[109]
ترے نہیب[110] سے ہوں شکلِ فلس[111] ماہی لگ ۔ کریں نہ حلقۂ جوہر رفاقتِ شمشیر
جو تیر نکلے کماں سے تری وہ ہو جاوے ۔ طلب میں جانِ عدو کی رواں قضا[112] کا سفیر
ق ترے ہر خامۂ طغرا[113] نگار میں یہ زور ۔ جو کھینچے ایک روش خطِ منحنی[114] وہ لکیر
تو اس سے ایسی ہوں اشکالِ[115] ہندسی پیدا ۔ مٹا دے دیکھ کے اقلیدس[116] اپنی سب تحریر
ق وہ روشنی ترے خط میں کہ ابنِ[117] مقلہ اگر ۔ لگائے آنکھوں سے سرمہ کی جا تری تحریر
تو ہو بہ نورِ بصارت کہ پڑھ لے حرف بحرف ۔ جو ہووے لوحِ[118] جبیں پر نوشتۂ تقدیر
رقم میں گر ترے اوصاف کے قصور[119] کیسے ۔ زبانِ خامۂ عطارد[120] کی ناک میں[121] دے تیر
ق ترا سمند ہے وہ تیز رو کہ وقتِ خرام ۔ نظر ہو دیدۂ زرقا[123] کی بھی نہ اسکی نظیر

۹۸ چمٹا جس سے آگ یا جلتے ہوئے کوئلے پکڑتے ہیں ۔ ۸۹ انتظام ۔ ۹۰ سنکھ ۔ ۱۰۰ اللہ اکبر کا نعرہ ۔ ۱۰۱ کفر کا فتویٰ لگانا ۔ ۱۰۲ حساب کتاب لینا ۔ ۱۰۳ عذاب ۔ ۱۰۴ اکبیر ۔ ۱۰۵ بے عزتی ۔ ۱۰۶ دوزخ کی آگ ۔ ۱۰۷ تیر ۔ ۱۰۸ بندوق ۔ ۱۰۹ شکار ۔ ۱۱۰ خوف ۔ ۱۱۱ مچھلی کے سِنّے ۔ ۱۱۲ موت ۔ ۱۱۳ طغریٰ ایک قسم کا خط ہے ۔ ۱۱۴ ٹیڑھا ۔ ۱۱۵ شکلیں ۔ ۱۱۶ ریاضی کے ایک مشہور استاد کا نام ۔ ۱۱۷ ایک خوشنویس کا نام ۔ ۱۱۸ تختی ۔ ۱۱۹ قصور کرنا ۔ کمی کرنا ۔ ۱۲۰ ایک ستارہ کا نام ۔ ۱۲۱ ناک میں تیر دینا ۔ ذلیل کرنا ۔ ۱۲۲ گھوڑا ۔ ۱۲۳ عرب کی ایک تیز نگاہ عورت ۔

کہ سیر گاہ ہے اُس کی تو راہِ یک رُزنہ — اور اس کا شرق سے تا غرب عرصہ گاہِ سیر[124]
ترے جو فیل کی تعریف خمسہ وار لکھوں — کروں حکایتِ شیرین و کوہکن[125] تحریر
کہ فیل کوہ کجک[126] تیشہ، فیلباں فرہاد — وہ دو دو نو دانت صفا ایک ایک جوئے شیر[127]
چلے نہ اشرفی آفتاب عالم ہیں — خطِ شعاع[128] سے اُس پر جو یہ نہ ہو تحریر
ابوظفر شہ والا گہر بہادر شہ — سراجِ[129] دینِ نبی سایۂ خدائے قدیر[130]
شہِ بلند نگہ شہریارِ والا جاہ — خدیو[131] مہر کلہ خسروِ سپہر سریر[132]
جہاں مسخّرِ و عالم مطیع و خلق مطاع — فلک ہو مؤید[133] و اختر معین[134] و بخت بصیر
زمیں ہو سبز جو تیرے سحابِ بخشش سے — تو بوٹی بوٹی[135] سے ہر خاک کی بنے اکسیر[136]
بچشمِ مہر اگر تیرا نیّرِ[137] اقبال — ق کرے نگاہ سرِ آبجو و آبِ غدیر[138]
تو فلس فلس سے ہو ماہیوں کی وقتِ شکار — نگینِ دستِ سلیماں بدستِ ماہی گیر
نہ ہے ثنا کے لئے تیرے اختتام[139] و تمام — نہ ہے دعا کے لئے تیری انتہا و اخیر
مگر یہ ذوق ثناسنج[140] مدح خواں تیرا — غلامِ پیرِ کہن سال اک فقیرِ حقیر
کرے ہے دل سے دعا یہ سدا فقیرانہ — سنا ہے جب سے کہ رحمِ خدا دعائے فقیر
الٰہی آب پہ تا ہو زمیں زمیں کو ثبات[141] — زمیں پہ تا ہو فلک و فلک کو ہو تدویر[142]
فلک پہ چھوڑے نہ تا دامنِ مسیح[143] حیات — زمیں پہ خضر کی تا ہو فنا[144] نہ دامنگیر[145]
عطا کرے تجھے عالم میں قادرِ قیوم[146] — بجاہ[147] و دولت و اقبال و عزت و توقیر[148]
تنِ قوی و مزاجِ صحیح و عمرِ طویل — سپاہِ وافر[149] و ملکِ وسیع و گنجِ خطیر[150]

۱۲۴ سیر کی جگہ ۔ ۱۲۵ فرہاد جس نے پہاڑ سے نہر نکالی تھی ۔ ۱۲۶ آنکس ۔ ۱۲۷ دودھ کی نہر ۔ ۱۲۸ کرنیں ۔ ۱۲۹ چراغ ۔ ۱۳۰ قدرت والا ۔ ۱۳۱ بادشاہ ۔ ۱۳۲ تخت ۔ ۱۳۳ تائید کرنے والا ۔ ۱۳۴ مددگار ۔ ۱۳۵ پودا ۔ ۱۳۶ جس سے معمولی چیز بھی سونا ہو جائے ۔ ۱۳۷ سورج ۔ ۱۳۸ تالاب ۔ ۱۳۹ ختم ہونا ۔ ۱۴۰ تعریف کرنے والا ۔ ۱۴۱ قرار ۔ ۱۴۲ گردش کرنا ۔ ۱۴۳ حضرت عیسیٰ ۔ ۱۴۴ موت ۔ ۱۴۵ پکڑنے والی ۔ ۱۴۶ قائم رکھنے والا یعنی خدا ۔ ۱۴۷ مرتبہ ۔ ۱۴۸ عزت ۔ ۱۴۹ بہت ۔ ۱۵۰ بڑا ۔

قصیدہ ۹

ابو ظفر بہادر شاہ مرحوم کی مدح میں

ہے مری آنکھ میں اشکوں کی تماشا گوہر[1] — اک گہر دیکھوں تو ہوں کتنے ہی پیدا گوہر

نظرِ خلق سے چھپ سکتے نہیں اہلِ صفا[2] — نہ دریا سے چمک کر نکل آیا گوہر

رزق تو در خورِ[3] خواہش ہی پہنچتا سب کو — مرغ کو دانہ ملا ہنس[4] نے پایا گوہر

پاک دنیا سے ہیں دنیا میں ہیں گو پاک سرشت — غرق ہے آب میں پر تر نہیں اصلا[5] گوہر

ہے دلِ صاف کو عزلت[6] میں بھی گرد و نسے غبار[7] — گرد آلود بیتمی ہوا تنہا گوہر

کورِ[8] باطن کو ہو کیا جوہرِ دانش[9] کی شناخت[10] — کہ پرکھتا نہیں جز دیدۂ بینا گوہر

غیر پر مایہ[11] نہ کم مایہ[12] سے ہو ضبطِ ہوس — پگھلا ژالہ[13] ہوا آگ کے نہ پگھلا گوہر

جوہرِ خوب کو درکار ہے آرائشِ خوب — خوب تو آب[14] کی خوبی سے ہے ٹھہرا گوہر

سرکشی کرتے ہیں بے مغز[15] نہ پُر مغز و قار — جز حباب آب سے سر کھینچے نہ بالا[16] گوہر

ربط ناچیز سے کرتے ہیں کوئی پاک نہاد[17] — ہو نہ ہم صحبتِ تارِ رگِ خارا گوہر

دلخراش اور ہے طاقت فزائے[18] دل ہے کچھ اور — کہ نہ گوہر کبھی ہیرا ہو نہ ہیرا گوہر

فیض کو عالمِ بالا[19] ہے شرطِ استعداد — قطرہ کچا ہے طباشیر[20] ہے پکا گوہر

صدق[21] اور کذب[22] پہ ہی نقطہ کی ہے شرطِ نظر — کور کیا جانے یہ سچا ہے کہ جھوٹا گوہر

صاف باطن کی ہو جب قدر کہ ظاہر ہو درست — مول بھی ٹوٹ[23] گیا صاف جو ٹوٹا گوہر

ہوتی غربت[24] میں اگر قدر نہ خوش جوہر کی — تو کبھی کان سے باہر نہ نکلتا گوہر

خلشِ خارِ جنوں[25] سر ہے پروتا گیا — ہر قدم پر قدمِ[26] آبلہ فرسا گوہر

قصیدہ ۹۔ [1] موتی ۔ [2] صفائی والے لوگ ۔ نیک آدمی ۔ [3] مطابق ۔ [4] ہنس ایک پرندے کا نام ہے جو موتی چگتا ہے ۔ [5] ہرگز ۔ [6] تنہائی ۔ [7] ملال ۔ [8] دل کا اندھا ۔ [9] عقل ۔ [10] پہچان ۔ [11] شریف ۔ [12] رذیل ۔ [13] اولا مراد برف ۔ [14] آب و تاب ۔ چمک ۔ [15] بیوقوف ۔ [16] اوپر ۔ [17] خصلت ۔ [18] دل کو طاقت دینے والا ۔ [19] آسمان ۔ [20] ایک سفید رنگ کی دوا ۔ [21] سچ ۔ [22] جھوٹ ۔ [23] کم ہوا ۔ [24] مسافری ۔ [25] دیوانگی ۔ [26] آبلہ توڑنے والا قدم ۔ چلنے سے پاؤں کے آبلے ٹوٹ جاتے ہیں ۔

دلِ عاشق میں کرے کیونکہ نہ آنسو سوراخ / اسی الماس[27] سے جاتا ہے یہ بیندھا گوہر
ذوق ہو قوف کر اندازِ غزل خوانی کو / ڈھونڈا[28] اس بحر[29] میں اب تو کوئی اچھا گوہر[30]
غوطہ دریائے سخن میں ہے لگانا بہتر / آ گئے تقدیر سے خرمہرہ[31] ملے یا گوہر
اثرِ مدح سے اُس خسروِ دریا دل کے / کر سخن قابلِ گوشِ دلِ دانا گوہر
وہ بہادر شہِ غازی کہ برنگِ نیساں[32] / روز برسائے ہے ابرِ کرم اُس کا گوہر
جشن سے اسکے ہے اک فیض کا دریا جاری / بہتے پھرتے ہیں برنگِ کفِ[33] دریا گوہر
زیور آرا ہوں اگر آج چمن میں گل و سرو / بیضۂ قمری و بلبل ہوں عجب کیا گوہر
پہنچے گر گوشِ صدف تک یہ نویدِ عشرت / اتنا بالیدہ[34] بخود ہو کہ ہو مینا گوہر
کہتا ہے قطرۂ نیساں[35] بھی کہ اس دور میں کاش / ہوتا میں دانۂ انگور نہ ہوتا گوہر
جدولِ[36] آب میں کثرت سی حبابوں کی بھرے / مانگ میں مثلِ بُتِ خویشتن[37] آرا گوہر
ٹوٹا ہے کشمکشِ عیش[38] سی جو صبح کا ہار / بکھرے شبنم سی ہیں گلزار میں کیا کیا گوہر
گلِ شگفتہ میں یہ قطرۂ باراں سے بہار / بھر دیئے حقۂ[39] یاقوت[40] میں گویا گوہر
موجِ گوہر میں بھی ہے طرز[41] تبسم پیدا / کوئی دم میں روشِ غنچہ ہنسے گا گوہر
رُخِ گلرنگ پہ ساقی[42] کے عرق[43] کا قطرہ / کیا تماشا ہے کہ بن جائے ہے مونگا[44] گوہر
قطرۂ آب لطافت سا ہے ٹپکا پڑتا / گوشِ خوبانِ سمن بر[45] میں مصفا گوہر
مدح حاضر ہیں کہ دل میں ہی کوئی مطلع تحریر / آج ہے خامہ مرا منہ سے اُگلتا گوہر
آج وہ دن ہے کہ اسے خسرو والا گہر / کوہ دے نذر تجھے لعل تو دریا گوہر
بحر و بر[46] میں ہے شہا تیری مہیائے نثار / سیم سی لے زر تلک اور لعل سی لے تا گوہر
ہو ترے فیضِ قدم سی جو زمیں گوہر خیز[47] / ہو نصیبِ صدف نقشِ کفِ[48] پا گوہر

[27] ہیرا جس سے موتی میں سوراخ کیا جاتا ہے۔ [28] موتی میں سوراخ کرنا۔ [29] شعر کا وزن۔ [30] مراد اچھا سا مضمون۔ [31] کوڑی۔ [32] وہ بادل جس سے ایسے قطرے گریں جو موتی بنیں۔ [33] جھاگ۔ [34] بڑھا ہوا۔ [35] ابرِ نیساں کی بوند جو موتی بن جاتی ہے۔ [36] کنارہ۔ [37] اپنے آپ کو آراستہ کرنے والا۔ [38] کثرت۔ [39] چھوٹی ڈبیہ۔ [40] سرخ رنگ کا ایک قیمتی پتھر۔ [41] طریقہ۔ [42] مراد معشوق۔ [43] پسینہ۔ [44] ایک کم قیمت موتی۔ [45] چنبیلی کے بدن والا۔ [46] جنگل۔ [47] موتی پیدا کرنے والی۔ [48] پاؤں کا تلوا۔

مشتری کہتے ہیں جس کو وہ اُٹھا لایا چرخ
ٹوٹ کر جو ترے سمرن[۴۹] سے گرا تھا گوہر

صبح اقبال و سعادت کا ستارہ چمکا
جو ترا طرۂ دستار کا چمکا گوہر

ترا آویزۂ[۵۰] سرپیچ[۵۱] کا اے قبلۂ خلق
صاف قندیلِ درِ[۵۲] مسجد اقصیٰ[۵۳] گوہر

حلب[۵۴] خلق میں ہے سینہ ترا آئینہ
عدنِ[۵۵] علم میں ہے قلب مصفا گوہر

پرورش دیوے چمن کو جو ترا ابرِ کرم
موتیا میں عوضِ غنچہ ہو پیدا گوہر

ماہ گہنے[۵۶] کے لئے ہے نہ کہ گہنے[۵۷] کے لئے
تیرے کینٹھے[۵۸] کا کہوں کیا اسے زیبا گوہر

دُرفشانی[۵۹] سے تری اتنے گہر ہیں ارزاں[۶۰]
لکھتے ہیں نسخۂ مفلس میں اطبا گوہر

عکس سے نیرِ اقبال کے دریا میں ترے ق
اے محیطِ[۶۱] کرم و جود[۶۲] کے یکتا[۶۳] گوہر

آب گوہر ہو تو آب بہ اعجاز نما
کفِ دریا کو بنائے یدِ بیضا گوہر

کوہ کا زہرہ[۶۴] کرے آب تری ہیبتِ عدل
گر یہ سن پائے کہیں سنگ نے توڑا گوہر

طبع نازک پہ تری بارِ گہر ہو جو گراں
پوستِ[۶۵] بیضۂ ماہی سے ہو ہلکا گوہر

آبِ دریائے کرم سے جو ہوں تیرے سیراب[۶۶]
ابرِ مردہ سے برسنے لگیں کیا کیا گوہر

آج محفل میں تری وہ گہر افشانی ہے
لگنِ[۶۷] شمع میں ہیں آنسوؤں کی جا گوہر

دستِ فراش[۶۸] میں جاروب ہے ریشِ فرعون
فرش پر تیلیوں میں اُلجھے جو صدہا گوہر

تیرے دوران[۶۹] حفاظت[۷۰] میں کہاں رنج و گزند[۷۱]
حق میں بیمار کے تبخالہ[۷۲] ہے لب کا گوہر

افعیٔ زلف کے کاٹے کو ہو جوں مہرۂ مار[۷۳]
گوشِ خوباں میں تہِ زلف سمن سا[۷۴] گوہر

سینہ صافی کا تری ایک ہے نقشہ دریا
دلِ روشن کا ترے ایک نمونہ گوہر

نقرۂ[۷۵] خنگ ترا ایسا بہ رنگِ شفاف[۷۶]
روبرو جس کی صفائی کے ہو میلا گوہر

[۴۹] مالا۔ [۵۰] لٹکا ہوا۔ [۵۱] ایک پیچ جو دستارِ شاہی پر لگاتے ہیں۔ [۵۲] دروازہ۔ [۵۳] ایک مسجد کا نام۔ [۵۴] ایک شہر جہاں آئینہ کا کام بہت ہوتا ہے۔ [۵۵] ایک شہر جہاں موتی بہت ہوتے ہیں۔ [۵۶] گرہن۔ [۵۷] زیور۔ [۵۸] گلے کے ایک زیور کا نام ہے۔ [۵۹] موتی بانٹنا۔ [۶۰] سستا۔ [۶۱] سمندر۔ [۶۲] سخاوت۔ [۶۳] لاثانی۔ [۶۴] کلیجہ۔ [۶۵] چھلکا۔ [۶۶] تروتازہ۔ [۶۷] ایک طشتری جسمیں شمع لگاتے ہیں۔ [۶۸] جھاڑو۔ [۶۹] زمانہ۔ [۷۰] نگہبانی۔ [۷۱] تکلیف۔ [۷۲] چھالہ۔ [۷۳] سانپ کا منکا جو زہر کو چوس لیتا ہے۔ [۷۴] چنبیلی کی خوشبو والا۔ [۷۵] سفید گھوڑا۔ [۷۶] بہت صاف۔

غرق دریائے جواہر میں ہے وہ کوہِ گراں | گل ہیں مہندی کے جھڑاں[۷۷] لعل پسینا گوہر
پیل تیرا ہی بلندی میں فلک سے افزوں | جھول میں جسکے ہیں انجم سے زیادہ گوہر
لیکے خرطوم[۷۸] میں جو آب ہو وہ قطرہ فشاں | دیوے جوں ابرِ بہاراں ابھی برسا گوہر
ہے ترے قطرۂ[۷۹] پیکاں[۸۰] سے دمِ بارشِ تیر | جگرِ چاکِ عدو میں صدف آسا[۸۱] گوہر
تیرا نیزہ ہے وہ طائر کہ عوض دانہ کے | مہرۂ پشت[۸۲] سے دشمن کے ہے چنتا گوہر
شعلۂ برقِ غضب سے ترے شاہا تہِ[۸۳] آب | مثلِ مریخ ہر اک سرخ ستارہ گوہر
مُہرداروں[۸۴] میں ہے دربار کے گر نامِ عقیق[۸۵] | آبداروں[۸۶] میں ہے سرکار کے ادنیٰ گوہر
گرجے گردوں کی طرح سے وہ باوازِ مہیب[۸۷] | جوہری جس کو کہ بتلائے ہے گرجا گوہر
ہو تری کلکِ کرم جب کہ شہا گوہر بار[۸۸] | جیبِ محتاج کے دامن میں ہو نقطہ گوہر
نقطۂ قافِ قلم سے جو ہو ترے ہمسر[۸۹] | قاف تک قاف سے ہو بیضۂ عنقا گوہر
سینہ صافی ہے تری ہووے صفا ایسی عام | دلِ کافر میں بھی ہو خالِ سویدا گوہر
ہو جو روشنگرِ[۹۰] عالم ترا نورِ دانش | ہوئے چینی میں پرویا کرے اعمیٰ[۹۱] گوہر
خسروا میں جو کہوں سب ترے اوصاف نکو | تو سدا منہ سے مرے پھول جھڑیں یا گوہر
ذوق کرتا ہے دُعا یہ پر اب ختمِ سخن | تاکہ[۹۲] ہو سنگ سے لعل آب سے پیدا گوہر
تا رہے بیضۂ خورشید پہ ہر روز طلا | تا گرہ میں رکھے شب عقدِ ثریا[۹۳] گوہر
دانۂ[۹۴] انجمِ گردوں سے پروتے جب تک | رشتۂ[۹۵] کاہکشاں[۹۶] میں شبِ یلدا[۹۷] گوہر
جب تلک جوشِ بہاراں سے ہو ائے دمِ[۹۸] صبح | ٹانکے شبنم سے سرِ دامنِ صحرا گوہر
ہر برس جشن ترا تجھ کو مبارک ہووے | برسیں نیسانِ کرم سے ترے شاہا گوہر
دوستوں کو ہو ترے گنجِ گہر روز نصیب | ہو نہ جز اشکِ[۱۰۰] سرِ دامنِ[۹۹] اعدا گوہر

۷۷ تمام ۔ ۷۸ سونڈ ۔ ۷۹ مراد نوک ۔ ۸۰ تیر ۔ ۸۱ مانند ۔ ۸۲ ریڑھ کی ہڈی ۔ ۸۳ نیچے ۔ ۸۴ بادشاہی مہر رکھنے والا نوکر ۔ ۸۵ ایک پتھر کا نام ہے ۔ ۸۶ پانی پلانے والا نوکر ۔ ۸۷ خوفناک ۔ ۸۸ موتی برسانے والا ۔ ۸۹ برابر ۔ ۹۰ روشن کرنیوالا ۔ ۹۱ اندھا ۔ ۹۲ جب تک ۔ ۹۳ ستاروں کا مجموعہ ۔ ۹۴ ستاروں کا دانہ یعنی مطلب ستارے ۔ ۹۵ تاگا ۔ ۹۶ آسمان پر ستاروں کی ایک سفید قطار ۔ ۹۷ سب سے لمبی اور تاریک رات ۔ ۹۸ وقت ۔ ۹۹ کنارہ ۔ ۱۰۰ آنسو ۔

قصیدہ ۱۰

ابو ظفر بہادر شاہ مرحوم کی مدح میں

ہے وہ جاندار وُئے مے نافعِ اعضاء و حواس
کہ دلِ مردہ ہو زندہ تنِ بے حس[1] حساس[2]

قطرۂ مے سے ترقی حواسِ خمسہ[3]
یوں ہو جس طرح کہ اک نقطہ سے ہوں پانچ پچاس

ہووے اس روغن[4] کبریت[5] سے مثلِ زرِ سرخ
رنگِ رخسار جو کلفت سے ہو ہم رنگِ نحاس[6]

خشک مغزوں[7] کو جو ہو بوئے گلاب اس کی بو
تر دماغ اتنا ہو دم لینے نہ دے فرطِ[8] عطاس[9]

قلب ماہیت[10][11] اگر اس سے نہ بالکل ہو تو کیوں
قلبِ انساں میں تہور[12] سے مبدل ہو ہراس[13]

اس کی دولت سے عجب کیا دلِ مفلس ہو غنی
کہ یہ ہے شربتِ دینار[14] علاجِ افلاس

دیوے ساقی جسے اک جام وہ دعوی سے کہے
آج جو پاس ہے میرے نہیں جمشید کے پاس

اللہ اللہ رے تری مستی و بالا دستی[15]
شب کہے مست کہ کر لونڈی[16] گردوں سے مساس[17]

سلسبیل[18] آکے اگر خلد[19] سے ہو آبِ سبیل[20]
کہے مدہوش کہ بجھتی ہے کوئی اس سے پیاس

زندگانی سے ہے مقصود شراب و ساقی
اور باقی تو ہے سب وہم[22] و خیال و وسواس[21]

زندگی چند نفس ہے کہو زاہد سے کہ تو
پاس کر عیش کا کیا کرتا ہے پاسِ[23] انفاس[24]

بیٹھ گوشہ میں نہ تو چھوڑ کے اس جلسہ کو
دیکھ رندانِ خرابات[25] نشیں کا اجلاس

مے نہیں بس قدحِ مینا میں مگر جلوہ فروز
کوئی خورشید لقا[26] ہے شفقی[27] رنگ لباس

اے خنک[28] دل کبھی تو اس سے ہو سرگرم نشاط
غم کو جا دل میں نہ دے جیکو نہ رکھ اپنے اداس

دل جو گھر غم کا ہو گیا اس میں ہو سرمایۂ عیش
وہ مثل ہے کہ کہاں گھونسلہ میں چیل کے ماس

دل پر وسوسہ کی ہوتی ہے مے سے وا شد[29]
کھلتا ہے ہاتھ سے ساقی کے یہ قفلِ وسواس

قصیدہ ۱۰ : ۱ حس نہ رکھنے والا ۔ ۲ محسوس کرنے والا ۔ ۳ پانچ ۔ ۴ تیل ۔ ۵ گندھک ۔ ۶ تانبا ۔ ۷ جس کے دماغ میں خشکی ہو ۔ ۸ زیادتی ۔ ۹ عطسہ کی جمع - چھینک ۔ ۱۰ بدلنا ۔ ۱۱ حقیقت ۔ ۱۲ بہادری ۔ ۱۳ خوف ۔ ۱۴ ایک شربت کا نام ۔ ۱۵ غلبہ ۔ ۱۶ لونڈی ۔ ۱۷ چھونا ۔ ۱۸ بہشت کی ایک نہر کا نام ۔ ۱۹ بہشت ۔ ۲۰ پانی جو راستہ میں مسافروں کے لئے رکھ چھوڑتے ہیں ۔ ۲۱ وسوسہ کی جمع - وہم ۔ ۲۲ وہم ۔ ۲۳ روکنا ۔ ۲۴ نفس کی جمع - سانس ۔ ۲۵ شراب خانہ ۔ ۲۶ صورت ۔ ۲۷ سرخ ۔ ۲۸ سرد مراد سست ۔ ۲۹ کھلنا ۔

میں یہ کہتا ہی تھا جو دل نے مرے مجھ سے کہا — توبہ کر توبہ نہ کر اتنی زیادہ بکواس
ایسے مردارِ بد افعال کا تو نام نہ لے — حامیٔ شرع ہے وہ بادشہِ پاک انفاس
شاہِ دیندار بہادر شہِ غازی جس نے — خانۂ توبہ و تقویٰ[30] کو کیا محکم اساس[31]
دور میں اس کے ہو گر مرتکب[32] مے کوئی — کرے ہر قطرہ کلیجے میں خراشِ الماس[34]
مے اگر آبِ بقا بھی ہو تو ہو وہ زہراب — جسکے پینے سی ہو جینے ہی سے مے خوار کو یاس[36]
دھوئے اس عہد میں گر زخم کو مے سی جراح — تو رہے حشر تلک سوزش و درد و آماس[37]
کہتے اِس آبِ شر انگیز کو ہیں آج لبشر — کہ یہ روغن ہے سرِ آتشِ شرِ خناس[38]
تا نہ باقی رہے مے اور نہ مے میں مستی — توڑنا سنگِ نمک سے ہے وہ شیشہ کا گلاس
احتساب[39] اسکا جو دے سنگ پہ شیشہ کو ٹپک — تو صدا ہو نہ بلند اس سے بجز حمد و سپاس[40]
مدحِ حاضر میں پڑھوں اُسکے کوئی مطلع میں — کہ سخن فہم و سخنور کا ہے وہ قدر شناس
نطقِ[41] شیریں وہ ترا شہد کہ ہر درد کو راس[42] — شان میں جسکے شہا فیہِ شفاءٌ للناس[43]
ہندوی زلف کے ہی پاس ہے مصحفِ رخ — عہد میں تیرے ہر کافر کو بھی اسلام کا پاس
مومیائی[44] ہو حمایت تری حق میں اُس کے — سخت گیری سی فلک توڑے کسی کی گر آس
بوٹی اکسیر کی اور پارس[45] اگر ہاتھ آئے — بل بے[46] ہمت ترے نزدیک یہ پتھر ہی وہ گھاس
چمنِ دہر میں نرگس بھی تری بخشش سے — رکھتی اک کاسۂ زریں ہی اور اک سیمیں طاس[47]
کیا عجب فیض سی گر ابرِ کرم کے تیرے — بید[48] مجنوں میں ہو پیدا ثمرِ سیب و گلاس[49]
تیری شمشیر کے آگے نہیں رکھتی ہرگز — مغربی تیغ مہِ نو کی شہا رتبۂ داس[50]
فیضِ تعلیم سی تیرے ہو جو منکر انساں — احمق الناس[51] اُسے جانیے بلکہ نسناس[52]
لوحِ تقدیر کے لکھے کو پڑھے حرف بحرف[53] — تربیت سے تری اُمی[54] بھی ہو یہ حرف شناس

[30] پرہیزگاری ⁂ [31] بنیاد ⁂ [32] اختیار کرنیوالا ⁂ [33] زخم ⁂ [34] ہیرا ⁂ [35] آب حیات ⁂ [36] نا اُمیدی ⁂
[37] سوج ⁂ [38] شیطان ⁂ [39] مراد انصاف ⁂ [40] شکر گزاری ⁂ [41] گفتگو ⁂ [42] موافق ⁂ [43] اسمیں لوگوں کے لئے شفا ہے۔ قرآن پاک کی ایک آیت کا جملہ ہے جو شہد کی تعریف میں کہا گیا ہے ⁂ [44] ایک بوٹی جس سی ٹوٹی ہوئی ہڈی جوڑتے ہیں ⁂ [45] ایک پتھر جس سے سونا بنانے کا کام لیتے ہیں ⁂ [46] واہ واہ ⁂ [47] چاندی کا تھال ⁂
[48] بید کی ایک خاص قسم ⁂ [49] ایک پھل کا نام ہے ⁂ [50] درانتی ⁂ [51] نہایت بیوقوف شخص ⁂
[52] بن مانس ⁂ [53] تمام ⁂ [54] ان پڑھ ⁂

یوں ترا حاسدِ پُر عیب ہے عالم میں حقیر
اسپِ بد فال کوئی جیسے میانِ نخاس

دیکھے آہو کو جو ضیغم تو وہیں عدل ترا
ڈھانک دے آنکھوں کو اسکی رِوِشِ گاوِ خراس

زہے خورشید کے طالع کہ شعاعِ خورشید
دمِ تزئیں ترے گھوڑے پہ لگے جائے قطاس

ایسا چالاک کہ اس طرح سے اڑ جاتا ہے
جس طرح عاشقِ دل باختہ کے ہوش و حواس

پہنچے اس رخشِ فلک سیر زمیں پیما کو
نہ منجّم کا خیال اور نہ مہندس کا قیاس

تیرا ہاتھی ہے فلک کاہکشاں ہے خرطوم
کان دو نو مہ و خور دم ہے ذنب سر ہے راس

ذنب و راس وہ جن سے ہوں سیہ بخت عدو
ماہ و خور وہ کہ ہوا خواہ ہوں روشن انفاس

رنگ ہاتھی کا سیہ اور وہ دانت اسکے سفید
کہتا ہے دیکھ کے یہ ظلمت و نور اپنا قیاس

طرفہ صنعت سے لپیٹا ہے شبِ یلدا نے
صفحۂ صبحِ منوّر کو مثالِ قرطاس

ختم کرتا ہے سخن ذوق دعا پر اس طرح
ق
تا ہوں دریا میں گہر کان میں پیدا الماس

توشۂ بحر و برائے شاہ سکندر فر ہو
دے خدا عمرِ خضر تجھ کو حیاتِ الیاس

عید ہر سال ہو فرخ تجھے باعیش و نشاط
تو ہمیشہ رہے خوش اور ترا بدخواہ اُداس

قصیدہ ۱۱

اکبر شاہ مرحوم کی مدح میں

صبحدم فکر جو تھا سیرِ فلک کا مشتاق
عرش پر اُڑ گیا اِک آن میں مانندِ براق

چمک اس برقِ جہاں کی ہو بیاں کیا کہ اگر
افقِ طبع پہ دکھلائے فروغِ اشراق

شعلۂ رنگ حنا کر کے اُڑا دیوے ابھی
نفس دل میں جو ہیں بند طیورِ اشواق

رات مجھ کو یہ فلک گرد وہاں لے کے گیا
کہ عقولِ عقلا کی تھی جہاں طاقت طاق

۵۴ منحوس۔ ۵۵ منڈی جہاں پرانا مال فروخت ہو۔ ۵۶ شیر۔ ۵۷ خراس کا بیل۔ ۵۸ سجانے کے وقت۔
۶۰ ایک قسم کی دریائی گائے کی دُم جس سے چنور بناتے ہیں۔ ۶۱ گھوڑا۔ ۶۲ آسمان کی سیر کرنے والا۔
۶۳ زمین کو ماپنے والا۔ ۶۴ ریاضی دان۔ ۶۵، ۶۶ دو ستاروں کے نام ہیں۔ ۶۷ دوست۔ ۶۸ عجیب۔ ۶۹ کاغذ۔ ۷۰ ایک پیغمبر کا نام ہے۔

قصیدہ ۱۱۔ ۱ لحظہ۔ ۲ بہشت کی ایک سواری کا نام جو گھوڑے کی طرح ہے۔ ۳ کوندنے والی۔ ۴ چمک۔ ۵ شوق کی جمع۔ ۶ آسمان کی طرح چکر لگانے والا۔ ۷ بیکار۔

فلسفی دہر کے جو جو تھے ہوئے مشائین[8] — نور اشراق سے تھے ہو گئے سب اہلِ رواق[9]
تھے سعادت سے جو سب برجِ فلک مالامال — بخت و دولت سے یہ لبریز تھا ہر قصر و وثاق[10]
تھی تعجب کی نہ جا بارِ جلالت سے ہو گر — حرکتِ چرخ گرانبار کی قطبین پہ شاق[11]
انجم ثابت[12] و سیار سعادت سے بہم — یوں نظر آئے کہ جوں دست و بغل اہلِ وفاق[13]
نجم ناہید۔ لقب جسکا ہے رقاصِ فلک — تھا چپ و راست بہ آہنگ رہاب و عشاق
بدر تھا پل میں قمر۔ پل میں نظر آتا ہلال — خدمتِ دائرہ داری میں تھا ہر رنگ سے طاق[14]
اسکا طنبور[15] جو دیتا تھا سُروں کو بہتات — جرمِ خورشید سے ہوتی تھی شعاعیں اشراق[16]
تیر گردوں کا خوشی سے تھا جو دل لہراتا — دے کے ترتیب ثریا کو باقسام اَیاق[17]
جلترنگ[18] ایسی بجاتا تھا کہ سب وجد میں تھے — لعبتانِ[19] فلکی صورتِ اہلِ اذواق[20]
نظر آجاتا تھا گر اخترِ بدکار[21] کوئی — دیتا مریخ دمِ تیغ سے اس کو الحاق[22]
ہاتھ بھر مار کے چو رنگ[23] کا اک پھرتی سے — دم میں تھا اپنے طپنچہ[24] پہ چڑھاتا چقماق[25]
جو چلا پارہ تن اسکا سوئے عالم خاک — یہ اُڑا اسپہ تڑاقا وہ اڑا اسپہ تڑاق[26]
سعدِ اکبر کو جسے کہتے ہیں قاضئ فلک — حسن کو عشق سے دیتا تھا بہم ربطِ وفاق[27]
ہوتا زاہد بھی تھا آمادہ پئے دامادی — زالِ[28] دنیا کو جو تھا بیٹھ رہا دیکے طلاق[29]
چرخِ ہفتم پہ فلک ہے تو بطی الحرکت[30] — عالم خاک میں پر ہے تگ و دو[31] کا مشتاق
مدِ نفخ[32] تفریح سے پُر باد ہے گردوں کا شکم — لیکن اسوقت میں تنقیہ[33] بہت اسکو ہے شاق
ہے جو ہر کوچہ میں آرائشِ نوبت خانہ — خالی آوازِ دمامہ[34] سے نہ ہو کوئی رواق[35]
یوں جو آراستہ افلاک پہ ہو بزم طرب — گلشن عیش و طرب کیوں نہ ہو بزم آفاق[36]
آج وہ روزِ ہمایوں ہے جسے کہتے ہیں عید — بذلہ سنجی[37] میں شگفتہ ہے دل اہلِ مذاق

۸ و ۹ حکما کے دو گروہوں کے نام ۔ ۱۰ بالاخانہ ۔ ۱۱ ناگوار ۔ ۱۲ نہ گردش کرنے والا ستارہ ۔ ۱۳ گانے کی سروں کے نام ۔ ۱۴ ماہر ۔ ۱۵ ایک باجہ کا نام ۔ ۱۶ اشراق ہونا۔ نکلنا ۔ ۱۷ پیالے ۔ ۱۸ ایک باجہ کا نام ۔ ۱۹ پتلیاں ۔ ۲۰ شوقین لوگ ۔ ۲۱ نحس ستارہ ۔ ۲۲ ملنا ۔ ۲۳ چار ٹکڑے کرنا ۔ ۲۴ پستول ۔ ۲۵ وہ پتھر جس سے آگ نکالتے ہیں۔ مراد دیاسلائی ۔ ۲۶ کوڑا مارنے کی آواز ۔ ۲۷ دوستی ۔ ۲۸ بڑھیا ۔ ۲۹ طلاق دینا۔ چھوڑ دینا ۔ ۳۰ دیر سے حرکت کرنے والا ۔ ۳۱ دوڑ دھوپ ۔ ۳۲ پھولنا ۔ ۳۳ پاک صاف کرنا ۔ ۳۴ نقارہ ۔ ۳۵ مکان ۔ ۳۶ دنیا ۔ ۳۷ مذاق کی باتیں کرنا

بزمِ خسرو میں چل اے باربدِ بزمِ سخن
سب یہ کہتے ہیں کہ تو نکتہ سرائی میں ہے طاق

تیرا قانون[38] ترے پاس خطِ مسطر ہے
چھیڑ دے زابل و تبریز و خراساں و عراق

تیرے نغمے تیرے مضموں ہیں بہ شہنائے[39] قلم
دلکشی پر ہے سرِ دست کمر بستہ و چاق[40]

زمزمے مدح کے لکھ اسکی جسے کہتے ہیں سب
نائبِ ختمِ رسل ۔ ظلِ خدائے خلاق[41]

کون وہ یعنی شہنشاہ محمد اکبر
دستِ بخشش سے خجل جسکے ہے بحرِ آفاق

طبعِ[42] نقاد کی گر اس کی رقم ہو توصیف
مہرۂ[43] اختر کا ہوا و زماہ سے آئے مہراق[44]

نیرِ جاہ سے خورشید ہلال آسا[45] ہے
کاہش رشک سے رکھتا ہو سِل سند قاق[46]

عطر سے شیشۂ افلاک ہو دم میں لبریز
ہووے گر لخلخہ[47] سا اس کی نسیمِ اخلاق

خسرو ارات کو تھا منزلِ دلمیں ہیرے
کارواں شہرِ سمرقند کا رکھتا اتراق[48]

اُنکے خز جیبوں سے چن چن کے ہیں لایا ہوں متاع
مدح حاضر کے لئے تیرے بہ صد استغراق[49]

تو ہے وہ نسلِ خواقیں بہ تتارِ آفاق
جس نے توراں سے کیا ہند میں آکر قشلاق[50]

گر ترا مہر[51] طبیعت ہو بجوزائے غضب
زمہریر[52] از پئے آرام جہاں ہو ییلاق[53]

گر نہ دے حکم تو پھر ابر کے سینہ میں کبھی
رحمتِ عام نہ ہو مایۂ مائے مہراق[54]

تر زبانِ وصف میں سب ہیں ترے طفلانِ نبات[55]
دایۂ غیب سے پلواتا ہے شیرِ اشفاق[56]

تیرے شبلانِ[57] کرم پر ہے زمانہ مہماں
مہ و انجم سے فلک پر ہیں مہیا اطباق[58]

گر سبق لیں نہ ترے فلسفۂ حکمت سے
اہلِ یوناں پہ نہ ہووے حکماء کا اطلاق

ہوں نظر سے کبھی باہر نہ غوامض[59] کے طیور
تیرے شہبازِ فراست کا ہے یہ استحقاق

درکِ امراض کریں جبکہ انامل[60] تیرے
نبض آسا متحرک ہو رگِ سنگِ سماق[61]

دیکھ کر نجمِ سعادت کا ترے حسنِ طلوع
مادرِ شب بسپرِ مہ کو کرے شرم سے عاق[62]

٣٨ ایک باجے کا نام ، ٣٩ ایک باجے کا نام ، ٤٠ چست و چالاک ، ٤١ پیدا کرنے والا ، ٤٢ پرکھ کرنے والا ، ٤٣ شطرنج کا مہرہ ، ٤٤ شطرنج ، ٤٥ مانند ، ٤٦ تپ دق ، ٤٧ ایک خوشبو کا نام ، ٤٨ اترنا ، ٤٩ کسی خیال میں محو ہونا ، ٥٠ گرم ملک ، ٥١ سورج ، ٥٢ سرد کرہ ، ٥٣ سرد ملک ، ٥٤ بٹنے والا ، ٥٥ روئیدگی ، ٥٦ مہربانی ، ٥٧ امیر آدمیوں کا دسترخوان ، ٥٨ طبق کی جمع ۔ طشتریاں ، ٥٩ باریکیاں ، ٦٠ انگلیاں ، ٦١ سفید پتھر ، ٦٢ فرزندی سے محروم کرنا ۔

تو جو محراب عبادت میں رکھے سر بسجود — طاق مسجد میں جھکے آ کے سر ہفتم طاق
پاس دیں تیرا جو زنار کی چاہے تبدیل — دوش گردوں پہ خط منطقہ ہو خط نطاق [٦٢]
ہو گیا تیغ سیہ تاب سے ہی سرمہ گلو — دم نہ ماریگا ترے آگے حسود بقباق [٦٤]
رعب شمشیر ترا یوں ہو شپر [٦٥] سے دہ چند — جیسے نقطہ سے کریں ایک کو دس اہل سیاق [٦٦]
ہو ترے فیض تکلم [٦٧] سے شفا عام تو ہو — زہر کی جا دہن مار میں پیدا تریاق
عدل نے تیرے سکھا دفع یہ کی خونریزی — فصد کی منع اطبا نے پئے رفع خناق [٦٨]
اللہ اللہ رے لشکر کا ترے خیل [٦٩] و حشم [٧٠] — ہم عدو جس سے نہ افریک [٧١] ہو نہ ہمسر قلماق [٧٢]
تیرے دربار جلالت کے جو ہیں میر غضب [٧٣] — کہکشاں کو ہیں سر دوش لئے مثل چقماق [٧٤]
اور اک مطلع دلکش نے طبیعت سے مری — ہے ترے عدل کی تعریف میں پایا الصاق [٧٥]
اٹھ گیا مدرسہ دہر سے یہ شر [٧٧] و شقاق [٧٦] — زید سے عمر کے دل میں نہیں باقی ہے نفاق
چرخ کے گنبد بے در میں رہینگے محبوس — دم نہ ماریں گے مگر گونج کے شور و شلتاق
گر لکھوں وصف ترے اسپ جہانگرد [٧٨] کا میں — دے فلک از پئے پامال قلم ہفت اوراق
تن میں اس طرح سے ہے اسکے بھڑکتی شوخی — قفس تن میں ہو جوں طائر جان عشاق
ماہی زیر زمیں لوٹ کے ہو جائے کباب — جھاڑے گر سنگ پہ وہ نعل سے اپنے چقماق [٧٩]
وقت کو باندھ کے فتراک [٨٠] میں راکب اسکا — چرخ پر دائرے کھینچا کرے مانند نطاق [٨١]
اس فلک سیر کو گلگشت [٨٢] میں گر تو شاہا — جودت [٨٣] طبع کی جنبش کا چھوا دے طراق [٨٤]
یوں اڑے سوئے فلک جیسے یہ تفریح مشام — بوئے گل جائے تنفس میں دم استنشاق [٨٥]
کیا لکھوں وصف ترے فیل فلک پیکر کا — کہ گرانباری ہے اسکی تن البرز پہ شاق [٨٦]
عمر بھر مطبخ عالی میں رہا نعمت خوار — صفحۂ اطعمہ [٨٧] پر خام رہا جوں بسحق [٨٨]
ہیں ستاروں کی بھی آنکھیں انہی ہاتھوں کو لگی — نور ہمت کا زمانہ میں جو ہے عام انفاق [٨٩]

٦٣ چٹکہ ٭ ٦٤ بک بک کرنیوالا ٭ ٦٥ ڈھال ٭ ٦٦ ریاضی دان ٭ ٦٧ گفتگو ٭ ٦٨ گلے کی بیماری کا نام ٭ ٦٩ گروہ ٭ ٧٠ دبدبہ ٭ ٧١ ٧٢ دو بادشاہوں کے نام ہیں ٭ ٧٣ جلاد ٭ ٧٤ وہ جسے پتھر پر مار کر آگ نکالتے ہیں ٭ ٧٥ ملنا ٭ ٧٦ دشمنی ٭ ٧٧ فتنہ وفساد ٭ ٧٨ جہاں کا چکر لگانے والا ٭ ٧٩ پتھر جس سے آگ نکالتے ہیں ٭ ٨٠ شکار بند ٭ ٨١ حلقہ ٭ ٨٢ پھولوں کی سیر ٭ ٨٣ تیزی ٭ ٨٤ کوڑا ٭ ٨٥ سونگھنا ٭ ٨٦ ناگوار ٭ ٨٧ طعام کی جمع ٭ ٨٨ ایک شاعر کا تخلص ٭ ٨٩ خرچ کرنا ٭

بر سرِ دشمنِ بد کیش بہنگامِ وغا — گر قشون[90] ہووے جلو ریز بہ شستِ قبچاق[91]

تو عجب کیا ہے کہ اِس کشورِ برفانی میں — شعلۂ تیغ شرر بار ہو برقِ حراق[92]

دل مرا ہو گیا اسوقت ہے وہ عالمِ نور — جس کی مشرق سے کریں نور معانی اشراق

کرو عا صدقِ ارادت سے کہ ہے وقتِ دعا — کیوں خموشی ہے کیا ذوق زباں کو مشّاق[93]

دوش گردوں پہ ہو تا فرغلِ[94] سنجاب[95] غمام — سبزۂ تا خاکپہ ہو پیرہنِ استبراق[96]

دخت[97] رز کو بہ سرِ محفلِ اہلِ تقوے — جب تلک سینۂ مینا میں رہے دردِ فواق[98]

تجھ کو آفاق میں ہووے رمضاں بھی سر عید — ہو ترے رویتِ دیدار پہ عیدِ آفاق

اور ترے نیرِ اقبال کے آگے دشمن — یوں رہے جیسے کہ ہو ماہ بایّام محاق[99]

صفحۂ دہر سے پھر گردشِ افلاک اسے — حرفِ باطل کی طرح دیکو جہاں سے ازہاق[100]

قصیدہ ۱۲

ابوظفر بہادر شاہ مرحوم کی مدح میں

ایک خورشید لقا[1] طرفہ[2] جوانِ ارشق[3] — تابِ رخسار فلق[4] سُرخیِ رخسار شفق[6]

وہ جبیں[7] ماہ مبیں اُسپہ خطِ چینِ[8] جبیں — تھی وہ انگشت نبی جسنے کیا ماہ کو شق[9]

کرے دو ٹکڑے جگر کھینچ کے ابرو تلوار — باندھ کر کھینچ لے دل زلفِ مسلسل کی وہق[10]

تیر انداز[11] جو مژگاں تو ادا دشنہ گداز[12] — چشم ابلق تو نگہ ترکِ سوارِ ابلق[14]

غمزہ و ناز و کرشمہ وہ بلا غارت گر — کہ نہ چھوڑیں تنِ عشاق میں جاں ایک رمق[15]

سرو قامت سمن اندام گلستاں رخسار — ہونٹ گلبرگ[16] دہن غنچہ و بینی زنبق[17]

[90] دستہ مراد فوج [91] ایک جنس کا نام [92] جلا دینے والی [93] مشق کرنے والا [94] اوورکوٹ [95]-[96] ریشمی کپڑوں کے نام [97] شراب [98] ہچکی [99] چاند کا گرہن [100] مٹانا

قصیدہ ۱۲: [1] صورت [2] عجیب [3] اونچے قد والا [4] چمک [5] صبح کی سپیدی [6] وہ سرخی جو آسمان پر شام کے وقت نمودار ہوتی ہے [7] ماتھا [8] ماتھے کا شکن [9] شق کرنا۔ پھاڑ دینا (نبی کریم صلعم نے انگشت مبارک کے اشارہ سے چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے تھے) [10] کمند [11] تیر چلانے والا [12] چھری چلانے والا [13] مراد معشوق [14] سیاہ و سفید گھوڑا [15] تھوڑی سی [16] پھول کی پنکھڑی [17] ایک پھول کا نام

سرو قامت ہی اگر اس کے ہو طوبیٰ[18] سرکش — راست ہاں راست ہے یہ کُل طویلٌ احمق[19]

شکر آمیختہ بادام مقشّر[20] دنداں — سیب فردوس زنخداں لبِ خنداں فستق[21]

کھلنا اس کے دہنِ تنگ کا ایسا مشکل — جیسے دشوار ہو مفہوم کلامِ مغلق[22]

مصحفِ رو[23] ہے کتابی کو جو دیکھو اس کے — تو کہیں صورتِ اخلاص[24] نہ پاؤ مطلق

لوحِ رنگیں سے نہ زیبا ہو بیاضِ[25] گردن — تا کہ ہو سرخیٔ شنجرف نہ خونِ ناحق

دست و بازو و بر[26] و دوش[27] عجب صبح بہار — پنجہ و پنجۂ خورشید و حنا رنگ شفق

سینہ تا ناف صفا آب گہر کا دریا — ناف اک عکسِ ذقن[28] اسمیں بجائے زورق[29]

نازکی ایسی کمر اس کی کہ سمجھنا مشکل — جس طرح شعر خیالی میں ہوں معنی ادق[30]

ہے گراں اس پہ نزاکت سے نہ باندھے ہرگز — گر ہو تارِ[31] نظر دیدۂ عنقا منطق

اس کا زانو وہ مصفا کہ اگر دیکھے اسے — آئینہ آبِ خجالت[32] میں رہے مستغرق[33]

کیا کہوں ساقِ[34] بلوریں کی صفائی اس کی — شمع گر دیکھے اسے شرم سے آجائے عرق[35]

قد جو گلبن تو وہ پاؤں کے حنائی ناخن — نیچے گلبن کے پڑے بکھرے ہوئے گل کے ورق[36]

آکے بالیں[37] پہ وہ طنّاز[38] سراپا انداز — مجھ سے یہ کہنے لگا کیوں ہو تو غمگیں ناحق

مژدۂ عید سے ہر گلشنِ عالم میں بہار — نغمۂ عیش سے ہے بزمِ جہاں میں رونق

دوش[39] پہ سروِ لبِ جو کے ہے اک سبز قبا — بر میں لالہ کے بھی گلشن میں ہے گلگوں یلمق[40]

جوشِ[41] سبزہ سے ہے وہ فرش سرِ صحنِ چمن — کوئی مخمل اسے کہتا ہے کوئی استبرق[42]

باغِ عالم میں ہے یہ جوشِ بہارِ عشرت — ٹپکے ہے نخل سے مستی میں ہمیشہ راوق[43]

تو بھی کر تہنیتِ[44] عید کا اس کے ساماں — کہ ہے وہ خسروِ دیں حامیٔ دینِ برحق

وہ بہادر شہِ غازی کہ دمِ[45] معرکہ ہوں — اسکے تیروں کے ہدف اسکے حسودوں کے حدق[46]

۱۸ بہشت کے ایک درخت کا نام ۔ ۱۹ ہر لمبا آدمی بیوقوف ہوتا ہے ۔ ۲۰ چھلا ہوا ۔ ۲۱ پستہ ۔ ۲۲ مشکل ۔ ۲۳ گول چہرہ ۔ ۲۴ محبت ۔ قرآن شریف کی ایک سورت کا نام ۔ ۲۵ سفیدی ۔ ۲۶ بغل ۔ ۲۷ کندھا ۔ ۲۸ ٹھوڑی ۔ ۲۹ کشتی ۔ ۳۰ بہت باریک ۔ ۳۱ نگاہ کا ڈورا ۔ ۳۲ شرمندگی ۔ ۳۳ ڈوبا ہوا ۔ ۳۴ پنڈلی ۔ ۳۵ پسینہ ۔ ۳۶ پتیاں ۔ ۳۷ سرہانہ ۔ ۳۸ ناز کرنے والا ۔ ۳۹ کندھا ۔ ۴۰ اچکن ۔ ۴۱ کثرت ۔ ۴۲ ایک ریشمی خوبصورت کپڑے کا نام ۔ ۴۳ شراب ۔ ۴۴ مبارکباد ۔ ۴۵ وقت ۔ ۴۶ آنکھوں کے حلقے ۔ مراد آنکھیں ۔

مدح اس کی ہی مناسب تجھے بلکہ انسب[۴۷] — یعنی توصیف کے لائق ہی وہ بلکہ الیق[۴۸]
سن کے یہ میں نے کہا مدح میں اسکے مطلع — جسپہ احسنت[۴۹] کہیں مجھ کو لبید و عمق[۵۰،۵۱]
تو ہے وہ نائب ختم رسل[۵۲] اے سایۂ حق — کہ ترے سایہ میں ہی گلشن دیں کو رونق
ابر رحمت کا ہے سایہ ترا اے سایۂ حق — کیونکہ سایہ میں ترے ہو نہ جہاں کو رونق
کس کا مقدور[۵۳] کہ سرتاب ترے حکم سے ہو — جو ترا امر ہے الحق[۵۴] جو کہے تو صدق
ذکر حق سے کوئی خالی نہیں تیرا ہی وہ دور — کرتا میخانہ میں ہی شیشۂ مے بھی حق حق
گر کرے نشو و نما نامیۂ[۵۵] فیض ترا — گل جو ہو شمع سے پیدا تو گلاب و زنبق[۵۶]
حرف ہیبت کا تری کوئی زباں پر آیا — ہو گئی دقت کتابت جو زبان خامہ کی شق[۵۷]
نطق شیریں سے ترے ہووے حلاوت[۵۸] گر عام — کام[۵۹] میں خلق کے بورا[۶۰] ہو بجائے بورق[۶۱]
ناتوانوں کو جو دے زور حمایت تیری — مارے لات اڑ کے سر پیل[۶۲] دماں بچۂ بق[۶۳][۶۴]
کہتے ہیں برق جہاں جسکو وہ ہی ایک ادنی — توپخانہ میں ترے توپ پہ زریں بیرق[۶۵]
کوتہی جس پہ کرے کاہکشاں کی بھی کمند — وہ تری ہمت عالی کا ہے عالی جوسق[۶۶]
قطرہ افشاں ہو اگر تیرا سحاب ہمت — بوٹی اکسیر کی پیدا ہو بجائے سرمق[۶۷]
کرتا ادنی کو جو اعلی نہ ترا منصوبہ — پاتا شطرنج میں فرزیں[۶۸] کا نہ رتبہ بیذق[۶۹]
کرتا اک جست[۷۰] میں ہر ماہی گرداں کا شکار — طائر تیر ہوائی ترا مثل لقلق[۷۱]
ق اے شہ دادگر اے خسرو انصاف پرست — اللہ اللہ رے عدالت کا تری نظم و نسق[۷۲]
اتنا عالم میں حذر خوں سے ہے خونخواروں کو — خون فاسد کو بھی ہرگز نہ کرے نوش علق[۷۳]
پرتوافگن[۷۴] ہو اگر روشنی طبع تری — ابرق آئینہ ہو اور سنگ سیہ ہو ابرق
مشتری بھی ترے شطرنج کا اک مہرہ ہے — آفتاب ایک ترے گنجفہ[۷۵] کا گر ہے ورق

۴۷ زیادہ مناسب ۔ ۴۸ بہت لائق ۔ ۴۹ واہ واہ ۔ ۵۰، ۵۱ عرب کے دو مشہور شعرا کے نام ۔ ۵۲ رسولوں کے آخری رسول یعنی حضرت محمد ۔ ۵۳ طاقت ۔ ۵۴ سچ ۔ ۵۵ بڑھانے والی قوت ۔ ۵۶ ایک خوشبودار پھول کا نام ۔ ۵۷ ٹکڑے ۔ ۵۸ مٹھاس ۔ ۵۹ منہ ۔ ۶۰ شکر ۔ ۶۱ تلواروں کی چمک ۔ ۶۲ مست ۔ ۶۳ مچھر ۔ ۶۴ کودنے والی ۔ ۶۵ جھنڈی ۔ ۶۶ محل ۔ ۶۷ بتھرے کا ساگ ۔ ۶۸ شطرنج کا ایک مہرہ ہے جسے وزیر کہتے ہیں۔ ۶۹ شطرنج کا مہرہ جسے پیادہ کہتے ہیں ۔ ۷۰ کودنا ۔ ۷۱ ایک پرندے کا نام جو اڑتے اڑتے مچھلی پکڑ کر لیجاتا ہے ۔ ۷۲ انتظام ۔ ۷۳ جونک ۔ ۷۴ سایہ ڈالنے والا ۔ ۷۵ ایک کھیل کا نام ۔

ابر ہے گرچہ مثالِ ہمدم ندیدہ　　ق　　گر تری برقِ غضب جھاڑ دے اسپر چقماق[6]

تو شتابہ[7] سی بھی جل اٹھے زیادہ وہ شتاب　　　آگ لگ جانے میں دیر اسکے نہ ہووے مطلق

تیرے توسن ہیں وہ جلدی کہ اگر چھیڑ دے تو　　　یوں وہ اڑ جانے کہ جیسے سرِ آتش زیبق[8]

شمس کو پہنچے تری رائے سی یوں مشرق میں نور　　ق　　تو ہو مغرب میں گرا اے پرتوِ نورِ مطلق

جس طرح روشنیٔ قلب سے اہلِ اشراق[9]　　　عرصۂ دور سے شاگرد کو دیتے ہیں سبق

ذوق کرتا ہے ثنا ختم دعا پر اس طرح　　ق　　تا کہ ہوں ارض و سما دونو طبق زیرِ طبق

ہووے ہر سال مبارک تجھے عیدِ رمضاں　　　اور دشمن کو رہے تیرے سدا رنج و قلق[10]

قصیدہ ١٣

ابو ظفر بہادر شاہ مرحوم کی مدح میں

ہے آج جو یوں خوشنما نورِ سحر رنگِ شفق　　　پرتو ہے کس خورشید کا نورِ سحر رنگِ شفق

یہ جوشِ نسرین و سمن یہ لالہ و گل کا چمن　　　گلشن میں گویا چھا گیا نورِ سحر رنگِ شفق

ہر سرو قد غنچہ دہن زیبِ چمن شانِ چمن　　　ہر سیمبر گلگوں قبا نورِ سحر رنگِ شفق

افشاں جبیں پر سر بسر مہتابِ انجم جلوہ گر　　　اور گورے ہاتھوں میں حنا نورِ سحر رنگِ شفق

لب پر تبسم ہے کہ ہے جوشِ بہار و موجِ گل　　　دنداں ہا نخوردہ ہیں یا نورِ سحر رنگِ شفق

ہر مجمع پیر و جواں اک طرفہ مشرق ہے کہ واں　　　روشن دلِ رنگیں ادا نورِ سحر رنگِ شفق

جامِ بلوریں میں ہے یوں عکسِ شرابِ لالہ گوں　　　ہو جیسے کیفیت[11] فزا نورِ سحر رنگِ شفق

حسنِ گلِ مہتاب[12] نے جوشِ گلِ سیراب نے　　　کیا باغ میں چمکا دیا نورِ سحر رنگِ شفق

٦ چنگاری ۔ ٧ تاگا جس پر بارود پسا ہوا ہوتا ہے ۔ ٨ پارہ ۔ ٩ حکیموں کا ایک گروہ ہے جو صفائی باطن کی وجہ سے اپنے شاگردوں کو کئی میلوں کے فاصلہ پر سبق پڑھاتے ہیں ۔ ١٠ غم ۔

قصیدہ ١٣ ۔ ١ فجر کی روشنی جو سفید ہوتی ہے ۔ ٢ وہ سرخی جو سورج نکلتے یا ڈوبتے وقت آسمان کے کناروں پر نمودار ہوتی ہے ۔ ٣ سایہ ۔ ٤ ایک پھول کا نام ۔ ٥ چنبیلی ۔ ٦ چاندی کی بغل والا معشوق ۔ ٧ سرخ ۔ ٨ اچکن ۔ ٩ کوٹا ہوا ابرق ۔ ١٠ لوگوں کی بھیڑ ۔ ١١ لطف بڑھانے والا ۔ ١٢ ایک سفید رنگ والے پھول کا نام ۔

دیکھے چمن میں برگِ گل آلودہ شبنم جو کل — خجلت سے پانی ہو گیا نورِ سحر رنگِ شفق
ہے شوق کو بالیدگی ہی ربط کو چسپیدگی[13] — کس رنگ ہوں ملکر جدا نورِ سحر رنگِ شفق
ساقی مئے عشرت سی بھر ساغر کہ ہی[16] اس رنگ کی — آب و ہوا جائے فضا نورِ سحر رنگِ شفق
جشنِ بہادر شاہ ہے روزِ علوِّ[14] جاہ[15] ہے — ہی اس لئے بہجت فزا نورِ سحر رنگِ شفق
وہ خسروِ روشن گہر جسکو خجل ہوں دیکھ کر — ماہ و ثریا و سہا نورِ سحر رنگِ شفق
اک صاف مطلع میں لکھوں اور وہ ثنا سی رنگ دوں — ہوں دیکھ کر غرقِ حیا نورِ سحر رنگِ شفق
روکش[17] ہو تیرے رخ سی کیا نورِ سحر رنگِ شفق — ذرّہ ہی تیرے فیض کا نورِ سحر رنگِ شفق
اے آفتابِ عز و شاں تیری جبیں سے ہے عیاں — نورِ یقیں رنگِ حیا نورِ سحر رنگِ شفق
روشن بیانی سی تری رنگیں کلامی سے تری — شرمندہ ہوتا ہے سدا نورِ سحر رنگِ شفق
وہ سیمگوں[18] ایواں[19] ترا وہ سائباں رنگیں کھچا — لیں وام[20] اب جس سی صفا نورِ سحر رنگِ شفق
فانوس[21] شیشہ لعلگوں روشن تری محفل میں یوں — گویا کہ شیشہ میں بھرا نورِ سحر رنگِ شفق
انصاف نے تیرے شہا سیماب[22] و آتش کو کیا — یوں جمع جیسے اکیجا نورِ سحر رنگِ شفق
تیری امان[23] و حفظ سی ہو جائے حق میں شمع کے — نارِ خلیل[24] آبِ بقا[25] نورِ سحر رنگِ شفق
خورشید تجھ سی فیض کو پہنچے تو مشرق میں ہو — جز درّ و لعلِ بے بہا نورِ سحر رنگِ شفق
جس پر کہ تو ہووے غضب ہو اسکے حق میں کیا عجب — سیلِ[26] فنا برقِ بلا نورِ سحر رنگِ شفق
شمشیر کی تیری چمک خونِ عدو سی یک بیک — دکھلائے ہی روزِ دغا[27] نورِ سحر رنگِ شفق
پیکانِ[28] تیر الماسگوں منہ سرخ سوفار[29] ولی کر یوں — گویا لگا کر پر اڑا نورِ سحر رنگِ شفق
جلوہ ہی تیری مہر کا شعلہ ہی تیرے قہر کا — ہے جس کو عالم جانتا نورِ سحر رنگِ شفق
اسپِ حنا بستہ ترا وہ نقرہ[30] خنگِ[31] بادپا[32] — غیرت سی جس کے اڑ گیا نورِ سحر رنگِ شفق
ق
اب ذوق کی ہی یہ دعا جبتک رہے شاہنشہا — خورشید و مہ ارض و سما نورِ سحر رنگِ شفق

[13] لپٹنا۔ [14] بلندی۔ [15] مرتبہ۔ [16] خوشی بڑھانے والا۔ [17] مقابل۔ [18] چاندی کے رنگ والا۔ [19] محل۔ [20] قرض۔ [21] لیمپ کا سرپوش۔ [22] پارہ۔ [23] نگہبانی۔ [24] وہ آگ جسمیں حضرت ابراہیم کو ڈالا گیا تھا اور وہ گلزار بن گئی تھی۔ [25] آبِ حیات۔ [26] سیلاب۔ طوفان۔ [27] لڑائی۔ [28] تیر کی نوک۔ [29] تیر کا وہ حصہ جو چلّہ پر چڑھاتے ہیں۔ [30] سفید۔ [31] گھوڑا۔ [32] تیز رفتار۔

جبتک لباسِ مہر کو صابون اور شنجرف ہو — زینت دہِ صبح و مسا[۳۲] نورِ سحر رنگِ شفق
ہر جشن فرخ ہو تجھے اِس طرح آب و تاب سے — ہوں تیرے محتاجِ ضیا نورِ سحر رنگِ شفق
شاہا زمانہ میں ہوتا با آبرو اور سرخ رو — ہو جلوہ گر مشرق سے تا نورِ سحر رنگِ شفق
دشمن کا تیرے منہ ہو فق اور خون بھی دل ہو کے شق — دیکھے نہ وہ اسکے سوا نورِ سحر رنگِ شفق

قصیدہ ۱۴

اکبر شاہ مرحوم کی مدح میں

طرب افزا ہے وہ نوروز کا نارنجی رنگ — دیکھ کر بھاگے جسے رنج ہزاروں فرسنگ[۱]
بل بے بالیدگیٔ عیش کہ برگِ گل پر — قطرۂ شبنم کا ہے مینائے[۲] شراب گلرنگ
واہ کیا گلشنِ آفاق میں ہے جوشِ بہار — چہچے کرنے لگی بلبل تصویرِ فرنگ[۳]
کلکِ نقاشیٔ قدرت سے گلستاں میں ہے آج — تختۂ لالہ و گل صفحۂ نقشِ ارژنگ[۴]
خسروا آج کیا تو نے وہ جشنِ نوروز — دیکھ کر جس کے تجمل کو ہو جمشید[۵] بھی دنگ
ہے تری بزم طرب میں پئے رسمِ نوروز — صورتِ بیضۂ رنگیں فلکِ مینا رنگ
مشک افشاں ہو جہاں میں جو تری نکہتِ[۶] خلق — ناف آہوئے ختن[۷] سے نہ ہو کم داغِ پلنگ
بلکہ ہو جوشِ بہارانِ کرم سے تیرے — کیا عجب شاخ[۸] میں آہو کے گلِ رنگا رنگ
تیرے انصاف سے ہو بزمِ جہاں میں شاہا — شمع گلگیر[۹] سے اور شمع سے محفوظ پتنگ[۱۰]
ہوا اگر شعلہ فشاں تیری ذرا آتشِ قہر — تو سمندر[۱۱] رہے پانی میں بجائے خرچنگ[۱۲]
زیرِ راں نیرے ہے وہ توسنِ چالاک کہ تو — ق — چھیڑ دے ایک ذرا اسکو جو وقتِ صفِ جنگ
یوں کرے جست[۱۳] کہ جیسے سرِ میدان نبرد[۱۴] — منہ سے اُڑ جائے حریفوں کے ترے خوف سے رنگ
رکھتی ہے عمر سے تپ لرزہ ہیبت سے ترے — نبضِ محموم[۱۵] کے مانند جبل میں رگِ سنگ

[۳۳] شام ۔ [۳۴] مبارک ۔ [۳۵] روشنی ۔

قصیدہ ۱۴ ۔ [۱] کوس ۔ [۲] بوتل صراحی [۳] یورپ ۔ [۴] مانی (چین کا مشہور مصور) کی تصویروں کی کتاب ۔ [۵] ایک بادشاہ کا نام جس نے نوروز کا جشن ایجاد کیا تھا ۔ [۶] خوشبو ۔ [۷] ایک شہر کا نام ۔ [۸] سینگ ۔ [۹] جس سے لیمپ کی بتی کاٹتے ہیں ۔ [۱۰] پروانہ جو شمع پر جل کر مرتا ہے ۔ [۱۱] کیڑا جو آگ میں پیدا ہوتا ہے ۔ [۱۲] کیکڑا ۔ [۱۳] کودنا ۔ [۱۴] لڑائی ۔ [۱۵] بخار والا ۔

مرغِ دل کو ترے دشمن کی قفس ہے سینہ — اور جگہ چوبِ قفس کے ہے ترا تیرِ خدنگ
ہووے حاسد کو نہ آزارِ حسد سے صحت — تا کہ دارو نہ پیالے میں بھرے تیری تفنگ[16]
مفسد و حاسد و غمّاز[17] و عدوئے سرکش — زیرِ شمشیرِ غضب تیرے ہوں چاروں چورنگ[18]
آ نہیں سکتے بیاں میں ترے اوصاف تمام — ہوتا ہے قافیہ سنجوں[19] کا یہاں قافیہ تنگ
کرتا اس رنگ سے ہی ختمِ سخن دے کے دعا — ذوق جو ہے ترا مداح محبِ یکرنگ[20] ق
گلشنِ دہر میں ہر سال مبارک تجھ کو — جشنِ نوروز بہر رنگ بتاج داد و رنگ
اور ترے حاسدِ بدبیں کو دکھائیں لاکھوں — خسروا روز نئے رنگ فلک کے نیرنگ

قصیدہ ۱۵

حبذا ساقیٔ فرخ رخ و خورشید جمال — مرحبا مطربِ ہاروت[1] فن و زہرہ خصال[2]
بارک اللہ[3] کہ درافشاں ہے تو اے ابرِ بہار — خیر مقدم[4] کہ خراماں ہے تو اے بادِ شمال[5]
للّٰہِ الحمد[6] لبالب ہے مئے عیش سے جام — شکر للّٰہ زرِ گل سے ہے چمن مالا مال
جوشِ روئیدگیٔ سبزہ سے ہو جائیگا سبز — گل زمینِ چمنِ حسن میں تا دانۂ خال
اللہ اللہ رے سرسبزیٔ گلزارِ جہاں — کیا عجب ہو روشِ خضر[8] اگر رنگِ بلال[9]
شررِ تیشۂ فرہاد سے پیدا ہوئے گل — بل بے جوشِ گلِ خودرو سرِ دامانِ خیال
جوشِ فوارہ ہو وہاں کثرتِ تاربارش[10] — سرِ مجنوں کے بھی آلودہ جہاں گرد سے بال
کیا عجب رحمتِ باری سے کہ وقتِ باراں — ابرِ مردہ[12] سے بھی ہو قطرہ فشاں آبِ زلال[13]
معجز باد سے مانندِ عصائے موسیٰ[14] — شجرِ خشک بھی ہو جائے تر و تازہ نہال

[16] بندوق ۔ [17] چغلی کھانے والا ۔ [18] چورنگ ہونا ۔ چار ٹکڑے ہونا ۔ [19] شاعر ۔ [20] جس کا ظاہر و باطن یکساں ہو ۔

قصیدہ ۱۵ ۔ [1] ایک فرشتہ کا نام ہے جو دُنیا میں قید ہے ۔ مراد جادوگر ۔ [2] خصلت کی جمع ۔ [3] اللہ برکت دے ۔ [4] استقبال کرنا ۔ [5] پہاڑی ہوا جو مینہ برسائے ۔ [6] اللہ کی تعریف ۔ [7] آگنا ۔ [8] ایک پیغمبر کا نام جو پانی کا افسر ہے ۔ [9] ایک حبشی مسلمان کا نام جو رسول اللہ کے غلام تھے ۔ [10] لگاتار بارش ۔ [11] خدا ۔ [12] وہ بادل جس سے مینہ نہ برسے ۔ [13] صاف ۔ [14] حضرت موسیٰ کی لاٹھی جس سے خشک درخت ہرے ہو جاتے تھے ۔

ذوقِ مستی سے ہے طاؤس چمن میں رقاص[15] / شوقِ آہنگ سے ہے سرو پہ قمری قوال[16]
شورِ بلبل بھی ہے رکھتا ہے نمک آج کہ گل / بن گیا کثرتِ شبنم سے نمکدان[17] کی مثال
دیتی ہے طاقتِ پرواز یہ کیفیتِ مے / اس ہوا میں ہے بطِ مے[18] کہ اڑوں بے پر و بال
ہے یہ دورہ کہ ہر صوفیِ صافی مشرب[19] / رقصِ مستاں میں ہے وجد کناں شاملِ حال
بیدموں[20] کو جو نئے[21] چارہ گرِ عیسیٰ دم[22] / شمعِ مردہ کی رگِ تار سے کھولیں قیفال[23]
پتلیاں ناچتی ہیں چشم کے گھر میں بے ساز / جنبشِ دستِ مژہ دے ہے اس انداز سے تال
ہوں قلم ہاتھ اگر کوئی لکھے خطِ غبار / صفحۂ دہر پہ کیا دخل جو ہو گردِ ملال
روزِ جشن آج ہے اسکا کہ جسے کہتی ہے خلق / نائبِ ختمِ رُسل ظلِ خدائے متعال
وہ بہادر شہِ غازی کہ اگر تیغ اُس کی / اپنی دکھلائے چمک چرخ پہ کٹ جائے ہلال
شہ نکو خوئے و نکو روئے و خجستہ[24] منظر[25] / وہ بلند اختر و فرخ روش و فرخ فال
وہ مسیحا دم و یوسف[26] رخ و داؤد[27] الحان / وہ سلیماں[28] دش و موسیٰ[29] کف و صالح[30] اعمال
چمنِ خلق نسیمِ کرم و ابرِ سخا / چشمۂ فضل و ہنر کانِ عطا بحرِ نوال[31]
آسماں جاہ و عطارد قلم و مہرِ علم / مشتری دانش و مہ بینش و مریخ جلال
خسرو جم حشم و داور کسریٰ انصاف / شاہ دارا دل و سلطان سکندر اقبال
مدح حاضر ہے پڑھوں اسکے وہ مطلع جس سے / ہمسری کی نہ رکھے مطلعِ خورشید مجال
ہو تری یک نظرِ فیض سے ناقص کو کمال / مہر سے گر مہ کامل ہو دو ہفتہ میں ہلال
نیر جاہ ترا وہ ہے تا دورِ فلک / نہ کسوف[32] و نہ غروب و نہ ہبوط[33] و نہ وبال
آگے بخشش کے تری خرمنِ دُر یکدانہ / آگے ہمت کے تری کوہِ طلا یک مثقال
ہووے جوں چادرِ مہتاب گلیمِ شبِ تار / رخِ پُر نور جو تو پونچھ کے جھاڑے رومال
جام سے قطرہ جو ٹپکا تو معلق[34] ہی رہا / دستگیری نے لیا تیری جو گرتوں کو سنبھال

[15] ناچنے والا۔ [16] گانے والا۔ [17] جسمیں نمک رکھیں۔ [18] شراب کی بوتل۔ [19] مذہب۔ [20] بے جان۔ [21] بانسری۔ [22] عیسےٰ کی طرح سانس رکھنے والا - وہ جس پر دم کرتے تھے اُسے زندہ کر دیتے تھے۔ [23] ایک رگ کا نام۔ [24] مبارک۔ [25] چہرہ۔ [26] تا [30] پیغمبروں کے نام۔ [31] بخشش۔ [32] سورج گرہن۔ [33] نقصان۔ [34] درمیان میں لٹکی ہوئی۔

گر ترے قہر کی گرمی تپ محرق[35] بن جائے
لب دریا پہ حبابوں کی جگہ ہوں تبخال[36]

قوت ماسکہ[37] ممسک[38] کے قویٰ سے گم ہو
فیض جاری سے ترے بخل کو یاں تک ہو زوال

حکمت آموز[39] ترا علم جہاں ہو تو وہاں
نہ ارسطو کو ہو طاقت نہ فلاطوں کو مجال

ہو تری عقل سے عاجز دم بحث معقول
اک مقولہ میں فقط فعل کی عقل فعاّل

ق دم ہے کیا باد صبا میں کہ دم سیر جہاں
تیرے گلگون سبک سیر کے جاوے دنبال[40]

یونہی دو چار قدم خاک اُڑا کر رہ جائے
اور پہنچ جائے کہیں سے وہ کہیں مثل خیال

ہے وہ ہیکل[41] میں اگر دیو تو صورت میں پری
ہے اُڑان اس میں ملک کی تو بشر کے سے خیال

جلد آتا کہ جہاں عرصۂ جولاں اس کا
عہد مستقبل و ماضی کا وہاں ہے یک حال

زیب تن اسکے ہے جو جھنڈی کا ہر گل تصویر
پھرتا کاوے میں ہے وہ صورت فانوس خیال

اس فلک سیر کو جولاں جو کرے تو تو یہ ڈر
مزرعۂ[42] سبز فلک ہو نہ مبادا پامال

ق تیرے ہاتھی کی بلندی کی طرف کی جو نگاہ
سر پہ اندیشہ نے لی ہاتھ سے دستار سنبھال

کہکشاں کو وہ فلک پر سے زمیں پر پھینکے
نیشکر[43] راہ میں مانگیں اگر اُس سے اطفال

جیسے ماتھے پہ بزرگوں کے ہو سجدہ کا نشاں
اسکی مستک[44] پہ شہا جلوہ نما یوں ہے ڈھال

ہے جو اُس فیل کی خرطوم سرافیل[45] کا صور[46]
آئے اعدا پہ قیامت سر میدان قتال

اسکے دانت اسکے لئے ہیں روش تیر شہاب[47]
ہے جو اعدا کو سر اوج[48] شیاطیں کی مثال

ق آبداری[49] ہے تری تیغ کہ ہے برق کی موج
کیا تماشا ہے کہ ہے آب سے آتش سیاّل[50]

تیری شمشیر کو ہے خون عدو روز مباح[51]
یہ غلط تیسرے دن ہوتا ہے مردار حلال

طائر روح عدو کے لئے صیاد اجل
سبزۂ تیغ میں جوہر سے لگا رکھتا ہے جال

طاقت دم زدن اس دور میں ہے کس کو رہی
دیکھ کر تیرا نسق[52] اے شہ فرخندہ خصال

ہے ترا ذکر جو آتا ہے زباں پر تو نفس
لب پہ آجائے ہے سینہ سے پئے استقبال

۳۵ جلانے والا ۔ ۳۶ چھالا ۔ ۳۷ جذب کرنیوالی قوت ۔ ۳۸ مراد کنجوس ۔ ۳۹ دانائی سکھانے والا ۔ ۴۰ پیچھے ۔ ۴۱ بدن ۔ ۴۲ کھیتی ۔ ۴۳ گنا ۔ ۴۴ ہاتھی کا ماتھا ۔ ۴۵ ایک فرشتے کا نام ہے جو صور پھونکیں گے ۔ ۴۶ صور ایک قسم کا سنکھ ہے جس کے پھونکنے سے ساری دُنیا مر جائے گی ۔ ۴۷ ستارے کی چمک جسے لوگ ٹوٹا ہوا ستارہ کہتے ہیں ۔ ۴۸ بلندی ۔ ۴۹ چمک ۔ ۵۰ پانی کی طرح بہنے والی چیز ۔ ۵۱ جائز ۔ ۵۲ انتظام ۔

ہو قوی دست اگر زورِ حمایت سے ترے
شبر سے پنجہ کرے پنجۂ مژگانِ غزال[53]

تقویت دیوے اگر پاسِ حفاظت تیرا
شعلۂ شمع کو صرصر[54] سے نہ ہو اضمحلال[55]

ہے ترے عہد میں فتنہ سے زمانہ خالی
فیلسوفی[56] ہے حکیموں کی خلا کہنا محال

آتش و آب میں یہ ربط ترے عدل سے ہے
ق دیوے ہیزم کو جلا کر کوئی پانی میں جو ڈال

کاکلِ موجِ دخاں کے لئے اس کے دریا
لے تہِ آب سے شانہ پرِ ماہی کا نکال

خبرِ جملۂ عشرت ہے ترا جشنِ سعید
مبتدا جس کا شہا غرۂ ماہِ شوال

ہوتی ہے حیرتِ توصیف سے تیری شاہا
روشِ غنچۂ تصویر زباں منہ میں لال

بس دعا ہی پہ فقط ختم سخن کرتا ہے
ق یہ جو ہے ذوق ثنا خواں ترا اور مدح سگال

جشن ہر سال ترا ہووے مبارک تجھ کو
رہے جبتک کہ زمانہ میں حسابِ مہ و سال

قصیدہ ۱۶

ابوظفر بہادر شاہ مرحوم کی مدح میں

لاتا نیرنگ[1] سے ہے رنگ نئے چرخِ محیل[2]
واہ بگڑا ہی کچھ اس خم میں عجب رنگ سے نیل[3]

دُر زمانہ سے وہ عیار[4] رہے یہ ہوش ربا
لاکھ بہوشیوں سے جسکی بھری ہے زنبیل[5]

ہے توکل کا احاطہ وہ عزیمت[6] کا حصار[7]
کہ بجز حفظِ خدا جس کی نہ خندق نہ فصیل[8]

گم ہوں ظاہر کی خرابی سے صفات اصلی
زنگ دیتا ہے چھپا جوہر[9] شمشیر اصیل[10]

پیشِ دشمن نہ گذر حق سے نہیں سانچ کو آنچ[11]
بلکہ ہے آتشِ نمرود[12] گلستانِ خلیل[13]

ہوتے سیرت سے ہیں مردانِ دلاور ممتاز
ورنہ صورت میں تو کچھ کم نہیں شہباز[14] سے چیل

نہیں بے قیدِ علائق[15] کسی عالم میں بزرگ
رسم تحریر میں بھی چھوٹے نہ زنجیر سے فیل

[53] ہرن ۔ [54] تیز اور تند ہوا ۔ [55] پریشانی ۔ [56] نادانی ۔ [57] مہینے کی پہلی تاریخ ۔ [58] عید کا چاند ۔ [59] گنگ ۔ [60] مدح کی فکر کرنے والا ۔ تعریف کرنے کی سوچ بچار کرنے والا ۔

قصیدہ ۱۶ ۔ [1] مکر ۔ [2] حیلہ باز ۔ [3] مٹکہ ۔ [4] چالاک ۔ [5] کشکول ۔ [6] منتر ۔ [7] قلعہ ۔ [8] شہر کے گرد کی دیوار ۔ [9] چمک ۔ [10] عمدہ ۔ [11] سچ کو ڈر نہیں ۔ [12] ایک ظالم بادشاہ کا نام جس نے حضرت ابراہیم کو آگ میں ڈلوایا تھا ۔ [13] حضرت ابراہیم کا لقب ۔ [14] بڑا باز ۔ [15] تعلقات ۔

ہے تہِ خاک بھی قارون[16] کا سفر حشر تلک
نہیں تا تحت الثریٰ[17] منزلِ آرامِ بخیل

عید یک روز جہاں میں رمضاں ہے یکماہ
بعد ہے کثرتِ تکلیف کے یاں عیشِ قلیل

کشتِ سبزِ فلکِ دوں سے نہ رکھ چشمِ ثمر
خوشۂ فیض سے بے بہرہ ہے یہ مزرعۂ[18] نیل

قابل انسان کی صحبت کے ہے انساں نہ ملک
بنگیا پیشِ نبی صورتِ دحیہ[19] جبرئیل[20]

جتنا خورشید تپے اتنی ہی بارش ہو سوا
ہووے کیونکر تپشِ عشق نہ رحمت کی دلیل

عشق کھنچوائے ہے اک رازِ جفاکش سے بزور
بارِ صد کوہِ الم بے عملِ جرِ ثقیل[21]

لگتی نُہ[22] چرخ کو گر نالۂ عاشق کی ہوا
دم میں اجزائے دخانی[23] کی طرح ہوں تحلیل[24]

شمع کشتہ[25] کے لئے ہے دمِ[26] عیسیٰ آتش
سوزشِ عشق سے زندہ ہوں محبت کی قتیل[27]

معتبر ہے جو کرے نالۂ دل دردِ اظہار
نالہ ہے دل کی زباں دل ہے موکل یہ وکیل

دل کے ہے ایک ورق میں وہ حقیقت ساری
جس کا اجمال[28] قضا اور قدر ہے تفصیل

جی میں ہے اور پڑھوں میں کوئی مطلع ایسا
گوہرِ مخزنِ معنی سے ہو جس کو تاویل[29]

کنجِ[30] حیرت میں کروں علم خموشی تحصیل
یہ عجب مدرسہ ہے جس میں ہے قال نہ قیل

درسِ توحید سے لوں ایک شفا کا نسخہ
بحث میں علت و معلول کے ہے عقلِ علیل[31]

جلوہ افروزی یک بدرِ دجی[32] ہے اسکو
شمع فانوس سمجھ خواہ چراغِ قندیل

فکرِ بیہودہ میں کس واسطے ہے تو پابند ق
کچھ نکال اپنے لئے ذوق نکلنے کی سبیل[33]

خوابِ غفلت سے ہو بیدار کہ آئی ہے پری
نہیں مہتاب یہ ہے روشنیٔ صبحِ رحیل[34]

عرصۂ عمر ہے وہ تار کھنچا اور ٹوٹا
کچھ اگر وقتِ معین کی طرف سے ہو نہ تعجیل

وہی منزل ہے جہاں ٹھہرے حیاتِ گذراں[35]
کہ پئے راہِ فنا کوئی نہ فرسخ[36] ہے نہ میل

مشقِ اندوہ سے اک روز نہیں تو بیکار
تیرے ہفتہ میں نہیں کوئی بھی روزِ تعطیل

۱۶ ایک امیر آدمی جو زکوٰۃ نہ دیتا تھا حضرت موسیٰ کی بد دعا سے زمین کے نیچے دھس گیا۔ ۱۷ زمین کا نچلا طبقہ۔ ۱۸ کھیتی۔ ۱۹ ایک آدمی کا نام جس کی شکل حضرت جبرئیل نے اختیار کی تھی۔ ۲۰ ایک بڑے فرشتہ کا نام ہے۔ ۲۱ ایک آلہ جس سے بھاری بوجھ اُٹھاتے ہیں۔ ۲۲ نو۔ ۲۳ ہوائی۔ ۲۴ مٹ جانا۔ ۲۵ بجھی ہوئی شمع۔ ۲۶ پھونک۔ ۲۷ شہید۔ ۲۸ اختصار۔ ۲۹ اصلی بات سے پھیر کر معنی بیان کرنا۔ ۳۰ گوشہ۔ ۳۱ بیمار۔ ۳۲ سیاہ رات۔ ۳۳ راستہ۔ ۳۴ سفر۔ ۳۵ گذر جانے والی۔ ۳۶ کوس۔

غمِ عصیاں ہی تو ہے رحمتِ غفار[37] وسیع
فکرِ روزی ہی تو ہے رزق کا رزاق کفیل[38]

ہے تمنائے زر و مال تو سب جائیگا چھوڑ
چھوڑ جانے کو تو کافی ہے فقط ذکرِ جمیل

پھر بہارِ چمنِ عمر میں دلگیر ہے کیوں
سیر کر سیر کہ ہے فرصتِ گلگشت[39] قلیل

مژدۂ عید سے ہی دیکھ تو کیا رنگِ چمن
گل کی رنگیں ہی قبا غنچہ کی رنگیں مندیل[40]

ہوئے آراستہ ہیں آج بدل کر پوشاک
فصل سہرے باغ تلک باغ سے لے تا بنخیل[41]

نظر آتا ہے برنگِ لبِ ساغر جو ہلال
ٹپکا پڑتا ہی لبِ مست سے شوقِ تقبیل[42]

گاہ مے خم میں ہی گہ شیشہ میں کیا کیا پئے سیر
روح کرتی ہے کسی مست کی قالب تبدیل

تہنیت خواں ہو تو آج اس شہِ دریا دل کا
جس کے نزدیک ہے اک قطرہ سے کم قلزم و نیل

وہ بہادر شہِ والا نسب و پاک گہر[43]
خسروِ چرخ سریر[44] و شہِ خورشید اکلیل[45]

ماہِ نو چشم زدن[46] میں مہِ کامل ہو جائے
نظرِ مہر میں ہے اس کے وہ نورِ تکمیل

نورِ معنی ہے بہر شکل نتیجہ اس کا
اللہ اللہ رے نہ ہے شکلِ شہنشاہِ شکیل[47]

مدح حاضر میں پڑھوں مطلعِ روشن ایسا
مطلعِ شمس کو بھی جس کے ہو واجب تبجیل[48]

بعد شاہانِ سلف[49] کے تجھے یوں ہے تفضیل[50]
جیسے قرآں پس تورایت و زبور و انجیل

تو ہے اس طرح سے عزت دہِ اولادِ تمر[51]
جیسے موسیٰ شرف افزائے بنی اسرائیل[52]

نور افزائے بصارت ہو اگر تیرا جمال
آئیں آنکھوں سے نظر معنیٔ اللہ جمیل[53]

روئے نیکو پہ ہے مائل تیری خوئے نیکو
کھوں کیونکر نہ کہ الحسن الی الحسن یمیل[54]

ہے جو انسان کے قالب میں ترا نورِ ظہور
برجِ خاکی میں ہی خورشیدِ فلک کی تحویل[55]

دانش آموز ہو گر تربیتِ عام تری
بید مجنوں کو بنا دے ابھی انسانِ عقیل[56]

جوہرِ تیغِ اجل ایک ترے حکم کی نقل
تیرِ حکمی[57] قضا حکم کی تیرے تعمیل

عہد میں تیرے جو ہو راہِ تعدی[58] مسدود[59]
کھلے فعلِ متعدی سے نہ بابِ تفعیل[60]

[37] بخشنے والا امرادخدا۔ [38] ذمہ دار۔ [39] پھولوں کی سیر۔ [40] پگڑی۔ [41] کھجور کا درخت۔ [42] بوسہ لینا۔ [43] ذات۔ [44] تخت۔ [45] تاج۔ [46] آنکھ جھپکنا۔ [47] خوبصورت۔ [48] تعظیم۔ [49] گذشتہ۔ [50] بزرگی۔ [51] تیمور۔ [52] حضرت یعقوبؑ کی اولاد۔ [53] خوبصورت۔ [54] حسن حسن کی طرف مائل ہوتا ہے۔ [55] آنا۔ [56] عقلمند۔ [57] وہ تیر جس کا نشانہ خطا نہ ہو۔ [58] ظلم۔ [59] بند ہوا ہوا۔ [60] ایک متعدی باب کا وزن۔

تشنۂ ذوقِ حلاوت ہوں نہ کیونکر سیراب   تیری شیریں سخنی ہو اگر انہیں شربت کی سبیل
نکتہ چینوں[61] کے لئے نکتۂ برجستہ ترا   قابضِ طبعِ رواں ہے وشِ دانۂ ہیل[62]
جب ہوں مرغانِ ہوا تیرے نشانِ بندقِ   نسر[63] طائر کو بھی تو سمجھے اک اُڑتی ہوئی چیل
مہرۂ پشتِ[64] عدو میں ترا تیرِ صف دوز   رشتہ[65] مہرۂ تسبیح کی مانند دخیل
طائرِ روحِ عدو کے لئے بہرِ پرواز   تیر کی تیرے صدا جیسے کبوتر کو زفیل[66]
ق وہ قیامت ہے تری فوج کہ شورِ محشر   دم نہ مارے کبھی سُن پائے جو گھوڑوں کی صہیل[67]
نالۂ بوق[68] کی ہیبت سے رکھے پھونک کے پاؤں   کوچۂ صور[69] سے گذرے جو دمِ اسرافیل[70]
ق دوں ترے گھوڑے کو کیونکر میں پری سے نسبت   نہ یہ صورت نہ یہ رفتار نہ یہ ڈول نہ ڈیل
گرمِ جولاں وہ کہاں ہو کہ رکھے ہو وسعت   نہ تو میدانِ تصور نہ فضائے تخئیل
عرصۂ[71] معرکہ میں گر تجھے اے شاہسوار   اس سبک سیر[72] سے منظور ہو کارِ تعجیل
جائے یوں جیسے ہوا اس میں بھی نہ پانی سے ہو تر   نہ ہو پروا اُسے ہو راہ میں تالاب کہ جھیل
ق کوہِ البرز کو سائے میں دبالے اپنے   ہے وہ اے شاہِ فلک رتبہ تری فعتِ فیل
حملہ آور ہو وہ جب دُم تو پئے جانِ عدو   اس کی خرطوم ہو دستِ کششِ عزرائیل[73]
تو جو محرابِ عماری[74] میں ہوا جلوہ نما   اسکے دانتوں پہ یہ خرطوم سے سوجھے تمثیل
خانۂ قوس[75] میں خورشیدِ جہانتاب آیا   دن ہیں کوتاہ ہوئے اور ہوئی رات طویل
نہیں یہ جوشِ گل و لالہ نکل آیا ہے   دادخواہی کے لئے خاک سے خونِ ہابیل[76]
عدل نے تیرے کیا روئے زمیں کو گلزار   آجتک عدل میں کوئی نہ رہا تیرا عدیل[77]

۶۱ عیب چینی کرنے والے ۔ ۶۲ الائچی ۔ ۶۳ ایک ستارہ کا نام ۔ ۶۴ ریڑھ کی ہڈی ۔ ۶۵ تسبیح کے دانے ۔ ۶۶ ایک سیٹی جس کے بجانے سے کبوتر پاس آجاتے ہیں ۔ ۶۷ ہنہنانا ۔ ۶۸ بگل ۔ ۶۹ بگل کا سوراخ ۔ صور ایک قسم کا بگل ہے ۔ کہتے ہیں وہ جب بجے گا تو اس کی سخت آواز سے تمام روحیں بدنوں سے باہر نکل آئیں گی ۔ ۷۰ اسرافیل ایک فرشتے کا نام ہے جو صور بجائے گا ۔ ۷۱ میدان ۔ ۷۲ تیزی سے چلنے والا ۔ ۷۳ ایک فرشتہ کا نام جسے موت کا فرشتہ کہتے ہیں ۔ ۷۴ ہاتھی پر بیٹھنے کی جگہ جسے ہودج کہتے ہیں ۔ ۷۵ برج قوس جو آسمان پر ہے اسکی شکل قوس یعنی کمان کی طرح ہے ۔ ۷۶ حضرت آدم کے بیٹے کا نام جسے اُسکے بھائی قابیل نے قتل کیا تھا ۔ دُنیا میں سب سے پہلے قتل کا یہی واقعہ ہوا ہے ۔ ۷۷ مانند ۔

واسطے دیدۂ بدبیں کے ہی یہ عین صلاح
ہو تری نوکِ سناں[۷۸] سرمہ کو ریکھے جو میل[۷۹]

تیر برسائے عدو پر جو کماندارِ قضا
کم نہ فوارہ سے ہو تیروں کی اس کی قندیل

رہزنِ نطفۂ بدخواہ ہو وا دل سے قضا
اس کی پشتِ پدری سے نہ کبھی تا احلیل[۸۰]

محکمہ میں ترے انصاف کی ہوں ہاتھ قلم[۸۱]
دے اگر بھول کی بھی کوئی سرِ حرف کو جھیل

ذوق کرتا ہے سخن تیری دعا پر کوتاہ
ہو گراں خاطرِ نازک پہ مبادا التطویل[۸۲]

عید ہر سال ہو فرخ تجھے با جاہ و جلال
ہوں فتح ہی با بہ ترے دست بصد قدرِ جلیل

جو ضلالت[۸۳] سے ہوں گمراہ وہ اے ظلِ[۸۴] خدا
ذل[۸۵] اقدام سے ہوں خاکِ مذلت پہ ذلیل

قصیدہ ۱۷

اکبر شاہ مرحوم کی مدح میں

تا زبانِ[۱] زد دہر میں ہو فلسفی کا یہ کلام
ہے پئے افلاک لازم[۲] نفی خرق[۳] و التیام[۴]

تا خطِ محور[۵] پہ ہووے گرمِ گردش آفتاب
تا نہ قطبین[۶] فلک تک پہنچے دورِ صبح و شام

سبعۂ سیارہ ہوں سائر[۸] تا سرِ ہفت آسماں
ہو ثوابت کا سپہرِ ہشتمیں پر ازدحام[۱۰]

منجمد ہو کر میانِ طبقہ ہائے زمہریر[۱۱]
قطرہ افشاں تا بخارِ ابر ہوں بن کر غمام[۱۲]

آبِ باراں سے گذر کر منتشر تا ہو شعاع
انعکاسِ رنگ سے قوسِ قزح[۱۳] پائے نظام

تا حقیقت کے لئے لطفِ سخن ہووے مجاز
صنعتیں ہوں اس سے پیدا بامرام[۱۴] و بے مرام

تا کریں روشن معانی و بیاں سحرِ بدیع[۱۵]
جن سے ابرادِ[۱۶] معانی ہو بہ تحسین الکلام

تا اَن و لَن کے اِذن و بیں فعلِ مستقبل کو نصب[۱۷]
جازمِ[۱۸] فعلِ مضارع اِن و لم لمّا و لام

تا کہ علمِ شعر ہو داخل بر اوزانِ بحور
تا افاعیل و تفاعیل اس سے پائیں انضمام[۱۹]

۷۸ برچھا۔ ۷۹ سلائی۔ ۸۰ پیدا ہونا۔ ۸۱ قلم ہونا۔ کٹ جانا۔ ۸۲ طوالت۔ ۸۳ گمراہی۔ ۸۴ سایہ۔ ۸۵ ذلت۔ توہین۔

قصیدہ ۱۷: ۱ مشہور۔ ۲ ضروری۔ ۳ پھٹ جانا۔ ۴ جڑ جانا۔ ۵ خط جس پر کوئی چیز گھومے۔ ۶ دونوں قطب۔ قطبِ جنوبی اور قطبِ شمالی۔ ۷ سات۔ ۸ گھومنے والے۔ ۹ وہ ستارے جو گردش نہ کریں۔ ۱۰ بھیڑ۔ ۱۱ سرد۔ ۱۲ بادل۔ ۱۳ دھنک جو آسمان پر رنگ برنگ کمان کی شکل میں بارش کے بعد نظر آتی ہے۔ ۱۴ مراد۔ ۱۵ عجیب۔ ۱۶ بیان کرنا۔ ۱۷ زبر۔ ۱۸ جزم دینے والے۔ ۱۹ انضمام پانا۔ ملنا۔

اور زحافوں[20] کا عمل لے کر ردیف و قافیہ
گر عرب گاہے عجم میں انکو دے موزوں مقام

تا اطبائے زماں کو ہووے علمِ طب کے ساتھ
غورِ نبض و فکرِ بحران[21] - فکرِ الوان[22] قوام

تا خشن[23] و حکاک[24] لاذع[25] - رخوہ[26] و ثاقب[27] ثقیل[28]
جبتلک امراضِ مہلک کا اطبا میں ہو نام

کلیاتِ خمسہ ہوں منطق میں ایساغوجیا[29]
یعنی جنس و فصل و نوع و خاصہ اور عرضِ عام

مادّی و فاعلی علت کو تا صورت کے ساتھ
علتِ غائی پہ دیویں اہلِ دانش انصرام[30]

تا ریاضی و طبیعی سے بزورِ فلسفہ
فیلسوفان[31] جہاں علم و عمل میں لیویں کام

تا کہ بیتِ سعدِ اکبر ہوں فلک پر قوس[32] و حوت[33]
تا کہ جوزا[34] اور حمل[35] میں شمس کو ہو احتشام[36]

سنبلہ[37] کو تا منجم کہوے ہے شاہدِ عقیم[38]
تا کہ ہو دست و بغل جوزا[39] فلک پر شاد کام

حکم ہو برجیس[40] و کیواں[41] کا رواں بر چین و ہند
تا کہ تیر[42] و ماہ روم و بلخ پر رکھیں مقام

تا خراساں مہر کو - بہرام[43] کو ہو ملکِ ترک
ماوراءالنہر پر ناہید[44] کو تا ہو قیام

تا کرے معلوم اصطرلاب[45] سے اختر شناس
ارتفاعِ[46] ہر ستارہ روز و شب یا صبح و شام

تا زحل[47] کے ساتھ شکلِ عقلہ[48] و انکیس[49] کو
زائچہ میں دیتے ہوں صاحبِ رمل نسبت مدام

ہووے دائر[50] عرصۂ برزخ میں تا بحثِ حکیم
ہوں مذبذب جبر اور تفویض میں اہلِ کلام

رد کریں تا دعویٰ رویت[51] کو اہلِ اعتزال[52]
اور ملاحد وسوسوں سے دیں نبی کو اتہام[53]

محو ہو جبتک کہ جوگی شغلِ استدراج[54] میں
سینہ و سر میں رکھے مرغِ نفس کو اپنے تھام

تا کہ سالک مسلکِ تقویٰ[55] میں کرتا ہو سلوک
تا رہے مجذوب[56] مستِ بادۂ غفلت مدام

تا وجودِ پاک سے ابدال[57] اور اوتاد[58] کے
انتظامِ اہلِ عالم ہووے عالم میں تمام

تا خراسان و عراق و زابل و نیریز سے
نغمہ ریز فارس آباداں کرے اپنے مقام

[20] شعر کے بحر کے کسی رکن کی کمی کا نام زحاف ہے ۔ [21] طبیعت اور بیماری کی جنگ جو مرض میں اخیر پر ظاہر ہوتی ہے ۔ [22] لون کی جمع - رنگ ۔ [23] تا [28] بیماریوں کے نام ۔ [29] منطق کا ایک رسالہ ۔ [30] بندوبست ۔ [31] عقلمند ۔ [32] تا [35] برجوں کے نام ۔ [36] عظمت ۔ [37] برج کا نام ۔ [38] بانجھ ۔ [39] برج کا نام ۔ [40] تا [44] سیاروں کے نام ۔ [45] ستاروں کی بلندی معلوم کرنے والا آلہ ۔ [46] بلندی ۔ [47] ایک ستارہ کا نام ۔ [48] [49] نجوم کی دو شکلوں کے نام ۔ [50] چکر لگانے والا ۔ [51] خدا کا دیدار [52] معتزلہ ایک گروہ جو خدا کے دیدار کا انکار کرتا ہے [53] تہمت [54] جوگیوں کی کرامت [55] راستہ [56] فقیروں کا ایک گروہ جو بیہوش سوتے ہیں [57] [58] فقیروں کے دو گروہوں کے نام ۔

مدھم و پنچم ۔ کھرج گندھار دھیوت اور نکھاد — نغمۂ ہندی کا ہووے سات سر سے انتظام
تا کہ فروردی ۔ ایارو ۔ آب ۔ ایلول ۔ او دئیل — ماہ شمسی ہو مطابق ہر ولایت میں مدام
یا رب اسکا رتبۂ عالی ہمیشہ ہو فزوں — دولت اسکی ہو کنیز اقبال ہو ادنے اغلام
کون وہ یعنی محمد شاہ اکبر دیں پناہ — نیک صورت نیک سیرت نیک طالع نیک نام
زور دینداری سے جسکی ہے دکھاتی خود بخود — بیخ و بنیان ضلال و کفر شکل انہدام
کیا تعجب ہے اگر اس کی بہار فیض سے — گلشن گیتی ہو رشک روضۂ دار السلام
مرغزار عالم اسکے فیض سے ہے بسکہ سبز — پائے ہر رنگ زمرد پارۂ سنگ رخام
کہکشاں سے لے عصائے نقرئی پیر فلک — کرتا ہے وقت سواری شکل چاؤش اہتمام
لے شمیم خلق اگر اس سے تو ہو جائے ابھی — طبلۂ عطار کی صورت معطر ہر مشام
گلشن مدح و ثنا سے اسکے اے گلچین فکر — لا گل مضمون تازہ جلد بہر استشمام
محترم یوں ذات عالی ہے بہ جمہور انام — حلقۂ تسبیح میں جوں سر بر آوردہ امام
مائدہ اور من و سلویٰ کی کسے ہے احتیاج — مطبخ عالی سے تیرے سب کو پہنچے ہے طعام
بہرہ ور خورشید سے کوہ بدخشاں ہے فقط — نیر اجلال کی تیرے نظر عالم بہ عام
غنچۂ تصویر کو بھی مثل گلہائے چمن — ہے نسیم لطف سے تیرے ہوائے ابتسام
ق ہے ملا دست سخا کے ساتھ تجھ کو زور حکم — دست قسام ازل سے بسکہ وقت انقسام
فیض تیرا ہے کہ پائے خرقۂ ماہی درم — حکم تو دیوے تو رہوے زیر دریا تشنہ کام
دشمن بدبیں کو آب خضر بھی زہراب ہے — اور دم عیسیٰ گلے میں برش آب حسام
بد ہوا خواہوں کو تیری مرحمت سے جسر وا — فیض انفاس الٰہی ہیں نفوس انتقام
دست صحت سے رگ ہر سنگ کوہ دشت میں — نبض سالم کی طرح جنبش دکھائے گی مدام

٥٩ تا ٦٤ ہندی گیت کے سروں کے نام ۔ ٦٥ فارسی مہینے ۔ ٦٦ نوکرانی ۔ ٦٧ گمراہی ۔ ٦٨ مٹ جانا ۔ ٦٩ بہشت ۔ ٧٠ سفید رنگ کا پتھر ۔ ٧١ نقیب جو بادشاہ کی سواری کے آگے سونے کا عصا لے کر چلتا ہے ۔ ٧٢ عطر بیچنے والے کا ڈبہ ۔ ٧٣ دماغ ۔ ٧٤ سونگھنا ۔ ٧٥ گروہ ۔ ٧٦ مخلوق ۔ ٧٧ دسترخوان ۔ ٧٨ اس کھانے کا نام جو حضرت موسیٰ کی امت پر نازل ہوا تھا ۔ ٧٩ حصہ لینے والا ۔ ٨٠ کھلنا ۔ ٨١ تقسیم کرنیوالا ۔ ٨٢ تقسیم ۔ ٨٣ مچھلی کی کھال ۔ ٨٤ پیاسہ ۔ ٨٥ آب حیات ۔ ٨٦ کاٹ ۔ ٨٧ تلوار ۔ ٨٨ فیض پانا ۔

دیں مریضوں کو دمِ عیسےٰ تو یوں نکلیں وہاں ۔۔۔ قطرۂ ریزش گریں جس طرح سے وقتِ زکام

مستفید[89] نور کب ہے شمس سے جرم[90] قمر ۔۔۔ نیر[91] اجلال سے تیرے جلا لیتا ہے دام[92]

روبرو دستِ کرم کی ہوتی گر دو بادہے ۔۔۔ آبروئے ابر گوہر بار اسے ذوالاحترام[93]

تو جھروکوں میں جو بیٹھے آکے بہر عدل و داد ۔۔۔ شبرو آہو گھاٹ پر جمنا کے ہوں آپس میں رام[94]

تا نہ آئے زخم عاشق کے دلِ ناکام پر ۔۔۔ تیغ ابرو پر بتاں رکھتے ہیں وسمہ سے نیام

ق

اے فریدوں[95] تو جو کردے راہِ خونریزی کو بند ۔۔۔ اور لبوں سے جام کے چھلکے رحیق[96] لالہ فام

شانۂ ضحاک[97] کی مانند ایک ایک اسکی موج ۔۔۔ مار[98] پیچاں بن کے ہووے متحد با خطِ جام

معجز انصاف سے تیرے سرِ دشت و جبل ۔۔۔ ہر غزالہ[99] ناقۂ[100] صالح[101] ہے گویا بے زمام[102]

قصد صید اس کا کرے کوئی معاذاللہ[103] اگر ۔۔۔ ہو خدا کا قہر نازل اس پہ بہر انتقام

آیا جب تیرے مقابل اے نہنگِ بحرِ رزم ۔۔۔ شکل خرچنگ[104] الٹے پاؤں ہٹ گیا دستان[105] سام

گنج استقلال پہ ہے قفل اگر تیری سپر ۔۔۔ وقت پر شمشیر ہے مفتاح ابوابِ مہام[106]

جوں عصائے حضرتِ موسےٰ سرِ دریائے نیل ۔۔۔ نیزہ تیرا لشکر اعدا میں کر جاتا ہے کام

ہے خدنگ[107] تیر تیرا یا ہوا پر ہے عقاب ۔۔۔ دمبدم دے ہے قضا کا اڑ کے اعدا کو پیام

گر عدو سد[108] سکندر کو کرے چارہ آئینہ ۔۔۔ آگے تیری تیغ کے وصلی ہے پر کاغذ ہے خام

تیرے وصف ناوک اندازی پہ تیر انداز فکر ۔۔۔ مطلع برجستہ کو ہے لکھ کے دیتا انتظام

بر سر پرواز ہوں جب تیرے شہباز سہام ۔۔۔ جوشن[109] جسمِ عدو میں ہووے دم محبوس دام

دست دہقاں میں فلاخن[110] شعلۂ جوالہ[111] ہو ۔۔۔ ہیں تیرے برق غضب کا کشت[112] اعدا پر جو نام

گر سحاب قہر تیرا ہو تگرگ افشاں تو ہو ۔۔۔ حال اہل قاف وہ اے خسروِ عالی مقام

وادیٔ بطحا[113] میں جیسے بر سر اصحاب فیل ۔۔۔ معجز طیراً ابابیل آیا وقت انہزام[114]

۸۹ فائدہ اٹھانے والا ۔ ۹۰ جسم ۔ ۹۱ روشنی ۔ ۹۲ قرض ۔ ۹۳ عزت والا ۔ ۹۴ مطیع ۔ ۹۵ ایران کے ایک مشہور بادشاہ کا نام یہاں اکبر شاہ سے مراد ہے ۔ ۹۶ شراب ۔ ۹۷ ایک بادشاہ کا نام جس کے کندھوں پر سانپ نکل آئے تھے ۔ ۹۸ سانپ ۔ ۹۹ ہرن ۔ ۱۰۰ اونٹنی ۔ ۱۰۱ ایک پیغمبر کا نام ہے ۔ ۱۰۲ باگ ۔ ۱۰۳ خدا بچائے ۔ ۱۰۴ کیکڑا ۔ ۱۰۵ رستم ۔ ۱۰۶ اہم کی جمع - کام ۔ ۱۰۷ تیر ۔ ۱۰۸ دیوار ۔ ۱۰۹ زرہ ۔ ۱۱۰ گوپھیا جس سے پتھر یا کنکر پھینک کر پرندوں کو اڑاتے ہیں ۔ ۱۱۱ آگ کا چکردار شعلہ ۔ ۱۱۲ کھیتی ۔ ۱۱۳ مکہ مکرمہ ۔ ۱۱۴ شکست ۔

جنبش خامہ سے میرے سر و ہو برق جہاں
گر کروں شاہا رقم وصفِ سمند تیز گام
ترک[115] تازی میں پڑی تھی اس کی شوخی پر نظر
ابلق[116] چشم بتاں کی ہو گئی ترکی تمام
صفحۂ غبرا[117] پہ کھائے نقطۂ رمال رشک
دیکھے نقشِ سم جو اس کا جلوہ گر وقتِ خرام
سرعتِ طی منازل کا لکھوں گر اسکے وصف
حال و مستقبل کا داخل فعل ماضی میں ہو نام
عرصۂ چوگاں ہیں جب اس کو بوقت معرکہ
لائے جولانی میں دے کر جنبشِ دست لگام
گاہ سرپٹ[118] گہ اوراق[119] اور گاہ میٹھا پوئیہ[120]
گاہ دلکی ایبیہ[121] اور گاہ جائے شاہ گام
اور اشارہ ہو اگر اس قاف سے اس قاف پر
اس طرح اڑ جائے جوں مرغِ نظر بالائے بام
فیل کو تیرے شبِ یلدا تو کہتا ہے جہاں
پر جو ہے نقشِ قدم اس کا وہی ماہِ تمام
یا سیہ خیمہ ہے لیلیٰ کا دیا ہے تھم گئی
جان قیس تفتہ دل[122] بنکر دھواں شکلِ غمام[123]
حلقۂ زلفِ بتاں کب کھائے ہی یوں پیچ و تاب
جب اٹھا خرطوم کو اپنے کرے ہے وہ سلام
منزلِ توصیف کو کیونکر تری طے کر سکے
دم کہاں پیکِ خرد میں یہ خیال اسکا ہے خام
تہنیت کو ہے دعا پر ذوق کرتا مختصر
ہو مبارک تجھ کو با عیش و طرب عید صیام[124]
جو کہ ہوں بدخواہ وہ ناشاد اور غمگیں رہیں
اور ہوا خواہوں کے دل ہو ویں ہمیشہ شاد[125] کام

قصیدہ ۱۸

اکبر شاہ مرحوم کی مدح میں

اُفق[1] دلبہ مرے عیش و طرب دونو بہم
آج یوں آئے سحر جیسے دو پیکر توام[2]
ایک کا ایک سے وہ ربطِ سخن تھا گویا
دو لب یار ہیں یا حضرت عیسیٰ ہمدم[3]
روشِ ناز پہ ہمدوش[4] تھے یوں جیسے کبھی
لام الف لکھتا تھا اسلام کا یاقوت[5] رقم
یا تھے دو مصرع مربوط بہم دست و بغل
یا کہ پیوند تھے دو نخلِ گلستانِ ارم[6]
مل کے دو تار نظر ایک ہوئے تھے دونو
یا وہ اک بینی[7] کے دو پردے[8] تھے باہم ہمدم

[115] دوڑ ٭ [116] سفید و سیاہ ٭ [117] زمین ٭ [118] تا [121] گھوڑے کی چالوں کے نام ہیں ٭ [122] جلا ہوا ٭ [123] بادل ٭ [124] ماہ رمضان ٭ [125] خوش ٭

قصیدہ [18] ٭ [1] آسمان کا کنارہ ٭ [2] جڑواں ٭ [3] ساتھی ٭ [4] برابر ٭ [5] ایک مشہور خوشنویس کا نام ٭ [6] بہشت ٭ [7] ناک ٭ [8] ناک کے نتھنے ٭

دونو بپیچیدہ بہم ایسے مستی میں
ایک معنی کے وہ لفظِ مترادف[11] تھے دو
تھے جڑے دو دُرِ شہوار کہ ہرگز نہ ملیں
ایسے تھے دونو وہ یکدل کہ وہ قالب یکجاں
آئے لپٹے ہوئے یوں عالمِ سرشاری[14] میں
میں نے پوچھا جو سبب اُن کے بہم ہونے کا
کیوں مضموں[15] کے دلِ تنگ میں معنی ہوں نہ تنگ
آج اس شاہ کے فرزند کی ہے شادیِ طوئی[20]
کون وہ ظلِّ خدا۔ شاہ محمد اکبر
شاہ کا پوچھو جو فرزند تو شہزادہ سلیم
اس لئے عیش[24] و طرب مثلِ قرانِ السعدین
یمن[25] اس عقد[26] نے بخشا ہے جہاں کو ایسا
آج وہ دن ہے مبارک کہ ابھی لائے ثمر
دیتا شکلوں میں ہے پیوند بدیہۃ[27] الانتاج
بزمِ عشرت کی طرف کرتا ہے جو نظارہ[30]
ہے اُٹھا عیش کا طوفاں بسرِ ساحلِ یم
گٹکری[33] کا سا ہے لپکا بہ گلوئے مینا
لوگے جس سازِ[34] خدا ساز کو آغوش[35] میں آج
اٹھے نغمۂ شیریں سے جہاں بھول گیا

کوئی مشاطہ بھی یوں گوندھے نہ جعدِ[9] پُرخم[10]
ایک مضموں کے دو فقرے تھے مگر مستحکم[12]
ابرِ نیساں سے گریں لاکھ اگر قطرۂ یم[13]
یک زباں دونو وہ اس طرح کہ جوں چاکِ قلم
نالۂ زیر کے ہمراہ ہو جوں نالۂ بم[15]
تو یہ ہاتف[17] نے کہا غیب سے ہو کر ملہم
جب ہے معلوم تو پھر بات یہ ہے کیوں مبہم[19]
کہ شجاعت میں وہ رستم ہے سخا میں حاتم
جس کی ہمت سے ہوں دریوزہ گر[21] اربابِ ہمم[22]
ہو سلامت روی اس کی بہ سلامت منضم[23]
متفق ہو کے پئے تہنیت آئے اس دم
جو گرہ آج لگائیں سو ہے لگتی محکم
دو درختوں کو جو پیوند لگائیں باہم
یہ قلم سمجھے نہ تہذیب[28] نہ جانے سُلّم[29]
پڑھتا یہ مطلعِ رنگیں ہے وہ ہو کر خرّم[31]
زمزمہ موج کا بربط[32] سے ہوا ہے ہمدم
ہچکیاں قلقلِ مینا جو ہے لیتی پیہم
تار چھیڑو گے کھرج[36] کا تو سنو گے پنچم[37]
کہ سوا راگ کی قسم کے ہر کوئی اور بھی سم[38]

9 چوٹی۔ 10 پیچدار۔ 11 ہم معنی الفاظ۔ 12 مضبوط۔ 13 دریا۔ 14 مستی۔ 15 دھیمی سُر۔ 16 بلند سُر۔ 17 فرشتہ۔ 18 اُلجھی ہوئی باتیں۔ 19 وہ بات جو صاف ظاہر نہ ہو۔ 20 نکاح۔ 21 فقیر۔ 22 ہمت والے لوگ۔ 23 ملا ہوا۔ 24 دو نیک ستاروں کا ایک برج میں جمع ہو جانا۔ 25 برکت۔ 26 نکاح۔ 27 منطق کی ایک شکل کا نام۔ 28-29 منطق کی دو کتابوں کے نام ہیں۔ 30 نگاہ۔ 31 خوش۔ 32 ایک ساز کا نام۔ 33 پیچیدہ آواز۔ 34 باجا۔ 35 گود۔ 36-37 سُروں کے دو نام۔ 38 سُر نکالنے میں خاص انداز سے ٹھہر جانے کا نام۔

جن مزامیر[39] کو ہم سنتے تھے واعظ سے حرام
تارِ طنبور[41] بنی آج رگِ سنگِ صفا
نہیں کچھ دور کہ تبدیل ہو کعبہ کا لباس
دھوم اس شادی کی ہے کہ منڈھے[43] کی صورت
رقعۂ شادی کا ہے اس رنگ سے تحریر ہوا
شاخِ گل پہنے کلائی میں کلی کا کنگنا[44]
عطرداں میں گلِ نرگس وہ بھرے عطرِ سہاگ
بل بے تیاری پوشاک کہ چرخِ اطلس
بہرِ خیاطہ[46] کی ہے جلدی کہ کھلا جاتا ہے
بہرِ چڑھاوے[48] کی ہے کثرت کہ جڑے ہی ہر صبح
اللہ اللہ رے نوشہ[49] ترا عالی رتبہ
ہوئی نوبت[52] کی یہ نوبت کہ سحر اس کی ٹکور[53]
نئے کلیاں کو بھی گر منہ سے لگاتا ہے کوئی
پہنچا یہ طنطنۂ[55] کوس کا گردوں پہ دماغ
آتی اس طرح سے پیہم ہے جلاجل[57] کی صدا
کہتا ہر دم ہے یہ نقارچیِ[58] پیرِ فلک
سارے ارمان نکالونگا وہ اس شادی میں
جو گھڑے روپے کے اور سونے کی ٹھلیاں[59] ان میں
ہے بہ سلکِ دُرِ شہوار رگوشِ بہجت

وجد میں آئیں سُنیں آج گر آہوئے حرم[40]
بے زباں زمزمہ سازی کرے موجِ زمزم[42]
تاکہ دکھلائی نہ دے صورتِ اہلِ ماتم
چھا گیا گلشنِ آفاق پہ ہے ابرِ کرم
کہ جوانانِ چمن آئیں جو مل کر باہم
زرد جوڑے پہ بسنت اپنا دکھائے عالم
سارے گل بھرنے لگیں بلبلِ بیتاب کا دم
لایا اطلس[45] جو لگانے تو یہاں نکلی کم
شکمِ کرمِ بریشم[47] ہی میں تارِ ریشم
گدگدی پہ گلِ داؤدی کے ہیرے شبنم
جس کی انگلی میں پہنائیگا سلیمان[50] خاتم[51]
گوشِ افلاک سے بھرتی ہے سوا گوشِ اصم[54]
تو وہ بھرتی ہے ہم آوازیِ شہنائے[56] کا دم
کہ نہیں رکھتا سرِ روئے زمیں اپنا قدم
کہ پری زاد ہے آتی کوئی کرتی چھم چھم
کہ تھا مدت سے دمامہ کا مرے پھولا شکم
اس کے سینہ سے جو نکلیں گے باآوازۂ بم
صف بہ صف دیکھ کے ان کو یہ پکارا عالم
یا کہ ہنستی ہے خوشی دانت نکالے پیہم

[39] باجا [40] کعبہ ؛ [41] ایک باجے کا نام [42] کعبہ کے پاس ایک کوئیں کا نام ؛ [43] شامیانہ [44] پھولوں کے ایک زیور کا نام ؛ [45] ریشم ؛ [46] سلائی ؛ [47] ریشم کا کیڑا ؛ [48] وہ زیور جو دولہا دولھن کو بھیجتا ہے ؛ [49] دولھا ؛ [50] مرزا سلیمان شکوہ اکبر شاہ کا بھائی تھا ؛ [51] انگوٹھی ؛ [52] شادی پر بجانے والی نوبت ؛ [53] نوبت کی آواز ؛ [54] بہرا ؛ [55] حقہ ؛ [56] آواز ؛ [57] جھانجھ ؛ [58] نقارہ بجانے والا ؛ [59] شربت کے برتن جو دولہا کی طرف سے دلھن کے ہاں جاتے ہیں ؛

ہر سبُوچے[60] پہ یہ جوبن ہے کہ جیسے کوئی شوخ — اپنے اُبھرے ہوئے پستاں[61] پہ چڑھاوے محرم[62]
دیکھ نقلوں[63] کو سبوچوں میں یہ حیران ہے خلق — کہ بھرے موتیوں سے کیونکہ حبابِ لبِ یم
ایسے شیریں کہ اگر رکھے زباں پر ان کو — وصفِ شیریں سخنی پائے زبانِ ابکم[64]
کروں تحریر جو رنگت کو حنا بندی[65] کی — شاخِ گل مہندی[66] ہو پھولوں سے ابھی میرا قلم
ہوئے روشن جو کنول شکل رخِ آتشناک[67] — نو لٹیں اُنپہ دھوئیں کی ہوئیں زلفیں پرخم
کاغذِ زرد کے پھولوں میں یہ گل کترے تھے — آگیا تھا گلِ صد برگ[68] کا پھر کر موسم
نخلِ آرائش اگر دیکھو تو ایسے دلکش — نوجوانانِ چمن جیسے بصد ناز و نعم[69]
بیاہ کی شب وہ تجمل[70] تھا کہ اللہ اللہ — کہتا تھا دیدۂ انجم سے یہ گردوں ہر دم
سچ کہو کرتے ہو نظارہ جہاں کا جب سے — کبھی یہ جلوہ ہے دیکھا تمہیں آنکھوں کی قسم
دیکھے دولہا کے نہیں دست حنا بستہ ابھی — ورنہ مٹھی کا ابھی غنچہ کی کھل جاتا[71] بھرم
مُنہ پہ نوشاہ کے یوں سہرۂ زرتار کی زیب — روئے خورشید پہ جوں خطِ شعاعی کی جھلم[72]
ہوا شبدیز[73] فلک سبز پہ دولہا جو سوار — روز نے صدقہ کیا اشہب و شب نے ادہم[74]
وصف میں اس کے پڑھوں کیونکہ نہ اک مطلع میں — توسنِ[75] طبع نے اب تیز نکالا ہے قلم
بار ہمدم نہیں لیکن ہے وہ نسلِ آدم — ہے وہ اُس نسل میں جس اصل میں رخشِ[76] رستم
رمزِ راکب سے یہ آگاہ وہ سرِ رفتار — گزرے گر دل میں توقف تو وہیں جائے ہے تھم
ہے تو وہ حور شمائل[77]۔ نہیں پر زادہ حور — خوئے آدم ہے و لیکن نہیں نسلِ آدم
چادریں بھیجتا مہتاب کی ہے بسکہ فلک — چاہیئے اس کو زمیں پر نہ گلیم[78] و نہ گلم
نور کے قطرے فلک سے ہیں زمیں پر برسے — چھوٹتے گنج ستاروں کے کہاں ہیں پیہم[80]
سر اُٹھایا یہ ہوائی نے ہے آخر کہ ہوا — شعلہ اس کا علمِ کاہکشاں کا پرچم[81]

۶۰ گھڑے ۔ ۶۱ چھاتی ۔ ۶۲ انگیا جو چھاتی پر پہنی جاتی ہے ۔ ۶۳ بڑے الائچی دانے ۔ ۶۴ گونگا ۔ ۶۵ مہندی لگانا ۔ ۶۶ ایک پھول کا نام ۔ ۶۷ آگ سے بھرا ہوا مراد سرخ ۔ ۶۸ گیندا ۔ ۶۹ کرشمہ ۔ ۷۰ شان و شوکت ۔ ۷۱ بھید ظاہر ہو جانا ۔ ۷۲ جالی کا بنا ہوا نقاب جو چہرہ پر اوڑھتے ہیں ۔ ۷۳ گھوڑا ۔ ۷۴ سیاہ رنگ کا گھوڑا ۔ ۷۵ گھوڑا ۔ ۷۶ رستم کے گھوڑے کا نام ۔ ۷۷ عادتیں ۔ ۷۸ کمبل ۔ ۷۹ آتشبازی کی ایک قسم ۔ ۸۰ لگاتار ۔ ۸۱ پھریرا ۔

ٹہنیاں جھومی ہیں اس رنگ سے نافرماں[82] کی
جیسے رکھے ہوں تراشے ہوئے جامِ نیلم[83]

ہاتھی لڑتے نہ سمجھنا - بلِ عشرت نے بزور
سر کو دو کوہ سے ٹکرایا ہے تندِ غنم[84]

نخل پھولا ہوا دم بھر میں نکل آتا ہے
ہے اناروں میں اچنبھے کا تماشا عالم

چھوٹے گھن چکّر[85] اس انداز سے کھا کر چکّر
چرخ میں آیا جسے دیکھ کے گردوں دژم[86]

پھولیں کیونکر نہ چمک کر گلِ آتشبازی
شاخ تھی گل کی قلم - بنگیٔ شورے کی قلم

جھاڑ[87] ابرک کے نہیں چادرِ مہتاب کے ہیں
جڑ تلک لپٹے ہوئے نخلِ گلستانِ ارم

شجرِ طور کا جوں وادیٔ ایمن[88] میں ہو نور
شمع ابرک کے کنول میں ہے دکھاتی عالم

ہیں جو سرگرمیٔ شادی سے فتیلے[89] روشن
تاب کیا خانۂ گیتی میں رہے سایۂ غم

باندھے ہیں تو شعلۂ فندق[90] بسرِ ہر انگشت
پنج شاخوں کو کہوں میں نہ کبھی دستِ صنم

کھولا مصحف - تو زہے یمن کہ سرِ لوحِ ورق
اسمِ اعظم تھا عیاں خطِ شعاعی سے رقم

رونمائی پہ لگی رشک سے زہرہ گانے
غیرت از چشم کنم روئے تو دیدن ندہم

ایسی شادی کے تجمّل کو لکھے کیا کوئی
دھوم ہے جس کی گئی تا سرِ ہفتم طارم[91]

جی میں ہے توسنِ خامہ کی عناں پھیر کے میں
مدحِ اکبر شہِ ثانی کروں پھر زیبِ رقم

جس کے باعث سے منوّر ہے چراغِ خورشید
جس کی دولت سے ہے آراستہ بزمِ عالم

اسکی دینداری کے نقارہ کی اللہ رے صدا
از عجم تا بہ عرب اور ز عرب تا بہ عجم

جس سے پوچھو کہ تو آگہ ہے؟ کہیگا کہ بلے[92]
انت نعرف کہو جس سے وہ کہیگا کہ نعم[93]

مدح میں اس کی رقم کرتا ہوں اک تازہ غزل
کہ غزل خواں ہے ہر ایک آج بجانِ خرم

تو ہے وہ ابرِ سخا - تو ہے وہ دریائے کرم
جسمیں ہوں فلس[94] کی جا کیسۂ ماہی[95] پہ درم

چارہ گر ہو جو ترا لطف تو پھر کیا ہے عجب
مشکِ سودہ کرے ہر زخم پہ کارِ مرہم

پہنچی ہے روحِ عدو سہم کو ناوک سے ترے
مثلِ آہوئے رمیدہ سرِ صحرائے عدم

[82] پھول کی ایک قسم ۔ [83] ایک قیمتی موتی کا نام ہے ۔ [84] مینڈھا ۔ [85] آتشبازی کی ایک قسم ۔ [86] دیوانہ ۔ [87] درخت ۔ [88] ایک وادی کا نام ہے جس میں حضرت موسٰی کو خدا کا جلوہ نظر آیا تھا ۔ [89] بتی ۔ [90] ایک میوہ کا نام ہے ۔ [91] ساتواں آسمان ۔ [92] ہاں ۔ [93] ہاں ۔ [94] مچھلی کا سنا ۔ [95] مچھلی کی کھال جس پر سنے ہوتے ہیں ۔

تیرا خنجر ہے نہنگ ایسا کہ غرقِ زہر آب
تیری شمشیر وہ اژدر[96] ہے کہ ہے آتش دم

حق میں اعدا کے ترا تیر ہے پیغامِ قضا
اور ترا جوہرِ شمشیر قضا[97] ئے مبرم

توڑے دل شیشہ کا ہرگز نہ ترے عہد میں سنگ
رحم کھاوے کہ لیا اُسنے مرے گھر میں جنم

ترے انصاف کا پرتو ہے جو عالم میں محیط
تو نہ پایا ہے نہ پائینگے فروغ اہلِ ستم

روبرو بچۂ آہو کے نہ روشن ہو چراغ
ڈالے روغن کی جگہ اس میں جو[98] پیہہ ضیغم[99]

گلشنِ مدح میں جب سے ترا ذوق لگا
خرمنِ گل کی جگہ تازہ مضامیں کا اظم ق

پہ یہ سمجھا کہ ہے جز کرتا دلالت کل پر
کہہ کے اک شمہ[100] ترے وصف کا اے نیک شیم

یہ دعا کرتا ہے دل سے کہ مبارک ہو تجھے
شادیِ وصلتِ فرزند بصد جاہ و حشم

ہوں شبستاں میں ترے دست و بغل عیش و طرب
گھر میں حاسد کے دل آشوب ہیں محنت و غم

قصیدہ ۱۹

اکبر شاہ مرحوم کی مدح میں

سحر جو گھر میں بشکلِ آئینہ[1] تھا میں بیٹھا - نزار[2] و حیراں
تو اک پری چہرہ - حور طلعت - بشکل بلقیس[3] و ماہ کنعاں[4]

پری کی صورت چمن کی رنگت - گر اس کا شیوہ - تو اس کا جلوہ
زبان شیریں - بیان رنگیں - کلام[5] رنداں - خرام[6] مستاں

انیس خلوۃ جلیس[7] جلوۃ[8] - حریفِ حکمت - ظریفِ صحبت
بہ بزم یاراں - بدل بہاراں - باہل عزلت[9] - گلے بداماں[10]

حسیں بشکل و مہِ منور - عرق[11] کے قطرے ہیں اس میں اختر[12]

[96] اژدہا - سانپ ٭ [97] نہ ٹلنے والی موت ٭ [98] چربی ٭ [99] شیر ٭ [100] دل کو پریشان کرنے والے ٭

قصیدہ [19] ٭ (نوٹ) یہ قصیدہ اکبر شاہ کے جلوس کے جشن پر پڑھا گیا تھا ٭ [1] مانند [2] غمزدہ ٭ [3] ایک ملکہ کا نام ہے جس سے حضرت سلیمانؑ نے شادی کی تھی [4] کنعان ایک شہر کا نام ہے چونکہ یہ مصر میں واقع ہے لہذا 'ماہ کنعان' حضرت یوسفؑ کو کہتے ہیں [5] شرابیوں کا کلام۔ شرابی معشوقوں کی طرح رک رک کر کلام کرتے ہیں [6] چال [7] ساتھی [8] بزم [9] تنہائی [10] دامن میں پھول [11] پسینہ [12] ستارہ ٭

ہلال ابرو - نگاہ جادو - خدنگ[13] مژگاں و چشمِ فتاں[14]
بروئے رنگیں - نگارِ بستاں - شگوفہ خنداں - مگر نہ خنداں[15]

بموئے پیچاں - ہے عشق پیچاں - جو ہیں پریشاں[16] تو دل پریشاں
وہ گوشِ پُر زیب کج کلاہی - جو دیکھو بینی[17] تو یا الٰہی

دہن ہیں غنچہ - لبوں میں گلبرگ[18] و روئے روشن ہیں مہرِ تاباں[19]
نگاہ ساغر کشِ[20] تماشا - بیاض[21] گردن صراحی آسا

وہ گول بازو - وہ گوری ساعد - وہ پنجہ رنگیں بخونِ مرجاں
کمر نزاکت سے لچکی جائے - کہ ہے نزاکت کا بار اُٹھائے

اور اس پہ سو لور لہر کھائے - پھر اس پہ ہیں دو قمر[22] فروزاں
وہ ران روشن وہ ساق[23] سیمیں - وہ پائے نازک - حنا ہیں رنگیں

وہ قد قیامت - وہ فتنہ قامت - دلوں پہ شامت جو ہو خراماں

جو نام پوچھا - کہا خوشی ہوں - جو وصف پوچھا - تو دلبری ہوں
سبب جو پوچھا تو ہنس کے بولا - کہ ذوق تو بھی عجب ہے ناداں

وہ شاہ جو ہے **محمد اکبر**[24] - جہاں ہیں رشکِ جم و سکندر
جلوس جشن اسکا ہے فلک پر - اسی کے پرتو[24] ہیں سب یہ ساماں

یہ سنتے ہی میں نے بالبداہت[25] - لکھا وہ مطلع شفق[26] شباہت
کہ جس کو احسن[27] کہے سخنور[28] - پڑھے یہ بحتیں ہر اک سخنداں

شہنشہا تیرے سر پہ دوراں - ہے چتر بن بن کے ہوتا قرباں
کہ ہفت اختر بہ ہفت کشور رہیں آج یکسر مطیع فرماں

وہ ہے ترا اختر ہمایوں - کہ ہو گے روشن چراغ گردوں

[13] تیر * [14] فتنہ انگیز * [15] مگر خود ہنستا نہ تھا بلکہ متین تھا * [16] جب (بال) بکھرتے ہیں - تو دل بیقرار ہو جاتے ہیں * [17] ناک * [18] پھول کی پتی * [19] چمکتا ہوا سورج * [20] شراب کا پیالہ پینے والی * [21] سفیدی * [22] چاند مراد پستان * [23] پنڈلی * [24] سایہ * [25] فوراً *
[26] شفق - وہ سرخی جو شام کے وقت آسمان کے مغربی کنارے پر نمودار ہوتی ہے - شفق شباہت یعنی شفق سے مشابہت رکھنے والا مراد رنگین * [27] خوب * [28] شاعر *

مدام کانپے ہے شعلہ آسا - بزیرِ فانوسِ چرخِ گرداں
سحابِ[۲۹] ہمت جو دُر فشانی - کرے بہنگامِ حکمرانی
تو ہو خجالت سے پانی پانی - ہوا پہ یکدست ابرِ نیساں
تری عدالت میں ہے یہ قدغن[۳۰] - کتاں کو دیکھے نہ ماہِ روشن
وگرنہ ہالہ ہو طوقِ گردن - کہ تا ہو دل میں بہت پشیماں
جو تیغِ بُرّاں[۳۱] کو اپنی شاہا - کرے علم تو بروزِ ہیجا[۳۲]
تو زیرِ دامانِ ابر اپنا - دکھائے جلوہ نہ برقِ رخشاں[۳۳]
یہ تیرا خنجر ہے یا کہ شہپر - کہ جس کے لگتے ہی دم میں اُڑ کر
قفس سے ہوتا ہے تن کے پرّاں - ترے مخالف کا طائرِ جاں
ہے عیدِ قرباں میں تیری میموں[۳۴] - رکھا بزرگوں نے شترِ گردوں[۳۵]
کہ کھا کے گاؤ[۳۶] زمین نہ ہیبت - کہیں بزیرِ زمیں ہو لرزاں
رکھے گا فغفور[۳۷] چینی خانہ - تو حکم دے اے شہِ زمانہ
بنا صفاہاں[۳۸] پہ آستانہ - کہ بیٹھے دارا[۳۹] بجائے درباں
تری سخاوت کا سُن کے عالم - اُمنڈ پڑا ہے تمام عالم
عرب سے آیا ہے چل کے حاتم - بلب سوال و بدست داماں
جو آئیں جنبش میں لعلِ شیریں - چمک ہو اُن کی کلام رنگیں
تو حکم دیوے تو ہو ویں آمیں[۴۰] - تو ہنس کے بولے تو گل ہو خنداں
جو ہو سوارِ سمندِ[۴۱] تازی[۴۲] - کرے تو میداں میں اسپ تازی
تو سمجھے دورِ فلک کو بازی - بپائے گوئے و بدست چوگاں

۲۹ بخشش کا بادل ۔ ۳۰ تاکید ۔ ۳۱ کاٹنے والی ۔ ۳۲ جنگ ۔ ۳۳ چمکنے والی ۔ ۳۴ مبارک ۔ ۳۵ آسمان کا شتر یعنی خود آسمان ۔ ۳۶ وہ بیل جس کے سر پر زمین قائم ہے ۔ بیل کی ہستی پر زمین یعنی اہلِ زمین کی زندگی کا دارومدار ہے ۔ بیل اناج پیدا کرتے ہیں اور لوگ کھاتے ہیں ۔ قدیم زمانہ کے لوگوں نے بجائے محاورہ کے لفظی معنے لے کر غلطی کھائی ۔ ۳۷ بادشاہانِ چین کا لقب ۔ ۳۸ اصفہان ۔ ۳۹ ایران کا ایک مشہور بادشاہ گزرا ہے ۔ ۴۰ قبول ۔ ۴۱ گھوڑا ۔ ۴۲ عربی ۔

وہ تیرا ہے فیل کوہ پیکر[۴۳] ۔ کہ جس پہ کہتے ہیں سب نظر کر
فلک پہ دمدار ہیں دو اختر ۔ وہ یا نمایاں ہیں اسکے دنداں
ترا جو وصف خجستہ[۴۴] شاہا لکھے ۔ قلم کو کہاں ہے یارا
ثنا دعا پر ہے ختم کرتا ۔ جو ذوق تیرا ہے تہنیت[۴۵] خواں
کہ روز تجھ کو خوشی ہو افزوں ۔ حسود ہوں سرنگون و محزوں
یہ جشن ہو فرخ و ہمایوں ۔ سدا بصد فر و شوکت و شاں

قصیدہ ۲۰

اکبر شاہ مرحوم کی مدح میں

دل کہ اس دہر میں ہے گرسنۂ ناز بتاں
زخم تیغ اس کو غنیمت ہے کہ دیکھا لب ناں

ہوں وہ لب تشنہ کہ ہیں دامن دریا مجنوں
برق پر سوز کا ہاتھ آئے جو طرف داماں[۲]

وہ خنک[۳] دل ہوں کہ جسکے نفس سرد سے آہ
دم میں یخ[۴] بستہ ہو سرچشمۂ مہر رخشاں[۵]

میں ہوں وہ شعلۂ جوالہ[۶] بہ بر گردوں
کہ اگر دل کو قرار آئے تو پیچ میں ہو جاں

میں وہ مجنون جگر تفتہ[۷] ہوں جسکے دم فصد
ہر بن[۸] مو سے عوض خوں کے نکلتا ہے دھواں

چشم سوزن سے نہ لو سلسلہ زنجیر کا تم
دل وحشت زدہ ہر لاغر بے تاب و تواں[۱۰]

ہوں وہ افتادہ کہ ہمت کبھی یاور ہو تو ہو
دستگیر آکے عصاء مژۂ مورچگاں[۱۱]

ہوں وہ تصویر سر صفحۂ عالم جس پر
موقلم[۱۲] دو تو کرے کار سنان و پیکاں[۱۳]

دل گرفتہ ہوں میں وہ دہر میں مانند انار
اک گرہ وا ہو تو صد گرہ اندوہ داماں

ہوں وہ فرسودۂ[۱۴] غم جس کے بچشم بینش
کرتا سرو چمن دہر ہے کار سوہاں[۱۵]

قطرۂ شبنم کا ہو گل پر تو مری نظروں میں
سنگ حسرت ہے کہ رکھتا ہوں بزیر دنداں

[۴۳] جسم ۔ [۴۴] مبارک ۔ [۴۵] مبارکباد دینے والا ۔

قصیدہ نمبر ۲۰ ۔ [۱] چمک ۔ [۲] دامن کا کنارہ ۔ [۳] ٹھنڈے دل والے مراد شکست دل والے ۔ [۴] برف ۔ [۵] چمکتا ہوا سورج ۔ [۶] چکر لگانے والا ۔ [۷] جلا ہوا ۔ [۸] جڑ ۔ [۹] سوئی کا ناکہ ۔ [۱۰] طاقت ۔ [۱۱] چیونٹیاں ۔ [۱۲] بالوں کا بنا ہوا قلم جس سے تصویروں میں رنگ بھرتے ہیں ۔ [۱۳] تیر ۔ [۱۴] گھسا ہوا ۔ [۱۵] لوہے کا آلہ جس سے چیز تیز کرتے ہیں ۔

میں ہوں وہ کشت کہ بھیگا نہ ہی سبزہ جس سے
اور اگر ہے تو ہے آغشتہ[16] زہر آبِ سناں

فلکِ سبز کے نیچے ہیں ہوں تلوار کا کھیت
آبِ شمشیر مجھے دو کہ یہی ہے مری جاں

ہوں وہ خود رفتہ[17] کہ جوں عمرِ تلف[18] کردہ مجھے
حشر تک ڈھونڈیں تو ممکن نہیں ہاتھ آئے نشاں

ماہِ نخشب[19] کی طرح ہوتا عیاں ہوں سرِ کوہ
اور ابھی پل میں جو دیکھو تو عیاں ہوں نہ نہاں

ہوں وہ سرگشتہ کہ گر ساقی و ساغر چاہوں
حلقۂ دورِ فلاخن[20] ہو بدستِ دہقاں

اس گلستاں کی روش[21] پہ گلِ کاغذی[22] ہوں میں
نہ ادھر ہوں نہ اُدھر ہوں وہاں ہوں نہ یہاں

دل نے لیموں سی کیا رنگ طلا کا روشن
ترش روئی سے رخِ زرد ہے میرا تاباں[23]

میں وہ گردش زدۂ دہر ہوا جسکا پسِ مرگ
سنگِ تعویذ بھی چکر میں ہو مانندِ فساں[24]

میں وہ ہوں بسملِ[25] دلِ خوں شدہ جسکے خوں میں
تیغِ قاتل روشِ[26] کشتیٔ دریا ہو رواں

اشکِ خونیں ہے مرا آتشِ یاقوت[27] یمن[28]
گرچہ ہوں آب میں لیکن ہوں ہمیشہ سوزاں

دل اڑا جاتا ہے جل جل کے جو بن آگ مرا
طائرِ رنگِ حنا بن کے ہوا ہوں پرّاں[29]

طفلِ معصوم کا ہے خواب مری موت و حیات
کہ کبھی لب مرا خنداں ہے کبھی ہے گریاں

وہ سیہ بخت ہوں میں خاک سے جس کی تخمیر
ہے سیہ کر دیا آئینۂ چرخِ گرداں

میں وہ بیمار ہوں مایوسِ شفا جس کے لئے
دمِ عیسیٰ نے کیا کارِ نفسِ ثعباں[30]

اٹھ سکا سر نہ مرا مزرعِ گیتی میں ذرا
دل رہا دانۂ روئیدہ تہِ سنگِ گراں

شرحِ[31] جانسوزیٔ میری نئے قلیاں[32] کی طرح
کیا عجب نالۂ قلم سے جو نکل آئے دھواں

دلِ مایوس یہ تھا کہہ رہا مجھ سے کہ خموش
یوں لگی کہنے کہ بے فائدہ کیوں آہ و فغاں

پھر تو کر غور کہ مداح ہے کس شاہ کا تو
دیکھ وہ ابرِ کرم قلزمِ جود و احساں

وہ شہنشاہ کہ جشن اسکا ہے افلاک کی سیر
ہنستے مہوش ہیں تو کرتے ہیں ستارے افشاں

۱۶ لتھڑا ہوا ۔ ۱۷ بیہوش جیسے اپنی خبر نہ ہو ۔ ۱۸ ضائع ۔ ۱۹ ایک چاند کا نام جسے کسی دانا آدمی نے بنایا تھا وہ رات کے وقت تیس چالیس میل تک روشنی پہنچاتا تھا ۔ ۲۰ گوپھیا ۔ ۲۱ باغ میں درختوں کے درمیان کا راستہ جہاں لوگ چلتے ہیں ۔ ۲۲ کاغذی پھول ۔ ۲۳ چمکتا ہوا ۔ ۲۴ سان جس پر چاقو تیز کئے جاتے ہیں ۔ ۲۵ تڑپتا ہوا ۔ ۲۶ مانند ۔ ۲۷ ایک قیمتی موتی کا نام ۔ ۲۸ ایک ملک کا نام ۔ ۲۹ اڑنے والا ۔ ۳۰ سانپ ۔ ۳۱ تفسیر ۔ ۳۲ نلکی ۔ ۳۳ حقہ ۔

ماہ گردوں پہ ہر اور آکے زمیں پر مہتاب
کثرتِ عیش سے دریا میں ہر شب کو رقصاں

سن کے یہ مژدۂ جاں بخش ہر اک کو یہاں تک
شوقِ نظارہ ہوا عام بہ گلزارِ جہاں

دیکھتا ہوں کہ سرِ شاخ کہ مژہ کاسۂ چشم
رخِ نظارگیاں[۳۴] پر ہے بنا نرگس داں[۳۵]

آج عالم کا ہے دل شاد کہ جوں عالمِ نور
جلوہ گر ہے سرِ اورنگ[۳۶] بصد شوکت و شاں

ماہ فرخندہ[۳۷] لقب شاہ محمد اکبر
تاجِ شاہانِ زماں فخرِ سلاطینِ جہاں

دیکھا ہے دولت و صولت کا جو اسکے اقبال
دہرِ سرکش کا بھی قد ہو گیا خم مثلِ کماں

مدحِ حاضر کے لئے حاضرِ دربار ہو ذوق
تو ہے خاقانیِ[۳۸] ہند اور وہ ہے خاقانِ[۳۹] زماں

پوچھ لو آج فلک سے کہ ہے خورشید کہاں؟
گر ہے کچھ وزن تو آجائے بسوئے میزاں

نیرے جلوہ کے تجلی[۴۰] نے جو روشن کیا دل
ہو گیا شمع مرے سینہ میں تارِ رگِ جاں

آستیں اپنی ہلا دے جو ترا دستِ کرم
ہر شکن سے ہو عیاں لجۂ[۴۱] بحرِ عماں[۴۲]

کیوں نہ اربابِ ہمم ہوں تری ہمت کے غلام
حق یہی ہے کہ اَلْاِنْسَانُ عَبِیْدُ الْاِحْسَان[۴۳]

آگے دریا ترے خود کھولے ہے لبہائے سوال
کھولے کس منہ سے کہ پنجہ بھی ہے رکھتا مرجاں[۴۴]

سرخروئی ترے حاسد کو جگر خواری ہے
شیر کے بال سے ہے تیز ترا اسکو رگِ جاں

کانپتے ہیں پڑے ہیبت سے پلنگ اور نہنگ
بحر و بر پر ہے تری تیغ کی بُرّش[۴۵] یکساں

ہے زرہ رکھتی اسی واسطے ماہی تہِ آب
پہنے جوشن ہے نیستاں میں ہر اک شیرِ ژیاں

تیغِ ہندی تو کمر میں ہے پر ایک اک جوہر
رکھتا در زیرِ نگیں ہے صفاتِ صفہاں[۴۶]

کوہ پر بیٹھ کے یوں بیٹھے ہے پشتِ ماہی
جیسے ابروئے بتاں ہو تہِ آئینہ عیاں

تیرے خنجر کو ملا شہپرِ قدرت سے ہے زور
مرغِ دل سینوں سے جوں زاغ و زغن ہیں پرّاں

تیر ناوک کو ترے دیکھ کے ہے لوٹ رہا
طائرِ قبلہ[۴۷] نما خاک کرے گا طیراں

۳۴ نظارہ کرنے والے ۔ ۳۵ جس میں نرگس کے پھول رکھے ہوئے ہوں ۔ ۳۶ تخت ۔ ۳۷ مبارک ۔ ۳۸ ایران کے ایک مشہور شاعر کا تخلص ۔ ۳۹ بادشاہ ۔ ۴۰ روشنی ۔ ۴۱ گہرا حصہ ۔ ۴۲ ایک سمندر کا نام ہے ۔ ۴۳ انسان احسان کا بندہ ہے ۔ ۴۴ ایک سرخ رنگ کی لکڑی جو پنجہ کی طرح ہوتی ہے ۔ ۴۵ کاٹ ۔ ۴۶ اصفہان کا مخفف ۔ ایران کا ایک شہر جو تلوار کی خوبی کے لئے مشہور ہے ۔ ۴۷ قطب نما جس کی سوئی ہمیشہ قطب کی طرف رہتی ہے ۔

آتشِ قہر کی ہیبت سے نری نارِ سعیر[48]
رکھتی شعلہ سے ہے انگشت بزیرِ دنداں

گنبدِ چرخ ہوا کلبۂ[49] پُر دود اُسے
رُوح کو سینۂ حاسد میں بجا ہے خفقاں[50]

تیرا فرماں تھا کہ فرماں برِ دولت کے سوا
ہووے اِک برگ نہ پیدا بہ گلستانِ جہاں

ہوتے یہ منکرِ اقبال ترے نا پیدا
کہ چمن میں نہیں اُگتا ہے گُلِ نافرماں[51]

ترے مہتاب کرم سی جو سرِ قلزمِ قہر
پردۂ نور میں اُبلا ہے تنورِ طوفاں[52]

عدل نے تیرے دکھائے ہیں بہم آتش و آب
آب آئینہ میں روشن ہے رُخِ برق شاں

دلِ افگار[53] کا ہے سودۂ الماس علاج
سنگ ہے سنگِ جراحت[54] بہ سرِ زخمِ جہاں

تیری تاثیرِ محبت نے دیا ہے تریاک
ورنہ تھا زہر دلوں کو خطِ سبزِ[55] خوباں

اُفقِ صبح سے کافور کا لے کر مرہم
رکھتا مہتاب ہے بر سینۂ صد چاک کتاں[56]

سرزنشِ عہد نے کی تیرے یہانتک کہ عدوم
کہ نظر آتا نہیں دشت میں کانٹوں کا نشاں

بے علف ناقۂ لیلیٰ ہے مگر قیس غریب
نہیں دیتا بہ ضیافت سرِ خارِ مژگاں

خسروا تیری توانائی اقبال سے آج
ناتوانوں کو ہوئی دہر میں تاب و تواں

مور کا سلسلۂ نقشِ قدم گر ہو کہیں
اپنے حلقہ میں جکڑ لیتا ہے صد پیلِ دماں[58]

آگے جلوہ کے ترے پرتوِ خورشید ہے گرد
آگے رتبہ کے ترے خاک ہے جرمِ کیواں

اِس تصوّر میں جو ہے پیشِ نظر عالمِ نور
اسکو اِک مطلعِ موزوں میں ہوں کرتا میں بیاں

گر تری ذات نہ ہو کعبۂ اقبالِ جہاں
آسماں ہووے نہ پھر پھر کے زمیں کر قرباں

ہو ہیں ناصیہ سائی تری خورشید کو روز
موکشاں[59] لاتی ہے در پر ترے سرگرداں

مہرگاں[60] ہمت عالی کا جو بادل لائے
ایسے نیساں[61] سے وہ آفاق پہ ہو قطرہ فشاں

جن کی شادابی گوہر کو اگر دیکھے تو دور
طرفۃ العین[62] میں ہو کاہ رُبا کا یرقاں

آتشِ قہر و غضب تیری عیاذاً باللہ[63]
مشتعل ہووے اگر سوئے گلستانِ جہاں

[48] تیز اور سخت آگ ۔ [49] جھونپڑی ۔ [50] ایک بیاری کا نام ۔ [51] ایک پھول کا نام ۔ [52] طوفان جو حضرت نوحؑ کے وقت آیا تھا اور جس نے ان کی اُمت کو غرق کیا تھا۔ تنور سے نکلا تھا ۔ [53] زخمی ۔ [54] ایک سفید نرم پتھر ۔ [55] سیاہ ڈاڑھی ۔ [56] ایک کپڑا جو چاندنی میں پھٹ جاتا ہے ۔ [57] چارہ ۔ [58] مست ۔ [59] بالوں سے کھینچ کر ۔ [60] اہل فارس کے ایک مہینے کا نام ۔ [61] وہ بادل جن کے قطرے موتی بن جائیں ۔ [62] آنکھ کی جھپک ۔ [63] خدا کی پناہ ۔

ہے یقیں صورتِ نخلِ گلِ آتشبازی[64]
نخلِ فوارہ بھی پانی میں ہے شعلہ فشاں

ماجرے خامہ نے شیریں سخنی کا تری
صورتِ موج میں دریا کے دیا تھا بزباں

سخن و اہلِ سخن سب سرِ ساحل تھے کھڑے
دونو لب اسکے حلاوت سے بہم تھے چسپاں[65]

وصفِ شوخی ترے توسن کا ہو کس طرح رقم
کہ قلم صفحۂ کاغذ پہ ہے جوں برق طپاں[66]

باندھوں کس طرح سے مضمون سواری میں اسے
تڑپ اُٹھتا ہے کرے جنبش اگر طبعِ رواں

قلم و حرف نہیں پیشِ نظر ہیں اس دم
سرِ جادہ سے ہے دل کھیلتا گوئے و چوگاں

کہوں شائستگی اس بادیہ پیما[67] کی میں کیا
تازیانہ[68] ہے بکار اس کو نہ درکار عناں

نہیں انساں ہے مگر کام ہیں انساں سے فزوں
پر نہیں۔ پر وہ پری سے ہے زیادہ پرّاں

خسروا سرعتِ رفتار ہو گر مدِ نظر
پہلے ہو قاف سے تا قاف سراسر میداں

جلوہ گر خانۂ زیں پر ہو پھر اس شان سے تو
بر سرِ دوشِ صبا جیسے شمیمِ[69] ریحاں[70]

تازیانہ جو لگا دے تو کفل[71] پر اس کے
اور نہ چمک کر کبھی اڑ جائے وہ بجلی تیز رواں

ابھی کوڑے کی صدا کو وہ سنے پھر کر نہ چلے
وہ کبھی بار بھرے ہانسے یہاں یہاں سے وہاں

کیا دکھاؤں ترے ہاتھی کی بلندی شاہا
آئے کو سوجھے نظر جب تو عیاں را چہ بیاں[72]

جھومتا جھامتا آتا ہے درِ دولت پر
کہتے ہیں ساقیِ طاقِ نہ سے یوں بادہ کشاں

سمتِ قبلہ پہ ہے ابر آیا سرِ دوش ہوا
خم پہ خم آ رہے چلے جب نام نہ آئے میاں

اس کی مستک[73] پہ سپیرا و روہ نگارِ خرطوم
کریں آنکھوں پہ قسم قوسِ قزح کا عنواں

اور اگر یہ نہیں مضموں تو کسی مہوش کی
زلف پہ بنگل ہے دیا کاکلِ[74] عنبر افشاں[75]

اس کے دنداں یہ نہیں غور سے دیکھا ہیں نے
کشورِ زنگ[76] میں آئے ہیں فرنگی بنگال

کیا لکھوں آگے ترا وصف کہ منہ میں میرے
پاسِ آداب سے جوں شعلہ زباں ہے لرزاں

ختم کرتا ہے ثنا تیری دعا پر اب ذوق
کہ زباں کو بس اب آگے نہیں یارائے بیاں

تجھ کو یہ جشن مبارک ہو بصد جاہ و جلال
عقل ہو پیر تری بخت رہیں تیرے جواں

[64] آتشبازی کا درخت۔ [65] لپٹے ہوئے۔ [66] تڑپنے والا۔ [67] جنگل کی پیمائش کرنے والا یعنی بہت پھرنے والا۔ [68] ہنٹر۔ [69] خوشبو۔ [70] پھول۔ [71] پیچھا۔ [72] ظاہر چیز کو بیان کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ [73] ماتھا۔ [74] زلف۔ [75] عنبر ایک خوشبو کا نام ہے۔ عنبر افشاں عنبر جھاڑنے والا یعنی خوشبودار۔ [76] افریقہ۔

جو دعا گو ہیں ترے انکی دعائیں ہوں قبول — صبح جشن طرب افزا میں ہو دائم[۷۷] خنداں
اور برنگ شب دیجور[۷۸] ترے سب بدخواہ — رو سیہ محفل عالم میں ہوں جوں ماتمیاں[۷۹]
خسروا جلوہ ترا وہ طرب افزائے جہاں — کہ جسے دیکھ کے ہو عید بھی قرباں قرباں
حکم دے تو جو شہا واسطے قربانی کے — سعد[۸۰] ذابح بھی کرے ایسا چھری کو براں
گاؤ گردوں[۸۱] نہ فقط خوف سے اس دم کانپے — بلکہ ہو زیر زمیں گاؤ زمیں بھی لرزاں
تو جو ہو حامیٔ اسلام تو بت خانہ میں — بت کرے قصد نماز اور کہے ناقوس[۸۲] اذاں
نیر جاہ شب و روز ترا جلوہ فروز — مہر تاباں[۸۳] کبھی ظاہر ہے کبھی ہے پنہاں
قطرہ افشاں ہو اگر تیرا سحاب ہمت — لے کے پنجہ میں گہر بحر سے نکلے مرجاں
اور گہر بھی ہوں وہ خوش آب جنہیں دیکھ کے دور — طرفۃ العین میں ہو کاہ ربا کا یرقاں
نطق شیریں[۸۴] ترا وہ ہے کہ ثنا میں اس کے — تر زباں ہو جو دریا ہو اگر ایک زماں
آب دریا میں ہو یہ جوش حلاوت پیدا — لب دریا بھی بہم ہو کے ہوں دونو چسپاں
اس قدر تابع فرماں ہے زمانہ تیرا — نہ ہو گلشن میں بھی روئیدہ[۸۵] گل نافرماں[۸۶]
ہو کے سرسبز بہاران کرم سے تیرے — شاخ پر گل چمن دہر میں ہو شاخ کماں
بلکہ حیرت کی نہیں جا کہ سر شاخ خدنگ[۸۷] — روش غنچۂ گل ہو وے شگفتہ پیکاں[۸۸]
وہ ترا زور حمایت ہے کہ جس کے باعث — ناتوانوں کو بھی ہو دہر میں تاب و تواں[۸۹]
ہل سکیں پھر نہ جگہ سے کبھی گر باندھ رکھیں — ایک تار رگ مور سے سو پیل دماں
دیگ مطبخ[۹۰] پہ ترے بہ فلک پر انجم — کیا عجب صورت سرپوش[۹۱] ہو گر قطرہ فشاں
بیل تیرا گل سوسن کا پڑا ہے انبار — گل مہتاب[۹۲] کے گلدستہ ہیں اسکے دنداں
اس کی خرطوم کسی دلبر لیلیٰ وش کی — جعد[۹۳] مشکیں ہے کہ ہے کاکل عنبر افشاں
لکھوں شوخی جو ترے توسن چالاک کی میں — جنبش خامہ بھی ہو موج رم[۹۴] برق جہاں[۹۵]

۷۷ ہمیشہ ۔ ۷۸ سیاہ ۔ ۷۹ ماتم کرنے والا ۔ ۸۰ ایک ستارے کا نام ۔ ۸۱ برج ثور ۔ ۸۲ سنکھ ۔ ۸۳ چمکتا ہوا سورج ۔ ۸۴ میٹھی باتیں ۔ ۸۵ آگے نکلنے والا ۔ ۸۶ ایک خوشبودار پھول کا نام ۔ ۸۷ ۸۸ تیر ۔ ۸۹ طاقت ۔ ۹۰ باورچی خانہ ۔ ۹۱ دیگ کا منہ ڈھانکنے والا برتن ۔ ۹۲ ایک پھول کا نام ۔ ۹۳ چوٹی ۔ ۹۴ بھاگنا ۔ ۹۵ کوندنے والی ۔

وقت گاؤ دیکھے دمِ معرکہ راکب اس کا　　سرِ حاسد کو رکھے صورتِ گوئے چوگاں
دل میں ہیں جوشِ مضامیں تو نہایت لیکن　　دلِ حوادث سے زمانہ کہ ہے بیتاب و تواں
ذوق کرتا ہے ثنا ختم دعا پر تیری　　کیا لکھے وہ ترے اوصاف کہ قاصر ہے زباں
عیدِ اضحیٰ تجھے ہر سال مبارک ہووے　　تجھ پہ ہو سایۂ حق اور ترے سایہ میں جہاں

قصیدہ ۲۱

در تہنیتِ شادیٔ شاہزادہ بہادر شاہ مرحوم

پائے نہ ایسا ایک بھی دن خوشتر آسماں　　کھائے اگر ہزار برس چکر آسماں
ہے بادۂ نشاط طرب سے لبالب آج　　ایک عمر سے پڑا تھا تہی ساغر آسماں
دیکھے نہ اس طرح کا تماشہ جہان میں　　گر ہو تمام چشم تماشا گر آسماں
اترا رہا ہے عطر سے عیش و نشاط کے　　سچ ہے زمیں پہ پاؤں رکھے کیونکر آسماں
افراطِ انبساط سے ہے کیا عجب اگر　　مثلِ حباب جامہ سے ہو باہر آسماں
شادی کی اسکی دھوم ہے آج آسمان تلک　　تابع زمانہ جس کا ہے فرماں بر آسماں
فرزند شاہ یعنی جواں بختِ ذی وقار　　تسلیم کو ہے جس کے جھکاتا سر آسماں
ہے اس کی بارگاہ میں مانندِ چوبدار　　حاضر عصائے کاہکشاں لے کر آسماں
اِس بیاہ کی نوید سے ہے اِس قدر سرور　　ہے پیر پر جوانوں سے ہے بہتر آسماں
بھرتا ہے اہتمام میں شادی کے رات دن　　مقدور کیا کہ ٹھہر سکے دن بھر آسماں
فردِ حسابِ صرف سے اِس بیاہ کے ہو کم　　گو لاکھ جمع و خرچ کا ہو دفتر آسماں
تورہ کی پخت مطبخِ عالی میں اس قدر　　ہے جس کا ایک تودۂ خاکستر آسماں
اس روشنی کی چند دکھا دیجئے پنجیاں　　نازاں ہے آفتاب کے پنجہ پہ آسماں

۹۶ گھوڑے کی ایک چال کا نام ۔ ۹۷ سوار ۔ ۹۸ حادثہ کی جمع ۔ ۹۹ کوتاہ ۔ ۱۰۰ بقر عید ۔
قصیدہ ۲۱ ۔ ۱ شراب ۔ ۲ پیالہ ۔ ۳ تماشہ کرنے والا ۔ ۴ ناز کرنا ۔ ۵ زیادتی ۔ ۶ خوشی ۔
۷ نوکر ۔ ۸ بندگی ۔ ۹ نوکر جو لاٹھی لے کر دربار میں کھڑا رہتا ہے ۔ ۱۰ لاٹھی ۔ ۱۱ خوشخبری
۱۲ انتظام ۔ ۱۳ طاقت ۔ ۱۴ حساب کتاب رکھنے کی بہی ۔ ۱۵ شادی کا کھانا ۔ ۱۶ پکنا ۔ ۱۷ باورچی
خانہ ۔ ۱۸ ایک پانچ شاخوں والی مشعل ۔

ابرِ بہار رودِ چراغاں[19] سے تو بہ تو　　ہوں سات آسماں کی جگہ ستر آسماں
چشمِ قمر میں اور بھی ہو روشنی دو چند　　کاجل[20] لگائے اس کے دھوئیں سے گر آسماں
کر ڈالے پارہ پارہ فلیتوں[21] کے واسطے　　مہتاب کو سمجھ کے کہن چادر آسماں
یہ کہنہ و سیاہ وہ خوش رنگ و نو بہ نو[22]　　فائق ہو کیا سبوچۂ ساچق[23] پر آسماں
ٹھلیوں میں ہیں وہ نقل[24] پڑے انکا عکس اگر　　لے کہکشاں کی مانگ میں موتی بھر آسماں
آرایش ایسی اور وہ گلہائے رنگ رنگ　　ادنیٰ ساجن میں غنچۂ نیلوفر آسماں
بنوائے اس میں پھول طلائی و نقرئی　　لے لے کے ماہ و مہر سے سیم و زر آسماں
نقارخانہ[25] کی ہے چراغاں سے وہ شکوہ[26]　　گویا ہے اک زمیں پہ پڑا از اختر آسماں
کرتا ہے رقص[27] تخت پہ نقارخانہ کی　ق　شہنائی[28] کی صدا کو جو سن سن کر آسماں
آوازہ دمامہ[29] نوبت سے گونج اٹھا　　وہ جو سب آسمانوں کے ہے اوپر آسماں
دولہا دلہن کی ہے یہ علامت سہاگ کی　　آیا ہے اک سہاگ پُڑا[30] بن کر آسماں
جائے عجب نہیں ہے کہ عطرِ سہاگ کے　　شیشہ کے شیشہ بھر کے لنڈھا دے گر آسماں
یا رب ہمیشہ دولہا دلہن میں رہے سہاگ　　جبتک کہ ہووے نیچے زمیں اوپر آسماں
مہندی کے وصف لکھنے کے قابل نہیں کہ ہے　　نیلا سا ایک کاغذ بے مسطر[31] آسماں
جو برج[32] اڑے ہی اڑ کے یہ ہوتا ہے وہ بلند　　رکھ لے ہے سر پہ مثلِ گلِ احمر[33] آسماں
کرتا رہا برات کی شب شام سے نثار　　شبنم کی جائے صبح تلک گوہر آسماں
پہنچے براتیوں کے نہ ہرگز ہجوم کو　　انجم سے لاکھ جمع کرے لشکر آسماں
عیش و طرب کو مژدہ کہ کرتا جہاں میں ہے　　زہرہ سے اب قران[34] مہِ انور آسماں
ہنگام بزمِ عقد[35] ستاروں کے واسطے　　کیا کیا سجے ہے اوج[36] و شرف کے گھر آسماں
بدبیں[37] کی ہے نظر کے جلانے کے واسطے　　انجم سپند آگ شفق مجمر[38] آسماں

۱۹ روشنی ۔ ۲۰ سرمہ ۔ ۲۱ بتی ۔ ۲۲ تازہ بہ تازہ ۔ ۲۳ شربت جو شادی میں براتیوں کو دلہن کی طرف سے پلایا جاتا ہے ۔ ۲۴ شکر پارہ ۔ ۲۵ نقاروں کی جگہ ۔ ۲۶ شان ۔ ۲۷ ناچ ۔ ۲۸ نفیری ۔ ۲۹ بڑا نقارہ ۔ ۳۰ ایک پُڑا جس میں خوشبوئیں وغیرہ بند کرکے دولہا کی طرف سے دلہن کو دی جاتی ہیں ۔ ۳۱ جسپر لکیروں کے نشان نہ ہوں ۔ ۳۲ غبارہ ۔ ۳۳ سرخ ۔ ۳۴ نزدیکی ۔ ۳۵ نکاح ۔ ۳۶ بلندی ۔ ۳۷ دشمن ۔ ۳۸ انگیٹھی ۔

جس وقت سہرہ باندھ کے دولھا ہوا سوار / کیا کیا بلائیں[39] لیتا تھا جھک جھک کر آسماں
کرتا تھا اِن یکاد[40] کو دم پڑھ کے دم بدم / دولھا کے صبحدم رُخِ روشن پر آسماں
ایسا نہیں جہاں میں کوئی نخلِ[41] آرزو / لایا ہو آج جس میں نہ برگ و بر آسماں
کرتا ہے شاخِ خشک تمنّا کو نخلِ سبز / در پردہ مثل پردہ بازی گر آسماں
شادی کا اسکے نورِ بصر[42] کی ہے اہتمام / کرتا ہے جس کا روز طواف[43] در آسماں
وہ شاہِ نامور کہ بہادر شہ اس کا نام / ہو حکم سے نہ اس کے کبھی باہر آسماں
وہ آفتابی[44] اُس کی خجل جس سے آفتاب / وہ چتر اس کا جس سے نہ ہو ہمسر آسماں
مطلع پڑھوں حضور میں وہ[45] میں جسے کہے / مطلع سے آفتاب کے بھی برتر آسماں
تجھ سا زمیں پہ دیکھے جو فرخ فر آسماں / قرباں نہ کیوں زمیں کی ہو پھر پھر کر آسماں
طالع[46] سدا مساعد[47] و عالم سدا مطیع / کوکب[48] ہمیشہ یار ترا یاور آسماں
نہ آسماں سے رُتبہ ترا یوں بلند تر / جس طرح کوہسار سے بالاتر آسماں
خطبہ کے واسطے ترے نامِ بلند کے / گر مشتری خطیب ہو تو منبر آسماں
وہ بحرِ بیکراں ہے تری ہمتِ وسیع / ہے بلبلا سا ایک کنارے پر آسماں
دریائے قہر تیرا جو طوفاں کرے بپا / بہ جائے مثلِ کشتیِ بے لنگر آسماں
قد پر ترے وہ راست قبائے علوِ جاہ / زیبندہ جس کے واسطے بالا بر آسماں
تیری گہر فشانیِ دستِ کرم سے ہے / گویا کہ ایک دامن پر گوہر آسماں
چمکائے تیغِ تیز کو اقبال گر ترا / ہو مصقلہ[51] ہلال تو صیقل گر[52] آسماں
یوں دل میں ترے جلوۂ ذاتِ محیطِ حق / آجائے جیسے آئینہ کے اندر آسماں
سرعت میں تیرا توسنِ فلک سیر کیا شہاب[53] / رفعت میں بھی ہے پیل جبل پیکر آسماں
شاہا عجب نہیں ترے شبدیز[54] کے لئے / بنوائے ماہِ نو سے رکاب زر آسماں

۳۹ صدقے جانا ۔ ۴۰ یہ قرآن شریف کی ایک آیت کا شروع ہے نظر بد کو دُور کرنے کے لئے یہ آیت پڑھ کر دم کرتے ہیں ۔ ۴۱ درخت ۔ ۴۲ آنکھوں کی روشنی مراد فرزند ۔ ۴۳ گھومنا ۔ ۴۴ شامیانہ ۔ ۴۵ مبارک دبدبے والا ۔ ۴۶ نصیب ۔ ۴۷ مددگار ۔ ۴۸ ستارہ ۔ ۴۹ نو ۔ ۵۰ دُنیا ۔ ۵۱ جس پر صیقل کرتے ہیں ۔ ۵۲ صیقل کرنے والا ۔ چمکانے والا ۔ ۵۳ ستارہ ۔ ۵۴ گھوڑا ۔

پہنچا نہ اس کے کاوش[55] کے انداز کو کبھی
کھاتا رہا زمیں پہ سدا چکر آسماں

انجم ہیں کیا شرر[56] ترے نعلِ سمند[57] کے
ہے بلکہ تیرا گردِ رہِ رشک آسماں

مانا اگر بلندیٔ شان و شکوہ میں
ق
ہاتھی سے تیرے ہو بھی گیا ہمسر آسماں

پر اُس کے نقشِ پا کے مقابل بنا سکے
چار آفتاب ایک جگہ کیونکر آسماں

یہ ذوق کی دعا ہے کہ جبتک زمانہ میں
منسوب[58] ہر ستارے سے ہووے ہر آسماں

بزمِ نشاط و عیش رہے تیرے گھر میں روز
لائے ہمیشہ تیری مرادیں بر آسماں

مارے جگر میں حاسدِ بدخواہ کے ترے
تارِ خطوطِ[59] مہر[60] سے سو نشتر آسماں

قصیدہ ۲۲

اکبر شاہ مرحوم کی مدح میں

خضرِ نصیب کی گر - دُنیا میں رہبری ہو
اور شاہ راہِ دل پر چشمِ ہنروری[1] ہو

منظورِ ہر نظر میں تب شکلِ[2] آئینہ ہوں
روشن قلم سے میرے تاجِ سکندری ہو

تارہ کی طرح چمکے ذرّہ مرے سخن کا
اور نام میرا روشن جوں مہر[3] و مشتری[4] ہو

میں رستمِ معانی - اور سیستان[5] سخن ہے
دیتا جو زورِ قسمت دل کو تناوری[6] ہو

برگشتہ بخت اپنا - گر آئے راستی پہ
گردوں بھی سرنگوں پھر دیکھا پنی سروری ہو

یہ کہہ رہا تھا میں جو - یکبار عقل بولی
وہ بات کہہ کہ جس میں میری بھی دلبری[7] ہو

تجھ کو خبر نہیں کیا ہے دورِ شاہِ اکبر
رفعت سے پست جسکی شانِ سکندری ہو

ہے فکر کیا جب ایسا فیاض[8] ہو جہاں میں
اور دل کا اس کے مقصد خود بندہ پروری ہو

مثلِ سحاب جا کر باندھے ہوا فلک پر
جس پر کہ اس کی چشمِ الطاف[9] سرسری ہو

دربار میں تو اُس کے - ہو بہرہ یاب جا کر
بہروزی[10] ہووے میری اور تیری بہتری ہو

۵۵ گھوڑے کی ایک چال کا نام ٭ ۵۶ چنگاری ٭ ۵۷ گھوڑا ٭ ۵۸ نسبت کیا گیا ٭ ۵۹ خط کی جمع مراد شعاع ٭ ۶۰ سورج ٭

قصیدہ ۲۲ ٭ ۱ ہنرمندی ٭ ۲ مثل ٭ ۳ سورج ٭ ۴ ایک سیارہ کا نام ہے ٭ ۵ ایک علاقہ کا نام ہے جہاں رستم رہتا تھا ٭ ۶ طاقت ٭ ۷ عزت ٭ ۸ بخشش کرنے والا ٭ ۹ مہربانی ٭ ۱۰ فتحمندی ٭

لیکن رہِ رسائی اسوقت ہوگی روشن — جب خضرِ راہ تیری ۔ طبعِ سخنوری ہو
تو بھی تو سوچ دلمیں تیرے دُرِ سخن کا — اُسکے سوا جہاں میں کون آج جوہری ہو
اس کی نظر چڑھیں گر یہ تابدار[۱۱] گوہر — پھر نام تیرا روشن مانندِ انوری[۱۲] ہو
تب بحرِ فکر میں دل غواص[۱۳] ہو کے اُترا — معلوم تا کہ سب کو زورِ شناوری[۱۴] ہو
مطلع یہ ہاتھ آیا شہوار[۱۵] بن کے موتی — شرمندہ جس کے آگے صد کانِ جوہری ہو
شاہا نظرِ کرم کی جس ذرہ پہ ذری[۱۶] ہو — وہ آسماں پہ جا کر خورشید خاوری[۱۷] ہو
دیکھی ہے جین[۱۸] ابرو آئینۂ جبیں[۱۹] میں — کیونکر نہ تن میں اس کے ہیبت سے تھرتھری[۲۰] ہو
کیا تاب ہے فلک کی جنبش کرے جگہ سے — گر بہر پائے بندی ایماء سرسری ہو
یہ آستانِ[۲۱] دولت ہے سجدہ گاہ عالم — دل کو تری عقیدت اور رنگِ سر ودی ہو
دارا کو تیرے در تک ہو کس طرح رسائی — درباں جو تیرے در کا ۔ کر تا سکندری ہو
سورج کبھی کا تیرے اک پھول مہرِ انور — قربانِ چترِ دولت ۔ نہ چرخِ چنبری[۲۳] ہو
باغِ جہاں میں نرگس لے کیوں نہ جام زریں — جب ہر گدا کو دینا اک ساغرِ زری[۲۴] ہو
دکھلائے آبداری جب تیغ شعلہ دم کی — شیروں کے دل میں ٹھنڈا[۲۵] خونِ دلاوری ہو
کشتِ[۲۶] امل[۲۷] کو سرسبز آب گہر سے کر دے — ابرِ کرم کی تیری جب فیض گستری ہو
بیشہ میں معدلت کے وہ شیر ہے تو شاہا — نوشیرواں[۲۸] کو جس سے ہرگز نہ ہمسری ہو
شیوہ مہوسوں[۲۹] کا مہر کرم میں تیرے — تیری گدا اگری ہو کیوں کیمیا گری ہو
گر آفتاب تیرا ڈالے کرن کو اپنی — تاجِ گدا کا جلوہ جوں تاجِ قیصری[۳۰] ہو
تیری ثنا میں شاہا ۔ لکھتا ہوں اب یہ مطلع — جس کی چمک سے کاغذ جوں کاغذ زری[۳۱] ہو
پابوسِ نقشِ پا سے ۔ تیرے جو کنکری ہو — جا کر فلک پہ اسکو تاروں سی برتری ہو
ابرِ کرم سے تیرے کیا دور ہے کہ شاہا — کشتِ فلک میں پیدا سرسبزی و تری[۳۲] ہو

[۱۱] چمکدار ۔ [۱۲] ایران کے ایک مشہور شاعر کا تخلص ۔ [۱۳] غوطہ لگانے والا ۔ [۱۴] تیرنا ۔ [۱۵] بادشاہوں کے لائق ۔ [۱۶] تھوڑی سی ۔ [۱۷] روشن ۔ [۱۸] شکن ۔ [۱۹] ماتھا ۔ [۲۰] لرزہ ۔ [۲۱] دہلیز ۔ [۲۲] تخت ۔ [۲۳] حلقہ دار ۔ [۲۴] سونے کا بنا ہوا ۔ [۲۵] خون ٹھنڈا ہونا ۔ [۲۶] کھیتی ۔ [۲۷] امید ۔ [۲۸] ایران میں ایک مشہور بادشاہ گزرا ہے جو بڑا عادل تھا ۔ [۲۹] کیمیا گر ۔ [۳۰] شاہی ۔ [۳۱] نوٹ ۔ [۳۲] تازگی ۔

سورج کی جو کرن ہے ۔ گر وہ اس سے لے زمیں تک — مانندِ عشق پیچاں پھر سر بسر ہری ہو
مریخ کو فلک پر جس تیغ سے ہو ہیبت — دشمن کو بھاگ کر پھر کیا اس سے جاں بری ہو
نعرہ سے تیرے ہووے ہیبت کا چاک سینہ — دل پر دلاوری کے ۔ وہ تیغِ حیدری[۳۳] ہو
تیرے سوا جہاں میں ۔ کون آج ہے توانا — جو دل کے ناتواں کو دیتا تونگری ہو
جاروب[۳۴] کش ہر تیرے مشکوئے[۳۵] خسروی کا — زیبا ہے ماہ کو گر ۔ فرمانِ مہتری[۳۶] ہو
خورشید نذر لائے ۔ جب افسر شعاع سے — منشورِ[۳۷] افسری پر توقیعِ[۳۸] خاوری ہو
ابروئے تاج بخشی جس دم کرے اشارت — کشتی میں لے کے حاضر وہ افسرِ زری ہو
لائیں پئے سواری ۔ توسن[۳۹] کو جب سجا کر — صورت میں ہووے پتلی ۔ پرواز میں پری ہو
چلتا ہوا ہے افسوں[۴۰] اڑتا ہوا چھلاوہ — پھر اس کے آگے بڑھ کر کیا سحرِ سامری[۴۱] ہو
کیا برشِ[۴۲] قلم وہاں دکھلائے شہسواری — جب توسنِ تصور کھاتا سکندری[۴۳] ہو
خاکِ قدم ہو اس کی ۔ اہلِ نظر کو سونا — جو نقشِ سم ہے اس کا وہ مہرِ اکبری ہو
تو اس پہ بر سرِ زیں ۔ جوں رحل پر ادب سے — اُمّ الکتاب[۴۴] لے کر جبریل نے دھری ہو
کس وصف کی ہو سیڑھی ہاتھی پہ تیرے موزوں — کرتا نہ فیلِ گردوں جس کی برابری ہو
اس طرح جلوہ گر ہے تو بر سرِ عماری[۴۵] — برجِ حمل میں جیسے ۔ خورشیدِ خاوری ہو
چار آئینہ[۴۶] بدن پر دشمن کے گر سجا ہو — اور سر پر اس کے ٹوپی فولاد کی دھری ہو
پر جیسے آئینہ سے تیرِ نگاہ گذرے — یوں غرق اس میں تیری ۔ ہر تیر کی سری[۴۷] ہو
کیا سعد و نحس کا یاں رہیے حساب باقی — جب چھائی آسماں پر ۔ فرخندہ اختری ہو
ختمِ تمنا ہے کرتا اب ذوق اس دعا پر — تو مدعا پہ اس کے گر ملتفت[۴۸] ذری ہو
جو ہو ترا دعا گو گلِ رنگ ہو وہ کھل کر — بدخواہ اگر ہو خنداں صد برگِ[۴۹] جعفری ہو
ہو سیر بخت تیری گر اوجِ میمنت پر — رفتار بختِ اعدا بر رجع قہقری[۵۰] ہو

[۳۳] حضرت علیؓ کا نام حیدر بھی ہے ۔ [۳۴] جھاڑو دینے والا ۔ [۳۵] محل ۔ [۳۶] مہتر ۔ بھنگی ۔ [۳۷] پروانہ ۔ [۳۸] بادشاہی فرمان ۔ [۳۹] گھوڑا ۔ [۴۰] منتر ۔ [۴۱] ایک جادوگر کا نام جو حضرت موسیٰؑ کا مقابلہ کرتا تھا ۔ [۴۲] تیزی ۔ [۴۳] سکندری کھانا ٹھوکر کھانا [۴۴] قرآن شریف ۔ [۴۵] ہاتھی پر بیٹھنے کی جگہ [۴۶] زرہ بکتر ۔ [۴۷] نوک ۔ [۴۸] توجہ کرنے والا ۔ [۴۹] ایک زرد رنگ کا پھول ۔ [۵۰] واپس پلٹنا ۔

قصیدہ ۲۳

اکبر شاہ مرحوم کی مدح میں

گردش میں چشم مست کی ہو دل مرا گرہ
اور کھولے ہائے دانہ کی یوں آسیا[1] گرہ

سینہ میں دل اگر نہ گرہ تھا تو کس لئے
ہر اشک[2] میری آنکھ سے ہو کر گرا گرہ

اپنا دل گرفتہ[3] چمن میں نہ وا ہوا
غنچہ ہزار جا پہ کھلا اور ہوا گرہ

چلتا نہیں ہے پنجۂ مژگاں کا کچھ عمل[4]
ہے ایسی چشم تر سے بہم آشنا گرہ

قمری ہے لائی چاک گریباں چمن میں آہ
اے سرو گل سے دے سر بند قبا گرہ

ہوں وہ گرفتہ دل کہ مژہ پر ہجوم اشک
ہوتا ہے بشکل خوشۂ[5] انگور آ گرہ

میں مجمر[6] فنا میں ہوں کیا دانہ سپند[7]
کھولے ہے کار بستہ کی میری صدا گرہ

تصویر غنچہ ہوں چمن روزگار میں
وا کر سکے گی میری بھلا کیا صبا گرہ

مرقد[8] پہ میرے طرۂ شمشاد کی طرح
پھوٹے گی نخل شمع میں بھی جا بجا گرہ

آیا ہوں میں سرشت[10] میں لے کر گرفتگی[11]
ہو ویں گے استخواں بہ گلوئے ہما[12] گرہ

رہو بگا بشکل دست حنا بستہ حشر تک
قاتل کے دست دل میں مرا خوں بہا[13] گرہ

گر میں گرفتہ دل ہوں تو جوں[14] دانہ انار
محفل میں ہو گا خندۂ دنداں نما گرہ

ہیں عکس اپنا دل تو ہو جو ہر سے آئینہ
جوں دام موج و بشکل خط بوتیا[15] گرہ

عکس دل فسردہ[16] سے مینا[17] ئے بزم مے
رہ جائے بشکل دانۂ انگور کھا گرہ

یہ زہر غم چڑھا ہے کہ سبزہ[18] بزیر زلف
سوجھے ہے یوں کہ زہر کی تھا یہ بلا گرہ

میں دل گرفتہ آہ اگر کارواں میں ہوں
حیرت سے اینٹھ کر ہو زبان درا[19] گرہ

رو باہیں بشکل شیشہ کبھی کھول کر نہ دل
میرے گلو میں گریہ ہمیشہ رہا گرہ

قصیدہ ۲۳: [1] چکی ۔ [2] آنسو ۔ [3] غمزدہ ۔ [4] زور ۔ [5] گچھا ۔ [6] انگیٹھی ۔ [7] ایک دانہ جسے نظر بد کو دُور کرنے کے لئے جلاتے ہیں (ہرمل) [8] قبر ۔ [9] زلف ۔ [10] پیدائش ۔ [11] غم ۔ [12] ایک پرندے کا نام جو ہڈیاں کھاتا ہے ۔ [13] وہ رقم جو قاتل سے قتل کے جرم میں لیکر سزا معاف کرتے ہیں ۔ [14] مانند ۔ [15] اچھائی کا نشان ۔ [16] بجھا ہوا ۔ [17] بوتل ۔ [18] کان میں پہننے کا ایک زیور جسے بُندا کہتے ہیں ۔ [19] گھنٹی ۔ [20] مثل ۔

دل بستگی[۲۱] کا اپنی قلمبند کر کے حال
بازو پہ مرغ دل کے اگر دوں لگا گرہ

کھائیں کبوتران گرہ[۲۲] باز کی طرح
سینہ سے آن کر سر دوش[۲۳] ہوا گرہ

وہ دل گرفتہ ہوں کہ اگر نکلے پاس سے
جوں غنچہ ہو رہوں بہ جبین[۲۴] صبا[۲۵] گرہ

پھیلاؤں گر شمیم[۲۶] مضامیں کو ہند میں
ہووے ختن[۲۷] میں نافہ مشک خطا[۲۸] گرہ

رجعت[۲۹] سے نجم بد کی مری ماہی سپہر[۳۰]
خرچنگ[۳۱] بن کے بیٹھ رہے ایک جا گرہ

پیدا ہوں سو گرہ اگر اک دل سے کھولئے
جوں کو کنار[۳۲] لالہ و تخم حنا گرہ

گھنا نا ماہرو کا ہے کہتا کہ دیکھیو
قینچی کی طرح کترے ہے چرخ دوتا گرہ

ق

آہیں تو کھینچیں سینہ صد چاک[۳۳] سے بہت
کھلنی تھی میرے دل کی مگر کیا بھلا گرہ

سوزن[۳۴] کا رشتہ[۳۵] پیچ کے کھچا جنتری[۳۶] میں آہ
ہے زیر پائے رشتہ بپا دوسرا گرہ

قطروں سے خون دل کے ہوں سو سو گرہ عیاں
اک آبلہ سے دل کے جو کھولوں ذرا گرہ

ہر عقدہ مثل ابروئے خوبان کینہ جو
ہے ڈالتا بہ ناخن عقدہ کشا[۳۷] گرہ

رمال[۳۸] قرعہ ڈالے جو اس عقدہ پر تو ہو
انگلی سے پوری پوری[۳۹] ہیں اسکی جدا گرہ

ہر قطرۂ سرشک[۴۰] مرے رخ زرد پر
خاطر گرفتگی سے ہے جوں کہربا گرہ

یارب وہ شانہ[۴۱] پاؤں کہاں ہیں جو دل سے آہ
دے کھول مشکل عقدۂ زلف[۴۲] دوتا گرہ

وابستہ تار موئے[۴۳] میاں سے ہوں شکل ناف
چشم کشاد کار رکھے مجھ سے کیا گرہ

نقطہ کی طرح مرکز گردش رہا صدا
ہیں تھا مگر بہ دائرۂ دیر پا[۴۴] گرہ

دل تھا گرہ خیال ہیں جو آکے عقل نے
یوں کھول دی بہ ناخن فکر رسا[۴۵] گرہ

اس آفتاب پر تو نظر کر کہ جوں تگرگ[۴۶]
پل بھر میں اک زمانے کی ہے کھولتا گرہ

۲۱ غمزدگی ۔ ۲۲ کبوتر کی ایک قسم ۔ ۲۳ کندھا ۔ ۲۴ ماتھا ۔ ۲۵ ہوا ۔ ۲۶ خوشبو ۔ ۲۷ ۲۸ دونو شہروں کے نام ہیں جہاں کستوری بہت ہوتی ہے ۔ ۲۹ الٹنا ۔ ۳۰ آسمان پر ایک برج ہے جسے برج حوت کہتے ہیں۔ کہتے ہیں اس کی شکل مچھلی کی طرح ہے ۔ ۳۱ کیکڑا ۔ ۳۲ خشخاس کا بیج ۔ ۳۳ ٹکڑا ۔ ۳۴ سوئی ۔ ۳۵ تاگا ۔ ۳۶ لوہے کا سوراخدار ٹکڑا جس میں چاندی کا تار ڈال کر لمبا کرتے ہیں ۔ ۳۷ گرہ کھولنے والا ۔ ۳۸ رمل جاننے والا ۔ ۳۹ انگلی کا حصہ ۔ ۴۰ آنسو ۔ ۴۱ کنگھی ۔ ۴۲ خمدار ۔ ۴۳ بال ۔ ۴۴ دیر تک رہنے والا ۔ ۴۵ پوری پوری فکر ۔ ۴۶ اولا جو دھوپ میں فوراً پگھل جاتا ہے ۔

وہ کون یعنی اکبر ثانی کہ جس نے وا
تیرے بھی کام دل سے ہر کی بار رہا گرہ

گل کی گرہ بہار کرے گر صبا سے وا
وہ کھول دے دلوں کی بفضلِ خدا گرہ

لایا ہوں بہر نذر میں وہ دُرِّ[47] آب دار[48]
ہو جس کو دیکھ آپ دُرِ بے بہا گرہ

جوں برق[49] لکھ کے مطلع[50] برجستہ[51] خامہ[52] نے
مطلع[53] سے آفتاب کے دی ہے لگا گرہ

مہ طلعتوں میں حسن سے کی تو نے وا گرہ
کیوں میرے دل میں خالِ سویدا[54] رہا گرہ

کھل جائے نام پاک سے اک آن میں ابھی
گر ہووے کوہ مروہ[55] و کوہِ صفا[56] گرہ

ہیبت سے تیرے نطق[57] کے تبخالہ[58] بن کے ہے
دعویٰ کے لب پہ آ سخن مدعا گرہ

بجا ہے جو اس کو آب فصاحت کرے رواں[59]
لکنت[60] وہیں زبان پہ دیوے لگا گرہ

تیرے سحابِ[61] جود[62] سے گلشن میں صبح دم
لے مشتِ زر ہے غنچۂ گل باندھتا گرہ

گر دل خنک کی جان فروبستہ کچھ کے ہو
مابین کوہ قاف میانِ شتا[63] گرہ

تو ناخنِ نگاہ سے مانند آفتاب
دے کھول دم میں دیکھ کے بر ماجرا گرہ

کھولے ہیں کاربستۂ عالم سے دانہ[64] دار
تیری ہوائے لطف و سحابِ عطا گرہ

دستِ گرہ کشا نے ہے باقی کہاں رکھی
جز تکمہ ہائے[65] پیرہنِ[66] اغنیا[67] گرہ

البتہ دل میں غنچۂ پیکاں کے ہے ترے
جانب سے حاسدوں کے صباح[68] و مسا گرہ

یا جو تری کمانِ نگاریں میں ہے نمود[69]
وہ ابروئے نگار پہ ہے خوشنما گرہ

اک دم میں تیرے ناخنِ شمشیر سے ہوں وا
ہیں سر جو حاسدوں کے بروزِ وغا[70] گرہ

تیرے فروغ[71] نیر[72] حشمت سے کیا عجب
گر مہر ہو سمٹ کے بہ شکلِ سُہا[73] گرہ

اللہ رے تیری قوتِ بازو کہ مثل گوئے
چوگاں کے آگے کوہ کو ہے جانتا گرہ

تو چاہے گر تو دامنِ ساحل میں بحر کو
دونو طرف سے کھینچ کے دیوے لگا گرہ

[47] موتی ۔ [48] چمکدار ۔ [49] بجلی ۔ [50] شعر ۔ [51] پھڑکتا ہوا ۔ [52] قلم ۔ [53] جہاں سے سورج طلوع ہو ۔ [54] دل کا سیاہ رنگ کا نقطہ ۔ [55] [56] مکہ معظمہ میں دو پہاڑیوں کے نام ہیں۔ جن کے درمیان حاجی دوڑتے ہیں ۔ [57] گفتگو ۔ [58] آبلہ ۔ [59] جاری ۔ [60] رک رک کر بولنا ۔ [61] بادل [62] بخشش ۔ [63] سردی کا موسم [64] دانہ کی طرح [65] بٹن [66] قمیص [67] غنی کی جمع امیر آدمی ۔ [68] صبح و شام ۔ [69] ظاہر ۔ [70] جنگ ۔ [71] چمک ۔ [72] سورج ۔ [73] ایک چھوٹے سے ستارے کا نام

پنجہ سے تیرے مہر کے گردوں پہ ہر سحر
کھل جاتی ہے ستاروں کی لا انتہا گرہ

منقار[۷۷] ماکیاں[۷۸] کی طرح ناخنِ ہلال
ہے بیضۂ فلک کی سدا کھولتا گرہ

لائے جو شعلہ حرفِ شرارت زباں پہ
تاثیرِ عدل سے ہو تری لب پہ آ گرہ

اللہ رے بیمِ عدل کہ خونِ زمانہ میں
دشنہ[۷۹] بھی رکھے کر کے جبیں پر ابا[۸۰] گرہ

ق

زلفوں کے دام جیسے حسینانِ نازنیں
ہیں ڈال دیتے دے کے بسوئے قفا[۸۱] گرہ

مارِ سیہ کے سر میں اسی طرح زہر مار
ہووے گا مثلِ مہرۂ[۸۲] مار ایکجا گرہ

انجم سے تیری سالگرہ کے لئے فلک
ہر سال کہکشاں[۸۳] میں ہے دیتا لگا گرہ

توسن[۸۴] ترا زمیں پہ جو کاوے کا ڈالے نقش
سمجھیں کہ بیٹھا مار کے ہے اژدہا گرہ

جولاں[۸۵] پہ اپنے آئے تو جوں جنبشِ صبا
غنچوں کے کھولے باغ میں وہ بادپا گرہ

دامانِ ابرِ تر پہ وہ پاتا ہے برق نام
اس کا شرارِ نعل جو دے ہے اڑا گرہ

گر اس کی گردِ سم سے بمیدانِ کارزار
ہو گردباد[۸۶] دامنِ صحرا میں کھا گرہ

لائے اُڑا کے تو اسے از شرق تا بہ غرب
کھلنے نہ پائے یہاں بہ جبینِ ہوا گرہ

رفعت[۸۷] پہ تیرے فیل کی طبعِ رسا نے رات
پھینکا کمند وہم کو جو کر کے وا گرہ

آیا نظر کہ صفحۂ چشمِ زمانہ میں
اک نقطۂ مشکِ ناب[۸۸] کا ہے ہو رہا گرہ

ہے بسکہ رکھتا عقدہ کشائی کا دل میں شوق
دیکھا جو نیشکر[۸۹] میں کہ ہیں جابجا گرہ

کرتا ہے آشنا اُسے دنداں سے وہ فقط
اس واسطے کہ اسکے بھی ہو دل کی وا گرہ

سلکِ[۹۰] دُرِ سخن میں دِلا صبح تا بہ شام
جوں سبحہ[۹۱] دیگا بیٹھا ہوا تا کجا گرہ

وا کر لبِ سوال بدرگاہِ ذوالجلال
تا رہ نہ جائے سینہ میں دل کی دعا گرہ

غلطاں[۹۲] بزیرِ گنبدِ گردوں ہوا کرے
بن بن کے تا زمانہ کی صبح و مسا گرہ

تا چرخِ واژگوں[۹۳] پہ سرِ شاخِ کہکشاں
ہو خوشہ وار عقدِ ثریا سدا گرہ

۷۷ چونچ ۔ ۷۸ مرغی ۔ ۷۹ چھری ۔ ۸۰ ابا کرنا - انکار کرنا ۔ ۸۱ پیچھے ۔ ۸۲ سانپ کے سر میں ایک دانہ سا ہوتا ہے جسے مہرہ کہتے ہیں ۔ ۸۳ آسمان پر چھوٹے چھوٹے ستاروں کی ایک قطار رہتی ہے جسے کہکشاں کہتے ہیں اسمیں ستارے گرہ کی طرح معلوم ہوتے ہیں ۔ ۸۴ گھوڑا ۸۵ کودنا ۸۶ بگولہ جنگل میں ہوا جب زور سے چلے تو گرد و غبار گھومنے لگتا ہے اور گرہ کی صورت اختیار کرتا ہے اسے گردباد کہتے ہیں ۸۷ بلندی ۸۸ خالص ۸۹ گنّا ۹۰ لڑی ۹۱ تسبیح ۹۲ لڑھکنا ۹۳ اوندھا ۔

میاں ہوتا سپہر کا اور گوئے ماہ و مہر ۔ اور دورِ مہ سے ہو ذنب و راس تا گرہ
تا دل گرفتگی سے زمانہ کی بزم میں ۔ ہر دم گلوئے شیشہ میں ہو قہقہا گرہ
حب[۹۴] نبات[۹۵] کو ہے دردِ مریضِ عشق ۔ تا دیں بخالِ[۹۶] لبِ بُتِ شیریں ادا گرہ
جبتک شمیم کاکلِ[۹۷] پیچاں کے رشک سے ۔ نافہ میں ہووے مشکِ ختن بیخطا گرہ
ہرسال تجھ کو جشن مبارک ہو خسروا ۔ اور مشکلات خلق کی ہوں اُس سے وا گرہ
پر تیرے مدعی[۹۸] کی نہ وا ہووے جوں حباب[۹۹] ۔ ہرگز محیطِ[۱۰۰] دھر میں غیر از فنا گرہ

قصیدہ ۲۴

ابو ظفر بہادر شاہ مرحوم کی مدح میں

ساون میں دیا پھر مہِ شوال[۱] دکھائی ۔ برسات میں عید آئی قدح کش[۲] کی بن آئی
کرتا ہے ہلال ابروئے پر خم سے اشارہ ۔ ساقی کو کہ بھر بادۂ[۳] سے کشتیِ طلائی[۴]
ہے عکس فگن جامِ بلوریں سے مئے سُرخ ۔ کس رنگ سے ہوں ہاتھ نہ میکش[۵] کے حنائی
کوندے ہے جو بجلی تو یہ سوجھے ہے نشہ میں ۔ ساقی نے ہے آتش سے مئے تیز اڑائی
یہ جوش ہے باراں کا کہ افلاک کے نیچے ۔ ہووے نہ ممیّز[۶] کرۂ ناری[۷] و مائی[۸]
پہنچا کمکِ[۹] لشکرِ باراں سے ہے یہ زور ۔ ہر نالہ کی ہے دشت[۱۰] میں دریا پہ چڑھائی
ہو قلزمِ[۱۱] عماں پہ لبِ جُو متبسم[۱۲] ۔ تالاب سمندر کو کرے چشم[۱۳] نمائی
ہے کثرتِ باراں سے ہوئی عام یہ سردی ۔ کافور کی تاثیر گئی ہے جو زمیں پائی
سردی حنا پہنچے ہے عاشق کے جگر تک ۔ معشوق کا گر ہاتھ میں ہے دستِ حنائی
عالم یہ ہوا کا ہے کہ تاثیر ہوا سے ۔ گردوں پہ ہے خورشید کا بھی دیدۂ[۱۴] ہوائی[۱۵]
کیا صرف ہوا ہے طرب و عیش سے عالم ۔ ہے مدرسہ میں بھی سبق صرفِ[۱۶] ہوائی
خالی نہیں مے سے روشِ دانۂ انگور ۔ زاہد کا بھی ہر دانۂ تسبیح ریائی[۱۷]

۹۴ گولی ۔ ۹۵ مصری ۔ ۹۶ تل ۔ ۹۷ زلف ۔ ۹۸ مخالف ۔ ۹۹ بلبلا ۔ ۱۰۰ گھیرنے والا ۔
قصیدہ ۲۴ ۔ ۱ عید کا مہینہ ۔ ۲ شرابی ۔ ۳ شراب ۔ ۴ سنہری ۔ ۵ شرابی ۔ ۶ سرخ ۔ ۷ آگ کا طبقہ ۔
۸ پانی کا طبقہ ۔ ۹ مدد ۔ ۱۰ جنگل ۔ ۱۱ ایک سمندر کا نام ۔ ۱۲ ہنسنے والا ۔ ۱۳ چشم نمائی کرنا ۔ ڈرانا ۔
۱۴ آنکھ ۔ ۱۵ ہوائی ہونا ٹھنڈا ہونا ۔ ۱۶ صرف ۔ ہوائی ۔ صرف صغیر یعنی تمام فعلوں کے پہلے صیغے بخلاف صرف کبیر کے جسمیں تمام گردانیں ہوتی ہیں ۔ ۱۷ دکھاوٹ ۔ قریب ۔

جو آئینۂ دل ہے وہ عاشق کی بغل میں　　گویا کہ ہے مینائے[18] مئے کاہ ربائی
کرتی ہے صبا آ کے کبھی مشک[19] فشانی　　کرتی ہے نسیم آ کے کبھی لخلخہ[20] سائی
تھا سوزنئ[21] خار کا صحرا میں جہاں فرش　　سبزہ نے وہاں مخمل خوش رنگ بچھائی
آرائش گلشن کے لئے جامۂ رنگیں　　زیبائش غنچہ کے لئے تنگ قبائی
ہے نرگس شہلا[22] نے دیا آنکھ میں کاجل　　برگ گل سوسن نے دھڑی لب پہ[23] جمائی
ابرو پہ کرے قوس قزح وسمہ تو خورشید　　سرخی شفق سے کرے ریش[24] اپنی حنائی
رخسارۂ گلچیں کا ہے سرخی سے یہ عالم[25]　　جوں وقت غضب چہرۂ ترکان[26] خطائی[27]
کیا ساغر رنگیں کو کیا جلد مہیا　　نرگس نے تو سرسوں تہی[28] ہتھیلی پہ جمائی
ہوتی متحمل نہیں اک ساغر گل کی　　شاخ گل احمر[29] کی نزاکت سے کلائی
اعجاز[30] نوا سنجی[31] مطرب[32] سے چمن میں　　ہر خار کی ہے نوک زباں شعر نوائی
حیرت کی نہیں جائے کہ دیوار چمن پر　　ہر طائر تصویر کرے نغمہ سرائی
شاہا ترے جلوہ سے ہی یہ عید کو رونق　　عالم نے تجھے دیکھ کے ہے عید منائی
کہتے ہیں مہ نو جسے ابرو نے وہ تیری　　کی آئینۂ چرخ میں ہے عکس نمائی
پرتو[33] سے ترے جام مئے عیش ہر بزم　　لے ساغر جمشید[34] کرے کارروائی
ٹپکے لب ساغر سے وہ قطرہ کہ دکھلائے　　ہو مثل فلک جس میں تماشائی خدائی
کیا علم سمائے ترا سینہ میں فلک کے　　دریا کی کہاں ہو سکے کاسہ[35] میں سمائی
پڑھتا ہوں ترے سامنے وہ مطلع موزوں　　احسنت[36] کہیں سن کے بھائی و ثنائی[37]
یوں کرسئ زر پہ ہے تری جلوہ نمائی　　جس طرح کہ مصحف[38] ہو سر رحل[39] طلائی
رکھتا ہے تو وہ دست سخا سامنے جسکے　　ہے بحر بھی کشتی بکف از بہر گدائی
گمرہ کو ہدایت جو تری راہ پہ لادے　　رہزن بھی اگر ہو تو کرے راہنمائی

۱۸ بوتل ۔ ۱۹ کستوری بکھیرنا ۔ ۲۰ خوشبو گھسانا ۔ ۲۱ ایک قسم کا فرش جس میں سوئی کے کشیدے کا کام ہوتا ہے ۔ ۲۲ سیاہ ۔ ۲۳ مسی ۔ ۲۴ داڑھی ۔ ۲۵ حالت ۔ ۲۶ ترک کی جمع ۔ ۲۷ خطا ایک شہر کا نام ہے جہاں کے لوگ بہت خوبصورت ہوتے ہیں ۔ ۲۸ ہتھیلی پر سرسوں جمانا ۔ شعبدہ دکھانا ۔ ۲۹ سرخ ۔ ۳۰ معجزہ ۔ ۳۱ گانا ۔ ۳۲ گویا ۔ ۳۳ سایہ ۔ ۳۴ ایک ایرانی بادشاہ کا نام ۔ ۳۵ پیالہ ۔ ۳۶ شاباش ۔ ۳۷ دونوں نام ہیں شاعروں کے ۔ ۳۸ قرآن شریف ۔ ۳۹ لکڑی کا سٹینڈ جس پر قرآن شریف رکھ کر پڑھتے ہیں ۔

تا ناخنِ شمشیر نہ ہو ناخنِ تدبیر
دشمن کی ترے ہو نہ کبھی عقدہ[۴۰] کشائی

خورشید سے افزوں ہو نشاں سجدہ کا روشن
گر جبہ خرد کرے در کی ترے ناصیہ[۴۱] سائی

عکسِ رخِ روشن سے ترے جوں یدِ بیضا[۴۲]
کرتا ہے کفِ آئینہ اعجاز نمائی

کرتا ہے تیری نذر سدا نقدِ سعادت
ہے مشتری[۴۳] جبہ خرد کی کیا نیک کمائی

اک مرغ ہوا کیا ہے کہ سیمرغ بھی چھوٹے
گر سربہوا ہو وے[۴۴] ترا تیرِ ہوائی

ہر کوہ اگر کوہ صفا ہو تو عجب کیا
ہو فیض رساں جب ترے باطن کی صفائی

ہو بلکہ صفا ایسی دل سنگِ صنم[۴۵] میں
ہر بت میں کرے صورتِ حق[۴۶] جلوہ نمائی

ہر شعرِ غزل میں ترے معنیٔ شفا ہیں
قربان غزل کے تری دیوانِ شفائی[۴۷]

مانع جو ہوا دست درازی کو ترا عدل
پروانہ کو بھی شمع نے انگلی نہ لگائی

زنجیر میں جوہر کے رہی تیغ ہمیشہ
خونریز کو ہو عہد میں تیرے نہ رہائی[۴۸]

دیتا ہے دعا ذوق کہ مضمون ثنا میں
ہے ذہنِ رسا کو یہ کہاں اس کی رسائی

ہر سال شہا ہو وے مبارک یہ تجھے عید
تو مسندِ[۵۰] شاہی پہ کرے جلوہ نمائی

قصیدہ ۲۵

حضرت سید عاشق نہال چشتی رح کی مدح میں

ہے ابرِ دُرفشاں[۱] وہ چمن میں کمال کے
عاشق نہال[۲] کیوں نہ ہوں عاشق نہال[۳] کے

ہیں دیدہ ور[۴] ستاروں میں خورشید و ماہ اگر
روشن ہیں وہ تو نور سے اس کے جمال کے

اس کی نگہ سے گر جگرِ سنگ پائے رنگ
بھر جائیں پل میں لعل سے دامن خیال کے

ہے بحر[۵] اس کے سامنے کشتی[۶] بکف گدا
بھرتا صدف ہی کھولے ہوئے لب سوال کے

ہیں اس کے در کے خاک نشینوں کے دل غنی
خواہاں وہ ملک کے ہیں نہ جویاں ہیں مال کے

۴۰ گرہ کھولنا ۔ ۴۱ پیشانی گھسنا ۔ ۴۲ حضرت موسیٰ کے ہاتھ پر ایک نورانی چمک تھی۔ جسے ید بیضا کہتے ہیں ۔ ۴۳ ایک سیارہ کا نام ہے ۔ ۴۴ سر بہوا ہونا۔ بلند ہونا ۔ ۴۵ بت ۔ ۴۶ خدا ۔ ۴۷ ایک شاعر کا نام ۔ ۴۸ خلاصی ۔ ۴۹ ہیچ ۔ ۵۰ تخت ۔

قصیدہ ۲۵ ۔ ۱ موتی برسانے والا ۔ ۲ خوش ۔ ۳ ایک بزرگ کا نام جن کی مدح میں یہ قصیدہ لکھا گیا ہے ۔ ۴ آنکھ رکھنے والے ۔ ۵ سمندر ۔ ۶ فقیروں کا کشکول جس میں بھیک مانگتے ہیں ۔ ۷ سیپی ۔

دُنیا نے خاکساری اُسے دی ہے نذر میں
مٹکے خمیر ہی کے ہیں گھر میں کلال[8] کے

ہو اس کا حکم عام جو بر منع انقطاع[9]
رہ جائے آرہ چوب پہ دندان نکال کے

دل جس کا اس کے زور حمایت سے ہے قوی
وہ پیرزال[10] سمجھے ہیں رستم[11] کو زال[12] کے

ہیبت جو اس کی وادیٔ حق میں کرے ظہور
جا بیٹھے چھپ کے شیر بھی گھر میں غزال[13] کے

اس کی شمیم[14] خلق معطّر کرے جو گل
لے لیکے سونگھیں اہل چمن پھول ڈال کے

خوشبو سے اس کے فیض کی ہوتا ہے مشکبو[15]
ہے وہ جو خون جام میں ناف غزال کے

کیا تاب را اندن میں تغیر ہو بال بھر
وہ لائے گہ زمانہ میں دن اعتدال کے

ہو شکر ثنا سے اگر اس کی کامیاب
لب بند ہو وہیں طوطی[16] شیریں مقال[17] کے

طائر بھی اس کے ذکر سے ہیں سرخرو ہوئے
نکلے ہے پیر بیر صدا منہ سے لال[18] کے

آب گہر میں ہووے رواں[19] کشتی گدا
دست کرم سے اس شہ دریا نوال[20] کے

جی چاہتا ہے ہو کے مخاطب بیاں کروں
اوصاف ایسے شاہ کرامت خصال کے

اے سید جلال[22] کے خورشید پُر جلال
قربان جایئے ترے جاہ و جلال کے

تو شمع بزم خاص کہ پیدا کیا تجھے
صانع[23] نے اپنے نور کے سانچے میں ڈھال کے

گردوں بھی پست ہو کے ہوا خوب منفعل[24]
رتبہ کو دیکھا جب ترے اوج[25] کمال کے

انجم جنہیں ہیں کہتے منجم[26] جہان کے
قطرے جبیں[27] پہ ہیں عرق[28] انفعال[29] کے

اے شاطر[30] زمانہ تصدق ہو پیل چرخ
شطرنج عشق میں ترے گھوڑے[31] کی چال کے

دیکھا جو تیرے فیض کو جاری تو رہ گیا
دریا بھی منہ بھنور[32] کے گریباں میں ڈال کے

جس دل پہ تو نگاہ کرے اس کے سامنے
جام جہاں نما ہے برابر سفال[33] کے

ہے گرچہ تو جنوب میں لیکن ترا جمال ق
روشن ہوا کمال سے قطب شمال کے

[8] شراب بنانے والا ٭ [9] کانٹا ٭ [10] بڑھیا ٭ [11] ایک پہلوان کا نام جس کا باپ زال تھا ٭ [12] رستم کا باپ ٭ [13] ہرن ٭ [14] خوشبو ٭ [15] خوشبودار ٭ [16] ایک چہچہانے والے پرندے کا نام ٭ [17] گفتگو ٭ [18] ایک سرخ رنگ کے پرندے کا نام ٭ [19] جاری ٭ [20] بخشش ٭ [21] خصلت کی جمع ٭ [22] ممدوح کے باپ کا نام ٭ [23] خدا ٭ [24] شرمندہ ٭ [25] بلندی ٭ [26] نجومی ٭ [27] پیشانی ٭ [28] پسینہ ٭ [29] شرمندگی ٭ [30] کھلاڑی ٭ [31] شطرنج کے ایک مہرہ کا نام ٭ [32] دریا میں وہ جگہ جہاں پانی چکر لگاتا ہے ٭ [33] ٹھیکری ٭

سنتے ہیں جاں نثاروں سے جب تیرا ذکر خیر | گویا اذاں[۳۴] کو سنتے ہیں منہ سے بلال[۳۵] کے
سرتا قدم ہیں شوق ترے طالب جمال | مشتاق روزہ دار کھڑے ہیں ہلال کے
ساعت بقدر روز ہے اور روز ہفتہ وار | ہر ہفتہ ماہ و ماہ برابر ہی سال کے
بیتاب اس طرح ہیں ترے اشتیاق مند | جیسے طیور[۳۶] تازہ گرفتار جال کے
مرغ نظر کے ساتھ اُڑا چاہتا ہے دل | مژگاں سے دونو بازوؤں پہ پر نکال کے
جاتا ہے دوڑ دوڑ کے ہر دم تری طرف | دھو دھو کے پاؤں پیچھے پیک[۳۷] خیال کے
شاہا یہ تیرا ذوق ہے اُمیدوار لطف | ہو حال پر نگاہ اِس آشفتہ حال[۳۸] کے
تا جلد اس کا کوکب[۳۹] طالع پہ ہے عروج | آجائے سمت اوج پہ گھر سے وبال کے
کر دے بہار نام سے اپنے اِسے نہال | جھونکوں میں آگیا ہے سموم[۴۰] ملال کے
دُنیا میں زندگی کرے آرام سے بسر | ایمان اس کے ہاتھ ہو وقت انتقال کے
نکلے یہ صبح حشر تو رنگ اس کا جوں شفق | ہو سُرخ دوستی سے محمدؐ کی آل کے

۳۴ نمازیوں کو نماز کے لئے بلانے کے لئے جو اذان کہی جاتی ہے۔ ۳۵ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک موذن کا نام جو بڑے خلوص سے اذان کہا کرتے تھے۔ حضرت بلالؓ بہت بلند آواز موذن تھے۔ ۳۶ جمع طائر (پرندے)۔ ۳۷ قاصد۔ ۳۸ پریشان۔ ۳۹ ستارہ۔ ۴۰ گرم ہوا

غزلیات

ردیف الف

۱

عالم ہے زندگی میں زمانہ شباب کا
گلشن میں برگ برگ ہے پھول آفتاب کا

جلوہ ہو کیونکہ خاک پہ تاب عتاب کا
جلتا نہیں ہے برق سی دامن سحاب[1] کا

اے گلرخو نہ چھیڑنا دامن سحاب کا
دیکھو چھلک رہا ہے کٹورا گلاب کا

اس گل بغیر طوطی بسمل سے کم نہیں
سبزہ مزار عاشق پُر اضطراب کا

صد پارہ دل ہے گنجفہ[2] عشق ہو گیا
اور ہر ورق پہ نقش ہے حکم آفتاب کا

ہے دل جلوں کیواسطے یہ نامہ بر تو خوب
اُڑنا مگر محال ہے مرغِ کباب کا

ٹپکے اگر عرق گلِ رخسار سے ترے
دریا میں ہر حباب[3] ہو شیشہ گلاب کا

اے آفتاب تیرے رخِ تابناک[4] سے
کیا کیا چمک رہا ہے ستارہ حباب کا

ہونا ہے دل جلوں سے کہیں ذوق ضبط آہ
موجِ دخاں[5] سے ضبط نہ ہو پیچ و تاب کا

۲

میں وہ شہید ہوں لبِ خندانِ یار کا
ہنستا رہے چراغ بھی میرے مزار کا

ہنگامہ گرم ہستیٔ ناپائدار کا
چشمک[1] ہے برق کی کہ تبسم شرار کا

ہو راز دل نہ یار سے پوشیدہ یار کا
پردہ جو درمیاں نہ ہو دل[2] کے غبار کا

آنا ہے گر تو آؤ کہ سینہ سے چل کے اب
آنکھوں میں آکے ٹھہرا ہے دم انتظار کا

ہو پاکدامنوں کو خلشگر[3] سے کیا خطر
کھٹکا نہیں نگاہ کو مژگاں کے خار کا

پوچھے ہے کیا حلاوت[4] تلخابہ سرشک[5]
شربت ہے باغِ خلدِ بریں کے انار کا

ح۱غ: [1] ابر۔ بادل [2] گنجفہ ایک قسم کے تاش کا نام ہے [3] ببلہ [4] گرم [5] دھوئیں کی لہر

ح۲غ: [1] نظر بد [2] کدورت [3] زخم کرنے والا [4] مٹھاس۔ مزا [5] آنسو

پہنچیگا تیرے پاس کبوتر سے پیشتر
مکتوبِ شوق اُڑ کے ترے بیقرار کا

تو بر ہیں ہر مگہ ہے مری آنکھ سُوئے در
لپکا جو پڑ گیا ہے مجھے انتظار کا

ہے دل کی داؤ گھات میں مژگاں سی چشمِ یار
کرتی ہے قصد ٹٹی[۶] کی اوجھل شکار کا

قاصد لکھوں لفافہ کو خطِ غبار سے
تا جانے وہ یہ خط ہے کسی خاکسار کا

بجھنے کی دل کی آگ نہیں زیرِ خاک بھی
ہوگا درخت گور پہ میری چنار[۷] کا

اس رخ روئے تابناک[۸] پہ ہر قطرۂ عرق
گویا کہ اک ستارہ ہے صبحِ بہار کا

اے ذوق گر ہے ہوش تو دنیا سے دور بھاگ
اس میکدہ[۹] میں کام نہیں ہوشیار کا

[illegible]

۳

شوقِ نظارہ ہے جب سے اُس رُخِ پرنور کا
ہے مرا مرغِ[۱] نظر پروانہ شمعِ طور[۲] کا

اے صنم کیا پوچھتا ہے حال اس رنجور کا
دل نہ اٹکائے کہیں اللہ بے مقدور[۳] کا

گر لکھوں مضمون اپنے نالۂ پرشور کا
لوں صریرِ[۴] خامہ سے میں کام بانگِ صور[۵] کا

لطف جاتا ہے سرودِ[۶] نالۂ پرشور کا
خونِ دل پینا ہے یہ کھانا مجھے بسیندور کا

نزع میں بھی دھیان تھا اس نرگسِ مخمور[۷] کا
مجھ کو شربت میں مزا آیا مئے انگور کا

وادیٔ ظلمت میں اپنی دخل کب ہے نور کا
پھر اک شعلہ سا ہے سو بھی چراغِ دور کا

تیرے کوچہ میں تنِ لاغر ترے رنجور کا
اک غبارِ ناتواں ہے کاروانِ مور[۸] کا

باندھوں میں مضموں جو اپنی شوربختی[۹] کا کوئی
ہو زمینِ شعر میں عالم زمینِ شور[۱۰] کا

میں وہ ہوں نخچیر[۱۱] جسکو دیکھتا ہے وقتِ ذبح
دیدۂ حسرت سے حلقہ جوہرِ ساطور[۱۲] کا

اس نزاکت پر نظر کرنا کہ وہ رشکِ پری
بال بھی باندھے جو مستی ہے تو زلفِ حور کا

دل کا یہ احوال ہے غم سے ترے اے مستِ ناز
جیسے مرجھایا ہوا دانا کوئی انگور کا

تفتہ[۱۳] دل وہ ہوں کہ آکر داغِ سوزاں پر مرے
اُڑ گیا مرہم کے پھاہے سے اثر کافور کا

۶ ٹٹی کی آڑ میں شکار کرنا۔ کوئی کام چھپ کر کرنا ۷ ایک درازِ عمر درخت جو سو سال کے بعد جل کر پھوٹ جاتا ہے ۸ گرم ۹ شراب خانہ

غ ۱ پرندہ ۲ مراد جلوۂ خدا ۳ بے طاقت ۴ قلم کی آواز ۵ وہ صور جو روزِ حشر اسرافیل پھونکیں گے ۶ نغمہ ۷ یعنی چشمِ معشوق ۸ چیونٹی ۹ بدبختی ۱۰ کلر والی زمین ۱۱ شکار ۱۲ چھرا ۱۳ سوختہ۔ جلا ہوا

[illegible]

گر ترے فریادیوں کے نامۂ پیچیدہ کو
لب پہ رکھ کر پھونکئے پیدا ہو نالہ صُور[۱۴] کا

حق تو یوں ہے بڑا نا نیئت[۱۵] عجب غمّاز[۱۶] ہے
قصّہ پہنچا یا زبانِ دار پر منصور کا

عشق کے مکتب میں ہو فرہادسا گر تیز ذہن
تین دن چاٹے اگر تعویذ میری گور کا

زخم میرا ہے وہ ابدا دوستو خوں رسنے لگے
مُنہ سیے گر جرّاح کے سُن پائے نام انگور[۱۷] کا

جھانکتے تھے وہ ہمیں جس روزنِ دیوار سے
دائے قسمت ہو اُسی روزن میں گھر زنبور کا

دفن ہو جس جا پہ کشتہ سردِ مہری کا تری
بیشتر ہوتا ہے پیدا واں شجر کافور کا

تو ہو بعد از مرگ بھی گر اے محبت دستگیر
استخواں سے ہو مری دستہ ترے ساطور[۱۸] کا

عشق نے ڈالی تھی جب قصرِ محبت کی بنا
لکھ دیا تھا کوہ کن بھی نام اک مزدور کا

بل بے وحشت اب تلک بھی شاخ آہو[۱۸] کی طرح
پیچ کھاتا ہے دھواں میرے چراغِ گور کا

دیکھنا زہرآبِ پیکانِ محبت کا اثر
چشمِ افعی بن گیا روزن ہر اک ناسور کا

کھینچے مانی[۱۹] اس پری کی کیونکہ تصویرِ کفک
جمع ہو جب تک نہ رنگِ سرخ روئے حور کا

تیرے قامت سی جو ہو برپا قیامت سرو پر
کام لے منقار سے فریاد قمری صور کا

ذوق اہِ عشق وہ کوچہ ہے جس کی خاک میں
ہے دُرِ تاجِ سلیماں بیضہ مور کا

۴

بھڑکتا کیا کہوں سینہ میں اپنے آتشِ غم کا
کہ جائے پنبہ ہے ہر داغ پر شعلہ جہنّم کا

جہاں میں عرصۂ عشرت سی سوادہ جنبد ہے غم کا
کہ ہے گر عید کا اک دن تو عشرہ ہے محرّم کا

ترے عاشق کو ہے یوں خوشگوار آبِ دمِ خنجر
مسلماں کو لگے جس طرح شیریں آبِ زمزم[۲] کا

برنگِ طوقِ قمری کوئی نکلے ہے نکالے سے
کمندِ گردنِ دل ہے جو حلقہ زلفِ پُرخم کا

ترے رخسار کا پرتو پڑے گر عارضِ گل پر
کرے چشمک زنی خورشید پر ہر قطرہ شبنم کا

سئے جاتے ہیں کس سے زخم اس تیغِ تبسّم کے
کہ یاں کھلتا ہے بخیہ سوزنِ عیسیٰ مریم کا

دلبرانِ محبت کو خلش سے اسکی مژگاں کی
پسِ مردن لحد میں بھی ہے عالم چاہِ رستم[۳] کا

خراشِ سینہ میں اک رہ گیا ہے ٹوٹ کر ناخن
غلط ہے جو سمجھتے ہیں کہ یہ پھاہا[۱] ہے مرہم کا

[۱۴] اسرافیل کی پھونکنی کا نام ہے ⁂ [۱۵] خودی ⁂ [۱۶] چغلخور ⁂ [۱۷] قصاب کا چھرا ⁂ [۱۸] ہرن کے سینگ ⁂ [۱۹] ایک مصوّر کا نام ہے ⁂

غ ⁂ [۱] پھاہا ⁂ [۲] مکہ شریف میں ایک کنواں ہے اسکا پانی ⁂ [۳] جس کنوئیں میں رستم گر کر مارا گیا تھا اسمیں برچھیاں گاڑھی ہوئی تھیں ⁂

اگر آتش مزاجوں کو حسد ہو خاکساروں پر　　تعجب کیا کہ ابلیسِ لعیں دشمن ہے آدم کا
خط اسکا وصل کی دولت کا ہی پیغام اے قاصد　　لگا قسمت سے نسخہ ہاتھ یہ اکسیرِ اعظم کا
شہیدِ ذوق سینہ میں نئی ہیں حسرتیں لاکھوں　　مری جو آہ ہی گویا وہ ہے اک نخل ماتم کا

۵

یہاں تک عدو زمانہ ہے مردِ دلیر کا　　جھلسے ہیں منہ شکار کیے[۱] پر بھی شیر کا
جس گھر میں ہو لڑائی وہاں آدمی نہیں　　کانٹا سمجھیے سیہ[۲] کا یا گل کنیر کا
مجنوں کی روح دشت میں مانند گرد باد[۳]　　کرتی طواف تھی ترے مجنوں کے ڈھیر کا
ہیں اس صنم کے ملنے کے رستے تو سینکڑوں　　پر کوئی راست ہے کوئی رستہ ہی پھیر کا
دم آ چکا لبوں پہ ہے آنکھوں میں انتظار　　بے دید جلد آ کہ نہیں وقت دیر کا
چھوڑا نہ ایک دانۂ اخترِ سحر تلک　　گردوں کو لگ گیا جو مزہ شبِ ٹھنگیر[۴] کا
کوٹھے پہ اُن کے خوب بجے آج رات کو　　تھا ہاتھ آ گیا جو سہارا مُنڈیر کا
ہوتے زبانِ حال سے مضموں ہیں واہ وا　　جس میں نہ اختلاف زبر کا نہ زیر کا
زیبا ہے ذوق خرقۂ[۵] درویش مرد کو　　برقع کبھی نہ پائے گا نامرد شیر کا

۶

سرو عاشق ہو گیا اس غیرتِ شمشاد کا　　غل مچایا قمریوں نے ہے مبارکباد کا
ہے قفس[۱] سے شور اک گلشن تلک فریاد کا　　خوب طوطی بولتا ہے اِن دنوں صیاد کا
روزِ مرگِ عاشقِ ناشاد ہے شادی کا دن　　ہے بجائے شورِ ماتم غل مبارکباد کا
آنچ سے تلوار کی ڈرتا نہیں یہ سخت جاں　　کشتہ کرنا سخت ہی مشکل ہے اس فولاد کا
کچھ گدازِ[۲] عشق میں ہوتا اثر تو دیکھتے　　کوہ کے چشموں سے ہوتا خوں رواں فرہاد کا
ہو سبق آموز شوخی گر پری کو چشم شوخ　　کام لے موجِ نگہ سے سیلیِ[۳] استاد کا
سوزشِ غم سے ہزاروں داغ جل جل کر پڑے　　ہو گیا میرا کفن جامہ مگر حدّاد[۴] کا
سرو موجِ آبِ جو سے پائے در زنجیر[۵] ہے　　دیکھ لو آزاد کو یہ حال ہے آزاد کا

غ ۵ ۔ ۱۔ شکار کر وہ شیر کی مونچھ کے بال کو جھلس دیا کرتے ہیں تا کوئی شخص کسی اپنے دشمن کو وہ بال کسی چیز میں ڈالکر نہ کھلا دے اور وہ مر نہ جائے ۔ ۲۔ ایک جانور کا نام ہے جسکے جسم پر کانٹے ہوتے ہیں ۔ ۳۔ بگولہ ۔ ۴۔ ایک ایک کر کے کھانا ۔ ۵۔ درویش کی گدڑی ۔

غ ۶ ۔ ۱۔ پنجرہ ۔ ۲۔ عشق سے پگھلا ہوا ۔ ۳۔ استاد کا طمانچہ یعنی سبق آموز چیز ۔ ۴۔ لوہار ۔ ۵۔ زنجیر میں پاؤں ۔

آبداری ہے تری تلوار میں یا ہو گیا — آب زہرہ[۶] سخت جانی سے مری فولاد کا
یاد کرتا ہے مجھی کو پہلے وقتِ قتلِ عام — کیوں نہ میں کشتہ ہوں اے قاتل تری اس یاد کا
میں ہوں چکّر میں لگی جس دن سے دُنیا کی ہوا — حال میرا ہے بعینہ آسیائے[۷] باد کا
سر ترے کشتہ کا دیکھے گا نہ ہرگز روئے خاک — لے اڑیگا شوقِ پابوسی اسے جلّاد[۸] کا
سلسلہ میں لفظ و معنی کے نہ آیا دل کبھی — ابجدِ عالم میں گویا تھا الف آزاد کا
یوں تو ہو استادِ شیطاں پر کہوں کیا تجھکو دل — تو تو شاگردی میں بھی استاد ہے استاد کا
ذوق حیراں ہی بہت فکرِ کشادِ کار میں — یا علی مشکل کشا یہ وقت ہے امداد کا

نکتہ اس بت سے کبھی لیویں گے ہم ایمان کا — ایسی کیا جلدی ہی جلدی کام ہی شیطان کا
جھوٹ ہی جانو کلام اس رہزنِ ایمان[۱] کا — پہن کر جامہ بھی وہ آئے اگر قرآن کا
تو ہماری زندگی پر زندگی کی کیا اُمید — تو ہماری جان لیکن کیا بھروسہ جان کا
جو دلِ پُر آرزو سے نکلا نالہ عشق میں — ایک پتلا تھا سراپا[۲] حسرت و ارمان کا
بن گیا جوشِ محبت سے ہمارے سینہ میں — ماہیِ دریائے خوں جوہر[۳] ترے پیکان کا
جو فرشتے کرتے ہیں کر سکتا ہی انسان بھی — پر فرشتوں سے نہ ہو جو کام ہے انسان کا
یہ تپِ غم کی ہے شدت اس ترے بیمار کو — یومِ راحت بھی ہی حق میں اسکے دن بحران[۴] کا
اے اجل تکلیف مت کر کیا کریگی آن کر — ہو چکا پہلے ہی کشتہ میں کسی کی آن[۵] کا
ہو سکے آلودہ دامن[۶] پاکدامن کس طرح — اے زلیخا چھوڑ دامن یوسفِ کنعان کا
نفس بے مقدور کو قدرت[۷] ہو گر تھوڑی سی بھی — دیکھ پھر سامان اس فرعونِ بے سامان کا
دیکھنا اے ذوق ہونگے آج پھر لاکھوں کے خون — وہ جماتا ہی لبِ لعلیں پہ لاکھا[۸] پان کا

۶ پتہ کا پانی :: ۷ ہوا سے چلنے والی چکی :: ۸ قاتل :: ۹ کام کے برآنے میں ::

غ :: ۱ ایمان کا چور :: ۲ سر سے پاؤں تک :: ۳ کرتب۔ اصطلاح میں دھار کو کہتے ہیں :: ۴ تغیر عظیم جو بیماری میں دفعتاً لاحق ہو جاتا ہے۔ اس میں طبیعت اور مرض کا آپس میں مقابلہ ہوتا ہے۔ اگر طبیعت غالب آجائے تو آدمی تندرست ہو جاتا ہے :: ۵ آمد :: ۶ یعنی تر دامن :: ۷ طاقت :: ۸ پان کا وہ رنگ جو عورتیں ہونٹوں پہ خوبصورتی کے لئے جماتی ہیں ::

۸

اُتارا تو نے سر تن سے گر اس شامت کے مارے کا
تو بھولوں گا نہ میں احساں ترا تن سے اُتارے کا

مرے طالع میں ہے کیا کام اے گردوں ستارے کا
چمکتا جاتا ہے کافی آتشِ دل کے شرارے کا

ستارے دیکھ کر موتی تمہارے گوشوارے کا
کہینگے ہے ہمارا نور صدقہ اس ستارے کا

نفس ہے جادۂ عمرِ رواں جس طرح سے گذرے
یہاں پوچھے ہے اے گمراہ کیا رستہ گذارے کا

جسے کہتے ہیں بحرِ عشق اسکے دو کنارے ہیں
ازل نام اس کنارے ابد نام اس کنارے کا

ترا ہر موئے مژگاں دلکو انگشت اشارت ہے
سمجھنے والا سمجھا چاہیئے پر اس اشارے کا

ملے اکسیر گر اس کشتۂ خوں سے ہیں نہ لوں ہرگز
مرے مذہب میں خوں کرنا ہی کشتہ کرنا پارے کا

مفیدِ جوشِ دل ہوں چاندنی کے پھول کیا مجھ کو
دکھا دو خندۂ دنداں نما اس ماہ پارے کا

نہ پکڑیں کیوں امنِ الیاس گردابِ بلا میں ہم
کہ بدتر ڈوب کر مرنے سے ہے جینا سہارے کا

مرے گھر میں تو ہو ماہ سریع السیر بن جاتے
کیا غیروں میں پیدا حکم کیونکر قطب تارے کا

سرِ راہِ فنا میں ہوں مہیائے سفر لیکن
برنگِ اشکِ مژگاں منتظر ہوں اک اشارے کا

گنہ رحمت سے اسکی بخشوائے دل نے رو رو کر
جھڑک کر ہم نے بیچا نفع پر سودا خسارے کا

ڈھلکتا ہے مثالِ دانۂ تسبیح کیوں منکا
کہ جب ٹھہرا سفر دنیا سے کیا کام استخارے کا

فقط تارِ نفس کا ذوق خطِ جادہ کافی ہے
پئے عمرِ رواں کیا چاہیئے رستہ گذارے کا

۹

ہم ہیں اور سایہ ترے کوچہ کی دیواروں کا
کام جنت میں ہے کیا ہم سے گنہگاروں کا

محتسب گرچہ دلآزار ہے مے خواروں کا
دیجئے اک جام تو ہے یار ابھی یاروں کا

اتنا تو شور و فغاں ہو کہ چمن میں بلبل
خرمنِ گل کی جگہ ڈھیر ہو انگاروں کا

چرخ پر بیٹھ رہا جان بچا کر عیسےٰ
ہو سکا جب نہ مداوا ترے بیماروں کا

ہوں رگیں حلقِ بریدہ کی ہمارے خونبار
گر تماشا انہیں منظور ہو فواروں کا

اے ستمگر جو ترے تیر نہیں تشنۂ خوں
تو کھلا رہتا ہے منہ کس لئے سوفاروں کا

کیوں نہ ہر تار میں دل ہو ویں گرفتار کہ زلف
جیلخانہ ہے محبت کے گرفتاروں کا

غ ۸: ۱ بالی ایک کان کا زیور۔ ۲ راستہ۔ ۳ ہمیشگی۔ ۴ اشارہ کرنے والی انگلی۔ ۵ قوت توانائی۔ ۶ چاند کا ٹکڑا۔ ۷ تیز رو۔ ۸ خیر اور نیکی مانگنا خدا سے اور چاہنا غیب سے کسی بات کا۔

غ ۹: ۱ مراد رند۔ ۲ علاج۔ ۳ کاٹا ہوا حلق۔ ۴ تیر کا سرا۔

دبینگے جاں بوسۂ لعل نمکیں پر ہم بھی — جاں نثاری ہے اگر شیوۂ غمخواروں کا
بے سیاہی نہ چلا کام قلم کا اے ذوق — روسیاہی سر و ساماں ہے سیہ کاروں کا

۱۰

کٹے ہے خنجرِ قاتل سے یہ گلو میرا — کمی جو مجھ سے کرے تو پیئے لہو میرا
مجھے وہ پردہ نشیں سامنے کب آنے دے — جو ڈر کہ آنے نہ دے اپنے روبرو میرا
نہ پہنچا گردنِ جاناں تک اور ٹوٹ گئے ہائے — پڑا گلے میں مرے دستِ آرزو میرا
نہیں بلا سے کوئی یار عشق میں اے دل — کہ غمگسار رہوں ہیں تیرا اور تو میرا
مقام وجد میں آئیں ابھی ملائکِ عرش — جو میکدہ میں سنیں شورِ ہائے و ہو میرا
عجب نہیں ہے مری سوزشِ محبت سے — کہ تارِ شمع ہو ہر ایک تارِ مو میرا
برنگِ آئینہ چشم پر آب سے میری — گرا نہ اشک۔ کیا پاس آبرو میرا
نہ آئے اے نگہِ یار تجھ کو کچھ غیرت — کہ آگے تیغ اجل کے ہو سرفرو میرا
کروں میں کیا کہ گریبانِ صبح کے مانند — نہیں ہے چاکِ جگر قابلِ رفو میرا
نظر جو آتا ہے اب تک فلک کا رنگ سیاہ — پڑا تھا سایۂ بختِ سیہ کبھو میرا
ہمیشہ میں ہوں اسی داؤ گھات میں اے ذوق — کہ رام ہو وہ غزالِ پلنگ خو میرا

۱۱

ہوا احمدِ خدا میں دل جو مصروفِ رقم میرا — الف الحمد کا سا بن گیا گویا قلم میرا
رہے نام محمد لب پہ یا رب اول و آخر — الٹ جائے بوقتِ نزع جب سینہ میں دم میرا
محبت اہلبیتِ مصطفےٰ کی نور برحق ہے — کہ روشن ہو گیا دل مثلِ قندیلِ حرم میرا
دکھائی مجھ کو راہِ شرع اصحابِ پیمبر نے — چراغِ راہ ہے اک اک امامِ اصحابِ کرم میرا
کہیں شاہِ نجف کے عشق میں دل میرا ڈوبا تھا — کہ ہے دُرِّ نجف ہو کر چمکتا دُرِّ یتیم میرا
رہیگا دانہ افشاں مزرعِ امید بخشش میں — غمِ آلِ نبی سے دانہ ہر اشکِ نم میرا
شہِ بغداد کا خطِ غلامی ذوق رکھتا ہوں — نہ کیوں دل اس خطِ بغداد سے ہو جامِ جم میرا

(۱) الف الحمد رب العالمین کا

۵ عادت ۞ ۶ بدکار ۞ غ ۱ مستور۔ پردہ میں بیٹھنے والا ۲ سامنے ۳ ہمدرد ۴ شور و غوغا ۵ بال ۶ عزت ۷ ہرن
غ ۱ سب تعریف اللہ کو ہے ۲ کعبہ ۳ جمع کرم بمعنی سخاوت ۴ ایک شہر کا نام ہے جہاں حضرت علیؓ کا مرقد ہے ۞
۵ بغداد کا بادشاہ خلیفۂ اسلام۔ لیکن یہاں پر شیخ عبدالقادر جیلانی سے مراد ہے ۞

۱۲

ہوا ہے سینہ یکسر خار زارِ دشتِ غم میرا
کہ آیا پا بخوں آغشتہ ہو کر لب پہ دم میرا

صراطِ عشق پر از بسکہ ہے ثابت قدم میرا
دمِ شمشیرِ قاتل پر بھی خوں جاتا ہے جم میرا

مری خواری کے رتبہ کا کمالِ اوج تو دیکھو
کہ ہے چرخِ زحل بھی سایۂ بختِ دژم میرا

وہ ہوں میں آتشیں گل تازہ نخلِ شمعِ الفت کا
نہیں ہے کوئی گلچیں غیر مقراضِ ستم میرا

نشانِ بے نشانی گر دکھائے زور رٹ جائے
جھپک سے دیدۂ صراف کی نقشِ درم میرا

رواں ریگِ رواں ہو جائے آبِ اشکِ مژگاں سے
کدورت بار ہو دیکھو سحابِ رنج و غم میرا

وہ ہوں میں آہوئے وحشی رمیدہ دامِ ہستی سے
کہ ہے اک کوچۂ رم جادۂ دشتِ عدم میرا

جھپکنی آنکھ شب جوں حلقۂ زنجیر کیا میری
طلسمِ خواب بندی تھا سرِ زلفِ الم میرا

کہوں ہیں تو دہن سے حرفِ قطعِ آرزوئے دل
لبِ ہر زخم پر ہے جملۂ لبِ شمشیر دم میرا

مری افسردہ حالی گر ہو جنس آرائے دل سردی
عجب کیا شیرِ برفیں ہوا گر شیرِ علم میرا

بھبولا کامِ افعی میں ہو واں اب تک جہاں ٹپکا
قضا کے جام سے یک قطرۂ زہرابِ غم میرا

ہوا روشن چراغِ کعبہ زاہد جس کے شعلہ سے
اسی آتش کا رکھتا ہے شرر سنگِ صنم میرا

نہ ہو بے وقر ترکِ سجدۂ ابلیس سے آدم
عدو کی سرکشی سے رتبہ کب ہوتا ہے کم میرا

وہ ہوں میں گیسوئے موجِ محیطِ اعظمِ وحشت
کہ ہے گھیرے ہوئے روئے زمیں کو پیچ و خم میرا

مری صورت کے معنے ہیں نفخت فیہ من روحی
حدوثِ بے ثبات اثبات کرتا ہے قدم میرا

وہ ہوں میں رہ نوردِ شوق ہر کے ساتھ جاتا ہے
برنگِ سایۂ مرغِ ہوا نقشِ قدم میرا

تخیل نے مرے باندھا طلسمِ تازہ کیفیت
نہ کیوں ہو کاسۂ سر ذوق رشکِ جامِ جم میرا

۱۳

جل اٹھا شمع نمط تارِ رگِ جاں میرا
آہ روشن نہ ہوا کلبۂ احزاں میرا

ملتے دیکھے جو لبِ زخم تو بولا قاتل
آج تیرا ہے دہن اور نمکداں میرا

کر کے بسمل مجھے کس ناز سے کہتا ہے وہ شوخ
دیکھ تر کیجو نہ خوں سے کہیں داماں میرا

ح ۱۲ غ ۱ لتھڑا ہوا ۔ ۲ راستہ ۔ ۳ ایک ستارہ کا نام ہے ۔ ۴ بدبخت ۔ بدنصیب ۔ ۵ بھاگا ہوا ۔ ۶ منہ ۔ ۷ بے عزت ۔ کم رتبہ ۔ ۸ پھونکدی اس میں میں نے روح ۔

ح ۱۳ غ ۱ غم کی کوٹھڑی ۔

اے جنوں! دن سے سوارات کو روشن کر دے
مہر گردوں ہو جو داغِ دلِ سوزاں میرا

خار وحشت سے کبھو چھوڑ دے دامن دل کا
ہے خطِ جادہ[۱۲] ترا چاک گریباں میرا

دھیان میں آئینۂ رُخ کے گئی جان نکل
رہ گیا ہائے کھلا دیدۂ حیراں میرا

اے جنوں تو بھی ہو دنیا میں یونہی خانہ خراب
خاک در خاک کیا خانۂ ویراں میرا

نظم معنی کا بکھر جائے ابھی حرف سے حرف
باندھیں گر اہلِ سخن حالِ پریشاں میرا

خندۂ جام کو مینا کے لبوں پر رکھ دو
دیکھو پھر ہنستا ہے کیا کیا لبِ خنداں میرا

اپنا رونا مجھے ہنسنے سے مبارک ہو ذوق
دیکھ خنداں ہو جو وہ دیدۂ گریاں میرا

۱۴

برنگِ گل صبا سے کب کھلا دلگیر دل میرا
کہ ہے باغِ جہاں میں غنچۂ تصویر دل میرا

خط و عارض کا تیرے ان دنوں جو دھیان کھلا ہے
تلاوت کرتا ہے قرآن با تفسیر دل میرا

ورق پر سینہ کے کھینچا ہے تارِ اشک سے مسطر[۱۳]
کریگا شرحِ دردِ عشق کچھ تحریر دل میرا

سنبھالے رکھ ذرا اے آسمان دیکھ اپنے دامن کو
زمیں پر کھینچتا ہے نالۂ شبگیر دل میرا

بتوں کی سرد مہری نے کھلا دی زعفراں لیکن
کرے کیا گرمجوشی ہو گیا کشمیر دل میرا

تری چشمِ فسوں گر نے کہاں سیکھا تھا یہ جادو
کیا ہے اک نگہ میں آپ ہی تسخیر دل میرا

تصور میں کسی تیغِ نگہ کے کشورِ الفت
ہوا تسخیر کر کے صاحبِ شمشیر دل میرا

بتو! اگر حسن کی دولت سے تم ہو بن گئے پارس
ہوا ہے کیمیائے عشق سے اکسیر دل میرا

کبھی منت کی زنجیر انکو پہنے اس نے دیکھا تھا
ہے ابتک پہنے تارِ اشک کی زنجیر دل میرا

نشاں تو رہنے دے قاتل ذرا سا خوں لگا دوں میں
قیامت میں ترا آتا ہو وے دامنگیر دل میرا

بتوں کا عشق ہے گر ذوق تو ساری خدائی میں
کریگا شہر شہر اک دن مجھے تشہیر[۱۴] دل میرا

۱۵

لعل لب[۱] و دندانِ صنم کا دل نے جب سے خیال کیا
صم بکم[۲] کہہ کے ہے گویا ہم نے زباں کو لال کیا

لیگا، لا اِس عشق سے کیا تو جس نے ہر کوہ و صحرا میں
مجنوں کا وہ حال کیا۔ فرہاد کا ہے وہ حال کیا

[۱۳] راستے کی لکیر ۔

[۱۲] غ[۱۴] رخسار۔ [۱۲] خط کھینچنے والا ایک گتا ہوتا ہے جس پر کہ دھاگے سے خط لگائے ہوتے ہیں ۔ [۱۳] جادوگر [۱۴] رسوا ۔ غ[۱۵] [۱] گونگے اور بہرے ۔

پھرتا ہے تو اے چاند کے ٹکڑے بسکہ شب و روز آنکھوں میں
دل نے روشن ہو کے شبِ فرقت کو ہے روزِ وصال کیا
آتشِ گل ہوئی روشن وہاں یہاں چمکا ہمارے دل کا جنوں
موسمِ گل نے کیا ہنگامہ گرم ہے اب کے سال کیا
سیاہ رُخوں کی جو محبت۔ تیری ہی تھی یہ سیاہ دلی
منہ چڑھ کر اس شوخ کے اپنا کالا منہ اے خال کیا
ہو قلم ایسا لاؤں کہاں سے جو یہ کرے تحریر انہیں
حال تو دیکھو تم نے مجھے ہر موئے تن ہے وبال کیا
نامۂ یار کو رکھ دیجو تو ہمدم میرے زیرِ کفن
نامہ جواب نامہ ہے اپنا وہاں جو کسی نے سوال کیا
شمع نمط ہر خارِ جنوں کی لگی لگی جاتی ہے
آبلوں میں تیزاب تھا گر تو ناحق کیوں پامال کیا
آگ ہے دل میں ورد جگر میں آنکھ میں آنسو لب پہ فغاں[۲]
عشق نے اسکے ذوق ہمارا دیکھو تو ہے یہ حال کیا

۱۶

دریائے اشک چشم سے جس آن بہ گیا
سن لیجیو کہ عرش کا ایوان[۱] بہ گیا
بل بے گداز عشق کے خوں ہو کے دل کیساتھ
سینہ سے تیرے تیر کا پیکان بہ گیا
زاہد شراب پینے سے کافر ہوا میں کیوں
کیا ڈیڑھ چلو پانی میں ایمان بہ گیا
ہے موج بحرِ عشق وہ طوفاں کہ الحفیظ[۲]
بیچارہ مشتِ خاک تھا انسان بہ گیا
دریائے اشک سے دمِ تحریر حالِ دل
کشتی کی طرح میرا قلمدان بہ گیا
یہ روئے پھوٹ پھوٹ کے پاؤں کے آبلے
نالہ سا ایک سوئے بیابان بہ گیا
تھا تو بہا[۳] میں بیش پر اس لب کے سامنے
سب مول تیرا لعلِ بدخشان بہ گیا
کشتی سوارِ عمر ہیں بحرِ فنا میں ہم
جس دم بہا کے لے گیا طوفان بہ گیا
تھا ذوق پہلے دلی میں پنجاب کا سا حسن
پر اب وہ پانی کہتے ہیں ملتان[۴] بہ گیا

۱۷

یوں تنِ خاکی میں دل روشن ہمارا ہو گیا
جس طرح پانی کوئیں کی تہ میں تارا ہو گیا
میرے نالوں سے جو پانی سنگِ خارا[۱] ہو گیا
کوہ کے چشموں کا ہر آنسو شرارا ہو گیا
ذکرِ دُنیا نفسِ مردہ[۲] کو ہوا آبِ حیات
مر کے یہ سیماب پھر زندہ دوبارہ ہو گیا
دانت یوں چمکے ہنسی میں رات اس مہ پارہ کے
ہم نے جانا ماہِ تاباں پارہ پارہ ہو گیا

۲ بالوں کا بنا ہوا قلم جس سے نقاشی کی جاتی ہے ؞ ۳ نالہ ؞
غ ۱۶ ۱ محل ؞ ۲ المدد ۔ نگہبانی کرو ؞ ۳ قیمت ؞ ۴ موقع ہاتھ سے نکل گیا ؞
غ ۱۷ ۱ ایک سخت پتھر ؞ ۲ مردہ سانس ؞

ہر حباب بحر کی کھل جائے گی نار اسی آنکھ
عکس[۳] افگن گر رخِ روشن تمہارا ہو گیا

رشک سے اس زلف کے کیا مشک ہی بکھیر ہے خون
بلکہ جل کر سوختہ عنبر بھی سارا ہو گیا

شیخ نے افطاریوں[۴] کے تر نوالے کھائے خوب
ہے مگر روزوں کی گرمی سے چھوارا ہو گیا

ایک دم بھی ہم کو جینا ہجر میں تھا ناگوار
پر امیدِ وصل پر برسوں گوارا ہو گیا

ہے مقامِ زندگی زیرِ دمِ شمشیرِ مرگ
ہو گیا جس طرح کوئی دم گذارا ہو گیا

دل پہ زخموں کی ترقی سے عجب پائی بہار
آگے تھا صد برگ یہ گل اب ہزارا ہو گیا

ظلمتِ عصیاں[۵] سے میرے بن گیا شب روزِ حشر
آفتاب اک نیزہ پر دیدار تارا ہو گیا

چشمِ مستِ یار میں آخر ہوئی سرخی عیاں
لو ہمارا خونِ پنہاں آشکارا[۶] ہو گیا

ذوق اس بحرِ فنا میں کشتیٔ عمرِ رواں
جس جگہ پر جا لگی وہ ہی کنارا ہو گیا

۱۸

اس سے تو اور آگ وہ بیدرد ہو گیا
اب آہِ آتشیں سے بھی دل سرد ہو گیا

سینہ میں بوالہوس[۱] کے بھی تھا آبلہ مگر
نشتر کا نام سنتے ہی منہ زرد ہو گیا

سو بار مر کے عاشقِ جاں باختہ ترا
لڑنے کو پھر کھڑا روشِ[۲] نرد ہو گیا

مجنوں بھی دشت گرد تھا مانند گردباد
جب خاک اڑائی ہم نے تو وہ گرد ہو گیا

اس صیدِ[۳] تبر خوردہ کو تو نے کیا نہ ذبح
آخر تڑپ تڑپ کے یہیں سرد[۴] ہو گیا

آ اے مرے چمن کے گلِ ورد دیکھ لے
عاشق کا رنگِ زرد زرِ ورد ہو گیا

پیرِ مغاں کے پاس وہ دارو ہے جس سے ذوق
نامرد مرد - مرد جواں مرد ہو گیا

۱۹

دشمنِ جاں یک بیک سارا زمانہ ہو گیا
ہائے تاثیرِ محبت یہ ستم کیا ہو گیا

تم میں تھا یا مجھ میں تھا دل پھر کہو کیا ہو گیا
دل کے جانے کا تو عالم کو اچنبھا ہو گیا

جسکو اے ظالم تری مژگاں کا کھٹکا[۱] ہو گیا
سوکھ کر ایسا ہوا دُبلا کہ کانٹا ہو گیا

ہم نے اُن سے دوستی کی وہ ہیں کرتے دشمنی
دیکھو کیا سوچا تھا ہم نے اور وہاں کیا ہو گیا

[۳] عکس ڈالنے والا۔ [۴] روزے کھلوانے والے۔ [۵] گناہوں کی تاریکی۔ [۶] ظاہر۔

ع ۱۸ [۱] حریص۔ [۲] چوسر کے گوٹ کی طرح۔ [۳] شکار۔ [۴] یعنی مر گیا۔

ع ۱۹ [۱] ڈر۔ خطرہ۔

بادہ گلگوں[۲] نے جو رنگِ رخ کو روشن کر دیا — پہلے تھا گلرنگ مکھڑا پھر بھبوکا ہو گیا
جب اُٹھا تابوت[۳] تیرے کشتۂ حسرت کا آہ — شورِ ماتم تھا کہ اک عالم میں برپا ہو گیا
تم نے کل عزمِ سفر کا ہم کو تھا بھیجا پیام — لو سفریاں آج دنیا سے ہمارا ہو گیا
پھر جلوائے حضرتِ دل ہو چکا ملنا بس اب — آج گھر میں غیر کے پھر اُن کا رہنا ہو گیا
مرنا جینا ایک جہاں کا ہے نگاہوں پر تری — جس نظر سے آنکھ بھر کر تو نے دیکھا ہو گیا
خط لکھا مجھ کو تو اس میں نام بھی پورا نہ تھا — کیا کہوں قسمت کا لکھا آج پورا ہو گیا
وہ تو خود شعلہ تھا جب میں نے کہا ہو شعلہ خو — اِس لطیفہ سے بھڑک کر آگ دونا ہو گیا
غیر کے گھر ہم سے تو اڑ کر اگر پہنچا تو کیا — تیرے جانے کا تو اِک عالم میں چرچا ہو گیا
گرم ہو کر آتا ہے مُنہ پر مرے طفلِ سرشک[۴] — دیکھا کیا اے چشمِ تر ابتر یہ لڑکا ہو گیا
کر دیا تیغِ نگہ نے ایک عالم کا ہے خوں — نام بدنام اے صنم ناحق قضا کا ہو گیا
یادِ زلفِ عنبریں میں رات یہ آہیں بھریں — گنبدِ گردوں[۵] سیہ سارے کا سارا ہو گیا
ذوقؔ نے زلف کو چھیڑا تو لے مجھ سے قسم — تو نے خود چھیڑا اسے اور برہم اتنا ہو گیا

۲۰

گل اس نگہ کے زخم رسیدوں میں مل گیا — یہ بھی لہو لگا کے شہیدوں میں مل گیا
لذت کو تیغِ عشق کی سُن سُن کے بوالہوس — آ کر ملخ[۱] سا حلق بریدوں میں مل گیا
گر بعدِ فقر پھر سگِ دُنیا ہوا فقیر — کمبخت پاک ہو کے پلیدوں میں مل گیا
آخر کو فیضِ بیعتِ دستِ سبو[۲] سے آج — پیر مغاں کے ہیں بھی مریدوں میں مل گیا
دکھلا کے کہکشاں سے فلک چاک سینہ رات — اس ماہوش[۳] کے سینہ دریدوں میں مل گیا
اُس شکل سے ہوا وہ طلبگارِ دیدِ یار — صاف آئینہ کا نقشہ ندیدوں[۴] میں مل گیا
حُبِ حسینؑ ذوقؔ وہ شے ہے کہ جس سے حُرؑ — تھا گرچہ اشقیا[۶] میں سعیدوں میں مل گیا

کس لطف سے [illegible]

۲۱

محفل میں شورِ قلقلِ مینائے مل ہوا — لا ساقیا پیالہ کہ توبہ کا قُل[۱] ہوا

۲ گلرنگ شراب۔ ۳ کفن کا صندوق۔ ۴ آنسو۔ ۵ آسمان۔

ع(۲) ۱ ٹڈی۔ ۲ پیالہ۔ ۳ چاند کی طرح حسین۔ ۴ لالچی ۔ خواہشمند۔ ۵ آزاد۔ کربلا کے میدان میں حضرت حسینؑ کے مخالفین کے ایک سردار کا نام حُر تھا جو آخر میں حضرت حسینؑ کے پاس آیا توبہ کی اور وہیں شہید ہو گیا۔ ۶ بدبخت۔
ع(۲۱) ۔ کہہ مراد ۔ بلاوا۔

دریائے غم سے میرے گزرنے کے واسطے / تیغ خمیدہ[1] یار کی لوہے کا پل ہوا
پروانہ بھی تھا گرمِ تپش پر کھلا نہ راز / بلبل کی تنگ حوصلگی تھی کہ غل ہوا
آئی تھی اندروں کی نہ ہرگز سمجھ میں بات / آوازہ گو بلند مثالِ دہل ہوا
جن کی نظر چڑھا ترا رخسارِ آتشیں / اُن کا چراغِ گور نہ تا حشر گل ہوا
بندہ نوازیاں تو یہ دیکھو کہ آدمی / جزوِ ضعیف[2] محرمِ[3] اسرارِ کُل ہوا
اس بن رہا چمن میں بھی ہے ذوق دلخراش / ناخن سے تیز تر مجھے ہر برگِ گل ہوا

۲۲

پانی طبیب[1] دیگا ہمیں کیا بجھا ہوا / ہے دل ہی زندگی سے ہمارا بجھا ہوا
کہتے تھے آفتابِ قیامت جسے سو وہ / نکلا چراغ داغِ دل اپنا بجھا ہوا
چشمِ غضب سے نیم نگہ میرے واسطے / اک نیمچہ[2] ہے گویا زہر میں بجھا ہوا
پھر دل میں آہ سرد ہوئی میرے شعلہ ور / لو پھر بھڑک اُٹھا یہ فتیلہ بجھا ہوا
پہلے نشانہ کرتا وہ بندوق کا مجھے / پر تھا مرے نصیب سے توڑا[3] بجھا ہوا
جل کر اگر بجھا بھی دل سوختہ[4] مرا / یوں جل اُٹھے گا جیسے کہ کوئلا بجھا ہوا
ہم آپ جل بجھے مگر اس دل کی آگ کو / سینہ میں ہم نے ذوق نہ پایا بجھا ہوا

۲۳

پہنچا آبِ تیغِ قاتل تا بسر اچھا ہوا / لے دلِ مجروح لے تو غسل کر اچھا ہوا
ایک دن بالکل نہیں آچارہ گر اچھا ہوا / داغ اِدھر تازہ ہوا گر زخم اُدھر اچھا ہوا
کم نہ ہو اس آبِ خنجر کی الٰہی آبرو / آج مدت میں ہمارا حلق تر اچھا ہوا
آرہیگا دشت میں لیلیٰ ترے ناقہ[1] کے کام / ہو گیا مجنوں جو کانٹا سوکھ کر اچھا ہوا
روز کہتا تھا مزا مجھ کو چکھا دے عشق کا / بھر دیا لون اس نے دلکو چیر کر اچھا ہوا
سُن کے مجنوں نے مرے شورِ جنوں کو یہ کہا / واقعی مجھ سے بھی یہ شوریدہ[2] سر اچھا ہوا

[1] خمدار ۔ [2] کمزور جوڑ ۔ [3] بھیدی ۔
۲۲غ [1] حکیم ۔ [2] کٹارہ ۔ چھوٹی تلوار ۔ [3] آتش بازی میں وہ بڑھا ہوا دھاگا جس کو آگ لگاتے ہیں ۔
[4] جلا ہوا ۔
۲۳غ [1] اونٹنی ۔ [2] مجنون ۔ دیوانہ ۔

بندھ گیا اس مو کمر[3] کا جبکہ مضمونِ کمر
ہوگئی مضموں میں دقّت شعر پر اچھا ہوا

مجھ کو صدقے کر اگر ہے بدمزہ تیرا مزاج
یہ ادھر صدقہ دیا تو نے ادھر اچھا ہوا

ہاتھ تو اوچھا پڑا اتھا یار کی شمشیر کا زہلکا
زخم پر قسمت سے میری کارگر اچھا ہوا

کھچ گیا میری طرف سے اور بھی دلبر کا دل
واہ وا جذبِ محبّت کا اثر اچھا ہوا

قتل کرتا ہے ترا بسمل سحر یہ کہنا کہ لو
اب تو دامن بھی ہوا لوہو سے تر اچھا ہوا

نامہ بر جانا ہی جا جلدی چلی جانِ حزیں[4]
دیر مت کر ساتھ تیرے ہمسفر اچھا ہوا

آئینہ خانے میں عالم کے سمجھ لے یہ مثال
تا تجھے جانیں کہ یہ صاحب نظر اچھا ہوا

ہے برا تو ہی اگر آیا نظر تجھ کو برا
تو ہی اچھا ہے تجھے معلوم گر اچھا ہوا

ذوق کے مرنے کی سن کر پہلے تو کچھ رک گئے
پھر کہا تو یہ کہا منہ پھیر کر۔ اچھا ہوا

۲۴

ہجر میں کیا کیا مرض ہے سنگدل پیدا ہوا
حولِ دل پیدا ہوا - آزارِ سل پیدا ہوا

تیرہ بختی[1] تھی اسی دن اپنی روشن ہو گئی
روئے تاباں پر تمہارے جب تل پیدا ہوا

یا الٰہی کیا کہوں تیری عنایت کے سوا
میں نے کیا ایسا کیا جو ایسا دل پیدا ہوا

غیر کے چھلے سے واں تو نے جو گل کھائے[2] تو یاں
داغِ تازہ داغِ دل کے متصل پیدا ہوا

اس لبِ لعلیں پہ ہے یہ جلوۂ رنگِ مسی
یا کہ نافرمان ولالہ مشتمل پیدا ہوا

کرکے وعدہ اُت کو جو راہ سے تو پھر گیا
وہم کیا دل میں یہ اے پیماں گسل[3] پیدا ہوا

خاکساری نے اسی دن روشنی پائی تھی ذوق
آدمِ خاکی کا جس دن آب و گِل[4] پیدا ہوا

۲۵

اس تپش کا ہے مزا دل ہی کو حاصل ہوتا
کاش میں عشق میں سر تا بقدم دل ہوتا

آسماں دردِ محبّت کے جو قابل ہوتا
تو کسی سوختہ[1] کا آبلۂ دل ہوتا

چھوڑتا ہاتھ سے ہرگز نہ کبھی بسملِ شوق
دامنِ برق اگر دامنِ قاتل ہوتا

چینِ پیشانی اگر تیری نہ ہوتی زنجیر
نالہ دیوانہ تھا جو پا بہ سلاسل[2] ہوتا

۳ بال جیسی باریک کمر والا ۔ ۴ مغموم جان ۔
غ ۲۴ ۔ ۱ بدبختی ۔ ۲ داغ لینا ۔ ۳ عہد توڑنے والا ۔ ۴ مٹی ۔
غ ۲۵ ۔ ۱ جلا ہوا ۔ ۲ سلسلہ کی جمع معنی زنجیر ۔

کرتا بیمارِ محبت کا مسیحا جو علاج — اتنا دق ہوتا کہ جینا اُسے مشکل ہوتا

ذبح ہونے کا مزہ جانتا گر صیدِ حرم[۳] — آپ گردن پہ چھری پھیر کے بسمل ہوتا

گر سیہ بخت ہی ہونا تھا نصیبوں میں مرے — زلف ہوتا ترے رخسار پہ یا تل ہوتا

آتا کیوں مصر میں کنعاں سے نکل کر یوسف — جذبۂ شوقِ زلیخا جو نہ کامل ہوتا

موت نے کر دیا ناچار وگرنہ انساں — ہے وہ خود بیں کہ خدا کا بھی نہ قائل ہوتا

دل گرفتوں[۴] کی اگر خاک چمن میں ہوتی — تو جہاں دیکھتے ہو غنچہ وہاں دل ہوتا

آپ آئینۂ ہستی میں ہے تو اپنا حریف — ورنہ یاں کون تھا جو تیرے مقابل ہوتا

سینۂ چرخ میں ہر اختر اگر دل ہے تو کیا — ایک دل ہوتا مگر درد کے قابل ہوتا

ہوتی گر عقدہ[۵] کشائی نہ ید اللہ کے ساتھ — ذوق حل کیونکہ مرا عقدۂ مشکل ہوتا

۲۶

جو رنگ رنج و ماتم کا یہاں نمود ہوتا — تو زمیں نہ زرد ہوتی نہ فلک کبود[۱] ہوتا

کسی رنج کش کو دیتا تو کچھ اسکو سود[۲] ہوتا — دل سخت کا شش کا فرجر الیہود ہوتا

تری بزم میں تو جلتا کہ تجھے بھی بو پہنچتی — جو یوہیں تھا دل کو جلنا تو بلا سی عود[۳] ہوتا

جو نہ ہو اُمید واشد[۴] نہ ہو دل گرفتہ[۵] غنچہ — کہ قبول تنگ رہنا نہیں بے کشود[۶] ہوتا

لبِ نازک اسکا کیونکر کہو بارِ حرف اُٹھائے — کہ جو صدمۂ تبسّم سے بھی ہو کبود ہوتا

یہ حیاتِ چند روزہ جو نہ سدِّ راہ[۷] ہوتی — تو پھر ایک عرصہ گاہِ عدم و وجود ہوتا

جو حسد کسی کو تجھ پر ہو تو ہے یہ تیری خوبی — کہ جو تو نہ خوب ہوتا تو وہ کیوں حسود ہوتا

نہ خاک ہوتا ظاہر جو سلگنا اپنے دِل کا — تو شرار سنگ تربت میں بھی اپنے دود[۸] ہوتا

جو ہے سر گذشتہ اسکو نہیں دینا سر کا مشکل — کہ وہ سر بکف نہ ہوتا جو نہ دست جود ہوتا

جو رقیب سر بکف ہیں کبھی ہوتے سر بکف بھی — ترے جاں نثار کا گر انہیں دستِ[۹] جود ہوتا

ترے در کی جبہ سائی اگر اشک اپنے کرتے — سر قطرہ قطرہ پہ اک اثر سجود ہوتا

کوئی زہر نوش مجھ سا نہیں پہنچا ذوق ورنہ — شجر زقوم[۱۰] دوزخ میں بھی خشک و دود ہوتا

[۳] کعبہ کا شکار (خانہ کعبہ میں شکار کرنا منع ہے) اس لئے صید حرم ممنوع شکار کو کہتے ہیں۔ [۴] دل تھامے ہوئے مراد عشاق۔ [۵] کسی معمّہ یا مشکل کا حل کرنا۔

ردیف ۲۶ [۱] نیلا [۲] فائدہ [۳] ایک قسم کی خوشبودار لکڑی۔ [۴] کھلنا۔ [۵] مراد متفکر یا مغموم۔ [۶] مراد بند۔ [۷] راستے میں رُکاوٹ۔ [۸] دھواں۔ [۹] سخاوت کا ہاتھ مراد سخی۔ [۱۰] تھوہر۔

۲۷

نہ کرتا ضبط میں نالہ تو پھر ایسا دھواں ہوتا
کہ نیچے آسماں کے اک نیا اور آسماں ہوتا

ابھی ٹھنڈا بھلا کیونکر شہید تفتہ[۱] جاں ہوتا
کوئی دم شمع[۲] مردہ میں بھی ہے باقی دھواں ہوتا

کہے ہے مرغِ دل اے کاش میں زاغ[۳] کماں ہوتا
کہ تا شاخِ کماں پر اس کی میرا آشیاں ہوتا

عزاداری[۴] میں ہے کس کی یہ چرخ ماتمی جامہ
کہ جیب چاک کی صورت ہے خطِ کہکشاں[۵] ہوتا

نہ ہوتی دل میں گر کاوش کسی کی نوکِ مژگاں کی
تو کیوں حق میں مرے ہر موئے تن مثلِ سناں ہوتا

نہ رکھتا گر نہ رکھتا منہ پہ دانہ یہ مریضِ غم
مگر تیرا مبتسر بوسۂ خالِ دہاں ہوتا

اگر جی کھول کر میں تنگنائے دہر میں روتا
تو جوئے کہکشاں میں بھی فلک پر خوں رواں ہوتا

بگولا گر نہ ہوتا وادیٔ وحشت میں اے مجنوں
تو گنبد ہم سے سرگشتوں[۶] کی تربت پر کہاں ہوتا

ترے خونیں جگر کی خاک پر ہوتا اگر سبزہ
تو مثلِ موئے مژگاں اس سے پیہم خوں رواں ہوتا

رکاوٹ دل کی قاتل کے بوقتِ ذبح ظاہر تھی
کہ خنجر تھا مری گردن پہ رُک رُک کر رواں ہوتا

نہ کرتا ضبط میں گریہ تو اے ذوق اک گھڑی پل میں
کٹورے کی طرح گھڑیال کے غرق آسماں ہوتا

غ ۲۷ ۱ جلی ہوئی جان والا مراد عاشق ۲ بجھا ہوا چراغ ۳ کمان کے دونوں کنارے ۴ ماتم ۵ آسمان پر رات کے وقت ستاروں کی لکیر سے راستہ سا بنا ہوتا ہے ۶ پریشان ۷ برابر۔ لگاتار۔

۲۸

رکھتے تھے جو کشور[1] و کسریٰ و قیصر زیرِ پا
ہے اُنہی کا آج سر با تاج و افسر[2] زیرِ پا

اے جنوں! ہم پا برہنہ[3] ۔ گرم پتھر زیرِ پا
دوپہر ہے ۔ سایہ بھی بیٹھا ہے چھپ کر زیرِ پا

تم چلو رکھ کر جو میرا دیدۂ تر[4] زیرِ پا
پل ہوں بحرِ اشک پر مژگاں[5] سراسر زیرِ پا

خاکساری کو ہماری مل گئی اکسیرِ عشق
اب تو پارس[6] ہوگا جو آئیگا پتھر زیرِ پا

میری آنکھوں کو ملو تم لے کے تلووں کے تلے
کیوں نشے میں توڑتے ہو رکھ کے ساغر[7] زیرِ پا

ہے نازِ کشتۂ قامت ۔ بجائے جانماز
اے قیامت لا بچھا دامانِ محشر[8] زیرِ پا

زبردستی پر بھی ہے موذی سے لازم احتراز[9]
جب دبیگا سانپ کاٹے گا مقرر زیرِ پا

ہیں ترے مجنوں کی مژگاں وادئ وحشت کے خار
راہ آنکھوں کی نکل آئے ہیں چھپ کر زیرِ پا

بو نہ گل ہیدھی کے گلبن رے ۔ رشکِ گل گھلوں ہیں تو
آ کھڑا ہو رکھ کے میرا کاسۂ سر زیرِ پا

فاتحہ عاشق کا دینا ہے تو واجب[10] ہے ادب
اپنے کفش[11] پا کو رکھ لے پا سے باہر زیرِ پا

میں ہوں وہ کشتی شکستہ بحرِ الفت میں صبا
ایک تختہ رہ گیا ہے جس کے بچ کر زیرِ پا

قصرِ تن کو **ذوق** سب غارت کریگا ایک دن
چونٹیوں کا بھر رہا ہے یہ جو لشکر زیرِ پا

۲۹

ہر گام پہ رکھے ہے وہ یہ ہوش نقشِ پا
ہو خاکِ عاشقاں نہ ہم آغوش نقشِ پا

افتادگاں[1] کو بے سر و ساماں نہ جانیو
دامانِ خاک ہوتا ہے روپوش نقشِ پا

اعجازِ پا سے تیرے عجب کیا کہ راہ میں
بول اُٹھے منہ سے ہر لبِ خاموش نقشِ پا

اس رہگذر میں کس کو ہوئی فرصتِ مقام
بیٹھے ہے نقشِ پا بہ سرِ دوش[2] نقشِ پا

جسمِ نزار[3] خاک نشینانِ کوئے عشق
یوں ہیں زمیں پہ جیسے تن و توشِ نقشِ پا

فیضِ برہنہ پائی مجنوں سے دشت میں
ہر آبلہ بنے ہے دُرِ گوشِ نقشِ پا

پابوس در کنار کہ اپنی تو خاک بھی
پہنچی نہ **ذوق** اس کے بہ آغوشِ نقشِ پا

ر۲۸ غ ۱ ولائت ۔ ملک ۔ ۲ تخت ۔ ۳ ننگے پاؤں ۔ ۴ اشکبار آنکھ ۔ ۵ جمع مژہ کی بمعنی پلکیں ۔ ۶ پتھر جو لوہے کو سونا بنا دے ۔ ۷ پیالہ ۔ ۸ قیامت ۔ ۹ بچنا ۔ پرہیز کرنا ۔ ۱۰ پیالہ ۔ ۱۱ جوتی ۔ ۱۲ محل ۔

ر۲۹ غ ۱ عاجز ناتواں ۔ ۲ کندھا ۔ ۳ ناتوان و نحیف بدن ۔

۳۰

رکھ دل جلوں کی خاک پہ تو با فراغ پا
سوز دروں وہی ہے پہ ہونگے نہ داغ پا

تو باغ میں رکھے اگر اے رشک باغ پا
پھر آئے واں خزاں تو وہیں ہو وہیں داغ پا

وہ اور میرے گھر میں رقیبوں کو لے کے آئے
بلبل کے آشیاں میں رکھے حیف زاغ پا

گر کوئے یار میں نہیں ملتا پتا تو پھر
تو کوئے زلف یار میں دل کا سراغ پا

روئیگی پھوٹ پھوٹ کر ہر چشم آبلہ
جوش جنوں میں رکھ نہ سوئے کوہ و راغ[1] پا

ہم دل جلوں کی خاک پہ رکھیو نہ تو قدم
اس سے تو ڈال دیجو میان اجاغ[2] پا

اس گل سے گر اجازت پا بوس ہو نصیب
ہو جائے چوم چوم کے دل باغ باغ پا

اچھلے ہے شیخ وجد میں اس طرح بار بار
جس طرح بدلگام ہو گھوڑا اجراغ[3] پا

ساقی کا دور چشم ہو گر بر کنار آب
پائے حباب آب رواں سے ایاغ[4] پا

ہے جی میں آب جو نمط[5] اے سرو خوش خرام
دھو دھو پیا کریں ترے سب دماغ پا

اے ذوق کیوں چمن میں وہ گل جائے جسکے ہوں
رنگ حنا[6] سے غیرت صد پائے باغ پا

۳۱

جدا ہوں یار سے ہم اور نہ ہوں رقیب جدا
ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا

تری گلی سے نکلتے ہی اپنا دم نکلا
رہے ہے کیونکہ گلستاں سے عندلیب جدا

الٰہی جلوہ ہے کس بت کا آج مسجد میں
کہ دم[1] بخود ہے موذن جدا خطیب[2] جدا

تمہارا درد جدائی نہ ہو جدا مجھ سے
حروف درد میں ہو حکمت طبیب[3] جدا

ہے اور علم و ادب مکتب محبت میں
کہ ہے وہاں کا معلم جدا ادیب جدا

ہجوم اشک کے ہمراہ کیوں نہ ہو نالہ
کہ فوج سے نہیں رہتا کبھی نقیب[4] جدا

فراق[5] خلد سے گندم ہے سینہ چاک ابتک
الٰہی ہو نہ وطن سے کوئی غریب[6] جدا

کیا حبیب کو مجھ سے جدا فلک نے مگر
نہ کر سکا مرے دل سے غم حبیب[7] جدا

کریں جدائی کا کس کس کی رنج ہم اے ذوق
کہ ہونیوالے ہیں ہم سب سے عنقریب جدا

غ ۳۰: ۱ جنگل ۔ ۲ چولھا ۔ ۳ اگلے پیر گھوڑا جو اٹھاتا ہے ۔ ۴ شراب کا پیالہ ۔ ۵ طرح ۔ ۶ مہندی ۔

غ ۳۱: ۱ بے زبان خاموش ۲ خطبہ پڑھنے والا ۳ حکیم کی دانش ۴ آواز دینے والا ۵ جدائی ۶ مسافر ۷ دوست ۔

٣٢

چاہے عالم میں فروغ اپنا تو ہو گھر سے جدا
دیکھ چمکے ہے شرر ہوتے ہی پتھر سے جدا

کیجو مشاطہ[1] نہ سبزہ گوشِ دلبر سے جدا
بد نما ہے گر رکھیں مینا کو ساغر سے جدا

دل مرا یارب نہ ہو زلفِ معنبر سے جدا
سر جدا ہو تن سے۔ یہ سودا نہ ہو سر سے جدا

لکھے شرحِ سوزشِ[2] ہجراں جو تیرا بیقرار
ہوں تڑپ کر جوں شرر ہر نکتہ دفتر سے جدا

فندقِ[3] پائے نگاریں کا ہوں وہ سودا زدہ
قطرۂ خوں بھی نہ ہو گا نوکِ نشتر سے جدا

شیشۂ دل میں ہی کیا چمکا شرارِ عشقِ یار
شیشہ گر رکھ تو بھی شیشہ کو نہ اخگر[4] سے جدا

خطِ شرحِ ناتوانی ہو گیا اڑتے ہی آہ
جوں پرِ کمزور بازوئے کبوتر سے جدا

حضرتِ آدم کو شیطاں نے نکالا خلد سے
غیر نے ہم کو کیا ہے کوئے دلبر سے جدا

ذوق ہے ترکِ وطن میں صاف نقصِ آبرو
بکنے پھرتے ہیں گہر[5] ہو کر سمندر سے جدا

٣٣

لختِ دل اور اشکِ تر۔ دونو بہم دونو جدا
ہیں رواں وہ ہمسفر۔ دونو بہم۔ دونو جدا

میں نہ چکوا ہوں نہ وہ چکوی[1] پھر آخر کس لئے
رہتے ہیں شب تا سحر۔ دونو بہم۔ دونو جدا

وصل کی شب نکہتِ گل کی طرح ہم اور وہ
رہتے ہیں باہم گر دونو بہم۔ دونو جدا

شکلِ عکس و آئینہ۔ تیرا خیال اور میرا دل
آئینے ہیں سیمبر[2]۔ دونو بہم۔ دونو جدا

ذوق ہیں سینہ میں اوراقِ جلاجل[3] کی طرح
دل جگر با شور و شر۔ دونو بہم۔ دونو جدا

٣٤

ساتھ آہ کے شب دل سے وہ پیکاں[1] نکل آیا
تھا کام تو مشکل مگر آساں نکل آیا

شب ہم نے تہیّہ جو کیا توبہ کا ساقی
مغرب سے سحر مہرِ درخشاں[2] نکل آیا

تنگ آ گئے جو دم تن سے نکل جائے تو جانو
زنداں سے کوئی قیدئ زنداں[3] نکل آیا

ہاتھ آئے نہ قسمت کے سوا گوہرِ مقصود[4]
دریا سے تہی پنجۂ[5] مرجاں نکل آیا

رات آہ میں یوں سینہ سے اک شعلہ سا چمکا
میں نے تو یہ جانا دلِ سوزاں نکل آیا

غ ٣٢: [1] نائن بال سنوارنے والی ۔ [2] ہجر کی جلن ۔ [3] مراد پاؤں کی مہندی ۔ [4] چنگاڑا ۔

غ ٣٣: [1] ایک جانور ہے [2] مراد معشوق ۔ [3] جمع جلجل بمعنی جھانجھ ۔

غ ٣٤: [1] تیر کا اگلا حصہ ۔ [2] روشن۔ چمکتا ہوا ۔ [3] قید خانہ ۔ [4] مطلب کا موتی مراد مطلب [5] مونگے کا ہاتھ

ناقوس! یہ کس دل سے کیا نالۂ جاں سوز
ہاں دل کا دھواں آہِ سحر پیچاں[6] نکل آیا

عصمت[7] بھی ہے کیا شے کہ الگ یوسفِ کنعاں
درہائے مقفل سے عزیزاں نکل آیا

دل رکھ کے کہیں ذوق کا ہم بھول گئے تھے
تھا گم وہ کئی دن سے مگر ہاں نکل آیا

۳۵

عبث جاں منتظر ہونٹوں پہ ہے وہ شوخ کب آیا
اگر چہلم[1] کو بھی آیا تو ہم جانینگے اب آیا

چمن میں کہتے ہیں پھر موسمِ عیش و طرب[2] آیا
بہاریں خوب لوٹینگے اگر وہ غنچہ لب آیا

خلافِ وعدہ سے میں تیرے کل تو جاں بلب[3] آیا
نہ آیا آج بھی گر تو تو اے ظالم غضب آیا

عجب حیرت میں ہوں جب سے نظر وہ خالِ لب آیا
دہن اسکا عدم ہے اور عدم میں نکتہ کب آیا

نوید اے تشنہ کامی بارے آبِ خنجرِ قاتل
گلو تک میرے اور زخمِ گلو کے تا بلب آیا

تامل[4] کیجیو ذوق طپیدن[5] - دیکھئے کیا ہو
کہ اب تک ذبح کرنے کا نہیں قاتل کو ڈھب آیا

وہ مست ناز لیکر مجھ سے میرے شیشۂ دل کو
ہوا خوش اسقدر گویا کہ ہاتھ اسکے حلب آیا

نوشتہ سے ہوا اک حرف بھی ہرگز نہ بیش و کم
جو پیشانی میں تھا لکھا ہوا وہ پیش سب آیا

برنگِ غنچہ خونیں دل ہنسے کیا اس گلستاں میں
بھر آیا منہ میں خوں گر اک تبسم زیرِ لب آیا

وہ آئیں یا نہ آئیں ہیں نہیں رنجیدہ[6] دل اُنسے
مگر یہ رنج ہے کیوں رنج انکو بے سبب آیا

لگائی زلف کو شانہ[7] نے جو اُنگلی پکارا دل
یہ گستاخی بھلا رہ تو سہی او بے ادب آیا

ترے در سے نہ آیا پاس کوئی نیم جانوں کے
مگر رونا کبھی چوری سے بعد از نیم شب[8] آیا

ہیں اپنے ذوق کے قرباں کہ ہستی ہیں محبت کی
بلایا کس نے اسکو جب یہ آیا بے طلب آیا

۳۶

جینا ہمیں اصلا[1] نظر اپنا نہیں آتا
گر آج بھی وہ رشکِ مسیحا نہیں آتا

مذکور تری بزم میں کس کا نہیں آتا
پر ذکر ہمارا نہیں آتا نہیں آتا

دیتا دلِ مضطر[2] کو تری کچھ تو نشانی
پر خط بھی ترے ہاتھ کا لکھا نہیں آتا

[6] گتھم گتھا یعنی لپٹا ہوا ۔ [7] پاکدامنی ۔

غ ۳۵ [1] کسی کی وفات کے بعد وہ چالیسواں دن جب اسکے نام کا فاتحہ پڑھتے ہیں ۔ [2] خوشی ۔ [3] مرنے کے قریب ۔ [4] دیر ۔ [5] تڑپنا ۔ [6] ناخوش ۔ [7] کنگھی ۔ [8] آدھی رات ۔

غ ۳۶ [1] مطلقاً ۔ [2] پریشان ۔

کیا جانے اُسے وہم ہے کیا میری طرف سے ۔ جو خواب میں بھی رات کو تنہا نہیں آتا
آیا ہے دم آنکھوں میں دمِ حسرتِ دیدار ۔ پر لب پہ کبھی حرفِ تمنا نہیں آتا
کس دم نہیں گھٹتا مرا دم سینہ میں غم سے ۔ کس وقت مرا منہ کو کلیجہ نہیں آتا
میں جانتا جہاں سے ہوں تو آتا نہیں یاں تک ۔ کافر تجھے کچھ خوف خدا کا نہیں آتا
ہم روتے پہ آجائیں تو دریا ہی بہا دیں ۔ شبنم کی طرح سے ہمیں رونا نہیں آتا
ہستی سے زیادہ ہے کچھ آرام عدم میں ۔ جو جاتا ہے یاں سے وہ دوبارہ نہیں آتا
آنا ہے تو آجا کہ کوئی دم کی ہے فرصت ۔ پھر دیکھئے آتا بھی ہے دم یا نہیں آتا
غافل ہے بہارِ چمنِ عمرِ جوانی ۔ کر سیر کہ موسم یہ دوبارہ نہیں آتا
ساتھ انکے ہوں میں سایہ کی مانند و لیکن ۔ اس پر بھی جدا ہوں کہ لپٹنا نہیں آتا
دُنیا ہے وہ صیاد کہ سب دام میں اس کے ۔ آجاتے ہیں لیکن کوئی دانا نہیں آتا
دل مانگنا مفت اور یہ پھر اس پہ تقاضا ۔ کچھ قرض تو بندہ پہ تمہارا نہیں آتا
بھیجا ہے دلا اس کے نہ آنے کی شکایت ۔ کیا کیجے گا فرمائیے اچھا نہیں آتا
جاتی رہی زلفوں کی لٹک دل سے ہمارے ۔ افسوس کچھ ایسا ہمیں لٹکا نہیں آتا
جو کوچۂ قاتل میں گیا پھر وہ نہ آیا ۔ کیا جانے مزہ کیا ہے کہ جیتا نہیں آتا
آئے تو کہاں جائے نہ ناجی سے کوئی جاتے ۔ جب تک نہیں آتا اُسے غصہ نہیں آتا
قسمت ہی سے لاچار ہوں اے ذوق وگرنہ ۔ سب فن میں ہوں میں طاق مجھے کیا نہیں آتا

۳۷

اُن سے کچھ وصل کا ذکر اب نہیں لانا اچھا ۔ وہ جو کچھ کہویں تو تم بھی کہے جانا اچھا
تم نے دشمن ہے جو اپنا ہمیں جانا اچھا ۔ یار ناداں سے تو ہے دشمن دانا اچھا
پھول گل مہدی کے لالاکے نہ ہاتھوں میں ملو ۔ خونِ عاشق نہیں مرقد پہ بہانا اچھا
طائرِ جاں کے سوا کوچۂ جاناں کی طرف ۔ نامہ بر کون ہے جو کیجے روانا اچھا
طاقِ ابرو کے تصوّر میں دل کھینچ نہ آہ ۔ سمتِ کعبہ پہ نہیں تیر لگانا اچھا
بدگماں دیکھو کچھ اسمیں بھی نہ ڈالیں رخنہ ۔ روزنِ در سے نہیں آنکھ لڑانا اچھا

ے نیستی ؞ ے برا - خبر موزون ؞ ے لگن ؞ ے عشق ؞ ے کامل - استاد - ماہر ؞
ے غم ؞ ے ابرو کے محراب سے تشبیہ دی ہے ؞ ے سوراخ ؞

آتش عشق ہر سینہ میں دبی۔ دیکھ اے چشم — اب نہیں دامن مژگاں کا ہلانا اچھا
بیٹھ رہ کر کے قناعت۔ کہ بشکل مہ نو — چھوڑے آدھی تو نہیں ساری کو جانا اچھا
مرغ دل نے نگہ یار سے پوچھا اُڑ کر — پھر بھی کہنا کہ لگاتے ہیں نشانہ اچھا
یاں تو دم بھی نہیں ہم! اور وہ لئے تیغ دودم[1] — کہتے ہیں دیکھو نہیں دم کا چرانا اچھا
طرۂ شمشاد دکھاتا ہے تری زلفوں کو — لاؤ آرہ کہ یہی اس کو ہے نشانہ اچھا
ق ساقیا ابر ہے آیا تو بڑھا خم پر ہاتھ — کہ گھٹا میں نہیں ہمت کا گھٹانا اچھا
جل گئے گر قطرۂ خون دل کا ہوا اشک آلود — تو نہیں نیمچہ مژگاں سے گرانا اچھا
گردش عمر میں تسبیح سلیمانی[2] کا — آج اک ہاتھ لگا ہے مرے دانا اچھا
سامنے یار کے اے ذوق بہانا آنسو — ہے تو چاہت[3] کے جتانے کو بہانا اچھا

۳۸

آنکھیں مری تلووں سے وہ مل جائے تو اچھا — ہے حسرت پابوس[1] نکل جائے تو اچھا
جو چشم کہ بے نم ہو وہ ہو کور[2] تو بہتر — جو دل کہ ہو بے داغ وہ جل جائے تو اچھا
بیمار محبت نے لیا تیرے سنبھالا — لیکن وہ سنبھالے سے سنبھل جائے تو اچھا
ہو تجھ سے عیادت[3] جو نہ بیمار کی اپنے — لینے کو خبر اس کی اجل[4] جائے تو اچھا
کھینچے دل انساں کو نہ وہ زلف سیہ فام — سانپ اس کو اگر آ کے نگل جائے تو اچھا
اے گریہ نہ رکھ میرے تن خشک کو غرق آب — لکڑی کی طرح پانی میں گل جائے تو اچھا
تاثیر محبت تو عجب حب[5] کا عمل ہے — لیکن یہ عمل یار پہ چل جائے تو اچھا
فرقت سے تری تار نفس سینہ میں میرے — کانٹا سا کھٹکتا ہے نکل جائے تو اچھا
ہاں کچھ تو ہو حاصل ثمر[6] نخل محبت — یہ سینہ پھپھولوں سے جو پھل[7] جائے تو اچھا
دل گر کے نظر سے تری اُٹھنے کا نہیں پھر — یہ گرنے سے پہلے ہی سنبھل جائے تو اچھا
وہ صبح کو آئے تو کروں باتوں میں دوپہر — اور چاہوں کہ دن تھوڑا سا ڈھل جائے تو اچھا
ق ڈھل جائے جو دن بھی تو اسی طرح کروں شام — اور پھر کہوں گر آج سے کل جائے تو اچھا

[1] دو دھاری تلوار ۔ [2] سلیمان کی تسبیح ۔ [3] عشق - یار کی طلب ۔
غزل ۳۸ [1] پاؤں کا بوسہ لینا ۔ [2] اندھا ۔ [3] بیمار پرسی ۔ [4] موت ۔ [5] محبت۔ عشق ۔ [6] پھل [7] بار آور ہو جائے ۔

جب کل ہو تو پھر وہ ہی کہوں کل کی طرح سے
گر آج کا دن بھی یونہیں ٹل جائے تو اچھا

القصہ نہیں چاہتا میں جائے وہ یہاں سے
دل میری ہی باتوں میں بہل جائے تو اچھا

ہے قطع رہ عشق میں اے ذوق ادب شرط
یاں شمع نمط سر ہی کے بل جائے تو اچھا

۳۹

نام منظور ہے تو فیض کے اسباب بنا
پل بنا چاہ بنا مسجد و تالاب بنا

واہ کیا مرہم زخم دل بیتاب بنا
آب سے نشتر سر تیز کے تیزاب بنا

نہ بجھے اشک کے دریا سے مری سوزش دل
گرچہ دے شعلۂ جوالہ[1] کو گرداب بنا

دل بیتاب کو ہم سینہ میں ٹھہرا نہ سکے
شعلہ خور دیکھتے ہی تجھ کو وہ سیماب[2] بنا

پوچھیں گر مجھ سے مئے عشق ہوئی کب سے ہی تلخ
کہوں جس دن سے فلک کا سۂ[3] زہراب بنا

چشم مخمور کا ہوں کس کی میں کشتہ یا رب
کہ مری خاک سے بھی جام مئے ناب[4] بنا

تیرہ روزی[5] نے مری مہر جہانتاب کا نور
جب اڑایا تو وہیں کرمک[6] شب تاب بنا

ہائے پچھتاتا ہوں کیوں اس سے کیا میں نے بگاڑ
کہ جو اب پھرتا ہوں اس طرح سے بیتاب بنا

سرمۂ چشم عزیزاں نہ بنا میں اے چرخ
کیا بنا خاک۔ غبار دل احباب بنا

آیت سجدہ ہے حق میں مرے ہر جوہر تیغ
ہے خم تیغ فقط کیا خم محراب بنا

خال عارض ہے جو ہندو کے خدا ترس تو کیا
ہم سیہ بختوں[7] کے حق میں تو ہے قصاب بنا

اپنے جلسوں میں جلاتے ہیں مجھے میرے حبیب
میں ہوں اک شمع پئے[8] محفل احباب بنا

تو اگر آپ کو دیکھے تو مری آنکھ سے دیکھ
اپنا آئینہ مرا دیدۂ پر آب بنا

آہ کے ساتھ جو نکلا شرر آتش دل
چرخ پر جا کے وہ خورشید جہانتاب بنا

جب کیا عشق کے دریا نے تلاطم[9] اے ذوق
تو کہیں موج بنا اور کہیں گرداب بنا

۴۰

میں ہجر میں مرنے کے قریب[1] ہو ہی چکا تھا
تم وقت پہ آپہنچے نہیں ہو ہی چکا تھا

اب جان پہ آفت ہے جو آئے ہو دوبارہ
اک بار تو غارت[2] دل و دیں ہو ہی چکا تھا

۳۹غ: ۱ ایک لکڑی کے دونوں سروں پر آگ لگا کر گھماتے ہیں اس شعلے کو شعلۂ جوالہ کہتے ہیں ۔ ۲ پارہ ۔ ۳ پیالہ ۔ ۴ خالص شراب انگوری ۔ ۵ بدقسمتی ۔ ۶ جگنو ۔ ۷ بدنصیب ۔ ۸ واسطے ۔ ۹ تلاطم کرنا۔ طوفان بپا کرنا ۔ ۴۰غ: ۱ قریب ۔ ۲ تباہ ۔

سینہ جو کیا چاک تو واں کچھ بھی نہ پایا
کیا جل کے جگر خاک کہیں ہو ہی چکا تھا

برہم اُسے کیوں تو نے کیا چھیڑ کے پھر زلف
اے دل وہ ابھی چیں بہ جبیں ہو ہی چکا تھا

ہوتا جو نہ پیوند زمیں تیری گلی میں
آسودہ بہ دل زیرِ زمیں ہو ہی چکا تھا

*جو خط میں لکھا اُسنے وہ لکھنے سے بھی پہلے
مکتوب سرِ لوحِ جبیں ہو ہی چکا تھا

بے بدرقۂ مرگ تو قفس رہا ورنہ
تجھ بن سفرِ جانِ حزیں ہو ہی چکا تھا

کیا ہوتا جو سمجھاتے اُسے جا کے مرے دوست
دشمن کا سخن ذہن نشیں ہو ہی چکا تھا

کیا دیکھتے ہو یوسفِ کنعاں کو جو اپنا
منظورِ نظر ایک حسیں ہو ہی چکا تھا

کیا گرمِ تپش ہوتا تڑپ کر ترے آگے
میں سرد تہِ خنجرِ کیں ہو ہی چکا تھا

جو کچھ کہ ہوا ہم سے وہ کس طرح نہ ہوتا
حکمِ ازلی ذوق یونہیں ہو ہی چکا تھا

* آنے سے مرے ٹھہر گئے آپ وگرنہ ۔ جانے کا ارادہ تو کہیں ہو ہی چکا تھا

۱۴۱

جان کے دل میں سدا جینے کا ارماں ہی رہا
دل کو بھی دیکھا کئے یہ بھی پریشاں ہی رہا

بعد مردن بھی خیالِ چشمِ فتاں ہی رہا
سبزۂ تربت مرا وقفِ غزالاں ہی رہا

میں ہمیشہ عاشقِ پیچیدہ مویاں ہی رہا
خاک پر روئیدہ میری عشق پیچاں ہی رہا

پستۂ قندی ہر کام عنبر میں وہ لعل لب
پر مرے حق میں تو سنگِ بر دنداں ہی رہا

بندھ سکا ہم سے نہ مضموں اس دہانِ تنگ کا
ہاتھ اپنا فکر میں زیرِ زنخداں ہی رہا

جاہلِ منکر نہ آئے راہ پر معجز سے بھی
جہل سے بوجہل اپنے نامسلماں ہی رہا

حلقۂ زنجیر میں بھی دل رہا پا در رکاب
توسنِ وحشت ہمارا گرمِ جولاں ہی رہا

کب لباسِ دنیوی میں چھپتے ہیں روشن ضمیر
جامۂ فانوس میں بھی شعلہ عریاں ہی رہا

آدمیت اور شے ہے علم ہے کچھ اور چیز
کتنا طوطے کو پڑھایا پر وہ حیواں ہی رہا

جلوہ اے قاتل اگر تیرا انہیں حیرت فزا
دیدۂ بسمل نے کیا دیکھا کہ حیراں ہی رہا

حلقۂ گیسو میں دیکھی کس کے رخسارے کی تاب
شب مہِ ہالہ نشیں سر در گریباں ہی رہا

۲۲ ناراض ہونا ۞ ۲۳ محافظ کے بغیر ۞ ۲۴ دبدبہ ۞ ۲۵ چاہیتا ۞ ۲۶ کینہ ۞

غزل ۱۴۱ ۱ فساد کرنے والی آنکھ ۞ ۲ بکھرے ہوئے بالوں والا مراد حیران ۞ ۳ اُگا ہوا ۞ ۴ حلق ۞ ۵ ٹھوڑی ۞ ۶ جہالت ۞ ۷ گھوڑا ۞ ۸ ننگا ۔ برہنہ ۞ ۹ ذبح کیا ہوا ۞ ۱۰ کاکل کے پیچ ۞ ۱۱ چاند ایک نورانی دائرہ میں ۞

مدتوں دل اور پیکاں دونو سینہ میں رہے — آخرش دل بہ گیا خوں ہو کے پیکاں ہی رہا
سب کو دیکھا اُس نے اور اسکو نہ دیکھا جوں نگاہ — وہ رہا آنکھوں میں اور آنکھوں سے پنہاں ہی رہا
آگے زلفیں دلمیں بستی تھیں اور اب آنکھیں تری — ملکِ دل اپنا ہمیشہ کافرستاں[۱۲] ہی رہا
مجھ میں اس میں ربط ہے گویا برنگِ بو و گل — وہ رہا آغوش میں لیکن گریزاں[۱۳] ہی رہا
دین و ایماں ڈھونڈتا ہے ذوق کیا اس وقت میں — اب نہ کچھ دیں ہی رہا باقی نہ ایماں ہی رہا

۴۲

کوہ کے چشموں سے اشکوں کو نکلتے دیکھا — اے صنم پر ترا پتھر نہ پگلتے دیکھا
ضعف سے سینہ میں آتا ہے مرا دم جس طرح — ریگ کو شیشۂ ساعت میں نہ چلتے دیکھا
تھا میں اس باغ میں نخلِ گلِ آتشبازی[۱] — پھولتے دیکھا مگر آہ نہ پھلتے دیکھا
اُس رخ و زلف کے آگے نہ ہوا مہ کو فروغ — آگے کالے کے دِیا کس نے ہے جلتے دیکھا
اے صبا جنبشِ سبزہ کے سوا کس کو بھلا — مورچھل[۲] گورِ غریباں پہ ہے جھلتے دیکھا
جو چڑھا اوجِ فنا پر وہ گرا سایہ نمط — پاؤں اس کوٹھے پہ ہے سب کا پھسلتے دیکھا
کوئے جاناں میں ہے دل جیسا گیا قابو سے — ہم نے بچے کو بھی ایسا نہ مچلتے دیکھا
زلف کہتی ہے دُرِ گوش سے دکھلادے کوئی — گر سرِ بیضہ سے ناگن کو ہو ٹلتے دیکھا
کج ادائی گئی کب ہم سے ترے ابرو کی — شاخِ آہو[۳] سے ہے خم کس نے نکلتے دیکھا
اشک کو لیتا نہ دامن میں تو کیا کرتا میں؟ — گاہے گہوارہ[۴] میں یہ لڑکا نہ سنبھلتے دیکھا
جا چھپا شرم سے ظلمات میں جو آبِ حیات — تجھ کو دانتوں پہ مسی ہے کبھی ملتے دیکھا
کوئے[۵] جاناں سے ہم اور خلد سے آدم نکلے — اُن کو دیکھا نہیں پر ہم کو نکلتے دیکھا
خانۂ دل کے سوا آتشِ غم سے اے ذوق — سامنے آنکھوں کے گھر کس نے ہے جلتے دیکھا

۴۳

تجھ کو یوسف سے کیا حسن میں برتر پیدا — گر کیا اس کو پیمبر تجھے کافر پیدا
ہو جہاں کشتۂ مژگاں کا تمہارے مدفن — عوضِ سبزہ ہو وہاں خاک سے نشتر پیدا

۱۲ منکروں کا ملک ۔ ۱۳ بھاگتا ۔

غ ۴۲ ۔ ۱ آتشبازی میں جو شرر اٹھتے ہیں ۔ ۲ مور کے پروں کا پنکھا ۔ ۳ ہرن کے سینگ ۔ ۴ پنگھوڑا ۔ ۵ یار کی گلی ۔

عاجزی سے رہے آئے نہ ہوا میں کمزور — موت ہے چیونٹی کی ہو ویں اگر پر پیدا
قصدِ پرواز کرے کیوں نہ مرا طائرِ روح [1] — تیرے خنجر سے جو پہلو میں ہو نشتر پیدا
خط ترے شعلۂ رخسار پہ ہے معجزِ حسن — ورنہ ہو سبزہ بھلا آگ پہ کیونکہ پیدا
خاک دل سوختہ یک مشت ہو گر صرفِ چمن — ہو ویں غنچوں کی جگہ باغ میں اخگر [2] پیدا
رُخِ روشن پہ عیاں ہیں جو عرق کے قطرے — کیا تماشا ہے کہ دن کو ہوئے اختر پیدا
دُرفشاں [3] وقتِ سخن ہیں لبِ رنگیں تیرے — ہوتے گویا ہیں یہاں لعل سے گوہر پیدا
اشکِ گرم ایک بھی دریا میں جو ٹپکے میرا — جلے ماہی ہو نہ آب سمندر [4] پیدا
آسماں سخت مزاجوں کو ہنر دیتا ہے — دیکھ لو ہوتے ہیں فولاد میں جوہر پیدا
سر کٹانے میں مزا وہ ہے کہ جی چاہتا ہے — سر ہر موئے بدن ہووے جدا سر پیدا
بے مکیں ہوتی نہیں زیبِ مکاں [5] کی اے ذوق — خانۂ دل ہے تو کر لو رخِ دلبر پیدا

۴۴

وہ کون ہے جو مجھ پہ تاسف [1] نہیں کرتا — پر میرا جگر دیکھ کہ میں اُف نہیں کرتا
کیا قہر ہے وقفہ ہے ابھی آنے میں اُن کے — اور دم مرا جانے میں توقف [2] نہیں کرتا
تا صاف کرے دل نہ مئے صاف سے صوفی — کچھ سود و صفا علم تصوف نہیں کرتا
دل فقر کی دولت سے مرا اتنا غنی ہے — دُنیا کے زر و مال پہ میں تف [3] نہیں کرتا
پڑھتا نہیں خط غیر مرا داں کسی عنواں [4] — جب تک کہ عبارت میں تصرف نہیں کرتا
کچھ اور گماں گزرے نہ دل میں ترے کافر — یاد اِس لئے میں سورۂ یوسف [5] نہیں کرتا
اے ذوق تکلف میں ہے تکلیف سراسر — آرام سے وہ ہے جو تکلف نہیں کرتا

۴۵

لکھئے اُسے خط میں کہ ستم اُٹھ نہیں سکتا — پر ضعف [1] سے ہاتھوں میں قلم اُٹھ نہیں سکتا

۴۳غ [1] روح کا پرندہ ۔ [2] شرارہ ۔ [3] موتی جھڑنے والا ۔ [4] ایک کیڑا جو کہ آگ میں پیدا ہوتا ہے ۔ [5] مکان میں رہنے والا ۔

۴۴غ [1] افسوس ۔ [2] دیر ۔ [3] تھوکتا بھی نہیں ۔ [4] سرنامہ ۔ [5] سورۂ یوسف قرآن شریف کی سورت ہے جس میں یوسف علیہ السلام کا حال لکھا ہے آپ حسن میں یکتا تھے ۔

۴۵غ [1] کمزوری ۔

بیمار ترا صورتِ تصویر نہالی — کیا اُٹھے سرِ بسترِ غم اُٹھ نہیں سکتا
آتی ہے صدائے جرسِ[2] ناقۂ لیلےٰ — صد حیف کہ مجنوں کا قدم اُٹھ نہیں سکتا
جوں دانۂ روئیدۂ[3] تہِ سنگ ہمارا — سر زیرِ گراں بارِ الم اُٹھ نہیں سکتا
ہر داغِ معاصی مرا اس دامنِ تر[4] سے — جوں حرف سرِ کاغذِ نم اُٹھ نہیں سکتا
اتنا ہوں تری تیغ کا شرمندۂ احساں — سر میرا ترے سر کی قسم اُٹھ نہیں سکتا
پردہ درِ کعبہ سے اُٹھانا تو ہے آساں — پر پردۂ رخسارِ صنم اُٹھ نہیں سکتا
کیوں اتنا گراں[5] بار ہے جو زادِ سفر بھی — اے راہ روِ ملکِ عدم اُٹھ نہیں سکتا
دُنیا کا زر و مال کیا جمع تو کیا ذوق — کچھ فائدہ بے دستِ کرم اُٹھ نہیں سکتا

۴۶

اسے ہم نے بہت ڈھونڈا نہ پایا — اگر پایا۔ تو کھوج اپنا نہ پایا
جس انساں کو سگِ دُنیا[1] نہ پایا — فرشتہ اُس کا ہمپایہ نہ پایا
مقدر[4] ہے یہ گر سود و زیاں سے — تو ہم نے یاں نہ کچھ کھویا نہ پایا
لحد میں بھی ترے مضطر نے آرام — خدا جانے کہ پایا یا نہ پایا
کیا تھا یا نہ تھا سب ہم پہ گذرا — فلک تو نے کیا اپنا نہ پایا
سراغِ عمرِ رفتہ ہاتھ کیا آئے — کہیں جس کا نشانِ پا نہ پایا
کرے کیا سیر دل ملکِ فنا کی — کہ اس بازار میں سودا نہ پایا
رہِ گم گشتگی میں ہم نے اپنا — غبارِ راہ بھی عنقا[5] نہ پایا
رہا ٹیڑھا مثالِ نیشِ[6] کژدم — کبھی کج فہم کو سیدھا نہ پایا
تہِ خنجر ترے بسمل نے ہے ہے — ذرا قابو تڑپنے کا نہ پایا
ترے مجنوں کی تربت پر جنوں نے — بگولے کے سوا سایہ نہ پایا
فلک کے گنبدِ بے در سے ہم تو — نکل جاتے مگر رستہ نہ پایا
جہاں دیکھا کسی کے ساتھ دیکھا — کہیں ہم نے تجھے تنہا[7] نہ پایا

٢ اونٹنی کی گھنٹی ۔ ٣ اُگا ہوا ۔ ٤ بھیگا ہوا پلہ۔ گنہ گار ۔ ٥ بھاری بوجھ ۔

ع ١ نشان ۔ ٢ حریص ۔ ٣ برابر پایہ کا ۔ ٤ تقدیر ۔ ٥ ایک پرندہ کا نام۔ مراد پوشیدہ ۔ ٦ بچھو کا ڈنگ ۔ ٧ اکیلا ۔

چراغِ داغ لے کر دل میں ڈھونڈا
اثرؔ[۸] پر صبر و طاقت کا نہ پایا

وہ از خود رفتہ[۹] ہوں جسکو خودی نے
خدائی میں اگر ڈھونڈا نہ پایا

یہی ہر دم ہے زخمِ دل کو رونا
دہن پایا لبِ گویا نہ پایا

کبھی تو اور کبھی تیرا رہا غم
غرض خالی دلِ شیدا نہ پایا

سوا تیرے خطِ مشکیں کے کوئی
مجرّب نسخۂ سودا نہ پایا

وہ بولے دیکھ کر تصویرِ یوسف
سُنا جیسا اُسے ویسا نہ پایا

کیا ہم نے سلام اے عشق تجھ کو
کہ اپنا حوصلہ اتنا نہ پایا

نہ مارا تو نے پورا ہاتھ قاتل
ستم میں بھی تجھے پُورا نہ پایا

مرے طالع کی وہ گردش ہے جس سے
فلک نے بھی قرار اصلا نہ پایا

نظیر[۱۰] اسکا کہاں عالم میں اے ذوقؔ
کہیں ایسا نہ پائے گا نہ پایا

۴۷

نیمچہ[۱] یار نے جس وقت بغل میں مارا
جو چڑھا منہ اُسے میدانِ اجل میں مارا

اس نے جب مال بہت ردّ و بدل میں مارا
ہم نے دل اپنا اُٹھا اپنی بغل میں مارا

اجل آئی نہ شبِ ہجر میں اور تو نے فلک
بے اجل ہم کو تمنّائے اجل میں مارا

آنکھ سی آنکھ ہے لڑتی مجھے ڈر ہے دل کا
کہیں یہ جائے نہ اس جنگ و جدل میں مارا

عشق کے ہاتھ سے نے قیس بچا نے فرہاد
اسکو گر دشت میں تو اسکو جبل[۲] میں مارا

دل کو اس کاکلِ پیچاں سے نہ بل کرنا تھا
یہ سیہ بخت گیا اپنے ہی بل میں مارا

کھینچ کر عشق جفا پیشہ نے شمشیرِ جفا
پہلے اک ہاتھ مجھی پر تھا ازل میں مارا

چرخ بدبیں کی کبھی آنکھ نہ پھوٹی سو بار
تیر نالے نے مرے چشمِ زحل[۳] میں مارا

ہم نے جانا تھا جبھی عشق نے مارا اس کو
تیشہ فرہاد نے جس وقت جبل میں مارا

اس لب و چشم پہ ہے زندگی و موت اپنی
کہ کبھی دم میں جلایا کبھی پل میں مارا

کون سنتا ہے تری زلف میں دل کی فریاد
کہ مسلماں کو ہے کافر کے عمل[۴] میں مارا

۸ نشان ۔ ۹ بیخود ۔ بیہوش ۔ ۱۰ مثال ۔ ثانی ۔

غ ۱ چھوٹی تلوار ۔ کٹار ۔ ۲ پہاڑ ۔ ۳ ایک ستارہ کا نام ۔ ۴ کام ۔ اصطلاح میں میدان اور حکومت کو کہتے ہیں ۔

عرس کی شب بھی مری گور پہ وہ پھول نہ لائے / پھر اک گنبدِ تربت کے کنول[5] میں مارا

نہ ہوا پر نہ ہوا امیرؔ[6] کا انداز نصیب / ذوقؔ یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

۴۸

کسی بیکس کو اے بیداد گر مارا تو کیا مارا / جو خود ہی مر رہا ہو اُسکو گر مارا تو کیا مارا

بڑے موذی کو مارا نفسِ[1] امارہ کو گر مارا / نہنگ[2] و اژدہا و شیرِ نر مارا تو کیا مارا

نہ مارا آپ کو جو خاک ہو اکسیر بن جاتا / اگر پارے کو اے اکسیر گر مارا تو کیا مارا

خطا تو دل کی تھی قابل بہت سی مار کھانے کے / تری زلفوں نے مشکیں باندھکر مارا تو کیا مارا

نہیں وہ قول کا سچا ہمیشہ قول دے دے کر / جو اس نے ہاتھ میرے ہاتھ پر مارا تو کیا مارا

تفنگ و تیر تو ظاہر نہ تھا کچھ پاس قاتل کے / الٰہی پھر جو دل پر تاک کر مارا تو کیا مارا

ہنسی کی ساتھ یاں رونا ہی مثلِ قلقلِ[3] مینا / کسی نے قہقہہ اے بے خبر مارا تو کیا مارا

مرے آنسو ہمیشہ ہیں برنگِ لعل غرقِ خوں / جو غوطہ آب میں تو نے گہر مارا تو کیا مارا

جگر زخمی ہی اور دل لوٹتا ہی تم نے کیا جانے / اِدھر مارا تو کیا مارا اُدھر مارا تو کیا مارا

دلِ سنگینِ خسروؔ[4] پر بھی ضرب اے کوہکن پہنچے / اگر تیشہ سرِ کہسار[5] پر مارا تو کیا مارا

گیا شیطان مارا ایک سجدہ کے نہ کرنے میں / اگر لاکھوں برس سجدہ میں سر مارا تو کیا مارا

دلِ بدخواہ میں تھا مارنا یا چشمِ بدبیں میں / فلک پر ذوقؔ تیرِ آہ گر مارا تو کیا مارا

۴۹

میں کہاں سنگِ درِ یار سے ٹل[1] جاؤں گا / کیا وہ پتھر ہے پھسلنا کہ پھسل جاؤنگا

نالہ کہتا ہے کہ تا چرخِ زحل[2] جاؤنگا / بلکہ میں توڑ کے اس کو بھی نکل جاؤنگا

آج اگر راہ نہ پاؤں گا تو کل جاؤنگا / کوچۂ یار میں پر سر ہی کے بل جاؤنگا

[5] ایک پھول کا نام ۔ [6] اردو کے ایک مشہور شاعر کا نام جنہیں خدائے سخن کا خطاب دیا گیا ہے۔

غ ۴۸: [1] سرکش نفس ۔ [2] مگرمچھ ۔ [3] شراب کو صراحی میں سے ڈالنے کی آواز ۔ [4] خسرو پرویز شیریں کے دو مشہور عاشقوں میں سے ہے۔ دوسرے عاشق کا نام فرہاد ہے۔ جسکو کوہکن بھی کہتے ہیں ۔ [5] پہاڑ ۔

غ ۴۹: [1] یعنی ہٹ جاؤنگا ۔ [2] زحل کی بلندی۔ زحل ایک ستارہ کا نام ہے۔

دل سے کہتا ہوں کہ تو ساتھ نہ لیجا مجھ کو
جا کے میں واں ترے قابو سے نکل جاؤنگا

مدرسہ میں بھی اگر جاؤنگا تو جائے کتاب
شیشہ[۳] بادہ لئے زیرِ بغل جاؤنگا

دیکھ کر کوئے صنم کہتا ہے یہ پاسِ ادب
ہوں جو خورشید تو یاں سر ہی کے بل جاؤنگا

دل یہ کہتا ہے مجھے روزنِ سینہ سے نکال
ورنہ خوں ہو کے میں آنکھوں سے نکل جاؤنگا

سرد مہروں سے فلک ڈال نہ پالا[۴] کہ بن آگ
نخلِ سرما زدہ کی طرح سے جل جاؤنگا

آنکھ سے اشک صفت مجھ کو گرا کر نہ اُٹھا
دل نہیں میں کہ سنبھالے سے سنبھل جاؤنگا

کہتا وحشت سے یہ ہے جامۂ پیری میرا
دیکھ کپڑا ہوں پرانا ابھی چل جاؤنگا

عقل سے کہہ دو کہ لائے نہ یہاں اپنی کتاب
میں ہوں دیوانہ ابھی گھر سے نکل جاؤنگا

اے صنم در پہ نہیں دیر میں جا بیٹھوں گا
کچھ میں بچہ تو نہیں ہوں کہ مچل جاؤنگا

قیس و فرہاد کو بتلاؤنگا کچھ عشق کی راہ
اب کے میں گر طرفِ دشت و جبل[۵] جاؤنگا

گر پڑا آگ میں پروانہ دمِ گرمیِ شوق
سمجھا اتنا بھی نہ کمبخت[۶] کہ جل جاؤنگا

کہتا پیراہنِ گل ہے یہ نزاکت سے نسیم
ہاتھ مجھ کو نہ لگانا کہ نکل جاؤنگا

سنتے ہو زاہد و ناصح جو ہیں سمجھاتے مجھے
کیا بدل دوینگے یہ اور میں بدل جاؤنگا

میں وہ مشتاقِ شہادت ہوں کہ سر دینے کو
پائے کو یاں تہِ شمشیرِ اجل جاؤنگا

جنبشِ برگ صفت باغِ جہاں میں اے ذوق
کچھ نہ ہاتھ آئیگا تو ہاتھ[۷] تو مل جاؤنگا

۵۰

نالہ اِس شور سے کیوں میرا دہائی دیتا
اے فلک گر تجھے اونچا نہ سنائی دیتا

دیکھ چھوٹوں کو ہے اللہ بڑائی دیتا
آسماں آنکھ کے تل میں ہے دکھائی دیتا

دے دعا وادئے پر خار جنوں کو ہر گام
داد یہ تیری ہے اے آبلہ پائی دیتا

لاکھ دیتا فلک آزار گوارا تھے مگر
ایک تیرا نہ مجھے دردِ جدائی دیتا

پنجۂ مہر کو بھی خونِ شفق[۱] میں ہر صبح
غوطے کیا کیا ہے ترا دستِ حنائی دیتا

روشِ اشک گرا دینگے نظر سے اک دن
ہے اِن آنکھوں سے یہی مجھ کو دکھائی دیتا

میں ہوں وہ صید کہ پھر دام میں پھنستا جا کر
گر قفس سے مجھے صیاد رہائی دیتا

۳ شراب کا پیالہ ۔ ۴ واسطہ پڑنا ۔ ۵ پہاڑ ۔ ۶ بدنصیب ۔ ۷ افسوس کرنا ۔

غ ۵۰ ۱ شفق کا لالہ گوں رنگ ۔

کون گھر آئینہ کے آتا اگر وہ دل میں — خاکساری سے نہ جاروبِ صفائی دیتا
ساغرِ مے بھی ترے کشتۂ انداز کو یار — بوسۂ لب نہیں بے چشم نمائی دیتا
منہ سے بس کرتے نہ ہرگز یہ خدا کے بندے — گر انہیں آکے خدا ساری خدائی دیتا
دیکھ گر دیکھنا ہے **ذوق** کہ وہ پردہ نشیں — دیدۂ روزنِ دل سے ہے دکھائی دیتا

۵۱

خطر ہے خوں سے دلِ پائمال کے کیسا — بچا ہے دیکھنا دامن سنبھال کے کیسا
بغل سے لے گئے دل کو نکال کر وہ صریح — جو مانگا تو کہا آنکھیں نکال کے کیسا
کسی کے رخ پہ ہے جوگی جو چشم ہندو زاد — تو اس کو گھیرے ہیں مژگان بال کے کیسا
نمودِ خال کی دیکھو تو زیرِ ابروئے یار — ستارہ نکلا ہے نیچے ہلال کے کیسا
ہماری نعش پہ ہنگامہ کیوں ہے اے قاتل — اُٹھا ہے قصہ یہ بعد انفصال کے کیسا
شبِ فراق میں اس مہ جبیں کے انجمِ چرخ — مجھے ڈراتے ہیں آنکھیں نکال کے کیسا
ہزار دم ہیں اُسے یاد تو نے دیکھا **ذوق** — گیا وہ غیر کے گھر تجھ کو ٹال کے کیسا

۵۲

مرے سینہ سے تیرا تیر جب اے جنگجو نکلا — دہانِ زخم سے خوں ہو کے حرفِ آرزو نکلا
مرا گھر تیرا منزل گاہ ہو ایسے کہاں طالع — خدا جانے کدھر کا چاند آج اے ماہ رو نکلا
پھرا گر آسماں تو شوق میں تیرے ہے سرگرداں — اگر خورشید نکلا تیرا گرمِ جستجو نکلا
مئے عشرت کا تھا خمخانۂ افلاک پر دھوکا — کہ تھا لبریزِ غم اِس خمکدہ سے جو سبو نکلا
ترے آتے ہی آتے کام آخر ہو گیا میرا — رہی حسرت کہ دم میرا نہ تیرے روبرو نکلا
کہیں تجھ کو نہ پایا گرچہ ہم نے اک جہاں ڈھونڈا — پھر آخر دل ہی میں دیکھا بغل ہی میں سے تو نکلا
خجل اپنے گناہوں سے ہوں میں یاں تک کہ جب رویا — تو جو آنسو مری آنکھوں سے نکلا سر فرو نکلا
گھسے سب ناخنِ تدبیر اور ٹوٹا سرِ سوزن — مگر تھا دل میں جو کانٹا نہ وہ ہرگز کبھو نکلا
اُسے عیار پایا یار سمجھے **ذوق** ہم جس کو — جسے یاں دوست اپنا ہم نے جانا وہ عدو نکلا

لے جھاڑو ۔ ۲ منہ دیکھنے کے بغیر ۔ ۳ سوراخ ۔
ر۵۱ — ۱ ظاہر۔ صاف ۔ ۲ غصے ہونا ۔ ۳ پہلی تاریخ کا چاند ۔ ۴ فیصلہ مراد موت ۔ ۵ ستارے ۔
ر۵۲ — ۱ میکدہ۔ شراب خانہ ۔ ۲ مٹکا ۔ ۳ سامنے ۔ ۴ سر کو نیچے کئے ہوئے ۔ ۵ سوئی ۔ ۶ کبھی ۔ ۷ دشمن

۵۳

جب نیم جاں ہوں کوچۂ قاتل میں لوٹتا — قاتل ہے لوٹنے پہ مرے دل میں لوٹتا
لیلیٰ کے شوقِ وصل میں مجنوں کو دیکھنا — کیا کیا ہے راہِ ناقۂ محمل[1] میں لوٹتا
غیروں سے دیکھ دیکھ تری گرمجوشیاں — میں آگ پر ہوں رشک سے محفل میں لوٹتا
دی لب نے تیرے غنچہ کو اکسیر مسکرات — گل ہو کے ہی جو پائے عنادل[2] میں لوٹتا
کعبہ کا رخ ہے اور ترے دردِ فراق سے — ہیں اے صنم ہوں پہلی ہی منزل میں لوٹتا
دل کا سا ہوتا گر دُرِ غلطاں[3] کو اضطراب — پھرتا تمام دامنِ ساحل میں لوٹتا
سودائیوں کے دل پہ تری یادِ زلف میں — اک سانپ سا ہے قیدِ سلاسل[4] میں لوٹتا
کس کس مزے سے لوٹتے ہیں میکدہ میں مست — ہے ایک کے جو ایک مقابل میں لوٹتا
بے آبِ تیغ[5] - ماہیٔ بے آب کی طرح — اے ذوق دل ہے سینۂ بسمل میں لوٹتا

۵۴

نالہ جب دل سے چلا سینہ میں پھوڑا اٹکا — چلتی گاڑی میں دیا عشق نے روڑا[1] اٹکا
جلد آ وعدۂ دیدار پہ اے وعدہ خلاف — کب تک اٹکا رہے دم آنکھوں میں تھوڑا اٹکا
توسنِ[2] عمرِ رواں ہر نفس اڑتا ہی رہا — کبھی میدانِ فنا میں نہ یہ گھوڑا اٹکا
بھاگا مجنوں مری وحشت سے بگولے کی طرح — سامنے میرے ذرا بھی نہ بھگوڑا[3] اٹکا
لے گئے مر کے بھی اے ذوق رکاوٹ دل میں — ہاتھ تلوار کا جو یار نے چھوڑا اٹکا

۵۵

نیمچہ جب مول وہ بانکا جواں لینے لگا — موت کے جی میں مزے یہ نیم جاں لینے لگا
تیر چٹکی میں لیا اس نے پئے جانِ عدو — رشک میرے دل میں کیا کیا چٹکیاں لینے لگا
نام میرا سن کے مجنوں کو جنجھائی[2] آ گئی — بید مجنوں[3] دیکھ کر انگڑائیاں لینے لگا
مجھ کو ہر شب ہجر کی ہونے لگی جوں روزِ حشر — مجھ سے یہ کس دن کے بدلے آسماں لینے لگا

ع ۵۳ ۔ ۱ کجاوہ ۔ ۲ عندلیب کی جمع - بلبلیں ۔ ۳ لڑھکتا ہوا موتی مراد خالص موتی ۔ ۴ قید زنجیر ۔ ۵ تلوار کی دھار ۔

ع ۵۴ ۔ ۱ رکاوٹ ڈالنا ۔ ۲ گھوڑا ۔ ۳ بھاگنے والا ۔

ع ۵۵ ۔ ۱ بیتاب کرنا ۔ ۲ جمائی جسے پنجابی میں اباسی کہتے ہیں ۔ ۳ ایک درخت کا نام ہے اسکی شکل دیوانوں کی سی ہوتی ہے ۔

ہے جو غنچوں کا چٹکنا انگلیوں کی سی چٹک — یہ بلائیں کس کی باغ اے باغباں لینے لگا
جس نے کی اس میکدہ میں بیعتِ[۴] دستِ سبو — وہ قدم تیرے بس اے پیرِ مغاں لینے لگا
لے کے آئینہ جو دیکھی حسن کی اپنے بہار — اپنے بوسے آپ وہ غنچہ دہاں لینے لگا
آکے دل پر جب کبھی کرنے لگے تیغِ نگاہ — چشم کی گردش سے وہ کارِ فساں[۵] لینے لگا
ذوق حسن و عشق روشن ہو گیا سب بزم پر — شمع کی گلگیر[۶] جو منہ میں زباں لینے لگا
موت اسکو یاد کرتی ہے خدا جانے کہ گور[۷] — یوں ترا بیمارِ غم جو ہچکیاں لینے لگا
رات کو اے ذوق اسکی نوکِ مژگاں کا خیال — تن پہ ہر مُو سے مرے کارِ سناں[۸] لینے لگا

۵۶

نالہ ہے اُن سے بیاں دردِ جدائی کرتا — کام قاصد کا ہے یہ تیر ہوائی کرتا
پنجۂ شانہ[۱] کو دیتا ہے فلک کب ناخن — جانتا ہے کہ یہ ہے عقدہ کشائی[۲] کرتا
دیکھتا اس بتِ مغرور کا گر جاہ و جلال — کبھی فرعون نہ دعوائے خدائی کرتا
خاک آئینہ سے ہے نام سکندر روشن — روشنی دیکھتا گر دل کی صفائی کرتا
نہیں گوشِ شنوا[۳] باغِ جہاں میں غافل — ورنہ ہر برگ ہریاں نغمہ سرائی کرتا
بند آنکھیں کئے جاتا ہے کدھر تو کہ تجھے — ہے ترا نقشِ قدم چشم نمائی کرتا
سوزِ دل کون بجھائے کہ نہیں چشم میں اشک — پر ہے کچھ خونِ جگر کارروائی کرتا
بیٹھ رہئیے تو قفس ہے عجب آرام کی جائے — پر ہے بے چین ہمیں شوقِ رہائی کرتا
ذوق اس پائے نگاریں[۴] کا جو ہو وصف نگار — اشکِ خونی سے ہے کاغذ کو حنائی کرتا

۵۷

شکر پردہ ہی میں اس بت کو حیا نے رکھا — ورنہ ایمان گیا ہی تھا خدا نے رکھا
تھا نہ پامال رہِ عشق کی تربت کا نشاں — بارے تعویذ[۱] تو نقشِ کفِ پا نے رکھا
تلخ کامی کا رہا بعدِ فنا بھی یہ اثر — استخواں[۲] کو مرے منہ پر نہ ہما نے رکھا

۴ مرید ہونا ۔ ۵ یعنی سان کے پتھر کا کام لینے لگا ۔ ۶ شمع کے گل کو کاٹنے والا اوزار ۔ ۷ قبر ۔ ۸ نیزہ ۔

غ ۵۶ ۱ کنگھی ۔ ۲ معمہ حل کرنا ۔ ۳ سننے والے کان ۔ ۴ نقش و نگار والے خوبصورت پاؤں ۔

غ ۵۷ ۱ قبر کا وہ اندر کی طرف گھسا ہوا طاق جہاں مردہ کو رکھتے ہیں ۔ ۲ ہڈی ۔

آشیاں باغ میں ڈھونڈا جو قفس سے جا کر
ایک تنکا بھی نہ تھا بادِ صبا نے رکھا

دل جو دیوانہ نہ تھا میرا تو پھر کیوں اس کو
پا بزنجیر[۳] تری زلفِ دوتا نے رکھا

آنکھیں دیدار طلب گور سے آئی ہیں نکل
دستۂ نرگس کا نہیں میرے سرہانے رکھا

بچئے ناواقفِ رہ پہلے ہے رہبر موجود
گور سے آگے قدم دیکھ عصا[۴] نے رکھا

ناتواں ہیں نہ تنِ زار مرا دیکھ سکا
خوب دھوکے میں اُسے تارِ قبا نے رکھا

نہ رکھی خوبی و زشتی[۵] سے غرض آئینہ وار
گھر میں مہماں جسے اہلِ صفا نے رکھا

کیا تماشا ہے کہ دیوانہ بنا کر اپنا
نام مجنوں مرا اس ہوش رُبا[۶] نے رکھا

شربتِ مرگ سے محروم نہ رہتا کبھی خضر
لیک ناکام اُسے آبِ بقا[۷] نے رکھا

نہ گیا مر کے بھی اس مصحفِ رخسار کا شوق
کہ رہا گور پہ قرآں[۸] سرہانے رکھا

بے نشاں پہلے فنا سے ہو جو ہو تجھ کو بقا
ورنہ ہے کس کا نشاں ذوق فنا نے رکھا

۵۸

ہر اک سے ہے قولِ آشنائی کا جھوٹا
وہ کافر ہے ساری خدائی کا جھوٹا

نہ کیوں تیرے دانتوں سے جھوٹا ہو موتی
کہ دعوے کیا تھا صفائی کا جھوٹا

ہوا بختِ دشمن سے جب اُن کے سچا
ہوا ہاتھ اپنی رسائی کا جھوٹا

بناتا ہے آئینِ[۱] الفت میں تجھ کو
یہ شیوہ تری بیوفائی کا جھوٹا

ترا قول ہاتھوں ہی چمکا رہا ہے
نگینِ حنا[۲] تم دلربائی کا جھوٹا

اُڑا کر کیا رنگِ الفت کو رُخ نے
یہ ساغر مئے کہربائی[۳] کا جھوٹا

مزے لیکے ہووے اگر موت پاوے
یہ پانی مریضِ جدائی کا جھوٹا

مجھے نعمتِ خلد ہووے جو پاؤں
ترے در پہ ٹکڑا گدائی کا جھوٹا

گئے طاقِ ابرو[۴] میں ہے حضرتِ دل
سو دعوے ہوا پارسائی کا جھوٹا

خدا جانے ہے ذوق جھوٹا کہ سچا
نہیں ہے ولے آشنائی کا جھوٹا

[۳] قید ؛ [۴] چھڑی ؛ [۵] بُرائی ؛ [۶] ہوش اُڑانے والا ؛ [۷] آبِ حیات ؛ [۸] قرآن مراد چہرہ ؛

غ ۵۸ [۱] محبت کے دین یا طریقہ میں ؛ [۲] انگوٹھی ؛ [۳] کہربا ایک قسم کا زرد مہرہ ہوتا ہے۔ جو ایک آن میں گھاس کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اس لئے مئے کہربائی اس شراب کو کہتے ہیں جو اُلفت کو اپنی طرف مجذوب کر لے ؛ [۴] ابرو کی محراب ؛

۵۹

نہ ہوا آبِ شہادت سے گلو تر نہ ہوا — مستعد[1] جب وہ ہوا ہائے تو خنجر نہ ہوا
جل گئے ہیں خاک ہوا تو بھی ہا دلِ مضطر — یہ وہ سیماب[2] ہے کشتہ نہ ہوا پر نہ ہوا
بے چراغ اسکو نہ رکھ داغِ الم سے اے عشق — خانۂ دل کوئی ویرا[3] نہ ہوا گھر نہ ہوا
کب صبا آئی ترے کوچہ سے اے یار کہ میں — جوں حباب[4] لبِ جو جامہ سے باہر نہ ہوا
ق
خونِ رگہائے گلو لاشۂ بے سر سے مرے — آ کے کب جوش پہ فوارہ سے ہمسر[5] نہ ہوا
عشق یہ معجزہ کیسا ہے کہ اس کشتہ کے — ہوئے سر حلق سے پیدا ہوئے اور سر نہ ہوا
ذوق بیمارِ محبت ہے خدا خیر کرے — کہ یہ آزار[6] ہوا جس کو وہ جاں بر نہ ہوا

۶۰

طلسم طرفہ ترے آنسو نے میرے مردماں باندھا
کہ ہے اک اک گرہ میں حاصلِ صد بحر و کاں باندھا
ترے جوڑے کے کھلنے نے مرا دل دلستاں باندھا
عجب تقدیر نے عقدہ وہاں کھولا یہاں باندھا
یہ بہتاں کس نے افشائے محبت کا یہاں باندھا
جو بعد از مرگ تو نے منہ کو میرے بدگماں باندھا
ہوئی تشہیر[1] نعش اس ناتواں کی جب تو پاؤں میں
کوئی تارِ نگاہِ مور جائے ریسماں[2] باندھا
کیا مجنوں مجھے آشفتگیٔ زلف نے کس کی
کہ میرے سر پہ مرغِ شانہ سر نے آشیاں باندھا
ترا ہنسنا جو یاد آیا برنگِ قہقہۂ مینا
تو میں نے تار اک رونے کا لے لے ہچکیاں باندھا
تڑپ کر دامنِ زیں کو نہ آلودہ کرے خوں سے
بھلا فتراک[3] سے کیوں تو نے صیدِ نیمجاں باندھا

غ۵۹ ۱ تیار ۔ ۲ پارہ ۔ ۳ بیاباں ۔ ۴ بلبلہ ۔ ۵ برابر ۔ ۶ بیماری ۔
غ۶۰ ۱ بدنام ۔ رسوا ۔ ۲ رسی ۔ ۳ شکار باندھنے کا تسمہ ۔

نہ جھاڑا غیر کو تو نے کہ ہو کر جھاڑ پٹا تھا
مجھی پہ گالیوں کا جھاڑ تو نے بد زباں باندھا

وہ ہوں ناکام سمجھا نامرادی جو مراد اپنی
مرے مرقد پہ چلّہ دشمنوں نے دوستاں باندھا

اُڑا دیں گے دھوئیں اک آن میں اس چرخ گرداں کے
اگر جیگر دھوئیں نے دل کے زیرِ آسماں باندھا

فلک وابستہ پھرنے دے ہی کوئی پر خروشوں کو
گیا ہی آخرش زنجیر سے پیلِ دماں باندھا

بلا ہوں مضطرب میں بھی کہ مجھ سی برق نے دب کر
حصار اک گرد اپنے شعلۂ جوالہ ساں باندھا

مرا دل آ گئے ہی سینہ میں اک پھوڑا سا پکتا ہی
خیالِ خطِ سبزِ یار نے کیوں برگِ پاں باندھا

دلِ مجروح پہ میرے نہ سمجھو داغ حسرت کا
پرِ طاؤس اِس زخمی نے ہی اے دوستاں باندھا

کہاں دل بھاگ کر جاوے کہ تیرے نخلِ قامت سے
عجب اک گردنا مہ خط نے اے سروِ رواں باندھا

تپِ سوزِ محبت کے لئے چارہ نہیں قمری
یہ گنڈہ نیلگوں گردن پہ کیوں آشفتہ جاں باندھا

سمجھ کر موجِ دریائے فنا کو خنجرِ بُرّاں
کفن مثلِ حباب اے ذوق ہم نے سر پہ یاں باندھا

۶۱

نشہ دولت کا بد اطوار کو جس آن چڑھا
سر پہ شیطان کے یاں اور بھی شیطان چڑھا

خونناک ہاتھی خونخوار ، وہ لکڑی جس کے دونوں سروں پر آگ لگا کر اپنے گرد پھیرتے ہیں شعلۂ جوالہ - اِسی لکڑی کا شعلہ ، تعویذ ، کاٹنے والی ،
گھڑی ،

غ ۶۱

عشق کے ڈھب پہ نہ کوئی بجز انسان چڑھا
اسکے قابو پہ چڑھا تو یہی نادان[2] چڑھا

توسنِ[3] وحشت اگر اپنا زمیں چڑھ جائے
ابھی افلاک کو دیں خاکِ بیابان چڑھا

دل نے کب دیکھا یہ تو کو جو ابرو کا نہ
لے کے شمشیر ہی سینہ پہ مرے آن چڑھا

دیکھنا ملّت و دیں[4] دونوں ہیں برباد کہ آج
باد کے گھوڑے پہ وہ دشمنِ ایمان چڑھا

مصحفِ رُخ پہ ترے رنگ سنہرا تیرا
واہ کیا خوب ہے سونا سرِ قرآن چڑھا

آنکھ تو لڑ گئی پر کوئی بھی اس دل کے سوا
فوج مژگاں کے نہ منہ پر سرِ میدان چڑھا

بوالہوس[5] جانتے ہیں گر دام میں آہو کی طرح
چلّہ ابرو کی کماں پر ترے قربان چڑھا

دیکھو قسمت کا لکھا اس نے پڑھا خط سو بار
دھیان پر میرا نہ مطلب کسی عنوان چڑھا

نگہِ یار کو دے سونپ متاعِ[6] دل و جاں
چور قسمت سے نظر اپنی نگہبان چڑھا

سنگِ سرمہ ہی سیہ تاب تھی وہ تیغِ نگاہ
گردشِ چشم نے پر دی ہی غضب سان[7] چڑھا

کشتۂ دستِ حنابستہ ہوں ان ہاتھوں سے
کبھی دو پھول تو لا کر تو مری جان چڑھا

اشک آئے نہیں مژگاں پہ کہ یاروں نے ابھی
پانی سو نیزہ دیا باندھ کے طوفان چڑھا

حضرتِ عشق کی درگاہ میں آکر اے ذوق
دل و دیں دیتے ہیں سب گبرو مسلمان چڑھا

ردیف ب

ا

دل عبادت سے چرانا اور جنّت کی طلب
کام چور اس کام پر کس منہ سے اُجرت کی طلب

حشر تک دلمیں رہے اس سروِ قامت کی طلب
یہ طلب ہی اپنی یارب کس قیامت کی طلب

دل سلگ جائے نہ جبتک اور بھڑک جائے نہ جاں
کم نہ ہو قلیاں[1] کشِ سوزِ محبّت کی طلب

واسطے نظارۂ قاتل کے فرصت چاہیئے
اور یہاں فرصت کہاں جو کیجے فرصت کی طلب

ہو مبارک خضر کو سرچشمۂ آبِ بقا
ہے ہمیں آبِ دمِ تیغِ شہادت کی طلب

دور رہ اور دیر مت رہ سامنے مثلِ ہلال
شہر میں تجھ کو اگر ہے اپنی شہرت کی طلب

بڑھ گئی ہے عشق میں حرص اسقدر اپنی کہ ہے
غم پہ غم کی آرزو حسرت پہ حسرت کی طلب

جو حلاوت[2] زندگی کی چاہتا ہے چرخ سے
کاسۂ زہراب سے کرتا ہے شربت کی طلب

۲ بے عقل ۔ ۳ جنوں کا گھوڑا ۔ ۴ مذہب ۔ ۵ حریص ۔ ۶ سامان ۔ دولت ۔ ۷ دھار تیز کرنیکا پتھر

ردیف ب غ ۱ حُقّہ ۔ ۲ مٹھاس ۔ مزہ ۔

ہو کے دل غمزہ کا بسمل ناز پر دیتا ہے دم ۔ کرتا ہے آفت طلب آفت پہ آفت کی طلب
یا وہیں صلب و شکم[۳] کی پہلی دو نو منزلیں ۔ یاں کہاں وسعت کہ تو کرتا ہے راحت کی طلب
گر گلستانِ جہاں میں تنگ ہے تو غنچہ[۴] وار ۔ کر کشادِ دل سے اپنے ذوق وسعت کی طلب

۲

پی بھی جا ذوق نہ کر پیش و پس جام شراب ۔ لب پہ توبہ ترے دل میں ہوسِ جام شراب
لب ناک اس کے جو ہوئی دسترسِ جام شراب ۔ بن گیا خال لب اس کا مگس جام شراب
جھجکا مستی میں وہ صاحب[۱] ہوس جام شراب ۔ عکس خال اپنا جو سمجھا مگس جام شراب
دل جو ہے جام شراب ہے بس جام شراب ۔ اس میں ہی خال سویدا مگس جام شراب
ساغرِ دل کو جو ہو دسترس[۲] جام شراب ۔ دستِ ساقی میں ہو وقت ہوس جام شراب
بازگشت اپنی ہی یوں جانبِ قسام[۳] ازل ۔ جیسے ساقی کی طرف بازپس[۴] جام شراب
دستِ بدست ہی گی ٹوٹ کے فریاد بہت ۔ نہ ہوا کوئی بھی فریادرس جام شراب
جوشِ مستی ہی عجب قافلہ جس میں کہ نہیں ۔ بے شکست ایک صدائے جرسِ جام شراب
محتسب[۵] شعلۂ آواز سے جل جائے گا ۔ ٹوٹا گر اک دلِ آتش نفسِ جام شراب
رات میخانہ میں ساقی جو نشے میں بہکا ۔ خسِ[۶] شیشہ کو لگا کہنے خسِ جام شراب
مرغِ دل نرگسِ میگوں کی ہی مژگاں میں اسیر ۔ تازہ مضموں ہی جو باندھوں قفسِ جام شراب
دل شکستہ ہوں وہ میں ٹوٹ کے ہو سو ٹکڑے ۔ نام لکھ دے جو کوئی میرا بس جام شراب
ساقی اس دور میں کب آنکھ چرا سکتا ہے ۔ رات بھر گشت کرے ہی عسس[۷] جام شراب
نوشدارو سے بھی بہتر ہے دم رنج خمار ۔ ساقیا شربتِ فریادرس جام شراب
بے خبر قافلۂ عیش گذر جاتا ہے ۔ بے زباں ہی جو دہانِ جرسِ جام شراب
ابلقِ چشمِ سیہ مست کو تیرے دیکھا ۔ ورنہ آہنگ نہ سنا تھا فرسِ[۹] جام شراب
سمجھے میخانہ کی عظمت تو نہ بیٹھے ہرگز ۔ سرِ جمشید پہ اُڑ کر مگس جام شراب
نخلِ مینا سے خدا جانے کہ ساقی کس کو ۔ پہلے پہنچے ثمرِ پیش رس جام شراب

۳ پیٹھ کے مہرے اور پیٹ ۔ ۴ کلی کی طرح ۔

ر۲غ ۱ حریص ۔ ۲ پہنچ ۔ رسائی ۔ ۳ مراد خدا ۔ ۴ بچ کھچا ۔ ۵ کوتوال ۔ ۶ تنکا ۔ گھاس ۔ ۷ کوتوال ۔ ۸ گھوڑا ۔ ۹ گھوڑا ۔

بادۂ صاف میں آیا ہی کہاں سے تنکا
عکس مژگاں ترا ہیکش ہی خس جام شراب

مجھ کو اس بوسۂ دنداں نے پس از بوسۂ لب
دیجئے نقل نمکیں[۱۰] چند پس جام شراب

ذوق جلدی مئے گلرنگ سے بھر ساغر مل[۱۱]
لب نازک کو ہے اس کے ہوس جام شراب

۳

ہو ہجر مدتوں جو ہو وصل ایک دم نصیب
کم ہوگا کوئی ہم سا بھی الفت میں کم نصیب

ہوں میری خاک کو جو تمہارے قدم نصیب
کھایا کریں نصیب کی میرے قسم نصیب

بہتر ہیں لاکھ لطف و کرم سے ترے ستم
اپنے زہے نصیب کہ ہوں یہ ستم نصیب

ماہی ہو یا کہ ماہ وہ دے ایک یا ہزار
بے داغ ہو نہ دست فلک سے درم نصیب

ہی خوش نصیب عشق میں اے بوالہوس[۱] وہی
جس کو کہ غم پہ غم ہے الم پر الم نصیب

غافل جو دم کی آمد و شد[۲] سی نہ ہووے تو
ہر دم ہے تجھ کو سیر وجود و عدم نصیب

سو بار جوں قلم ہو زباں شمع کی قلم
اک حرف ہو نہ مثل زبان قلم نصیب

مجنوں سیاہ خیمۂ لیلےٰ کے گرد پھر
اے خوش نصیب تجھ کو یہ طوف حرم نصیب

دے جس کو اپنے ہاتھ سے تو ایک جام مے
ساقی دیئے خدا نے اُسے مثل جم[۳] نصیب

ایماں ہی تیرا شوق لقا جس کو یہ نہ ہو
دیدار اُسے خدا کا نہ ہو اے صنم نصیب

جاتے ہیں کھوئے یار کو جو اس میں ہو سو ہو
اے ذوق آزماتے ہیں آج اپنے ہم نصیب

ردیف ت

۱

مجنوں نے دی لگا جو سر خار زار پشت
پشت اب ہجوم خار سے ہی پشت خار پشت

حوروں کے گر ہو پنجۂ مژگاں سے خار پشت[۱]
کھجلائے وہ پری نہ کبھی زینہار پشت

[۱۰] نمکدار یعنی نمکین ناشتا ۔ [۱۱] انگور کی شراب ۔

غ ۳ [۱] حریص ۔ [۲] آنا جانا ۔ چلنا ۔ [۳] جمشید ۔ ایک بادشاہ کا نام ہے ۔

ردیف ت غ ۱ [۱] جنگلی چوہا ۔

ماہی سے تا بماہ ہیں دستِ فلک سے داغ
واں داغدار سینہ ہے یاں داغدار پشت

پیدا فلک سے ایک نہ ہو تجھ سا ماہوش
نہ پشت تک تو کیا کہ نہ تا نہ ہزار پشت

بارِ زمانہ پشت پہ لے کر شتر کی طرح
سیدھی نہ کی فلک نے کبھی ایک بار پشت

ہو جاتی ہے[۲] زیادہ گرانباریٔ گناہ
پیری میں ہو خمیدہ نہ کیوں زیر بار پشت

سینہ سپر جو منہ پہ ہیں تیغ نگاہ کے
دکھلاتے وہ کبھی نہیں آئینہ وار پشت

ڈر ہے یہی کہ ایسا نہ ہو بعد مرگ بھی
لگنے نہ دے زمیں سے دلِ بیقرار پشت

رہتا سخن سے نام قیامت تلک ہے ذوق
اولاد سے تو ہے یہی دو پشت چار پشت

۲

معلوم جو ہوتا ہمیں انجامِ محبت
لیتے نہ کبھی بھول کے ہم نامِ محبت

ہیں داغ محبت درم و دامِ محبت
مژدہ تجھے اے[۱] خواہش انعامِ محبت

ہر روز اُڑا دیتا ہے وہ کر کے تصدق
دو چار اسیرِ قفس و دامِ محبت

مانند کباب آگ پہ کرتے ہیں ہمیشہ
دلسوز ترے بسترِ آرامِ محبت

کاسہ میں فلک کے رہے اک بوند نہ زہر آب
دھر کھینچے اگر تشنہ لب جامِ محبت

خاکستر پروانہ دکھادوں میں اُڑا کر
پوچھے کوئی مجھ سے اگر انجامِ محبت

شوقِ حرم کوچۂ قاتل میں کفن کو
ہم جانتے ہیں جامۂ احرامِ محبت[۱]

[۲] شیخ ذوق اس شعر میں پیری کی وجہ بیان کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں گناہ بھی ایک قسم کا بوجھ ہے جوں جوں آدمی کی عمر بڑھتی جاتی ہے بوجھ بڑھتا جاتا ہے یہانتک کہ بوجھ سے کبڑا ہو جاتا ہے ❊

غ[۲] [۱] پاک لباس ❊

کی جس سے رہ و رسمِ محبت اُسے مارا
پیغام قضا ہے ترا پیغام محبت

نے زہد سے ہے کام نہ زاہد سے کہ ہم تو
ہیں بادہ کشِ عشق و مے آشام[1] محبت

ایماں کو گرو رکھ کے اگر کفر کو لے مول
کافر نہ ہو گرویدۂ اسلام محبت

کھتی بھی وفا نوحہ کناں[2] نعش پہ میری
سو بنا کسے تو نے مجھے ناکام محبت

معراج سمجھ ذوق تو قاتل کی سناں کو
چڑھ سر کی بل اس زینہ سے تا بام[3] محبت

ردیف ج

۱

ہے وہ آزار محبت سے دلِ زار کو رنج
جس سے خود رنج کو آزار ہے آزار کو رنج

دیدۂ آبلۂ پا کا بھی ہے رونا
کہ نہ پہنچا ہو کہیں مجھ سے کسی خار[1] کو رنج

جا بجا کوہ کے چشموں سے رواں ہیں آنسو
ہے جو ناکامیٔ فرہاد کا کہسار کو رنج

کبھی کرتی ہے قدم رنجہ جو گلشن سے صبا
اور ہوتا ہے سوا مرغ گرفتار کو رنج

شربتِ خضر بھی دے ہے روشِ[2] تلخیٔ مرگ
تیری اس زہر بھری آنکھ کے بیمار کو رنج

راحت و رنج زمانہ میں ہیں دونو لیکن
یاں اگر ایک کو راحت ہے تو ہے چار کو رنج

سخت جانی سے ہوں لاچار وگرنہ مجھ سے
نہ تو خنجر کو ہے آزار نہ تلوار کو رنج

سن کے فریادِ قفس[3] میں مری خوش ہوں بیدرد
یہ نہ پوچھیں کہ ہے کیا مرغ گرفتار کو رنج

ہوش کو بیچ کے لے دارویٔ بیہوشی تو
ذوق بیہوش کو آرام ہے ہشیار کو رنج

ردیف چ

۱

اُس پری کو تو نہ لے جیب اے دلِ بیتاب کھینچ
اور لیوے آدمی کو چاہ میں سیماب[1] کھینچ

یوں گلوئے تشنہ میں وہ آبِ خنجر ہو فرو
جیسے تفسیدہ[2] زمیں لے ایک دم میں آب کھینچ

[1] پینے والے ۔ [2] ماتم کرتے ہوئے ۔ [3] چھت تک

ردیف ج غ ۱ [1] کانٹا ۔ [2] طریقہ ۔ [3] پنجرہ

ردیف چ غ ۱ [1] پارہ ۔ [2] بہت گرم

وہ مثل ہے ناؤ یہ کس نے ڈبوئی؟ خضر نے
لے گیا خطِ[۱] ذقن دل کو سوئے گرداب کھینچ

عاشقِ رسوا کے خط میں کیا تکلف چاہیئے
چار حرف اک پرچہ پر دو یونہیں بے القاب کھینچ

ردیف ح

۱

فرقت کی رات جی چکے ہم نازمانِ صبح
ہو گی اذانِ گور ہماری اذانِ صبح

پُر نور ہے ترا رُخِ سیمیں بسانِ صبح
آنکھیں ہیں تیری مست صبوحی کشانِ[۱] صبح

تا ریشعاعِ مہر بھی رنگِ شفق میں روز
ماتم میں ہیں مرے مژۂ خوں چکانِ صبح

اب میکدہ میں شام کو ناقوس پھونکئے
مسجد میں مدتوں رہے تسبیح خوانِ صبح

پیسے یہ دانت رات نے مجھ پر کہ گھس گئے
انجم کے جتنے دانت تھے زیب دہانِ صبح

ریشِ سفیدِ شیخ میں ہے ظلمتِ[۲] فریب
اِس مکر چاندنی پہ نہ کرنا گمانِ صبح

گم کردہ رہ ازل سے بھٹکتے ہیں رات دن
یہ میرے نالۂ شب و آہ و فغانِ صبح

یوں پہنچے اسکی زلف میں عارض سے جان و دل
منزل پہ پہنچیں رات کو جوں رہروانِ[۳] صبح

اے ذوقؔ کچھ نہ پایا شبِ وصل کا مزہ
یا آج صبح ہم نہیں یا طائرانِ[۴] صبح

۲

ٹھہری ہے اُن کے آنے کی اب کل پہ جا صلاح
اے جانِ برلب آمدہ تیری ہے کیا صلاح

منظورِ چشمِ یار ہے سب عین مصلحت
پوچھے بلا کشوں کی کسی سے بلا صلاح

سیدھے ہی جائیں کعبہ کو بیت الصنم[۱] سے ہم
گر پھیر دے نہ وہ صنمِ کج ادا صلاح

اس چشمِ مست کے ہیں خرابا تیوں میں ہم
تقوٰی کجا و زہد کجا و[۲] کجا صلاح

کیا جان میری جان کے درپے[۳] وہ ہو سکے
غمزہ سے تیرے پوچھے نہ جب تک قضا صلاح

اس بد معاملہ سے بھلا کیا معاملہ
کس بد صلاح نے تجھے دی یہ دلا صلاح

ح۱ زنخداں کے بال ⁂

ردیف ح ر غ ۱ صبح کی شراب پینے والے ۲ دھوکے اور مکر کی تاریکی ۳ چلنے والے ۴ پرندے ⁂
ر ۲ غ ۱ بتخانہ ۲ کہاں ہے یعنی نہیں ہے ۳ جان کے درپے ہونا ۔ جان لینے میں کوشاں ہونا ⁂

رہتا ہے اپنا عشق میں یوں دل سے مشورہ
جس طرح آشنا سے کرے آشنا صلاح

زاہد یہ کیا کہا کہ نہ مل ان بتوں سے تو
دیتا ہے ایسی کوئی بھی مردِ خدا[۱] صلاح

کرتی خراب اسی کو ہے تیری نگاہِ مست
جس کو کہ دیکھتی ہے نکو کار و با صلاح

یارب ہو دل کی خیر کہ کچھ کر رہے ہیں آج
چشم و نگاہ مشورہ۔ ناز و ادا صلاح

منظور اگر ہے قتل مرا غیر سے نہ پوچھ
ہے تو صلاحِ نیک میں کیا پوچھنا صلاح

قلابے[۲] آسمان و زمیں کے ملا نہ تو
اس مہروش سے ملنے کی ناصح بتا صلاح

یہ ہی مرا رفیق ہے۔ یہ ہی مرا شفیق
لوں کس سے واں کے جانے کی دل کے سوا صلاح

اے ذوق جا نہ ہوش و خرد[۳] کی صلاح پر
جو عشق دے صلاح وہی ہے بجا صلاح

ردیف د

۱

کیا آئے تم جو آئے گھڑی دو گھڑی کے بعد
سینہ میں ہوگی سانس اڑی دو گھڑی کے بعد

کیا روکا ہم نے گریہ کو اپنے کہ لگ گئی
پھر وہ ہی آنسوؤں کی جھڑی دو گھڑی کے بعد

گر دم کے[۴] دم وہ ہم سے ملائم ہوئے تو کیا
کہہ بیٹھیں گے پھر ایک کڑی دو گھڑی کے بعد

اس لعل لب کے ہم نے لئے بوسے اس قدر
سب اُڑ گئی مسی کی دھڑی دو گھڑی کے بعد

اللہ رے ضعف سینہ سے ہر آہ بے اثر
لب تک جو پہنچی بھی تو چڑھی دو گھڑی کے بعد

کل ہم نے اس سے ترک ملاقات کی تو کیا
پھر اس بغیر کل نہ پڑی[۵] دو گھڑی کے بعد

کہتا رہا کچھ اس سے عدو دو گھڑی تلک

[۱] ولی۔ پہنچا ہوا بزرگ ۔ [۲] آسمان و زمین کے قلابے ملانا - ان ہونے کام کرنا ۔ [۳] عقل ۔
ردیف د ۔ غم ۔ [۴] ایک لحظہ کے لئے ۔ [۵] چین نہ آیا ۔

غمّاز[3] نے پھر اور جڑی دو گھڑی کے بعد
تھے دو گھڑی سے شیخ جی شیخی بگھارتے
ساری وہ شیخی[4] اُن کی جھڑی دو گھڑی کے بعد
پروانہ گرد شمع کے شب دو گھڑی رہا
پھر دیکھی اس کی خاک پڑی دو گھڑی کے بعد
تو دو گھڑی کا وعدہ نہ کر۔ دیکھ جلد آ
آنے میں ہوگی دیر بڑی دو گھڑی کے بعد
گو دو گھڑی تک اس نے نہ دیکھا ادھر تو کیا
آخر ہمیں سے آنکھ لڑی دو گھڑی کے بعد
کیا جانے دو گھڑی وہ رہے ذوق کس طرح
پھر تو نہ ٹھہرے پاؤں گھڑی دو گھڑی کے بعد

ردیف ذ

۱

مژدۂ قتل سے اس عہد شکن کا کاغذ
ہے مری روح کو آزادیٔ تن[1] کا کاغذ
گو رہیں پیش ہو جب دفتر تن[2] کا کاغذ
ہو سیاہ ہے گو سفیدیٔ کفن کا کاغذ
بن گیا عکس سے اس شوخ گلستاں رو کے
صفحۂ آئینہ ۔ تصویر چمن کا کاغذ
کیا کرے خانہ بگینی[3] کا کوئی دعوئے ملک
نام پر کس کے ہے اس قصر کہن[4] کا کاغذ
لکھیں اس حبشیٔ چشم کے وحشی[5] کے لئے گر تعویذ
اہل تکسیر کریں ۔ پوست ہرن کا کاغذ
رقعہ شادیٔ شہادت کا ہو خوں سے رنگیں
ایسی شادی کو ہوا ایسی ہی پھبن[5] کا کاغذ
سینہ صافوں[6] کو زمانہ کے ہے ہاتھوں سے شکست
ہے صفائی سے سزاوار شکن کا کاغذ
ورق چرخ ہو گو نسخۂ آشوب ۔ نہ ہو
سرمۂ چشم مہ سیم بدن کا کاغذ
یوں قفس میں کوئی ہم تک ہے پہنچتا گلبرگ[8]
جیسے غربت میں شگفتاں[9] وطن کا کاغذ

[3] چغلخور ۔ [4] شیخی جھڑنا ۔ شیخی کرکری ہونا ۔

ردیف ذ ۱ غ [1] جسم [2] دنیا [3] پرانا محل مراد جہان ۔ [4] مراد عاشق ۔ [5] طرح قسم [6] جن کا سینہ آئینہ کے مانند صاف ہو نیک آدمی [7] خستہ [8] پھول کی پنکھڑی یا پتّا [9] دوست ۔ مہربان ۔

ظاہر آرا نہ کتابوں سے ہو۔ ڈر دو رخ سے
کر نہ آتش ہیں لباس اپنے بدن کا کاغذ

جعلسازی پہ زمانہ کی گواہی دے ہے
مہری وسادہ مر چرخِ کہن کا کاغذ

مہر وہ کرتا ہی نامہ بہ مجھے آئے ہے رشک
ہائے یوں چوسے لعاب[۱] اسکے دہن کا کاغذ

ذوق دلسوختہ دیواں لکھے اپنا کیا خاک
منتحمل[۲][۳] نہیں گرمئ سخن کا کاغذ

۲

حالِ[۱] دل کا مجھے کیا دیتے ہو لاکر تعویذ
اس کا خط لاؤ کہ رکھوں میں بنا کر تعویذ

جو نری چشم کی دیوانوں کا کرتے ہیں علاج
لکھتے ہیں پوست کے آہو[۲] کا بنا کر تعویذ

تم نے تعویذ نشانی جو دیا تھا اپنی
لے گیا کوئی موکل وہ اڑا کر تعویذ

اب تلک جوش میں ہے خونِ شہید غمِ عشق
دیکھ لو تم سرِ مرقد[۳] سے اٹھا کر تعویذ

جلتوائی[۴] نہ پڑی یار نے اور غیروں میں
سینکڑوں خاک کئے ہم نے جلا کر تعویذ

ردیف ر

۱

نگہ نہیں - حرف دل نشیں تھا - دہن کی تنگی سے تنگ ہو کر
نکل[۱] کے رستہ سے چشم فتان[۲] کے دل میں بیٹھا خدنگ[۳] ہو کر

پھر آیا لو وہ نگارِ خونی ادھر کو سرگرمِ جنگ ہو کر
کہ جس کے ہاتھوں سے اُڑ گئے سر ہزاروں میدھی کا رنگ ہو کر

وہ چشم مخمور[۴] اک نظر سے چھپائے لاکھوں جو نیشتر سے[۵]
تو ہو رواں ہر رگِ جگر سے لہو۔ مئے لالہ رنگ ہو کر

جو رنگِ الفت سے آشنا ہیں۔ وہ گر بُرے بھی ہیں خوشنما ہیں
کہ رنگ ہی سے گراں بہا ہیں۔ عقیق[۶] و یاقوت سنگ ہو کر

جو سمجھیں حسنِ بتاں کو ایماں انہیں یہ کفر و دیں ہے یکساں
پہنچتے کعبہ ہیں وہ مسلماں ہمیشہ چین و فرنگ ہو کر

صفائے دل کی یہی ہے صورت کہ دل میں آنے نہ دے کدورت

(نکل کے آیا جو تیر ان کی آنکھوں کی دل میں بیٹھا خدنگ ہو کر)

[۱] آب دہن - تھوک جو منہ سے نکلتا ہے ∴ [۲] دل جلا ∴ [۳] برداشت ∴ ع [۱] طاقت [۲] ہرن [۳] قبر [۴] لفاق
ردیف ر ع [۱] منہ [۲] فتنہ برپا کرنیوالی [۳] تیر [۴] مست [۵] وہ شراب جس کا رنگ گل لالہ کی طرح سرخ ہو [۶] ایک
قسم کا سرخ قیمتی پتھر ∴

کہ بیٹھ جائیں گے بالضرورۃ۔ اس آئینہ میں یہ زنگ ہو کر

غزالِ[۷] رم[۸] دیدہ بن گیا ہے۔ جو خواب آنکھوں میں تو بجا ہے

کہ پچھاڑ کھانے کو دوڑتا ہے۔ پلنگ تجھ بن۔ پلنگ[۹] ہو کر

ہوئے جو یک رنگ۔ انکو زیبا۔ نہیں جہاں میں رعونت[۱۰] اصلا

کہ پایا گل نے ہے نام رعنا تو اس چمن میں دو رنگ ہو کر

حلاوتِ[۱۱] شرم و پاسداری جہاں میں ہے ذوق رنج و خواری

مزے سے گزری اگر گزاری کسی نے بے نام[۱۲] و ننگ ہو کر

۲

جاں ہوا[۱] یوں ہوئی اس خال[۲] کا بوسہ لیکر
جیسے اُڑ جائے دہن میں کوئی گٹکا لیکر

تیرا بیمار نہ سنبھلا جو سنبھالا لے کر
چپکے ہی بیٹھ رہے دم کو مسیحا لیکر

شرطِ ہمت نہیں مجرم ہو گرفتارِ عذاب
تو نے کیا چھوڑا اگر چھوڑیگا بدلا لیکر

ذبح کرنے کو مرے پوچھتے کیا ہو تکبیر[۳]
تم چھری پھیر بھی دو نام خدا کا لیکر

کھینچتی روزِ قیامت سحر بھی ہے آپکو دور
تیری زلفوں کی بلائیں شبِ[۴] یلدا لیکر

مجھ سا مشتاقِ جمال[۵] ایک نہ پاؤگے کہیں
گرچہ ڈھونڈو گے چراغ رخ زیبا لیکر

جبکہ دیکھا نہ ملا مجھ میں کہیں میرا پتا
پھر گیا نامہ بر یار خط اُلٹا لیکر

رہ گیا اپنا سا منہ لے کے وہ آئینہ رو
تیری تصویر کو یوسف نے جو دیکھا لیکر

تیرے پرزے نہ کئے خط کیطرح اے قاصد
شکر کر چھوڑ دیا اس نے تو فتنہ لیکر

میرے قدموں ہی میں رہ جائینگے جائینگے کہاں
دشت میں میرے قدم۔ آبلۂ[۶] پا لیکر

واں سے یاں آئے تھے اے ذوق تو کیا لائے تھے
یاں سے تو جائیں گے ہم۔ لاکھ تمنا لیکر

۳

بادام دو جو بھیجے ہیں بٹوے میں ڈال کر
ایما[۱] ہے یہ کہ بھیج دے آنکھیں نکال کر

۷ ہرن کا بچہ :: ۸ بھاگنا :: ۹ چیتا :: ۱۰ غرور۔ خود آرائی :: ۱۱ شیرینی مٹھاس :: ۱۲ گمنام ::

غ ۲ ۔ ۱ نکل گئی :: ۲ تل :: ۳ ذبح کرنے کے وقت مسلمان خدا کا نام لے کر چھری پھیرتے ہیں :: ۴ اندھیری رات :: ۵ دید کا متمنی :: ۶ پاؤں کا چھالا ::

غ ۳ ۔ ۱ اشارہ ::

دل سینہ میں کہاں ہے؟ نہ تو دیکھ بھال کر
اے آہ - کہہ دے تیر کا نامہ نکال کر

ہوں سرد ہو چکا - نہ دوبارہ حلال کر
بس! اور دم چراؤنگا - یہ تو خیال کر

عاشق کے خوں سے اپنا پر تیر لال کر
دکھلادے شاخِ خشک میں کونپل[۲] نکال کر

تیرے مریض نے کئی نقلِ[۳] مکاں کئے
آخر کو روح تن سے گئی انتقال[۴] کر

شہرگ[۵] پر اپنی زندگی و موت میں ہے لاگ[۶]
آ تیغِ یار! قصہ یہ تو انفصال[۷] کر

اُتریگا ایک جام بھی پورا نہ حلق سے
خاکِ دلِ شکستہ نہ صرف اے کلال[۸] کر

لیکر بتوں نے جان جب ایماں پہ ڈالا ہاتھ
دل کیا کنارہ ہو گیا سب کو سنبھال کر

سینہ ہمارا وادئ وحشت ہے اے جنوں
ہر داغ پر تصورِ چشمِ[۹] غزال کر

گر چاہتا ہے مثلِ مہرِ چار[۱۰] دہ فروغ
آ بھر کے شہر شہر میں کسبِ[۱۱] کمال کر

پوچھو چلے ہیں کونسے کعبہ کو اہلِ درد
ملکِ فنا ہے - جائیں ذرا دل سنبھال کر

تصویر انکی حضرتِ دل کھینچ لائے گر
رکھ دینگے ہم بھی پاؤں پہ آنکھیں نکال کر

قاتل ہے کس مزے سے نمک پاشِ زخمِ دل
بسمل ذرا تڑپ کے نمک تو حلال کر

دل کو رفیق عشق میں اپنا سمجھ نہ ذوق
ٹل جائے گا یہ اپنی بلا تجھ پہ ٹال کر

۴

مزا چکھا یا ہے کوہکن[۱] کو جو عشق آیا ہے امتحاں پر
کہ لایا تو جوئے[۲] شیر لیکن چھٹی کا[۳] دودھ آ گیا زباں پر

خدنگِ[۴] دنبالہ کھایا لیکن نہ لایا شکوہ کبھی زباں پر
کہ بوسہ اس چشم سرمہ سا کا ہے مہر گویا مری زباں پر

لگا کے باتوں میں اُن کو لائیں جو حرف مطلب کا کچھ زباں پر
تو ایسی کہہ دیں ٹھکانہ جس کا لگے زمیں پر نہ آسماں پر

تپِ محبت میں سخت جانی کا یہ اثر ہے دلِ طپاں[۵] پر

۲ سبزی ۞ ۳ تبدیل ۞ ۴ نکل گئی ۞ ۵ گلے میں ایک بڑی رگ ہوتی ہے جس کے ذریعہ سے سانس اندر باہر نکلتا رہتا ہے ۞ ۶ دشمنی ۞ ۷ فیصلہ ۞ ۸ کمہار ۞ ۹ ہرن کی آنکھ ۞ ۱۰ بدرِ منیر کی طرح روشن ہونا

ع ۱ پہاڑ کھودنے والا یعنی فرہاد ۞ ۲ دودھ کی نہر ۞ ۳ یہ محاورہ ہے یعنی بچپن میں چھٹی کے دنوں میں جو دودھ پیا ہے وہ یاد آ جائے ۞ ۴ تیر کا ڈنگ ۞ ۵ تڑپتا ہوا دل ۞

کہ شکل سوہان[6] پڑ گئے ہیں ہزاروں کانٹے مری زباں پر
اُٹھائے تنو زخم ہر نمط[7] ہیں۔ یہ خوں کے دعوے کوئی غلط ہیں
کہ مثلِ قط[8] گیر خط بہ خط ہیں۔ ہنوز باقی ہر استخواں[9] پر
خلش یہی خارخارِ غم کا رہا۔ تو مرقد[10] پہ میرے سبزہ
یقیں ہے مانندِ برگِ خرما اُگے گا نشتر لئے زباں پر
کہا یہ تنوا بار دل کو رو کر۔ حریف مت ترکِ چشم کو کر
سو آخرش ٹکڑے ٹکڑے ہو کر۔ بہا ہے مژگاں[11] کی ہر سناں پر
وہ چشم و ابرو تمہارے زیبا کہ۔ قاب[12] قوسین جن سے اونے
یہ خالِ پیشانی کیوں تمہارا۔ نہ فرق لیجائے فرقداں پر
کہے ہے داغِ جنوں کہ چمکوں جو تیرے سر پر بہ پشت و ہاموں[13]
چراغِ وحشت سرائے مجنوں کروں ہیں روشن چراغداں پر
بنا بگولے کو برجِ آسا۔ قریب ناقہ[14] کے قیس پہنچا
پر اترے محمل سے کیونکہ لیلےٰ۔ کہ پردہ کھلتا ہے ساربان[15] پر
کہاں رہی تجھ میں جاں ہے باقی کہ ہے دھواں ہو کے لب پہ آتی
جو ذوق آنسو کی بوند ٹپکی۔ ہمارے داغِ دلِ طپاں[16] پر

۵

بلبل ہوں صحنِ باغ سے دور اور شکستہ پر
پروانہ ہوں چراغ سے دور اور شکستہ پر

کیا ڈھونڈے دشت گم شدگی میں مجھے کہ ہوں
عنقا مرے سراغ سے دور اور شکستہ پر

اس مرغِ ناتواں پہ ہی حسرت جو رہ گیا
مرغانِ کوہ[1] و راغ سے دور اور شکستہ پر

ساقی بطِ[2] شراب ہی تجھ بن پڑی ہوئی
خم سے الگ ایاغ[3] سے دور اور شکستہ پر

خود اُڑ کے پہنچے نامہ۔ جو ہو مرغ نامہ بر
اس شوخ خوش دماغ سے دور اور شکستہ پر

کرتا ہی دل کا قصد کماندار[4] تیرا تیر
پر ہے نشانِ داغ سے دور اور شکستہ پر

اے ذوق میرے طائرِ دل کو کہاں فراغ[5]
کوسوں ہے وہ فراغ سے دور اور شکستہ پر

۷ گھڑی۔ لحظہ ۸ کاٹنے والا ۹ ہڈی ۱۰ قبر ۱۱ پلکیں ۱۲ قوس و قزح کی رکابی ۱۳ جنگل ۱۴ اونٹنی ۱۵ اونٹ چلانے والا ۱۶ بیقرار دل

غ۵ ۱ جنگل اور پہاڑ کے پرندے ۲ شراب کی صراحی ۳ باغ ۴ کمان رکھنے والا ۵ فرصت

۶

خوب روئے رات ہم سنسان ہاموں دیکھ کر / یاد آیا ہم کو مجنوں بید مجنوں دیکھ کر
اُڑ گئے اک آن میں جادوئے بابل کی دھوئیں / سرمہ آلودہ تری چشمِ پُرافسوں دیکھ کر
دیکھ کر غیروں میں مہتابی پر اس مہوش کو رات / آہ کی اک دل ہی ہم نے سوئے گردوں دیکھ کر
سچ کہا ہے آگے کاٹے کی نہیں جلتا چراغ / چھپ گیا مہ رخ پہ تیرے زلفِ شبگوں دیکھ کر
بل بے میرے ساغرِ سرشارِ وحشت کا نشا / چھپ گیا خم میں مری صورت فلاطوں دیکھ کر
آگئیں تم کو لگانی انگلیوں پر فندقیں / نوکِ مژگاں پر مرے اشکِ جگرگوں دیکھ کر
جو ہے نالہ اپنا وہ اک مصرعِ برجستہ ہے / ہم جو نالاں ہیں کسی کا قدِ موزوں دیکھ کر
قتل کو کس کے چڑھائی تیغ تو نے سان پر / اُترا آنکھوں میں جو زخموں کی مرے خوں دیکھ کر
لے گیا دل کون میرا ذوق کس کا نام لوں / سامنے آجائے تو شاید بتادوں دیکھ کر

۷

کہا پتنگ نے یہ دارِ شمع پر چڑھ کر / عجب مزا ہے جو مرے کسی کے سر چڑھ کر
مرے خیال پہ وہ چشمِ فتنہ گر چڑھ کر / یہ خانہ جنگ بنی۔ آئی لڑنے گھر چڑھ کر
دکھا نہ جوش و خروش اتنا زور پر چڑھ کر / گئے جہان میں دریا بہت اُتر چڑھ کر
ستمگروں کی کشاکش میں آبرو ہو سوا / کہ ہوتی سان پہ ہے تیغ تیز تر چڑھ کر
الٰہی خیر ہو مانندِ شعلۂ سرکش / پھر آیا باد کے گھوڑے پہ وہ ادھر چڑھ کر
ہنرشناس کو دکھلا ہنر۔ کہ خوبیٔ زر / اگر کھلے ہے تو صراف کی نظر چڑھ کر
کہیں فلک پہ نہ چڑھ جائے چاند جھومر کا / کہ دور آپ کو کھینچے ہے تیرے سر چڑھ کر
نراکھاں تو ہے کیا۔ لاکھاں ہیں کود پڑیں / امیدِ وصل میں ہم۔ بامِ عرش پر چڑھ کر
جو مارے نفس کو۔ اور کرلے اپنے غصہ کو زیر / بنائے سانپ کا کوڑا وہ شیر پر چڑھ کر
ہماری خاک پہ برپا ہے ذوق فتنۂ حشر / سمندِ ناز پہ کون آیا فتنہ گر چڑھ کر

غ ۱ جنگل ۔ ۲ ایک کنوئیں کا نام ۔ ۳ جادو بھری ۔ ۴ چھت ۔ ۵ چاند کے چہرے والا ۔ ۶ آسمان ۔ ۷ سانپ ۔ ۸ رات کی مانند ۔ ۹ ایک قسم کا میوہ ۔
غ ۱ ہوا ۔ ۲ ہنر پہچاننے والا ۔ ۳ ملنے کی امید ۔ ۴ قبر ۔ ۵ قیامت کا جھگڑا ۔

۸

کل گئے بچتے نہ تم جیسے بیمارِ ہجراں[1] چھوڑ کر | چل بسا وہ آج شب ہستی کا ساماں چھوڑ کر

طفلِ اشک ایسا گرا داماںِ مژگاں[3] چھوڑ کر | پھر نہ اُٹھا کوچۂ چاکِ گریباں چھوڑ کر

کیونکہ نکلے تیر اسکا دل میں پیکاں[4] چھوڑ کر | جائے بیضہ[5] کو کہاں یہ مرغِ پرّاں[6] چھوڑ کر

کام یہ تیرا ہی تھا رحمت ہے اے ابرِ کرم[7] | ورنہ جائے داغِ عصیاں[8] میرا داماں چھوڑ کر

جس نے ہو لذّت اٹھائی زخمِ تیغِ یار کی | کب وہ مرہم داں[9] کو ڈھونڈے ہے نمکداں چھوڑ کر

صیدِ[10] دل کو کیونکہ چھوڑے جبکہ کھلائے ہی تو | مچھلیاں دستِ[11] حنائی ہیں مری جاں چھوڑ کر

سرد[12] مہری سے کسی کی آگے ہی دل سرد ہے | یاں سے ہٹ جا دھوپ لے ابرِ بہاراں چھوڑ کر

دیکھئے کیا ہو کہ ہے اب جان کے پیچھے پڑی | دل کو اے کافر تری زلفِ پریشاں چھوڑ کر

اے دل اسکے تیر کے ہمراہ سینہ سے نکل | دیکھ پچھتائیگا تو یہ ساتھ ناداں چھوڑ کر

کیوں نہ رم کر جائیں آہو[13] ایسے وحشی سے ترے | شیر بھاگیں جسکے نالوں سے نیستاں[14] چھوڑ کر

سرخئی پاں دیکھ لے زاہد جو دنداں پر ترے | اُٹھ کھڑا ہو ہاتھ سے تسبیحِ مرجاں[15] چھوڑ کر

پیشِ خیمہ لے کے نکلا گردِ بادِ دود[16] آہ | ہے جو سرگرمِ سفر تن کو مری جاں چھوڑ کر

گر خدا دیوے قناعت ماہِ یک ہفتہ کی طرح | دوڑے ساری کو کبھی آدھی نہ انساں چھوڑ کر

ساغرِ دل بیچتا آیا ہوں کھوٹ ہاتھ سے | چوکتا ہے کیوں یہ جنبش دستِ گرداں چھوڑ کر

طرز میں اپنی غزل لکھ ذوقؔ لیکن اب نہ جا | عالمِ مضموں میں طرزِ تفنہ جاناں چھوڑ کر

۹

جب چلا وہ مجھکو بسمل[1] خوں میں غلطاں[2] چھوڑ کر | کیا ہی پچھتاتا تھا میں قاتل کا داماں چھوڑ کر

میں وہ مجنوں ہوں جو نکلوں کنجِ زنداں چھوڑ کر | سیبِ جنت تک نہ کھاؤں سنگِ طفلاں چھوڑ کر

ہووے میرا ہی لہو مانی جو لب اس شوخ کے | کھینچے تو شنگرف سے خونِ شہیداں چھوڑ کر

غ ۸ ۔ [1] جدائی کا بیمار ۔ [2] مر گیا ۔ [3] پلکوں کی گود یعنی آنکھ ۔ [4] پھل ۔ [5] انڈہ ۔ [6] اُڑنے والا پرندہ یہاں بمعنی تیر ۔ [7] رحمت کا بادل ۔ [8] گناہوں کے داغ ۔ [9] مرہم رکھنے کی جگہ ۔ [10] شکار ۔ [11] مہندی والے ہاتھ ۔ [12] بے رخی ۔ [13] ہرن ۔ [14] نے کے اُگنے کی جگہ مراد جنگل ۔ [15] موتیوں کی تسبیح ۔ [16] آہ کے دھوئیں ۔

غ ۹ ۔ [1] زخمی ۔ [2] تڑپتا ہوا ۔ [3] قید کا گوشہ ۔

میں ہوں وہ گمنام۔ جب دفتر میں نام آیا مرا — رہ گیا بس منشیٔ قدرت جگہ واں چھوڑ کر
سایۂ سروِ چمن تجھ بن ڈراتا ہے مجھے — سانپ سا پانی میں آئے سروِ خراماں چھوڑ کر
ہو گیا طفلی ہی سے دل میں ترازو تیرِ عشق — بھاگے ہیں مکتب سے ہم اوراقِ میزاں چھوڑ کر
اہلِ جوہر کو وطن میں رہنے دیتا گر فلک — لعل کیوں اس رنگ سے آتا بدخشاں چھوڑ کر
شوق ہے اسکو بھی طرزِ نالۂ عشاق سے — دمبدم دیکھے ہے منہ سے دودِ قلیاں چھوڑ کر
دل تو لگتے ہی لگیگا حوریانِ عدن سے — باغِ ہستی سے چلا ہوں ہائے پریاں چھوڑ کر
گھر سے بھی واقف نہیں اسکے کہ جسکے واسطے — بیٹھے ہیں گھر بار سب ہم خانہ ویراں چھوڑ کر
وصل میں گر مجھ کو ہووے رویتِ ماہِ رجب — روئے جاناں ہی کو دیکھوں میں تو قرآں چھوڑ کر
گرچہ ہے ملکِ دکن میں ان دنوں قدرِ سخن — کون جائے ذوق پر دلی کی گلیاں چھوڑ کر

ردیف س

۱

کون سا ہمدم ہے تیرے عاشقِ بے دم کے پاس
غم ہے اس کے پاس ہمدم۔ اور وہ ہے دم کے پاس

ہم کو کیا ساقی جو تھا جامِ جہاں بیں جم کے پاس
تیرا جامِ بادہ ہو۔ اور تو ہو اس پرغم کے پاس

(ساقی سے کیا جو تھا جامِ جہاں بیں جم کے پاس)

خط کہاں آغاز ہے پشتِ لبِ دلدار پر
ہیں جنابِ خضر آئے عیسیٰ مریم کے پاس

مردمک کے پاس ہے یہ اشکِ خونیں کا ہجوم
یا دھرے یاقوت ہیں یہ دانۂ نیلم کے پاس؟

روح اس آتش بجاں کی بعدِ مردن جوں پتنگ
آئے گی اُڑ کر چراغِ خانۂ ماتم کے پاس

کس کی قسمت ہے کہ زخمِ تیغِ قاتل ہو نصیب
جان سے جائیں۔ نہ جائیں گے مگر مرہم کے پاس

۴ کاتبِ تقدیر۔ ۵ جم گیا۔ ۶ حقے کا دھواں۔ ۷ بہشت کی حوریں۔
ردیف س غ ۱ ایک بادشاہ کا نام۔ ۲ شراب۔ ۳ آنکھ کی پتلی۔ ۴ آنسو۔

کیا مزے لے لے کے گل کھائیں اگر آجائے ہاتھ
ہر جو چھلا آپ کی انگلی میں ہے خاتم[۵] کے پاس

زلف سے بے وجہ خطِ سبز ہم پہلو نہیں
ہے لپکتا عشق پیچاں[۶] سنبلِ پر خم کے پاس

واہ صبّا دِ اجل - اور واہ صبّا دی کا پیچ
کھچکے ہے اسفند یار آیا کہاں رستم کے پاس

دیکھو فیاّضِ ازل نے کیا دیا آنکھوں کو فیض
کاسہ در کف ہو کے یم آتے ہیں انکی نم کے پاس

ہے جو قسمت میں تو دریا بھی کبھی ہو جائے گا
آلگا ہے اپنا قطرہ بھی کنارِ یم کے پاس

کر کے بحر و قافیہ تبدیل لکھ اور اک غزل
بیٹھ کوئی دم تو اے ذوق اور اس پُر غم کے پاس

(۱) خاتم کی کیفیت سے انگوٹھی مراد ہے

۲

تیر و کماں ہر گرہ بتِ ناوک فگن[۱] کے پاس
آہ و قدِ خمیدہ[۲] ہے اس خستہ تن کے پاس

شب جانِ زار رُک گئی لب پر دہن کے پاس
پھر اُٹھ کے رہ گیا یہ مسافر وطن کے پاس

ہر جوئے خوں رواں نہیں دیکھو ہے رو رہا
تیشہ[۳] سر اپنا رکھ کے سرِ کوہکن[۴] کے پاس

اس آرزو میں جان ہوں دیتا کہ لے کے جام
پہنچوں کبھی لبِ بتِ پیماں شکن[۵] کے پاس

انگشتِ شمع کیوں نہ اُٹھے پھر فاتحہ
ہر ڈھیر ہے پتنگ کا پائے لگن[۶] کے پاس

میں تو اسی جھجک پہ فدا ہوں کہ کان کو
شب کیا ہٹا لیا مرے لا کر دہن کے پاس

چمکے گی تا بہ حشر ہماری لحد میں آگ
چاکِ جگر میں دیکھنا چاک کفن کے پاس

میں نے کہا کہ بوسہ ہمیں دو! ادب سے میں
ق لا سکتا اپنا منہ نہیں چاہِ ذقن[۸] کے پاس

ہنس کر کہا کہ جاتا ہی پیاسا کوئیں پہ آپ
یا جاتا ہے کواں کسی تشنہ دہن کے پاس

اے ذوق صدقے جائیے پیکِ خیال کے
کیا لے گیا اُڑا کے بتِ سیمتن[۹] کے پاس

۵ انگوٹھی ۔ ۶ ایک پودے کا نام ۔ ۷ شکاری ۔ ۸ پیالہ ۔

ب ۲ غ (۱) امراد معشوق ۔ (۲) کبڑا ۔ (۳) نہر ۔ (۴) پہاڑ کھودنے والا ۔ (۵) وعدہ کو توڑنے والا مراد بیوفا ۔ (۶) پرات ۔
(۷) نزاکت ۔ (۸) ٹھوڑی ۔ (۹) چاندی جیسے بدن والا مراد خوبصورت ۔

ردیف ص

۱

سب مئے اہب میں بھی ہے نہیں اسلام میں خاص
کہ جہاں عام ہی ہوتا ہے وہاں عام میں خاص

ساغرِ[1] دل کی تو واقف نہیں کیفیت سے
دیکھ عکسِ رُخِ ساقی ہے اسی جام میں خاص

خضر! باتیں ہیں کہ ہے چشمۂ حیواں جاں بخش
ہے یہ خاصیت اسی کے لبِ دشنام[2] میں خاص

شیخ صاحب کے ہیں نزدیک وہ خاصانِ خدا
خدمتی اُن کے ہیں جو زمرۂ[3] خدام میں خاص

کام دن رات ہے عاشق کا ترے ناکامی
کہ دیا تو نے لگا اسکو اسی کام میں خاص

عشق کا جوش ہے جبتک کہ جوانی کے ہیں دن
یہ مرض کرتا ہے شدت انہیں ایام میں خاص

ذوق اسمائے الٰہی ہیں سب اسمِ اعظم
اس کے ہر نام میں عظمت ہے نہ اک نام میں خاص

ردیف ض

پر کترنے کو جو صیاد نے چاہی مقراض[1]
ہاتھ ملتی تھی مرے حال پہ کیا ہی مقراض

بحر[2] و بر میں نہیں کس کو ہوسِ قطع و برید[3]
ناخنِ شیر ہے خنجر دمِ ماہی[4] مقراض

گل کترتی ہیں ہزاروں تری آنکھیں کافر
ہے عجب طرح کی اک تیز نگاہی مقراض

کب زباں چلتی ہے اس بزم میں بدگویوں کی
اُن کے مُنہ میں یہ زباں ہے کہ الٰہی مقراض

محضرِ[5] خوں مرا سارا ہے کتر کر پھینکا
دیگی اس ظلم کی محشر میں گواہی مقراض

پاس کیا قطعِ تعلق میں کہ یکساں سمجھے
قطع میں جامۂ درویشی و شاہی مقراض

رشتۂ عمر کیا قطع سراسر اے ذوق
کھو سکی شمع کے دل کی نہ سیاہی مقراض

ردیف ک

۱

جو کھل کر ان کی زلفیں بال آئیں سر سے پاؤں تک
بلائیں آ کے لیں سو سو بلائیں سر سے پاؤں تک

ہم اُن کی چال سے پہچان لیں گے اُن کو برقع میں
ہزار اپنے کو وہ ہم سے چھپائیں سر سے پاؤں تک

ردیف ص ب غ ۱ شراب کا پیالہ ۔ ۲ گالی ۔ ۳ گروہ ۔

ردیف ض ا غ ۱ قینچی ۔ ۲ خشکی و تری مراد دُنیا ۔ ۳ کاٹنا ۔ ۴ مچھلی ۔ ۵ فہرست نامہ ۔

یہ جتنے سرو ہیں۔ سب اُن کے قد پر زہر کھاتے[1] ہیں
چمن میں سبز کیونکر ہو نہ جائیں سر سے پاؤں تک

مرا دل ایک۔ دل اس خوش ادا کی کس ادا کو دیں
کہ ہیں واں تو ادائیں ہی ادائیں سر سے پاؤں تک

سراپا شوق جائیں سر کے بل ہم جن کے جلسہ میں
مثالِ شمع وہ ہم کو جلائیں سر سے پاؤں تک

نہ ہوں بے پردہ۔ تو بھی وہ کھڑے ہو ہو کے شوخی سے
پھبن چلمن[2] سے در پردہ دکھائیں سر سے پاؤں تک

بنایا اس لئے اس خاک کے پُتلے کو تھا انساں
کہ اس کو درد کا پتلا بنائیں سر سے پاؤں تک

سراپا پاک ہیں دھوئے جنھوں نے ہاتھ دُنیا سے
نہیں حاجت کہ وہ پانی بہائیں سر سے پاؤں تک

مزا اتنا ہی ذوقؔ افزوں ہو جتنے زخم افزوں ہوں
نہ کیوں ہم زخمِ تیغِ عشق کھائیں سر سے پاؤں تک

ردیف ل

۱

پھنسے نہ حلقۂ گیسوئے تابدار[1] میں دل
بلا سے گر ہو نوالہ دہانِ مار[2] میں دل

بغل میں جیسا مرا دل بغل کا دشمن ہے
نہ ایسا ہو کسی دشمن کے بھی کنار[3] میں دل

نکل نہ جائے دمِ اضطراب سینہ سے
برنگِ شعلہ کہیں۔ آہِ شعلہ بار میں دل

ہمیشہ روزنِ سینہ سی کیوں ہے چشم براہ
اگر نہیں کسی مہوش[4] کے انتظار میں دل

ترا سنگار بھی ہے وہ بلا کہ جائے گُھر
پروئے زلفِ مسلسل کی تار تار میں دل

خدا بچائے مجھے اس بغل کے دشمن سے
کہ میرا دشمنِ جاں ہے مرے کنار میں دل

بغیر مارے نہ چھوڑیگی دل کو کافر زلف
کہو یہ دل سے کہ جائے نہ مار مار میں دل

اگر نہ جبر[5] کروں اختیار اے ناصح
تو کیا کروں کہ نہیں میرے اختیار میں دل

اُڑیگا مثلِ شرر ٹکڑے ہو کے سنگِ مزار
رہا اگر یونہیں گرمِ تپش مزار میں دل

ردیف ک ۱ حسد کرتے ہیں ۲ پردہ

ردیف ل ۱ چمکیلے ۲ سانپ ۳ بغل ۴ چاند کے چہرے والا ۵ صبر

برنگِ غنچۂ پیکان و غنچۂ تصویر
ہوا شگفتہ نہ اپنا کسی بہار میں دل

فلک کے رنگ سے ظاہر ہیں ماتمی آثار
خوش اپنا کیونکہ ہوا اس نیلگوں حصار میں دل

برنگ بیضۂ نوروز توڑے دل اس نے
ہزاروں ایک رہا ہی کس قطار میں دل

ہزار دشمن جاں سے ہر ایک دوست بُرا
جو پوچھو کون ہر وہ؟ میں کہوں ہزار میں دل

نہ ہوتیں خلد میں حوریں تو رہتا خلد میں کون؟
لگے ہے صحبتِ خوبانِ گلعذار میں دل

یہ جسم زار ہی یا میرے پیرہن میں ہے تار
گرہ ہی تار میں؟ یا میرے جسم زار میں دل

اُٹھا کبھی لائے اگر ہمنشیں مجھے اے ذوق
رہیگا میرے عوض میرا کوئے یار میں دل

۲

(حاشیہ: نزاکتوں اور طرح داریوں کے اعتبار سے یہ مضمون بھی اپنا ایک ذوق ہی رکھتا ہے — ۱) پیکان و تعویذ و زرد و سبز)

دیوانہ ہوں نرا مجھے کیا کام کر لوں گل
زیبا کشِ سر کو ہیں مرے داغِ جنوں گل

ہوں زیرِ قدم خار۔ بہ سر داغ جنوں گل
چاہے ہی جنوں بو وُں سدا خارِ جنوں گل

میں کشتہ ہوں لعلِ لبِ پان خوردہ کا کس کے
نکلے ہیں مری خاک سے آغشتہ بخوں گل

سو ٹکڑے ہیں لڑی کے برنگِ گلِ صد برگ
کیا دشت نوردی میں کترتا ہی جنوں گل

اس گل میں نہ پایا اثرِ بوئے محبت
سو بار سنگھائے اسے پڑھ پڑھ کے فسوں گل

ہے روشنیٔ خانۂ دل۔ سوزِ محبت
زاہد تو بتا شمعِ حرم کیونکہ کروں گل

پیکاں تو ہی دلدوز۔ سرِ سینہ ہے سوفار
اس تیر سے ہی دل میں دروں غنچہ بروں گل

اے ذوق محبت میں کسی غنچہ دہن کی
گلدستہ سی بھی ہیں مرے ہاتھوں پہ فزوں گل

۳

ازل سے یوں دل عاشق ہے نور کی قندیل
کہ جیسے عرشِ خدائے غفور کی قندیل

---

۲۰ ثغر ۲۱ انڈہ ۲۲ قطار۔ بہارِ نوروز میں لوگ ہار جیت پر انڈے لڑاتے تھے۔ اس کے کئی طریقے تھے۔ ایک یہ بھی تھا کہ دو دو آدمی ۲۰-۲۰-۳۰-۴۰-۳۰ انڈے لے کر اپنی اپنی قطار باندھتے تھے۔ ہر ایک اپنی قطار سے ایک ایک انڈہ لیتا تھا اور حریف سے لڑائے جاتا تھا۔ جس کا انڈہ اخیر کو ٹوٹتا اس کی ہار ہوتی تھی۔ حریف ٹوٹے ثابت سب انڈے لے لیتا تھا۔ اسے قطار لڑانا کہتے تھے۔ یہ رسم ایران۔ توران۔ افغانستان سے ہو کر ہندوستان آئی تھی ۸ بہشت ۹ پھول کے سے چہرہ والا امرد خوبصورت ۱۰ یار کا کوچہ

۱ پان کھائے ہوئے ہونٹ ۲ خون سے بھرے ہوئے ۳ جنگل میں گھومنا ۴ تیر کا پھل ۵ دل میں گھسنے والا ۶ چھلنی ۱ بخشنے والا

سمجھ وہ دُرِّ[۲] بنا گوشس نور کی قندیل
خجل[۳] ہے اخترِ صبحِ نشور[۴] کی قندیل

ہمارے کعبۂ دل میں ہمیشہ روشن ہے
کسی کے باب کمالِ ظہور کی قندیل

جہاں ہے خانۂ عشرت ابھی ہوا اسکا فروغ
کہ لٹکے اِس میں سرِ پُر غرور کی قندیل

رہے ہے جوں قمرِ منخسف[۵] سدا بے نور
سیاہ بختوں کے بالینِ[۶] گور کی قندیل

پڑے جو عکس ترا جام میں تو ہو روشن
حبابِ[۷] بادہ تجلّی سے طور کی قندیل

عیاں ہے یوں مرے روزِ سیاہ میں خورشید
کہ جیسے شب کو نظر آئے دور کی قندیل

سوائے دل کے ہو نارنج باغِ خلد سے بھی
کبھی پسند نہ اُس رشک حُور کی قندیل

اُڑے جو آہ کے ہمرہ نکل کے پارۂ دل
ہوئے ہوا میں وہ صورت طیور کی قندیل

وہ تیرہ ہیں یہ مرے نالۂ قیامت زا
کہ ان کے رکھنے کو لازم ہے صور[۸] کی قندیل

نسیم کیا ہے کہ روضہ میں خفتہ جانوں کے
نہ گل ہو باد سے آوازِ صور کی قندیل

سمجھ نا قدر ہے ناقص کب اس غزل کی ذوق
یہ روشن آپ نے کیوں پیشِ کور[۹] کی قندیل

ردیف م
ا

شمع نازاں نہ ہو اک رات بہا آنسو گرم
برسوں ہاں آنکھ سے ٹپکا ہے مری لو ہو گرم

اے جنوں! ہے خبر موسمِ گل ہر سو گرم
دم تو لے لینے دے مجھکو۔ نہ کر اتنا تو گرم

آتشِ رشک سے اس کاکلِ مشکیں کے صبا
جل گیا نافہ میں اس درجہ ہوا لو ہو گرم

آبلے سینۂ دریا میں ہوئے جل کے حباب
دیدۂ تر نے بہائے یہ غضب آنسو گرم

اے صبا نکہتِ گل لے کے چمن کو پھر جا
کیا کروں سر کو مرے کرتی ہے یہ خوشبو گرم

آتشِ حسن کا پتلا ہے تو اے رشک پری
تابِ رُخ تیری بھبوکا ہے بلا ہے تو گرم

توسنِ ناز ترا ہر قدم اے رشکِ غزال
کیوں نہ ہو تیز کہ رکھتا ہے مزاج آہو گرم

فاختہ سوزِ محبت سے ہوئی جل کے ہے خاک
کھینچے ہے دل سے پر اب تک نفسِ[۱۱] کو کو گرم

مشعل افروزِ جنوں کون ہو مجنوں کے لئے
گر نہ ہو گرمیٔ وحشت سے دلِ آہو گرم

[۲] کان کے واسطے موتی ۔ [۳] شرمندہ ۔ [۴] ظاہر ۔ [۵] چاند گرہن کی حالت ہیں ۔ [۶] سرہانہ ۔ [۷] شراب کا پیالہ ۔ [۸] کرنا ۔ [۹] اندھا ۔

ردیف م غ [۱۰] آنچ - شعلہ ۔ [۱۱] سانس ۔

سرد مہری کا تری ہو جو خناب - دل کشتہ   ق   ہووے گلگشت سہی کیا اسکا دل آگلہ و گرم
تابش نار جہنم سے سوا اس کو لگے   ہمرہ باد سحر بوئے گل گشت ہو گرم
سرد مہری سے رکھا اپنی خنک دل تو نے   ق   گرمجوشی سے کیا تو نے بت دلجو گرم
اپنے کشتے کی کرامت کو ذرا دیکھ آ کر   ایک پہلو ہے اگر سرد تو اک پہلو گرم
ذوق دل میں یہ تپ عشق - کلام ایسا خنک   عاشقانہ سہی غزل اور کوئی پڑھ تو گرم

۲

بل بے اے آتش غم - دل کو کرے یہ تو گرم   کہ زمیں پشت سمک تک ہو ترے پہلو گرم
لطف بوسہ نہ رہا - ہم یہ ہوا جب تو گرم   شربت قند دیا - کر کے پر آتش خو گرم
تن رہا یوں ہی تپ غم سے اگر گرم مرا   سیخ آہن کی طرح ہوں گے بدن پر مو گرم
نیشتر جل کے وہیں کشتۂ فولاد ہوا   نکلا یہ آتش سودا سے مرا لہو ہو گرم
کٹ سکا صید محبت کا نہ قاتل سے گلا   اس نے پتھر پہ یہ رگڑا کہ ہوا چاقو گرم
آتش دل سے ہے پس از مرگ برنگ شعلہ   خاک عاشق سے نکلتا ہے گل خود رو گرم
مہروش بل بے ترے حسن جہانتاب کی تاب   رخ سے گرم آئینہ ہو - آئینہ سے زانو گرم
کیا کہوں نامۂ جانسوز کی اپنے تاثیر   جل گیا بس - یہ کبوتر کا ہوا بازو گرم
سر مجروح کو ٹھکرا کے گیا وہ - اور میں   چونکا اس وقت کہ جب منہ پہ بہا لہو گرم
دست خورشید کی رعشہ سے سپر جائے چھوٹ   کھینچ کر تیغ کو جب ہو وہ ہلال ابرو گرم
دل عاشق کے جلانے کا ہے سارا ساماں   بینی شعلہ ہے تری رنگ بھبوکا - رو گرم
کونسا سوختہ جاں صبح سے ہے گرم فغاں   کہ ہوا آتی ہے کوچہ سے ترے گلرو گرم
ہم تو سنتے تھے صدا گل حوض بارد   ذوق ہوتا ہے وہ کیوں ہو کے ترش ابرو گرم

۳

پابند جوں و خار ہیں پریشانیوں میں ہم   یارب ہیں کس کی زلف کے زندانیوں میں ہم
ہوتی نہ یاد زلف تو خط شکستہ ہیں   لکھتے الف خطوں کی نہ پیشانیوں میں ہم
زنجیر میں بھی نالۂ زنجیر کی طرح   جوش جنوں سے رہتے ہیں جولانیوں میں ہم

ایک قسم کا پھول ہے جس کی خوشبو رات کو پھیلتی ہے ۔ دل کی تلاش کرنیوالا یار ۔ ٹھنڈا ۔
باغ ۔ اچھلی ۔ کانپنا - لرزش ۔ یہاں ابرو کو ہلال کی چاند سے تشبیہ دی گئی ہے ۔ سب ترش چیزیں ٹھنڈی ہوتی ہیں

پائی نہ تیغِ عشق سے ہم نے کہیں پناہ ۔۔۔ قربِ[1] حرم میں بھی ہیں تو قربانیوں میں ہم
دوزخ بھی جائے نعرۂ ھل من[2] مزید بھول ۔۔۔ لائیں جو آہ کو شرر افشانیوں میں ہم
پاکوبیوں کو مژدہ ہو زنداں کو ہو نوید ۔۔۔ بھر دیں جنوں کے سلسلہ جنبانیوں[3] میں ہم
نم بھی نہیں جگر میں رہی اس قدر رہے ۔۔۔ سرگرم سوزِ عشق کی مہمانیوں میں ہم
مطلب سے اپنے کون ہے آگاہ جز خدا ۔۔۔ جو خطِ سرنوشت[4] ہیں پیشانیوں میں ہم
ہیں آئینہ میں صورتِ تصویرِ آئینہ ۔۔۔ آئینہ رو کے سامنے حیرانیوں میں ہم
ہو وہ عزیز سورۂ یوسف سے بھی سوا ۔۔۔ رکھ دیں تری شبیہ جو کنعانیوں میں ہم
کیا جانیں ہم زمانے کو حادث ہے یا قدیم ۔۔۔ کچھ ہو بلا سے اپنی کہ ہیں فانیوں میں ہم
کیوں جی کے ہجو میں ہوئے شرمندہ یار سے ۔۔۔ اب مر رہے ہیں اس کی پشیمانیوں میں ہم
پردہ میں چشمِ مست کے سرخوش ہیں جو مدام ۔۔۔ شربِ[5] الیہود کرتے ہیں نصرانیوں میں ہم
اس خالِ رخ پہ جمع ہوئے قطرۂ عرق ۔۔۔ ہندو اسیر دیکھے ہیں درّانیوں میں ہم
سینہ کا چاک سینے کی فرصت کہاں کہ ہیں ۔۔۔ مصروف زخمِ دل کی مگس[6] رانیوں میں ہم
ہیچم کدورتِ دلِ صیاد گر نہ ہو ۔۔۔ کیا کیا اڑائیں خاک پر افشانیوں میں ہم
دکھلائیں روزِ حشر کو بین السطور سے ۔۔۔ اپنے سیاہ نامہ[7] کی طولانیوں میں ہم
جا سکتے ضعف سے نہیں کوچہ میں اسکے ذوق ۔۔۔ بہ جائیں کاش گریہ کی طغیانیوں میں ہم

ردیف ن

۱

ہے چشم تیری مست قدح گیرِ باغِ حسن ۔۔۔ عارض[1] پہ خط ہے طوطیِ تصویرِ باغِ حسن
ہو جاتا دل ہی بیٹھ کے خود گلرخوں میں گل ۔۔۔ تاثیرِ باغِ خلد ہے تاثیرِ باغِ حسن
تحریرِ سرمہ ہے تری آنکھوں میں وقتِ خواب ۔۔۔ اے غیرتِ چمن۔ درونہ بخیرِ باغِ حسن
پان و مسی و سرمہ و رخ ہوں گے لالہ زار ۔۔۔ مشّاطہ باغباں ہے بہ تدبیرِ باغِ حسن
تبخالہ لب پہ گرمیِ بوسہ سے ہے کہاں ۔۔۔ ہے گلرخو! یہ غنچۂ دلگیرِ باغِ حسن

ع ۱ مراد حرم میں جرم میں شکار کھیلنا منع ہے ۲ سرِ محشر دوزخ نعرے لگائیگا کہ اور گنہ گار لاؤ ۳ ہلانے والے ۴ تقدیر کا لکھا ہوا ۵ یعنی عیسائیوں میں ہم یہود کی طرح کم اور چھپ کر پیتے ہیں ۶ مکھیاں اڑانا ۷ اعمالنامہ میں لمبے چوڑے گناہ کی تفصیل۔ ردیف ن ا ع ۱ رخسار۔

ای رشکِ باغ طاقِ دو ابرو کا تیرے عکس
دریائے آئینہ میں ہے تعمیرِ باغِ حسن
سیرِ خزاں جو چاہے تو اے ذوق دیکھ لے
اُس نازنیں کا جلوۂ تغییر[۱] باغِ حسن

۲

بے یار روزِ عید شبِ غم سے کم نہیں
جامِ شراب دیدۂ پُرنم سے کم نہیں
دیتا ہے دورِ چرخ کسے فرصتِ نشاط
ہو جام جس کے ہاتھ میں وہ جم سے کم نہیں
اس زلفِ فتنہ زا کے لئے اے مسیح دم
کچھ دستِ شانہ پنجۂ[۱] مریم سے کم نہیں
زیبا ہی روئے زرد پہ کیا اشکِ لالہ گوں
اپنی خزاں بہار کے موسم سے کم نہیں
سرعت[۲] ہے نبض کی رگِ سنگِ مزار میں
دل کی تپش کچھ اب بھی تپِ غم سے کم نہیں
وحشی کو تیری چشم کے مژگانِ ہر غزال
صحرا میں تیز ناخنِ ضیغم[۳] سے کم نہیں
ہوتی ہی جمع زر سے پریشانی آخرش
درہم کی شکل صورتِ دِرہم سے کم نہیں
ساقی ملے ہزار فلاطوں ہیں خاک میں
جو خم بنے ہے قالبِ آدم سے کم نہیں
اس حور وش کا گھر مجھے جنت سے ہے سوا
لیکن رقیب ہو تو جہنم سے کم نہیں
شورابہ سرشک میں ڈوبا ہوا ہے دل
تیزاب میرے زخم پہ مرہم سے کم نہیں
ہاتھوں سے تیرے پارۂ الماس زخمِ دل
مجھ کو تو جلوۂ گل و شبنم سے کم نہیں
اے ذوق کس کو چشمِ حقارت سے دیکھیے
سب ہم سے ہیں زیادہ کوئی ہم سے کم نہیں

(۱) ہو جس کے پاس جام وہ اب جم سے کم نہیں

۳

غمنامہ اپنا صفحۂ محشر سے کم نہیں
ہے شور الغیاث صریرِ[۱] قلم نہیں
وہ دن ہے کونسا کہ ستم پر ستم نہیں
گر یہ ستم ہیں روز تو اک روز ہم نہیں
مضموں کے پیچ و تاب سے تابِ رقم نہیں
ہے زلفِ یار ہاتھ میں میرے قلم نہیں
بعد از فنا بھی جوشِ جنوں میرا کم نہیں
کس وقت زلزلہ میں دشتِ عدم نہیں
گو اضطرابِ دل کو عیاں کرتے ہم نہیں
ہر جوں نگاہ ہے رگِ بسمل سے کم نہیں

۱ بدل دینا ۔
غ ۲ ۔ ۱ ایک گھاس کا نام ہی جسمیں حضرت مریم نے مسیح کی ولادت کے وقت ہاتھ مارا تھا یہ گھاس دردِ زہ کے لئے مفید ہے ۔ ۲ جلدی ۔ تیزی ۔ ۳ شیر ۔
غ ۳ ۔ ۱ قلم کی آواز ۔

جوشِ شگفتگی ہے محبت کا غم نہیں — یہ خونِ خراشِ دل میں تبسم سے کم نہیں

آتش میں آ پڑا تو ہے میری طرح سپند[۱] — لیکن نکل بھی جائیگا ثابت قدم نہیں

یہ دل مجھے ڈبو کے رہیگا کہ سینہ میں — وہ کونسا ہے داغ جو گردابِ غم نہیں

منظورِ دل کو کاوشِ غم کی ہے مشق اگر — بہتر مژہ سے یار کی کوئی قلم نہیں

ہیں آمدِ بہار سے بھر لائے منہ میں خون — یہ زخمِ دل تبسمِ غنچہ سے کم نہیں

ہم کافرانِ عشق کو ہے یہ بڑا عذاب — دوزخ میں آتشِ آتشِ سنگِ صنم نہیں

مجھ روسیہ سے کب نہ ہوا سجدہ سرفرو — کب گردنِ خجالتِ محرابِ خم نہیں

مشکل ہے میرے عہدِ محبت کا ٹوٹنا — اے بیوفا یہ تیری "خدا کی قسم" نہیں

اہلِ صفا کا دیکھا نہ دامن کسی نے تر — گوہر ہے اپنی آب میں غرق اور نم نہیں

وحشی کو تیرے دشت بھی ہے عرصۂ بہشت[۳] — آہو کی شاخ شاخ بھی طوبےٰ[۴] سے کم نہیں

اللہ رے ضبطِ دل کہ مرے بر سرِ مزار — گیسوئے دود[۵] شمع میں بھی پیچ و خم نہیں

اے عہدِ یار رہے تو زمیں پر کہ اُٹھ گیا — ڈھونڈوں کدھر سراغ کہ نقشِ قدم[۶] نہیں

منصوبہ مارنے کا مرے کرتے ہیں حریف[۷] — اور مجھ میں مثلِ بازیٔ شطرنج دم نہیں

تو نے جو ہاتھ قتل سے کھینچا تو کیا ہوا — رُکتی کسی طرح تری تیغِ ستم نہیں

*چمکا یہ آتشِ دلِ پروانہ کا ہے رنگ — اے شمع رو عیاں شفقِ صبح دم نہیں

ہے لوثِ[۸] حبِّ زر سے بری اُن ہمارا پاک — گر چھینٹ بھی پڑے تو بجز درم نہیں

گر آبِ دیدہ شربتِ کوثر بھی ہے تو کیا — جب تک کہ اسمیں چاشنیٔ درد و غم نہیں

حالت ہے اب یہ زار ترے دلفگار کی — ہے چشمِ زخم منہ پہ کہ جو چشمِ نم نہیں

ہاتھ آئے کس طرح سے دلِ گمشدہ کا کھوج — ہے چور وہ کہ جس پہ کسی کا بھرم نہیں

ہاتھوں سے چرخِ تفرقہ پرداز کے کبھی — کر سکتے آہ دستِ تاسّف بہم نہیں

سربازِ عشق کے لئے دارالاماں[۹] کہاں — محفوظ قطع سے سرِ شمعِ حرم نہیں

جاتا ہے آنکھیں بند کئے ذوق تو کہاں — یہ راہِ کوئے یار ہے راہِ عدم نہیں

* ہے میکشوں کے واسطے میخانہ تختِ جم - یاں جامِ مے ہے سامنے گر جامِ جم نہیں

۲ ہرمل ٭ ۳ صحن بہشت ٭ ۴ ایک درخت کا نام جو بہشت میں ہے ٭ ۵ دھواں ٭ ۶ پاؤں کے نشان ٭ ۷ دشمن ٭ ۸ آلودگی ٭ ۹ امن کی جگہ ٭

۴

ہاں تامّل دمِ[۱] ناوک فگنی خوب نہیں
ابھی چھاتی مری تیروں سے چھنی خوب نہیں

تشنۂ دشتِ محبت کیلئے اس لب سے
کوئی دنیا میں عقیقِ[۲] یمنی خوب نہیں

گل پریشاں ہوا ہنس ہنس کے چمن میں آخر
دیکھ اے غنچہ یہاں خندہ زنی خوب نہیں

خوبیاں یوں تو ہیں اس عالمِ تصویر میں سب
اک مگر ناز سے یہ کم سخنی خوب نہیں

چشم کہتی ہے تری جنبشِ مژگاں سے کہ دیکھ
سر پہ بیمار کے یہ سینہ[۳] زنی خوب نہیں

یہ نہیں شیشۂ مے۔ ہے کسی مے خوار کا دل
محتسب[۴] دیکھ۔ نہ کر دل شکنی خوب نہیں

تابِ دنداں نہ دکھا بزم میں تو ہنس ہنس کر
کوئی کھا جائے جو ہیرے کی کنی خوب نہیں

بات تو ہم نے بنائی تھی وہاں خوب مگر
تھی جو بگڑی ہوئی قسمت۔ تو بنی خوب نہیں

خلشِ خار کا کھٹکا ہے بغل میں موجود
دیکھ گل دعوئے نازک بدنی خوب نہیں

اُٹھتے ہی جائیگا اس دل سے دھواں آہ کیسا تھ
جب تلک جلنے کا یہ سوختنی[۵] خوب نہیں

کون آتش نفس اے **ذوق** چمن سے گزرا
آج جو سرد نسیمِ چمنی خوب نہیں

۵

تو کہے غنچہ کہ اس لب پہ دھڑی خوب نہیں
چپ اک منہ چھوٹا سا اور بات بڑی خوب نہیں

سامنے سے مرے ٹلتا نہیں ناصح جب تک
مغز کھاتا مرا دو چار گھڑی خوب نہیں

فتنہ سرکش ہے جبھی تک کہ تری آنکھوں نے
دستِ مژگاں سے کوئی دھول جڑی خوب نہیں

منہ چڑھے تیغِ غمِ عشق کی۔ کیا منہ ہے ترا
بوالہوس[۱] تجھ پہ کوئی ضرب پڑی خوب نہیں

خوبرو[۲] یوں سے بہت آنکھ لڑی پر افسوس
قسمت اے **ذوق** کہیں اپنی لڑی خوب نہیں

۶

اس گلستانِ جہاں میں کیا گلِ عشرت نہیں
سیر کے قابل ہے یہ پر سیر کی فرصت نہیں

علم جس کا عشق۔ اور جس کا عمل وحشت نہیں
وہ فلاطوں[۱] ہے تو اپنے قابلِ صحبت نہیں

خواہ گردش ہے زمیں کو خواہ پھرتا ہے فلک
پر ہمیں زیرِ فلک سر منزلِ راحت نہیں

غ ۴: ۱ وقت۔ ۲ یمن کا سرخ پتھر۔ ۳ سینہ کوٹنا۔ ۴ کوتوال۔ ۵ جلنے کے لائق۔

غ ۵: ۱ حریص۔ ۲ خوبصورت چہرہ والوں سے۔

غ ۶: ۱ یونان کے ایک مشہور حکیم کا نام۔

بسمل تیغ محبت کا لب ہر زخم دل
ہوتا وا۔ بے شور واویلا و وا حسرت نہیں

منہ میں گر پانی چوا دے یار اپنے ہاتھ سے
مرگ کی تلخی سے شیریں تر کوئی شربت نہیں

دل وہ کیا جسکو نہیں تیری تمنائے وصال
چشم وہ کیا جس کو تیری دید کی حسرت نہیں

کہتے ہیں مر جائیں گر چھٹ جائیں غم کے ہاتھ سے
پر ترے غم سے ہمیں مرنے کی بھی فرصت نہیں

ایک حسرت تو برستی ہے کبھی برسی کے دن
ورنہ روتا ابر بھی اپنے سر تربت نہیں

ہے نوشتے میں ترے بیمار کے صحت کہاں؟
اس کے نسخہ میں دوا کی لفظ کو صحت نہیں

کھا کے زخم تیغ قاتل جو بجا لائے نہ شکر
کوئی بھی اس سے زیادہ کافر نعمت نہیں

خاک ہو کر بھی فلک کے ہاتھ سے ہم کو قرار
ایک ساعت مثل ریگ شیشۂ ساعت نہیں

خانۂ ہستی کا اپنے صحن ہے دشت عدم
روز کر لیجے چہل قدمی مگر فرصت نہیں

میری وحشت پاؤں پھیلائے تو پھر دو نو جہاں
ہوں اگر یک عرصۂ میداں تو کچھ وسعت نہیں

ایک دل اور اسپہ اتنے بار غم۔ اللہ رے دل
اور اس طاقت پہ ایسا کوئی بے طاقت نہیں

ذوق اس صورتکدہ میں ہیں ہزاروں صورتیں
کوئی صورت اپنے صورتگر کی بے صورت نہیں

۷

عنقا کی طرح خلق سے عزلت گزیں ہوں میں
ہوں اس طرح جہاں میں کہ گویا نہیں ہوں میں

میں وہ نہیں کہ تم ہو کہیں اور کہیں ہوں میں
ہم ہوں تمہارا سایہ جہاں تم وہیں ہوں میں

اس در پہ شوق سجدہ سے فرش زمیں ہوں میں
مانند سایہ سر سے قدم تک جبیں ہوں میں

ہوں طائر خیال ۔ نہ پر ہیں نہ میرے بال
پر اُڑ کے جا پہنچتا کہیں سے کہیں ہوں میں

سرگشتگی بخت نہ دے مجھ کو اتنے پیچ
کچھ چین زلف؟ کچھ شکن آستیں ہوں میں؟

یارب کوئیں کا تارا ہوں یا آسماں کا ہوں
نام آسماں پہ میرا ہے زیر زمیں ہوں میں

۸

گئیں یاروں سے وہ اگلی ملاقاتوں کی سب رسمیں
بڑے اجس دن سے دل بس میں نرہے۔ اور دل کے ہم بس میں
کبھی ملنا۔ کبھی رہنا الگ مانند مژگاں کے

۱ تقدیر۔
غ ۱ گوشہ نشینی ۲ پرندہ

تماشا کج سرشتوں کا ہے کچھ اخلاص آپس میں
تو قع کیا ہو جینے کی ترے بیمارِ ہجراں کی
نہ جنبش نبض میں جس کی ۔ نہ گرمی جس کے ملمس میں
دکھائے چیرہ دستی آہ بالا دست گر اپنی
تو مارے ہاتھ دامانِ قبائے چرخِ اطلس میں
جو ہے گوشہ نشیں تیرے خیالِ بیتِ ابرو میں
وہ ہے بیت الصنم میں بھی تو ہے بیت المقدس میں
کرے لب آشنا حرفِ شکایت سے ۔ کہاں یہ دم
ترے محزونِ بے دم میں ۔ ترے مفتونِ بیکس میں
ہوائے کوئے جاناں لے اُڑے اس کو تعجب کیا
تنِ لاغر میں ہے جاں اس طرح جس طرح بو خس میں
مجھے ہو کس طرح قول و قسم کا اعتبار اُن کے
ہزاروں دے چکے وہ قول لاکھوں کھا چکے قسمیں
جو مضموں ذوق ایوانِ دو عالم میں ہوئے موزوں
حواسِ خمسہ ہیں انساں کے وہ بندِ مخمس میں

۹

دودِ دل سے ہی بپا تاریکی مرے غم خانہ میں
شمع ہی اک سوزنِ گم گشتہ اس کاشانہ میں
میں ہوں وہ وحشتِ کہن مدت سی اس ویرانہ میں
برسوں مسجد میں رہا ۔ برسوں رہا بتخانہ میں
ہستی و نا آشنائی وحشت و بیگانگی
یا تری آنکھوں میں دیکھی یا ترے دیوانہ میں
میں وہ کیفی ہوں کہ پانی ہو تو بن جائے شراب
جوش کیفیت سی میری خاک کے پیمانہ میں
ہوش کا دعویٰ ہی بیہوشوں کو زیبا آسماں
خم نشیں ہیں مثلِ افلاطوں سب اس میخانہ میں
پتھروں میں ٹھوکریں کھاتی ہی ناحق سیلِ آب
پوچھو کیا لیجائے گی آکر مرے ویرانہ میں
عشق کو اے حسن اگر نشو و نما منظور ہو
سبز نخلِ شمع ہو خاکسترِ پروانہ میں

غ ۱ ٹیڑھی فطرت والے ۲ معدے میں حرکت کرنیوالی قوت ۳ ظلم ۴ عاشق ۵ پتلا اور کمزور جسم ۶ محل ۷ سونگھنا ۔ چکھنا ۔ دیکھنا ۔ سننا محسوس کرنا ؛ غ ۹ ۱ بدمست ۔

برقِ خرمن سوز ہے عالم میں نافہمی تری — ورنہ کیا کیا لہلہاتے کھیت ہیں ہر دانہ میں
کس نے الگ سے ہے دیکھو اتحادِ حسن و عشق — زلف واں شانے نے کھینچی درد ہے یاں شانہ میں
ایک پتھر چومنے کو شیخ جی کعبہ گئے — ذوق ہر بت قابلِ بوسہ ہے اس بتخانہ میں

١٠

گذرتی عمر ہے یوں دورِ آسمانی میں — کہ جیسے جائے کوئی کشتیِ دخانی میں
رکاؤ خوب نہیں طبع کی روانی میں — کہ بو فساد کی آتی ہے بند پانی میں
وفورِ[1] اشک اگر سر بہ اوج ہو اپنا — فلک برنگِ گلِ نیلوفر ہو پانی میں
لگاتے تہمتِ گریہ ہیں دل جلوں کو ترے — یہ ہیں وہی جو لگاتے ہیں آگ پانی میں
کہوں میں اپنی کہانی تو وہ یہ کہتے ہیں — بغیر جھوٹ نہیں اور کچھ کہانی میں
نگاہ کس کی چڑھا دل کہ خوف ہے دن رات — گذرتی ہے مجھے دل کی نگاہبانی میں
کہانیاں ہیں حکایاتِ خضر و آبِ بقا — بقا کا ذکر ہے کیا اس جہانِ فانی میں
نہیں خضاب سے مطلب مگر یہ موئے سفید — سیاہ پوش[2] ہوئے ماتمِ جوانی میں
وہ سیدھے گھر کو سدھارے اور انکے کھوج میں ہم — پھرے بھٹکتے ہوئے کوئے بدگمانی میں
ہنروروں[3] سے کہو۔ دیکھیں چینِ ابروئے یار — کہ جوہر ایسے کہاں تیغِ اصفہانی[4] میں
مزا ہے تیغِ محبت کے زخم کھانے کا — کرے جو صرفہ نہ قاتل نمک فشانی میں
نہیں جو ضعف سے دم دل سے یہ کہے ہے آہ — کہ بس نہ دے مجھے تکلیف ناتوانی میں
ہمیشہ ہے مجھے سرمایۂ بقا بہ فنا — حباب[5] وار ہوں میں آبِ زندگانی میں
بجز نثار علی شاہ کون جانے ذوق — تری زباں کا مزا تیری شعر خوانی میں

١١

مے ملا کر ساقیانِ سامری[1] فن آب میں — کرتے ہیں جادو سے اپنے آگ روشن آب میں
زلفِ افعی وش کو دھوئے گر وہ پُرفن آب میں — ہوں بجائے موج پیدا مارِ رہزن آب میں
چشمۂ آئینہ میں کب تر ہوا پائے نگاہ — اس طرح جاتے ہیں دیکھا۔ پاکدامن آب میں
پھرتا ہے سیلِ حوادث سے کوئی مردوں کا منہ — شیر سیدھا تیرتا ہے وقتِ رفتن آب میں

غ ۱۰: ۱ زیادتی ۲ ماتم کناں ۳ عقلمند ۴ اصفہان کی تلوار مشہور ہے۔ ۵ بلبلہ کی طرح ۔

غ ۱۱: ۱ سحرِ سامری مشہور ہے۔ سامر ایک شخص ہوا ہے جس نے بچھڑے کی عبادت کا رواج ڈالا تھا ۔

صحبتِ اہلِ صفا سے تیرہ دل کب صاف ہوں
زنگ سے آلودہ ہو جاتا ہے آہن آب میں

اب بھی گریہ سے مجھے فرصت نہیں فوّارہ وار
گو کہ میں ڈوبا کھڑا ہوں تا بہ گردن آب میں

طاسِ قلیاں[1] میں رکھا ہے اُسنے ابرِ مردہ کو
ڈوب مر رو رو کے تو اے ابرِ بہمن[2] آب میں

دیکھنا آبی دوپٹہ منہ پہ اس کے وقتِ خواب
برجِ آبی میں ہے مہ۔ یا مہرِ روشن آب میں

میں ہوں وہ تفسیدہ دل کر جائے اک دریا کو جذب
گر پڑے گر ذرّہ میری خاکِ مدفن آب میں

یوں رہا میں زندگی بھر تشنۂ دیدارِ یار
جیسے مستسقی[3] کا دم ہوتا بہ مردن آب میں

سایۂ سروِ چمن نے کیا ڈرایا ہے مجھے
اژدہا بن بن کے شب اے رشکِ گلشن آب میں

وعدہ ہے آنے کا اسکے ابر کھل جائے تو آئے
ڈالتا ہوں دم بدم اُٹھ اُٹھ کے روغن آب میں

شب جو ہم لکھنے کو بیٹھے آنکھ سے اُمڈے یہ اشک
بہہ گیا خط لکھتے لکھتے مشفقِ[4] من آب میں

ذوق تو اس بحر میں ایسے گلِ مضموں بہا
جا بجا لگ جائے اک پھولوں کا خرمن[5] آب میں

۱۲

ہو وے تو اے مہروش جب سایہ[1] فگن آب میں
ہو سراپا فلسِ ماہی[2] ماہِ روشن آب میں

عکسِ زلفِ یار اور آئینۂ رخسارِ یار
کھینچے ہیں شام و سحر تصویرِ سوسن آب میں

تو جو دریا میں لڑا چھینٹے تو نیساں شرم سے
پانی پانی ہو گیا اے شوخ پُر فن آب میں

مردمِ[3] دیدہ ہیں اپنے زندہ آبِ اشک سے
مردمِ آبی ہیں ان کا ہے نشیمن آب میں

بھول مت علم کتابی پر کہ آخر کب تلک
ناؤ کاغذ کی بہے اے طفلِ کودن آب میں

تو لبِ دریا نہیں آکر جو اے رشکِ بہار
ڈالے بھر بھر کر صبا پھولوں کے دامن آب میں

لے لو اپنے رخ پہ سیمیں بر ذرا آبی نقاب
نیلوفر دکھلا رہا ہے اپنا جوبن آب میں

کیا ہوا۔ کیا سبزہ ہے۔ کیا گل ہے۔ کیا ابرِ بہار
لطف ہے گر ہو وے فیضِ ربِ ذوالمنن آب میں

مدح کر اس شاہِ دریا دل کی اے دل جسکا فیض
لعل و گوہر ہے بہاتا وقتِ گفتن آب میں

شاہ اکبر خسروِ غازی کہ آبِ تیغ سے
رکھے حاسد کو ہمیشہ تا بہ گردن آب میں

[1] حقّے کا نچلا حصہ ۔ [2] بہمن اہل فارس کے ایک مہینہ کا نام ہے ۔ [3] استسقا کی بیماری والا — سیرابی کو طلب کرنے والا ۔ [4] مہربانی کرنے والا ۔ [5] کھلواڑہ ۔

غ [1] سایہ ۔ [2] مچھلی کا کھپرا ۔ [3] آنکھ کی پتلی ۔

پڑھ کے بسم اللہ مجریہا و مرسیہا[4] دلا
جوں شناور پھر ہوا میں دست و پا زن آب میں

مطلع روشن لکھا جس سحر کہ بحر نظم میں
صورت اختر در معنی ہیں روشن آب میں

ڈالے جوں روح القدس[5] تو جبکہ توسن آب میں
نور حق ہو اہل برہاں پہ مبرہن[6] آب میں

اے شہ الیاس رتبت - اے شہ خضر احترام
خشک و تر کو ہے سہارا تیرا دامن آب میں

نام حق لیکر جو مارے تیغ راہ حق میں تو
غرق جوں فرعونیاں ہو فوج دشمن آب میں

تو شہ دریا نوال[7] اور دل ترا موج کرم
ہے سخاوت سے تری دست قلمزن آب میں

تیرا نیسان عطا جس دم گہرباری کرے
گوہر تر سے بھریں جوں کہ دامن آب میں

حکم تیرا جستجو چاہے تو گم ہونے نہ پائے
مثل ابراہیم ادہم ایک سوزن آب میں

تیرے حکم شرع سے جب کفر دریا برد ہو
غرق ہووے تا بہ انشائے برہمن آب میں

ہو ترے سینہ میں جب بحر معانی موج زن
قطرہ سے روشن ہو صد معنی روشن آب میں

ہو ترا فیض سخن گر معنی نطق فصیح
بلبلے مانند بلبل ہوں نوازن[8] آب میں

تیرے آگے گر کریں اعدا سر عصیاں بلند
مثل قوم نوح ہووے سب کا مدفن آب میں

توصیف آرا ہو جو دریا میں تو اک کرم[9] آب
ہو عدو کے قتل کو سو سو تہمتن[10] آب میں

روئے دریا پر بناتے ہیں بہم موج و حباب[11]
بہر سر بازان[12] لشکر خود[13] و جوشن[14] آب میں

نور و ظلمت ہو گر دشمن ہیں پر حیراں ہوں میں
تیرے خنجر میں ہے کیوں آتش بہ آہن آب میں

ق
باد پا[15] تیرا ہو یوں آتش قدم[16] بر روئے خاک
ہووے جوں برق[17] درخشاں سایہ افگن آب میں

عکس ابھی دریا میں ہے اور سن سے اڑ جاتا ہے یوں
روح گویا اڑ گئی اور رہ گیا تن آب میں

تیرا فیل کوہ پیکر بسکہ دریا سیر ہے
ڈالے وہ کوہ رواں جب اپنا دامن آب میں

مثل ابر آئے ولیکن سرعت[18] رفتار سے
اُڑ پہ اُوپر جائے مثل ابر بہمن آب میں

نسر طائر نسر واقع چرخ پر تا ہوں شہا
اور زمیں پہ ہووے تا ماہی کا مسکن[19] آب میں

ہو ہوائے شوق ہے سر پر ہما اقبال کا
ماہی دولت کا ہو تیرے نشیمن آب میں

[4] بحری سفر کے وقت یہ آیت پڑھتے ہیں ۔ [5] جبرائیل ۔ [6] ظاہر ۔ [7] بخشش کا دریا ۔ [8] گاتے ہوئے ۔ [9] کیڑا ۔ [10] رستم ۔ [11] بلبلہ ۔ [12] سپاہی ۔ [13] لوہے کی ٹوپی جو جنگ کے وقت سر پر پہنی جاتی ہے ۔ [14] زرہ بکتر ۔ [15] ہوا کے پاؤں والا تیز - مراد گھوڑا ۔ [16] چست - تیز ۔ [17] بجلی ۔ [18] تیزی ۔ [19] رہنے کی جگہ ۔

۱۳

گر ترا نور نہیں چشم میں کیا ہے اس میں
کہنا فِیۃٖ نَظَرٌ[1] عین خطا ہے اس میں

دل کو کیا دیکھیگا تو چیر کے کیا ہے اس میں
اب تو قطرہ بھی نہیں خوں کا رہا ہے اس میں

رسن[2] انداز ہے چاہِ[3] ذقنِ یار میں زلف
نہیں معلوم کہ دل کس کا گرا ہے اس میں

عشق کی تلخیٔ حسرت کی جو لے لے کے مزے
بے مزا رہتے ہیں ہم کچھ تو مزا ہے اس میں

تو نگیں توڑ نہ دل کا کہ بڑی کاوش سے
اسم کو میں نے ترے کندہ کیا ہے اس میں

کبھی کرتا ہوں فغاں اور کبھی ضبطِ فغاں
نہیں معلوم وہ خوش اسمیں ہے یا ہے اس میں

خضر ساقی ہو تو میں جام نہ لوں گر جانوں
کہ نہیں جام میں مے آبِ بقا ہے اس میں

دیکھئے عشق میں جا[4] ں و مَن و قیس و فرہاد
اور ابھی دیکھئے کس کس کی قضا ہے اس میں

اس جفا کیش[5] کے نامہ کو پڑھوں کیا قاصد
جو کہ قسمت کا لکھا تھا سو لکھا ہے اس میں

شیشۂ سبز فلک سے نہ طلب کر مے عیش
مے کہاں اسمیں ہے زہراب بھرا ہے اس میں

جا پڑا پاؤں پہ قاتل کے تڑپ کر کشتہ
سرد ہونے پہ بھی گرمیٔ وفا ہے اس میں

کیا بگولے کی طرح خاک کا پتلا اے ذوق
اُڑتا پھرتا ہے بھری جب سے ہوا ہے اس میں

۱۴

ہفتاد و دو فریق حسد کے عدد سے ہیں
اپنا ہے یہ طریق کہ باہر حسد سے ہیں

مردار ہیں وہ طائرِ سدرہ[1] ہی کیوں نہ ہوں
تیر نگاہِ یار کی جو دُور زد سے ہیں

خورشید وار دیکھتے ہیں سب کو ایک آنکھ
روشن ضمیر ملتے ہر اک نیک و بد سے ہیں

وہ مست ہوں کہ رکھتے قدح کش تیمنّاً[2]
بنیادِ میکدہ مری خشتِ لحد سے ہیں

جاندادگانِ[3] عشق سے پوچھو فنا کی راہ
اس میں جنابِ خضر ابھی نابلد سے ہیں

۱۳ غ ۱ اس میں نور ہے ۲ رسی ۳ ٹھوڑی کے نیچے ایک گڑھا سا ہوتا ہے ۴ موت ۵ یعنی ستم پیشہ

۱۴ غ ۱ سدرۃ المنتہٰے ۔ روح الامین کا مقام ۲ تبرک کے طور پر ۳ جان دینے والے

چشم ثمر ہے سرو سے ان کو جو بے وقوف / رکھتے امید دوستی اس سرو قد سے ہیں
دو گالیاں کہ بوسہ خوشی پر ہے آپ کی / رکھتے فقیر کام نہیں ردّ و کدّ سے ہیں
بر میں خنک دلوں کے ہو گر خرقۂ فقیر / سمجھو کہ کرتے برف کی پوشش نمد سے ہیں
وہ ایک دم کہ جس میں میسّر ہو وصلِ یار / بہتر سمجھتے ہم اُسے عمر ابد سے ہیں
جتنے مزے ہیں یاں روشِ نشۂ شراب / ہو جاتے بے مزہ ہیں جو بڑھ جاتے حد سے ہیں
ہر چند ناتواں ہیں مگر رکھتے دل قوی / ہم عشق کی کمک سے جنوں کی مدد سے ہیں
جا ان لباسیوں کے نہ ظاہر لباس پر / عاری عبائے ہوش و قبائے خرد سے ہیں
دل کے ورق پہ ثبت ہیں صد مہرِ داغِ عشق / ہم کرتے ذوق عشق کا دعویٰ سند سے ہیں

۱۵

بلائیں آنکھوں سے ان کی مدام لیتے ہیں / ہم اپنے ہاتھوں کا مژگاں سے کام لیتے ہیں
ہم انکی زلف سے سودا جو وام لیتے ہیں / تو اصل و سود وہ سب دام دام لیتے ہیں
ترے خرام کی پے رو ہیں جتنے فتنے ہیں / قدم سب آن کے وقتِ خرام لیتے ہیں
شبِ وصال کے روزِ فراق میں کیا کیا / نصیب مجھ سے مرے انتقام لیتے ہیں
ترے اسیر جو صیاد کرتے ہیں فریاد / تو پھر وہ دم بھی نہیں زیرِ دام لیتے ہیں
ہم اُن کے زور کے قائل ہیں زورِ بازو میں / جو عشق میں دلِ مضطر کو تھام لیتے ہیں
جھکائے ہے سرِ تسلیم ماہِ نو پر وہ / غرورِ حسن سے کس کا سلام لیتے ہیں
ترے قتیل بناتے نہیں تجھے قاتل / جب اُن سے پوچھو اجل ہی کا نام لیتے ہیں
قمر کا داغ بھلا آئے کس حساب میں واں / وہ مول ایسے ہزاروں غلام لیتے ہیں
ہمارے ہاتھ سے اے ذوق وقتِ مے نوشی / ہزار ناز سے وہ ایک جام لیتے ہیں

۱۶

سلام کرتے ہیں انکو جدھر کو دیکھتے ہیں / اور ان کو دیکھو ذرا وہ کدھر کو دیکھتے ہیں
وہ دیکھیں بزم میں پہلے کدھر کو دیکھتے ہیں / محبت آج ترے ہم اثر کو دیکھتے ہیں
یہ لوگ کیوں مرے عیب و ہنر کو دیکھتے ہیں / انہیں تو دیکھیں ذرا وہ کدھر دیکھتے ہیں

۴ جھگڑا ۔ ۵ گدڑی ۔ ۶ کملی ۔ ۷ قائم ۔
ع۱۵ ۱ ہمیشہ ۲ ٹھلنا ۔ ۳ بدلہ ۔ ۴ جال میں ۔ ۵ مقتول ۔ ۶ موت ۔

وہ اپنی تیزیٔ[۱] تیغِ نظر کو دیکھتے ہیں ہم اُن کو دیکھتے ہیں اور جگر کو دیکھتے ہیں
جب اپنے رونے میں سوزِ جگر کو دیکھتے ہیں دھوئیں پہ اُڑتا ہوا خشک و تر کو دیکھتے ہیں
نہ خیر و شر کو نہ عیب و ہنر کو دیکھتے ہیں جدھر کو آپ نہ ہوں ہم ادھر کو دیکھتے ہیں
بس چپکا دیکھ رہا ہوں جگر کے داغوں کو کہ چارہ گر انہیں وہ چارہ گر کو دیکھتے ہیں
اُن آہوؤں سی کہو دیکھیں میری آنکھوں کو جو آبِ جو میں گلِ نیلوفر کو دیکھتے ہیں
ہے اُن کی چشم کی گردش پہ گردشِ عالم جدھر ہو انکی نظر سب ادھر کو دیکھتے ہیں
ہماری وصل کی شب ہے و یا شبِ محشر کہ اُٹھ کے صبحِ قیامت سحر کو دیکھتے ہیں
ہوا کے گھوڑے پہ کس برق وش کو دیکھا تھا کہ طمطراق[۲] پہ ہم کرّ و فر کو دیکھتے ہیں
پڑیگی سایۂ زلف اس پہ بھی ضرور کبھی کہ پیچ و تاب تمہاری کمر کو دیکھتے ہیں
ہم انکے کوٹھے پہ چڑھکر ہیں ڈھونڈتے مہِ عید کدھر کو چاند ہے اور ہم کدھر کو دیکھتے ہیں
خدا کا بندہ ہو زاہد خدا کو دیکھ ذرا کہ زر کے بندے زمانہ میں زر کو دیکھتے ہیں
اُدھر شفق میں ہے شام اور ادھر ہمیں دیکھو ابھی سے دمبدم اُٹھ کر سحر کو دیکھتے ہیں
نہ پوچھو شغل اسیری میں ہم غریبوں کا کبھی قفس کو کبھی بال و پر کو دیکھتے ہیں
وہ دن تو عید کا ہوتا ہی دن ہمارے لئے تمہارا اُٹھ کے جو منہ ہم سحر کو دیکھتے ہیں
یہ کس کو دیکھ فلک ہے گرا ہی غش کھا کر پڑا زمیں پہ جو نورِ قمر کو دیکھتے ہیں
سوال جوہرِ آئینہ ہے بہ چشمِ پُر آب کہ منہ پہ خاک ملے کیوں ہنر کو دیکھتے ہیں
بہار کو ہیں دکھاتے ستارۂ سحری تمہارے کان میں جب ہم گہر کو دیکھتے ہیں
فنا کی راہ میں پتھر جو بن کے بیٹھے ہیں انہی کو دیکھ کے ہنستے شرر کو دیکھتے ہیں
وہ خاک اُڑائینگے بازارِ عشق میں آکر کہ پہلے آن کے سود و ضرر[۳] کو دیکھتے ہیں
بنا کے چشم کے دُنبالہ[۴] پر وہ خالِ سیاہ سنانِ ترکِ نظر پر سپر کو دیکھتے ہیں
عرق کے قطرے نہیں دیکھتے ہیں اس رُخ پر ستارے دھوپ میں ہم دوپہر کو دیکھتے ہیں
الٰہی آگ یہ سینہ میں ہے کہ آفت ہے عرق کی جا پہ نکلتے شرر کو دیکھتے ہیں
بنا کے آئینہ ہیں دیکھتے جو آئینہ گر ہنرور اپنے بھی عیب و ہنر کو دیکھتے ہیں
نہ بادہ سر ہو جو دشمن تو ہم سمجھتے ہیں تڑپتا خاک پہ مارِ دو سر کو دیکھتے ہیں

ح ۱ کاٹ ۔ ۲ شان و شوکت ۔ ۳ نفع و نقصان ۔ ۴ دم ۔

نگیں کو دیکھ لیں چاہیں جو نام عالم میں
کہ شیشہ کاوی میں یاں نامور کو دیکھتے ہیں

خراشِ ناخنِ وحشت سے چارہ گر میرے
شکستہ بخیۂ زخمِ جگر کو دیکھتے ہیں

اُٹھائی آنسوؤں نے کس پہ آج ہے تسبیح
سفر ہے جاں کا جو فالِ سفر کو دیکھتے ہیں

کسی کی کاوشِ[5] مژگاں سے بر سرِ مژگاں
ٹپکنا قطرۂ خونِ جگر کو دیکھتے ہیں

جہاں کے آئینہ سے دل کا آئینہ ہے جدا
اس آئینہ میں ہم آئینہ گر کو دیکھتے ہیں

دکھا دو تم لبِ میگوں[6] پہ خندۂ نمکیں
کہ یاں تو ساغرِ مے میں شکر کو دیکھتے ہیں

عیارِ نقدِ محبت کا دیکھ سختی پر
لگا کے ذوق کسوٹی پہ زر کو دیکھتے ہیں

۱۷

ہم سے ظاہر و پنہاں جو اس غماز نگہ کے جھگڑے ہیں
دل سے دل کے جھگڑے ہیں نظروں سے نظر کے جھگڑے ہیں

جیتے ہی جی کیا ملکِ فنا میں ساتھ بشر کے جھگڑے ہیں
مر کے اِدھر سے جبکہ چھٹے تو جا کے اُدھر کے جھگڑے ہیں

کیسا مومن کیسا کافر۔ کون ہے صوفی۔ کیسا رند
سارے بشر ہیں بندے حق کے سارے شر[1] کے جھگڑے ہیں

اک اک جور و ستم پر اُس کے سَو سَو داغِ دل ہیں گواہ
ہم جو اس سے جھگڑے ہیں حق ثابت کر کے جھگڑے ہیں

غم کہتا ہے دل میں رہوں میں جلوۂ[2] جاناں کہتا ہے میں
کس کو نکالوں کس کو رکھوں! یہ تو گھر کے جھگڑے ہیں

بحر میں موتی پانی پانی۔ لعل کا دل خوں پتھر[3] میں
دیکھو! لب و دنداں سے تمہارے لعل و گہر کے جھگڑے ہیں

دوست کے گھر میں دشمن ہو جب سنگ ہمارے سینہ پر
دل کا ذکر رہا کیا باقی۔ پھر تو سر کے جھگڑے ہیں

حضرتِ دل کا دیکھنا عالم[4] ہاتھ اُٹھائے دُنیا سے

۵ سخت کوشاں ۶ شراب کے رنگ والا ہونٹ یعنی سرخ ہونٹ

۱۷غ ۱ فساد ۲ جمالِ دوست ۳ سمندر ۴ حالت

پاؤں پسارے بیٹھے ہیں اور سر پہ سفر کے جھگڑے ہیں
ذوق مرتب کیونکہ ہو دیواں شکوۂ[۵] فرصت کس سے کریں
باندھے گلے میں ہم نے اپنے آپ ظفر کے جھگڑے ہیں

۱۸

آج اُن سے مدّعی[۱] کچھ مدعا کہنے کو ہیں
پر نہیں معلوم کیا کہو ینگے کیا کہنے کو ہیں
وصفِ چشم و وصفِ لب اس یار کا کہنے کو ہیں
آج ہم درسِ[۲] اشارات وشفا کہنے کو ہیں
ہیں دہن غنچوں کے واکیا جانے کیا کہنے کو ہیں
شاید اس کو دیکھ کر صلِّ علیٰ[۳] کہنے کو ہیں
کیہ وے شبنم سے نہ بھر سیماب گل کے، کان ہیں
بلبلیں احوالِ دل کچھ اے صبا کہنے کو ہیں
دیکھے آئینے بہت بن خاک ہیں ناصاف سب
ہیں کہاں اہلِ صفا اہلِ صفا کہنے کو ہیں
دم بدم رگ رگ کے ہے منہ سی نکل پڑتی زباں
وصف اس کا کہہ چکے فوّارے یا کہنے کو ہیں
اب تو رات آخر ہوئی میری طرف دیکھو ذرا
مسجدوں میں لوگ اذاں آکر لقا کہنے کو ہیں
میں ترے ہاتھوں کے قرباں واہ کیا مارے ہیں تیر
سب دہانِ[۴] زخم منہ سے مرحبا کہنے کو ہیں
میرے دل کے آبلے دیکھے تو منہ فق ہو گئے
زرد یوں ہی دانہ ہائے کہرُبا[۵] کہنے کو ہیں
دیکھ تو لے پہنچے کس عالم سے کس عالم میں ہیں

۵ شکایت ۔

ح ع [۱] دعویدار ۔ [۲] سبق ۔ [۳] درود ہو اُن پر ۔ [۴] منہ ۔ [۵] کہربا کے پتھر جو گھاس کو کھینچ لیتے ہیں ۔

نالہائے دل ہمارے نارسا کہنے کو ہیں

گاہ دامنگیرِ بادو گہ بیاباں گردِ خاک
اب تو تیرے عاشقوں کے دست و پا کہنے کو ہیں

وہ جنازہ پہ مرے کس وقت آئے دیکھنا
جبکہ اذنِ عام میرے اقربا کہنے کو ہیں

ہے جہاں مانندِ مجمر اور ہم مثلِ سپند
اب چلے جائیں گے آئے اک صدا کہنے کو ہیں

پوچھو قاتل سے کریگا قتل آخر کب تلک
اپنی تاریخ آج ہم پیش از قضا کہنے کو ہیں

میرے سودا کا اطبا کر نہیں سکتے علاج
یونہی خبطی خبط و مالیخولیا کہنے کو ہیں

مٹ گئے جوہر وفا کے اُٹھ گئے سب اہلِ دل
اب وفا ہے نام کو اور با وفا کہنے کو ہیں

ہے صفائے دل وہی جسمیں عیاں ہو شکلِ یار
یوں تو آئینوں کے دل بھی باصفا کہنے کو ہیں،

کیا تماشا ہے کہ اُنکے کان میں اُٹھا ہے درد
ہم جو آئے دردِ دل اپنا ذرا کہنے کو ہیں

بے سبب سوفار انکے منہ نہیں کھولے ہیں ذوق
آئے پیکِ مرگ پیغامِ قضا کہنے کو ہیں

۱۹

گرے وحشت بیاں چشمِ سخنگو اسکو کہتے ہیں
یہ سچ کہتے ہیں۔ سر چڑھ بولے جادو اسکو کہتے ہیں

سوالِ بوسہ کو ٹالا۔ جوابِ چینِ ابرو سے
براتِ عاشقاں بر شاخِ آہو اس کو کہتے ہیں

جگر اور دل کا جتنا حوصلہ تھا ٹل گیا سارا
نگہ کے تیر کا ہونا ترازو اس کو کہتے ہیں

۶ بے اثر ۰ ۷ عود جلانے والی انگیٹھی ۰ ۸ ہر ہل ۰ ۹ طبیب کی جمع ۰ ۱۰ قاصد ۰ ۱۱ ہرن کے سینگ ۰

وغ

عدوئے عیش زن ہر دم ہے میرے درپئے ایذا
یہ موذی زہر کی ہے گانٹھ۔ بچھو اسکو کہتے ہیں

گوارا تلخیٔ مے کیوں نہ ہو ہم خستہ جانوں کو
کہ دارو تلخ ہی بہتر ہے۔ دارو اسکو کہتے ہیں

گرہ کھولی ذرا اُسنے جو اپنی زلفِ مشکیں کی
معطر ہوگیا آفاق۔ خوشبو اسکو کہتے ہیں

جو پوچھے عقل یہ دل سے۔ بتا کیا نام ہے تیرا
کہوں دیوانہ چشمِ پری رو اسکو کہتے ہیں

کبھی شیریں نہ دل سے۔ کوہکن نے کوہ کو کاٹا
محبت یہ نہیں ہے زورِ بازو اسکو کہتے ہیں

اجل سَو بار آئی ذوق پر جبتک نہ وہ آئے
نہ پایا دم نکلنے میرا۔ قابو اسکو کہتے ہیں

۲۰

قصد جب تیری زیارت کا کبھو کرتے ہیں
چشمِ پُر آب سے آئینے وضو کرتے ہیں

کرتے اظہار ہیں درپردہ عداوت اپنی
کیوں مرے آگے جو تعریف عدو کرتے ہیں

دل کا یہ حال ہے۔ پھٹ جائے ہے سو جائے سے اور
اگر اک جائے سے ہم اس کو رفو کرتے ہیں

توڑیں اک نالہ سے اس کاسۂ گردوں کو مگر
نوش ہم اس میں کبھی دل کا لہو کرتے ہیں

قدِ دلجو کو تمہارے نہیں دیکھا شاید
سرکشی اتنی جو سروِ لبِ جو کرتے ہیں

۲۱

ہے جی میں اپنے غرّۂ جوہر کو توڑ دوں
آئینۂ خیالِ مکدّر کو توڑ دوں

دُنیا سے میں اگر دلِ مضطر کو توڑ دوں
سارے طلسم وہمِ مکدّر کو توڑ دوں

میں کاٹ دوں پہاڑ کو۔ پتھر کو توڑ دوں
پر کیونکہ غیر سے بتِ کافر کو توڑ دوں

کیا دَورِ جام ہو۔ جو کہے سر پہ دَورِ چرخ
گر چاک پر پھرے تو میں ساغر کو توڑ دوں

دشتِ جنوں میں میں جو اُٹھا یا ذرا قدم
پائے رفیق وہمتِ رہبر کو توڑ دوں

کیا دشمنی ہے اہلِ کرم سے۔ کہے ہے چرخ
یاں تک جھکاؤں شاخِ ثمرور کو توڑ دوں

ساقی لڑائیوں سے تری چاہتا ہے جی
باہم لڑا کے شیشہ و ساغر کو توڑ دوں

احسان ناخدا کے اُٹھائے میری بلا
کشتی خدا پہ چھوڑ دوں لنگر کو توڑ دوں

ہر موج بحرِ عشق کو یہ بل ہے۔ بل بے زور
کہتی ہے دست و پائے شناور کو توڑ دوں

۱ ڈینگ مارنے والا ۔ ۲ تمام عالم ۔ ۳ پری کے چہرہ والا مراد معشوق

ر ۲۰ غ ۱ پھٹے ہوئے کپڑے کو درست کرنا ۔ ۲ پیالہ ۔ ۳ دل نوازش کرنیوالا مراد دلفریب

ر ۲۱ غ ۱ غرور ۔ ۲ کدورت والا ۔ میلا ۔ بُت ۔ ۳ پھلوالی شاخ ۔ ۴ تیراک

نازک خیالیاں مری توڑیں عدو کا دل
میں وہ بلا ہوں شیشہ سے پتھر کو توڑ دوں

اے آشنا نہ پوچھ گرانباریٔ گناہ
کشتی میں ہوں تو بوجھ سے لنگر کو توڑ دوں

پھر اس مژہ کو یاد کرے دل تو دلمیں ذوق
نشتر چبھو کے میں سر نشتر کو توڑ دوں

۲۲

آفت جاں دل کو ہیں تن کی قفس کی تیلیاں
ورنہ ہیں یاں بال و پر تار نفس کی تیلیاں

استخواں[۱] ہیں اس تن لاغر میں خس[۲] کی تیلیاں
تیلیاں بھی وہ کہ جو ستر برس کی تیلیاں

رخصت پرواز گردو پیش قفس کی تیلیاں
جا کے دیکھا آئینہ جو کچھ رکھی تھیں خس کی تیلیاں

دل کے شعلوں سے قفس کے پیش و پس[۳] کی تیلیاں
یوں جلیں اُڑ جائیں جیسے خار و خس کی تیلیاں

گر سر سیلابچی[۴] رکھتے ہو خس کی تیلیاں
لیجئے مژگاں کی مجھ بے دسترس کی تیلیاں

گر رگ گل سے ہوں بلبل کی قفس کی تیلیاں
کانٹے آنکھوں میں چبھوئیں اسکے خس کی تیلیاں

طائران[۵] رنگ گل کا فکر کیا اے باغباں
ہیں یہی رگہائے گل اس کے قفس کی تیلیاں

اے مہندس[۶] مرغ ساعت کو اگر کرتا ہے بند
لے ہوا میں اُڑ کے آواز جرس کی تیلیاں

میں ہوں دیوانہ کسی کے سبزۂ رخسار کا
مارو پھولوں کی جگہ تم مجھ کو خس کی تیلیاں

سوز غم سے ہیں سلگتے جسم و جان ناتواں
کب کا یہ کوڑا تھا یا رب کے برس کی تیلیاں

کشتۂ مژگاں کے گنبد کا ہے مرقد اے صبا
جا لگا اس پر عوض زریں کلس کی تیلیاں

طائر رنگ حنا کا شوق اگر ہو اے پری
تیرے ہاتھوں کی لکیریں ہوں قفس کی تیلیاں

پنجۂ مژگاں جو جاروب[۷] سمند ناز ہے
تاب کب لائیں لگدکوب فرس کی تیلیاں

لے جلا دنیا سے دل یا کاسۂ روغن حریص
اس میں کیوں رکھتا ہے جاروب ہوس کی تیلیاں

چشم گریاں نے اگر کی اس برس برسات خوب
سبز ہو جائیں گی سب میرے قفس کی تیلیاں

شیخ کی داڑھی تو حاضر ہے لگا دے ساقیا
گر خس شیشہ کو ہیں درکار خس کی تیلیاں

ہے دوائی اس شجر[۸] کیواسطے تازہ خزاں
پتے بکھر کر رہ گئیں خالی سرس[۹] کی تیلیاں

موئے مژگاں ہیں کہ رکھتے ہیں ترے شہباز چشم
آشیاں کیواسطے چن چن کے خس کی تیلیاں

۸ پنک ۰

۲۲ غ ۱ ہڈیاں ۰ ۲ گھاس ۰ ۳ آگے پیچھے۔ گرد و نواح ۰ ۴ وہ برتن جسمیں ہاتھ وغیرہ دھلوائے جاتے ہیں ۰ ۵ پرندے ۰ ۶ علم ہندسہ کا ماہر ۰ ۷ جھاڑو ۰ ۸ چھوہرہ۔ پنجابی میں اسے چھوری کہتے ہیں ۰ ۹ ایک درخت جسکو پنجابی میں شریہہ کہتے ہیں ۰

ہے پئے[۱۰] مرغِ دل بلبل رگِ گل کا قفس
اس سہی نازک اور کیا ہونگی قفس کی تیلیاں

گر ہے اے صیاد ناداں تجھ کو آرائش کا شوق
ق
مت بنا پیتل کی تاروں سے قفس کی تیلیاں

جو ہیں مرغِ تیز دماغ انکے قفس کے واسطے
چاہئیں صندل کی چوبیں اور خس کی تیلیاں

اڑ گئے جا پہنچے ہوائے شوق میں تنکے کی طرح
تھیں جو ٹانگیں قاصدانِ زودرس[۱۱] کی تیلیاں

طرزِ نالہ مجھ سے گر سیکھیں جلا دیویں ابھی
صوتِ ققنس[۱۲] بن کے آوازِ جرس کی تیلیاں

شیخ تل شکری جو لائے لعل لب کے سامنے
گل کا دونا تھا مگر شاخِ عدس[۱۳] کی تیلیاں

آگے اِن نالوں کی ہیں یوں خار و خس ہوتے رقیب
جوں ہوں روکش اژدرِ آتش نفس کی تیلیاں

کارواں حیرت کا تھا شب تنکا تنکا دشت میں
رہ گئیں بن بن کے آوازِ جرس کی تیلیاں

سلسلہ وابستہ تھا کچھ عالمِ معنی سے ذوق
ورنہ تھیں یہ تیلیاں کب اپنے بس کی تیلیاں

۲۳

وقتِ پیری شباب کی باتیں
ایسی ہیں جیسی خواب کی باتیں

پھر مجھے لے چلا اِدھر دیکھو
دلِ خانہ خراب کی باتیں

واعظا چھوڑ ذکرِ نعمتِ خلد
کہ شراب و کباب کی باتیں

حرف[۱] آیا جو آبرو پہ مری
ہیں یہ چشمِ پُر آب کی باتیں

مہ جبیں! یاد ہیں کہ بھول گئے؟
وہ شبِ ماہتاب کی باتیں

تجھ کو رسوا کرینگی خوب اے دل
تیری یہ اضطراب کی باتیں

جاؤ ہونا ہے اور بھی خفقان[۲]
سُن کے ناصح جناب کی باتیں

جامِ مے لب سے تو لگا اپنے
چھوڑ شرم و حجاب کی باتیں

سنتے ہیں اس کو چھیڑ چھیڑ کے ہم
کس مزے سے عتاب[۳] کی باتیں

دیکھ اے دل نہ چھیڑ قصۂ زلف
کہ یہ ہیں پیچ و تاب[۴] کی باتیں

ذکر کیا جوشِ عشق میں اے ذوق
ہم سے ہوں صبر و تاب کی باتیں

(۱) [illegible] خفقان

۱۰ واسطے ۔ ۱۱ جلدی پہنچنے والا ۔ ۱۲ ایک قسم کا پرند جس کی آواز سے حکما نے راگ نکالا ہے ۔ کہتے ہیں کہ جب اسکے مرنے کا وقت آتا ہے تو وہ لکڑیاں لا کر آگ لگا کر مر جاتا ہے ۔ ۱۳ مسور کی دال ۔

۱ بے عزت ہونا ۔ ۲ دیوانہ پن ۔ ۳ غصہ ۔ ۴ شاعر نے زلف کے پیچوں سے فائدہ اٹھایا ہے ۔

ردیف و

۱

رندِ خراب حال کو زاہد نہ چھیڑ تو — تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو
ناخن خدا نہ دے تجھے اے پنجۂ جنوں — دے گا تمام عقل کے بخیئے ادھیڑ تو
اُلفت کا گر ہے نخل[۱] تو سرسبز ہوئے گا — سو بار جڑ سے پھینک دے اسکو اُکھیڑ تو
عمرِ رواں کا توسنِ چالاک اس لئے — تجھ کو دیا کہ جلد کرے یاں سے ایڑ[۲] تو
اے زاہدِ دو رنگ نہ پیر آپ کو بنا — مانندِ صبحِ کاذب ابھی ہے ادھیڑ تو
اس صیدِ مضطرب کو تامل سے ذبح کر — دامان و آستیں نہ لہو میں لتھیڑ تو
جو سوتی بھبڑ اپنے شر و شور سے جگائے — دروازہ گھر کا اس سگِ[۳] دنیا سے بھیڑ تو
چھٹتا ہے کوئی مر کے گرفتارِ دامِ زلف — تربت پہ اسکی جال کا پائے گا بیڑ تو
بے تنگنائے دہر نہیں منزلِ فراغ — غافل۔ نہ پاؤں حرص کے پھیلا سکیڑ[۴] تو
آوارگی سے کوئے محبت کی ہاتھ اُٹھا — اے ذوق یہ اُٹھا نہ سکے گا کھکیڑ تو

(حاشیہ: نہ مرکے بھی چھٹے گرفتار دام زلف)

۲

جو کہوے قدِ یار کی تصویر دکھا دو — تم لکھو الف اور وہی تحریر دکھا دو
دیکھو سرِ مقتل[۱] نہ کہیں چھوڑ دے بسمل — پہلے مجھے تم یار کی شمشیر دکھا دو
حالت طپش[۲] دل کی مرے پوچھیں اگر وہ — تم اُن کو تڑپتا ہوا نخچیر[۳] دکھا دو
گر دیکھ لے زاہد تو پھر ایمان ہی لائے — تم مصحفِ[۴] رُخ اس کو بہ تدبیر دکھا دو
گر چاہو ثریا[۵] ہو نہاں پردۂ شب میں — جھمکوں[۶] کو ترے زلفِ گرہ گیر دکھا دو
اس چشم کو ہے ناز بڑا تیرِ نگہ پر — اے حضرتِ دل! آہ کی تاثیر دکھا دو
وہ برقِ نگہ اپنا ہے دکھلا رہی عالم — اس نالۂ جانسوز[۷] کا اک تیر دکھا دو

(حاشیہ: او اس سر مقتل میں کہیں چھوڑ دے بسمل)

ردیف و ۱غ ۱ درخت ۰ ۲ ایڑی لگانا مراد کوچ کرنا ۰ ۳ حریص ۰ ۴ یعنی طمع اور لالچ نہ کر
۲غ ۱ قتل گاہ ۰ ۲ دل کی گرمی مراد بیقراری ۰ ۳ شکار ۰ ۴ چہرے کا قرآن مراد رخسار ۰ ۵ ایک ستارے کا نام ہے ۰ ۶ ایک زیور کا نام ہے ۰ ۷ جان کو جلانے والی ۰

گر وہ نہیں آسکتے یہاں تک تو بلا سے
لا کر کوئی اُن کی مجھے تصویر دکھا دو

دیتے ہیں خبر غیب کی گر شیخ جی صاحب
کہہ دو کہ ہمیں تم خطِ تقدیر دکھا دو

اک جان ہے۔ اک دل ہے۔ سو ہیں یکرخ و یکرنگ
تم چاہو تو ہر رنگ میں تاثیر دکھا دو

لطف و کرمِ یار کے تم پر جو ہیں منکر
ذوق آج اُنہیں تم یار کی تحریر دکھا دو

۳

بجا کہے جسے عالم اُسے بجا سمجھو
زبانِ خلق کو نقارۂ خدا سمجھو

عزیزو اس کو نہ گھڑیال کی صدا سمجھو
یہ عمرِ رفتہ کی اپنی صدائے پا[۱] سمجھو

سمجھ تو کور سوادوں کو ہو جو علم نہ ہو
اگر سمجھ بھی نہ ہو کورِ بے عصا سمجھو

نہ سمجھو دشت۔ شفاخانۂ جنوں ہے یہ
جو خاک سی بھی پڑے پھانکنی دوا سمجھو

پڑے کتاب کے قصوں میں کیا۔ کرو دل صاف
صفا ہو دل تو یہ از روضۃ الصفا[۱] سمجھو

زہے[۲] نصیب کہ ہنگامِ مشقِ تیرِ ستم
ہمارے ڈھیر کو تم تودہ خاک کا سمجھو

ہنسے وہ رونے پہ میرے تو پھر صفِ مژگاں
نہ سمجھو چشم پہ دیوارِ قہقہا سمجھو

نفس[۳] کی آمد و شد ہے نمازِ اہلِ حیات
جو یہ قضا ہو تو اے غافلو قضا سمجھو

تمہاری راہ میں ملتے ہیں خاک میں لاکھوں
اس آرزو میں کہ تم اپنا خاکِ پا سمجھو

دعائیں دیتے ہیں ہم دل سے تیغِ قاتل کو
لبِ جراحتِ دل کو لبِ دعا سمجھو

بہا دیا مرا خوں اس نے اپنے کوچہ میں
اسی کی یارو دیت[۴] سمجھو خوں بہا سمجھو

سمجھ ہے اور تمہاری کہوں میں تم سے کیا
تم اپنے دل میں خدا جانے سن کے کیا سمجھو

تمہیں ہے نام سے کیا کام مثلِ آئینہ
جو روبرو ہو اُسے صورت آشنا سمجھو

نہیں ہے کم زرِ خالص سے زردیٔ رخسار
تم اپنے عشق کو اے ذوق کیمیا سمجھو

۴

بپھرا دیا جلوہ نے ترے چشمِ صنم کو
چکرا دیا غمزہ نے ترے طوفِ حرم کو

جب سے کہ لکھا ہے ترا وصفِ رخِ زیبا
چومے ہے قلم لوح[۱] کو اور لوح قلم کو

۵ سرنوشت ۔

غ ۳ — ۱ گلشن مصفا ۔ ۲ واہ رے خوبی قسمت ۔ ۳ سانس ۔ ۴ وہ رقم جو خون کے عوض مقتول کے ورثا کو دیجاتی ہے ۔

غ ۴ — ۱ تختی ۔

رونق ہے بہارِ گلِ رخسار سے تیری
گلزارِ حدوث[۲] و چمنستانِ قدم کو

جائے نہ کجی[۳] طبعِ جفا پیشہ سے ہرگز
کس طرح نکالے کوئی شمشیر کے خم کو

کیا ڈھونڈتا ہے تو عملِ بغض و محبت
چلتا ہوا تعویذ سمجھ نقشِ درم کو

ہیں اشکِ کباب اشک ترے سوختہ جاں کی
پر کرتے ہیں خوں شبنمِ گلزارِ ارم کو

دیوانہ ترا قید سے ہستی کی جو چھوٹا
چڑھ جائے گا اک زلزلہ صحرائے عدم کو

جس دن سے زمیں پر ہے فلک خاک ہے اُڑتی
دیتے تھے یہاں راہ نہ اس سبز قدم[۴] کو

خوبی سے نہیں رونقِ بازار کہ یوسف
اس شکل و شمائل[۵] پہ بکا چند درم کو

کیا دیگا دم آکر کسی بے دم کو مسیحا
اللہ سلامت رکھے اس تیغ کے دم کو

دے جام مجھے چشمِ عنایت سے جو ساقی
دکھلاؤں تماشا ابھی کیخسرو و جم کو

بد ہو کوئی یا نیک رقم کام ہے اسکا
احوالِ بد و نیک سے کیا کام قلم کو

۵

دن کٹا جائیے اب رات کدھر کاٹنے کو
جب سے وہ گھر میں نہیں دوڑے ہے گھر کاٹنے کو

ہائے صیّاد! تو آیا مرے پر کاٹنے کو
میں تو خوش تھا کہ چھری لایا ہے سر کاٹنے کو

اپنے عاشق کو نہ کھلواؤ کنی ہیرے کی
اس کے آنسو ہی کفایت[۱] ہیں جگر کاٹنے کو

دانت انجم سے نکالے ہوئے تجھ بن مجھ پر
منہ فلک کھولے ہے اے رشکِ قمر کاٹنے کو

وہ شجر ہوں نہ گل و بار نہ سایہ مجھ میں
باغباں نے ہے لگا رکھا مگر کاٹنے کو

سر و گردن جگر و دل ہیں یہ چاروں حاضر
چاہے دل یار کا جو رنگ اگر کاٹنے کو

شام ہی سے دلِ بیتاب کا ہے ذوق یہ حال
ہے ابھی رات پڑی چار پہر کاٹنے کو

۶

چرخ ضدّی ہے کوئی ضد نہ دلا دے اسکو
کہ اُسنے عود کو غرقے تو جلا دے اسکو

دیکھیں تم کیسے بھلکڑ ہو جسے کرتے ہو یاد
بھول تو جاؤ بھلا میرے بھلا دے اسکو

قالبِ[۱] خاکیِ انساں کو بنا کر کچّا
عشق کی آگ میں ڈالا کہ پکا دے اسکو

۲ نو پیدگی ۔ ۳ بل ۔ خم ۔ ۴ منحوس ۔ ۵ شکل و صورت ۔

۵ ب ع ۱ کافی ۔

۶ ب ع ۱ مراد جسم انسانی جو کہ خاک کا بنا ہوا ہے ۔

آبرو[2] خاک ہیں دی اس نے مِلا آئینہ کی
مجھ سا ہو آئینہ تو منہ نہ دکھاوے اسکو

منہ ہے کیا شمع کا ہو بزم میں تجھ سے روکش
چٹکیوں ہیں ابھی گلگیر[3] اُڑا دے اسکو

آئے تصویر ہی اسکی وہ نہ آئے تو نہ آئے
پر مرے پاس کوئی کھینچ ہی لا دے اسکو

بیمار کی بات پہ مجھ سے نہیں اک اور سے ہے
تیری یہ خو ہے کہے مجھ کو سنا دے اسکو

وہ عیادت[4] کو مری آئے تو کبھو نکر آئے
مر بھی جاؤں تو ذرا رحم نہ آوے اسکو

مشتِ خاک اپنی ہم اس کوچہ میں کل پھینک آئے
اب وہ ذوق آپ اُٹھائے نہ اٹھاوے اسکو

ے

دانہ خرمن ہے ہمیں۔ قطرہ ہے دریا ہم کو
آئے ہے جُز میں نظر کُل کا تماشا ہم کو

اس بلندی پہ پڑا عشق نے پہنچا ہم کو
کہ فلک آیا نظر خال سے چھوٹا ہم کو

ہم وہ مجنوں ہیں کہ دل اپنا ہی صحرا ہم کو
اور جوں خیمۂ لیلےٰ ہے سویدا ہم کو

اس لئے خط جو قلمِ سرمہ سے لکھا ہم کو
لکھّا ایمائے خموشی ہے یہ گویا ہم کو

رکھ مکدّر نہ بس اے چرخ تو اتنا ہم کو
ہم نے جانا کہ کیا خاک سے پیدا ہم کو

شوقِ مستی میں ہے گلگشتِ[2] چمن کا ہم کو
چاہیئے جائے عصا گردنِ مینا ہم کو

ہو ویگا کشتیٔ طوفاں زدہ تابوت اپنا
آگیا اپنے اگر مرنے پہ رونا ہم کو

بستگی[3] دلکو ہے کیوں اس گرہِ زلف کیساتھ
کیا کہیں کچھ نہیں کھلتا یہ معمّا ہم کو

ہم وہ مجنوں ہیں کہ گردِ رمِ آہو کی طرح
بھاگے ہیں دُور ہی سے دیکھ کے صحرا ہم کو

کس سے تدبیرِ درستی ہو ہماری جوں زلف
کہ شکستوں سے بنایا ہے سراپا[4] ہم کو

جا بجا نام تو جوں نقشِ قدم چھوڑ گیا
خاک گم ہو کے گیا ڈھونڈنے عنقا ہم کو

اور ہمدرد کہاں۔ ہو نہو اے حضرتِ دل
درد اب تم کو ہمارا ہو تمہارا ہم کو

پھینک کر شیشۂ دل ہاتھ سے کہتا ہے وہ مست
کیا بنانا تھا ہتھیلی کا پھپھولا[5] ہم کو

اثرِ کفر ہے طاعت سے بھی اپنی پیدا
نقشِ سجدہ کا ہے پیشانی پہ ٹیکا ہم کو

نخلِ خرما کی طرح باغِ محبّت میں ملا
کثرتِ زخم سے اک خلعتِ[6] زیبا ہم کو

ایک دم تنگ وہ آئے ہیں بغل میں اس پر
غمِ دوری سے کیا تنگ ہے کیا کیا ہم کو

[2] عزّت ۔ [3] شمع کی بتّی کاٹنے والی قینچی ۔ [4] بیمار پرسی ۔

غ [1] ایک سیاہ نقطہ جو گُل پر ہوتا ہے [2] پھولوں کی سیر [3] لگاوٹ [4] سر سے پاؤں تک [5] چھالا [6] لباس ۔

دم ہیں اب دم نہ رہا اپنے جو ٹھہریں کوئی دم
ہاں مگر ہو نزرے آنے کا بھروسا ہم کو

آن پہنچی سرِ گرداب[۷] فنا کشتیِ عمر
ہر نفس بادِ مخالف کا ہی جھوکا ہم کو

ہو سکے لاغری و ضعف کہاں مانعِ شوق
تیری جانب پرِ پرواز ہیں اعضا ہم کو

ہم گئے جسکی طرف - جوں گلِ بازی اُس نے
پاس آنے نہ دیا دور ہی پھینکا ہم کو

رشک تھا اپنے نوشتہ پہ کہ اس نوخط نے
خط لکھا غیر کو اور بھول کے بھیجا ہم کو

ہر قدم پاؤں ہیں سر رکھتے ہیں خارِ سرِ دشت
اے جنوں تو نے تو کانٹوں میں گھسیٹا ہم کو

کرتے جوں کو وہ نہیں ہم تو سخن میں سبقت
پر وہ کچھ ہم سے سنے گا جو کہے گا ہم کو

اپنا ہے کعبۂ مقصود فقط گوہرِ دل
طوف[۸] گرداب صفت چاہیئے اپنا ہم کو

لگ گئی آنکھ جو سودے میں تری زلفوں کے
شب سیاہی نے کئی بار دبایا ہم کو

حرفِ تلخ اس لبِ شیریں سے ہر اک بات پہ آہ
ناصحا سنتے ہیں ہم کچھ تو ہے میٹھا ہم کو

خاک سے کیونکہ ہماری گلِ رعنا نہ اُگے
کہ کسی گل کی دو رنگی نے ہے مارا ہم کو

ایک دم عمرِ طبیعی ہے یہاں مثلِ حباب
فکرِ امروز ہے نے ہے غمِ فردا ہم کو

جتنے عاشق ہیں بہم - ایک کا ہی ایک عزیز
شمع سے چاہیئے ہر خون کا دعوےٰ ہم کو

کیا ستم ہے کہ پئے قطعِ رہِ عشق فلک
آرہ ساں[۹] دیتا ہے دنداں عوضِ پا ہم کو

دل میں تھے قطرۂ خوں چند - سو مانندِ انار
نہ رہے وہ بھی جب اُلفت نے نچوڑا ہم کو

مل گئیں خاک میں جو صورتیں ہر انکا خیال
کیوں نہ فانوسِ خیالی ہو بگولا ہم کو

ہم وہ ہیں وحشیِ لاغر کہ چھپا لیتی ہے
زیرِ دامن نگہِ آہوئے صحرا ہم کو

ہم نہ کہتے تھے کہ ذوق اسکی تو زلفوں کو نہ چھیڑ
اب وہ برہم ہے تو ہے تجھ کو قلق[۱۰] یا ہم کو

۸

آسماں اور وہ انسان بناتا ہم کو
خاک میں تھا مگر اس ڈھب سے ملاتا ہم کو

ذبح کیوں کرتے ہی فتراک سے باندھا ہم کو
چھوڑتے ہوتے وے تڑپ کر ابھی ٹھنڈا ہم کو

دل شکستہ مگر اس یار نے سمجھا ہم کو
خط بھی جو خطِ شکستہ ہی سے لکھا ہم کو

باعثِ رشک ہوا عشق ہمارا ہم کو
تجھ بن دیکھے ہی غش جب سے کہ دیکھا ہم کو

۷ بھنور ۔ ۸ گرد پھرنا ۔ ۹ آرہ کی طرح ۔ ۱۰ رنج ۔

کہہ دیا گریہ نے آخر سبک ایسا ہم کو
لے گئے اشک بہا جوں کفِ دریا ہم کو

اس پہ مرتے ہیں کہ کیوں غیر کو تو نے مارا
وہ نصیب اس کو ہوئی۔ تھی جو تمنا ہم کو

ہے وہی جنبشِ لبہائے جراحت پسِ قتل
کس لبِ تیغ کے بوسہ کا ہے چسکا ہم کو

ہم وہ ہیں گرم روِ راہِ وفا جوں خورشید
سایہ تک بھاگ گیا چھوڑ کے تنہا ہم کو

ٹپکا مژگاں سے لہو ہو کے جگر آخر کار
ایک مدت سے اسی ٹپکے کا ڈر تھا ہم کو

خالِ سرمہ کا تمہیں چاہیئے زیبائش کو
اخترِ سوختہ ہے اپنا ہی زیبا ہم کو

بے تو یوں مضطرب! ور سینہ میں لاکھوں روزن
دل کا رہنا نظر آتا نہیں اصلا ہم کو

خطِ توام سے لکھو گور پہ تاریخ وفات
کہ رہی وصل کی تا مرگ تمنا ہم کو

کون غلطیدہ تھا خاکِ سرِ کو پہ تیری
خواب شب بسترِ مخمل پہ نہ آیا ہم کو

جس کی آواز سی ہوں رونگٹے سوہاں کو کھڑے
وہ محبت نے دیا سلسلۂ پا ہم کو

اک حلاوت ہی عداوت میں بھی اس ظالم کی
کہ دیا زہر بھی گر اس نے تو میٹھا ہم کو

دیکھا آخر نہ کہ پھوڑے کی طرح پھوٹ بہے
ہم بھرے بیٹھے تھے۔ کیوں آپ نے چھیڑا ہم کو

ٹپکے ہی جائے عرق ہر بنِ مو سے پیکاں
یہ ہدف کس نے کیا تیرِ بلا کا ہم کو

ہم سفر ہو نہ سکا کوئی بھی اپنا لیکن
جادہ پہنچانے گیا تا لبِ دریا ہم کو

ہم وہ ہیں رند کہ اس عالم پیری میں بھی ہر
انس میخانہ سے جوں پنبۂ مینا ہم کو

سنگدل۔ ہیں اب گو رہیں بھی بھاری ہیں
ہے سوم میں جو ترے آنے کا دھڑکا ہم کو

تو ہنسی سے یہ نہ کہہ مرتے ہیں ہم بھی تم پہ
مار ہی ڈالے گا بس رشک ہمارا ہم کو

بھرتے ہی آنکھ کے پھیرینگے گلے پہ خنجر
ہو چکا آپ کا معلوم ہے ایما ہم کو

گرمیٔ تپ سی ہوا سوزِ دروں جوں افشا
آگیا مارے خجالت کے پسینا ہم کو

حسرت اے خواریٔ وحشت کہ گریباں کا تار
ہو گیا ضعف سے تارِ رگِ خارا ہم کو

کھانے پینے کی قسم کھائی ہے تجھ بن ہم نے
ورنہ ہے زہر تو ہر طرح گوارا ہم کو

نہ اٹھیں شورِ قیامت سے بھی وہ مست ہیں ہم
کہے جب تک کہ نہ قم قم لبِ مینا ہم کو

لغ ۱؎ ہلکا۔ ۲؎ دریا کی جھاگ۔ ۳؎ لگاؤ، عشق۔ ۴؎ خط کی ایک قسم ہے جس میں دو ورقوں کے ایک صفحہ پر مختلف نقوش کھینچے جاتے ہیں اور دونوں ورقوں کے ملانے سے موٹے موٹے حروف نمایاں ہوتے ہیں۔ ۵؎ لیٹنا۔ ۶؎ بال کی جڑ۔ ۷؎ راستہ۔ ۸؎ مدعا۔ ۹؎ ظاہر۔ ۱۰؎ اٹھو اٹھو۔

ہم تبرک ہیں بس اب کرلے زیارت مجنوں — سر پہ پھرتا ہے لئے آبلۂ پا ہم کو
وصل کا اس کے تصور جو بندھا رہتا ہے — تو مزے ہجر میں بھی آتے ہیں کیا کیا ہم کو
واہ قسامِ[۱۱] ازل۔ صدقہ ہم اس قسمت[۱۲] کے — جامِ عشرت اُسے۔ اور داغِ تمنا ہم کو
دل میں نشترِ نگہِ یار کا آہی کھٹکا — وہی پیش آیا جو مدت سے تھا کھٹکا ہم کو
کشتہ ہی ہوتا ہے اکسیر کہ مثلِ سیماب — کچھ کشندہ سے نہیں خون کا دعوےٰ ہم کو
رہی ہر طرح سے صیدی کے کبوتر کی طرح — ق — ہاتھ سے اس بُتِ بیدرد کے ایذا ہم کو
صید[۱۳] ہی ہیں نہ فقط ذبح کا کچھ قصد رہا — صلح بھی ٹھیری تو بھڑکا ہی کے چھوڑا ہم کو
ذوق بازیگہِ[۱۴] طفلاں ہے سراسر یہ زمیں — ساتھ لڑکوں کے پڑا کھیلنا گویا ہم کو

۹

تمنا نہیں ہے کہ امداد دل کو تپش کا صلہ ہو کہ مژدِ قلق ہو
یہی حق ہے قاتل اگر حق دلا دے یہ بسمل ترے پاؤں پر جاں بحق[۱] ہو
جو مے نوش وہ شوخ رشکِ قمر ہو۔ تو سرخی نہ کیوں اس کے رخسار پر ہو
غروب آفتاب درخشاں اگر ہو۔ تو کس وجہ پیدا نہ رنگِ شفق ہو
کتابِ محبت میں اے حضرتِ دل بتاؤ کہ تم لیتے کتنا سبق ہو
کہ جب آن کر تم کو دیکھا تو وہ ہی۔ لئے دستِ افسوس کے دو ورق ہو
کہ دو دو نو آنکھوں کے طبقے[۲] یہ روشن۔ کہ ہو جاؤ رشکِ مہرِ چاردہ تم
سُنا ہے کہ تم نور سے اپنے کرتے۔ منور یہ یک جلوہ چودہ طبق[۳] ہو
یہ کشتوں کا اس مانگ کے اک بنا ہے کہ اُن تیرہ[۴] بختوں کی تربت پہ کوئی
اگر سنگِ موسےٰ کا تعویذ رکھ دے۔ تو رکھتے ہی بس درمیاں سے وہ شق[۵] ہو
مری زندگی تھی ابھی اے ستمگر۔ مسیحائی جو کر گئی تیری ٹھوکر
کہ ٹھکرا دیا تو نے تو یہ تھا سمجھ کر۔ نکل جائے جاں کچھ جو باقی رمق[۶] ہو
اگر رشکِ گلشن نہ ہو مجھ سے باہم تو گلشن میں ہووے یہ وحشت کا عالم
چٹکنا ہو غنچوں کا آوازِ ضیغم[۷]۔ چمن مجھ کو اک وادیٔ لق[۸] و دق ہو

[۱۱] ازل میں حصے کرنیوالا مراد خدا۔ [۱۲] حصہ۔ [۱۳] شکار۔ [۱۴] بچوں کے کھیل کی جگہ۔

غ ۹ — [۱] یعنی مرجائے [۲] حصے [۳] مراد سات زمینیں اور سات آسمان [۴] بدنصیب [۵] چاک [۶] تھوڑی سی جان۔ [۷] شیر۔ [۸] بیابان۔

اگر زخمِ سینہ سے مچاہا اُٹھاؤں - تو خورشیدِ محشر کو میں تپ چڑھاؤں
اگر پنبۂ داغِ دل کو دکھاؤں - تو صبحِ قیامت کا منہ دم میں فق ہو

یہ بحر و قوافی غزل کے بدل کر - رقم اک غزل کر کہ اے ذوق جس میں
نہ ہو لفظ مغلق[۹] نہ تعقیدِ[۱۰] مطلق - جو فی الجملہ کچھ ہو تو مضموں ادق[۱۱] ہو

۱۰

جس ہاتھ میں خاتم[۱] لعل کی ہے - گر اس میں زلفِ سرکش ہو
پھر زلف بنے وہ دستِ موسے - جس میں انگشتِ آتش ہو

اے قاتل حلق[۲] بریدہ سے - اک شعلۂ دل گر سرکش ہو
تو روشن حلقہ جیب کا میری - مثلِ تنورِ آتش ہو

ہو تیرا سیہ رُو صبحِ ہجراں - رخصت مجھ سے وہ مہ وش ہو
کیوں! کھینچوں آہ کہ خور[۳] بھی پنہاں زیرِ دودِ آتش ہو

لبریزِ شرابِ ناز دکھا تو ساغرِ چشمِ کافر کو
تا زاہدِ پاک ملوث ہو - یا صوفیٔ دلکش میکش ہو

تم وہ وہ زخمِ دل پہ میرے کرتے ہو دکھلانے کو
پر پرسشِ تیغِ ناز سے اپنے دل میں کرتے عش عش ہو

دل نخل میں قد کے جوں ذکر[۴] یا چھب کر چشمِ کافر سے
اب ارّۂ جنبشِ ابرو سے کیونکر نہ بزیر کشاکش ہو

بتیک و اذاں - ناقوس و جرس - یا قلقلِ مے یا نالۂ نَے
دل کھینچنے کو اے ہمنفسو! کوئی تو نوائے دل کش ہو

بن تیرے گھر کی آرایش - جب دشمنِ جاں ہو عاشق کی
محرابِ طاقِ کماں بن جائے - دستۂ نرگس ترکش ہو

مانندِ نمکداں چرخ پہ انجم حق نے بنائے اپنے لئے

۹ پیچیدہ - مشکل ۔ ۱۰ الفاظ کا ایسا ردوبدل کرنا جس سے شعر کا مطلب مفقود ہو جائے ۔ ۱۱ باریک - بہت مشکل ۔
غ ۱ انگوٹھی ۲ جس کا گلا کاٹا گیا ہو ۳ خورشید کا مخفف ہے ۴ لنفر ٹا ہوا ۵ ایک پیغمبر کا نام ہے ۔

تا ہر لبِ زخمِ حسرت میرا ہجر کی رات نمک چش ہو
گر کلکِ آہ کو گردش دوں تو دودۂ شمعِ دل سے مرے
طاؤسِ فلک کا سینہ ابھی - جوں سینۂ باز منقش ہو
جب ضعف سی مجھ کو غش آیا تو طنز سے وہ کیا کہتا ہے
بس غش نہ کرو ہم جان گئے تم مرنے پہ از حد غش ہو
کیا خون کے دریا جذب کئے ہیں خاکو کوچۂ قاتل کے
مدفن کو بھی اس کے ستمکش کے ایسی ہی زمینِ دل کش ہو
بس چھوڑ دو دامن قاتل کا لو ہاتھ بہائے خوں سے اُٹھا
جب اپنا بہا خوں پاؤں پہ اُسکے دل کیوں اُسکا مشوش ہو
کیا رجز کو کر مقطوع و مرفّل تم نے غزل یہ لکھی ہے
ذوق اسکی بحر کو سُن کر شاداں روحِ خلیل و اخفش ہو

۱۱

سگِ دُنیا پس از مردن بھی دامنگیرِ دنیا ہو
کہ اس کُتّے کی مٹّی سے بھی کُتّا گھانس پیدا ہو
ہجوم آور جو آنکھوں میں ترا شوقِ تماشا ہو
تو شاخِ ہر مژہ سے چشمِ نرگس وار پیدا ہو
ترے بیمار کو گر اپنے جینے کی تمنّا ہو
فلک پرسُن کے ہنستے ہنستے شادی مرگ عیسےٰ ہو
نہ ہووے دسترس دامانِ وصلِ یار تک ہرگز
اگرچہ سر سے عاشق پاؤں تک دستِ تمنّا ہو
مجھے کیا چاہیئے عقدہ کشا سوزِ محبّت میں
گرہ میری سپند آسا مری فریادسی وا ہو
درازی میں شبِ غم کی اگر بہلائے دلِ مجنوں

۲ نمک چکھنے والا ۔ ۳ نقش و نگار والا ۔ ۴ پریشان ۔
غ ۱۱ ۱ مراد حریص ۔

خیالِ زلفِ لیلےٰ اس کے حق میں الف لیلہ ہو
کرے پرواز مرغِ جاں اگرچہ شاخِ طوبےٰ تک
پر اُس تارِ نظر سے مثلِ مرغِ رشتہ برپا ہو
حلاوت یاں کہاں جب ہووے آبِ شور کا دریا
زلالِ خضر کا اک چشمہ سو بھی سب سے اخفا ہو
تصوّر یوں کبھی غفلت میں آ جاتا ہے مرنے کا
کہ جیسے عالمِ رویا میں چشمِ کور بینا ہو
مجھے بلوہ میں مارا ہے نگاہ و ناز و مژگاں کے
بتاؤں کس کو قاتل کس سے میرے خوں کا دعویٰ ہو
یہ شہرت نام کی بھی وہ بلا ہے پیچ ہستی کا
کہ صحرائے عدم میں گردنِ عنقا کا پھندا ہو
مرے صحرا میں وہ وحشت برستی ہے کہ مجنوں کے
گرے گر سر پہ قطرہ آبلہ زیرِ کفِ پا ہو
کہیں کیا دل کی وسعت اپنے ہم اللہ رے وسعت
اگر نُہ آسماں جمع اک خالِ سویدا ہو
اکیلا رہ گیا یاروں سے یوں ہوں ناتوانی میں
کہیں شاخِ خزاں دیدہ پہ جیسے زرد پتّا ہو
جو ذکر اللہ کو ہو ذوق مانعِ مایۂ عشرت
تو کیوں حق حق کرے وہ شیشہ جس شیشہ میں صہبا ہو

۱۲

سرد مہری سے تری گر خونِ دل یخ بستہ ہو
پھر نہ ٹپکے کوزۂ دل گرچہ سب بشکستہ ہو
کیونکہ قابو میں فلک کے عاشقِ وارستہ ہو
یہ تو جب ہو گر کماں کے بس میں تیرِ جستہ ہو

۲ کھارا پانی ۔ ۳ شیریں اور خوشگوار پانی ۔ ۴ مخفی ۔ ۵ خواب کی حالت ۔ ۶ دل پر ایک چھوٹا سا سیاہ داغ ہوتا ہے ۔
۷ جما ہوا ۔ ۸ کمان سے نکلا ہوا تیر ۔

ہر قدم پر ہے خراشِ پائے مجنوں گل فشاں
تا کہ اک اک خارِ صحرائے جنوں گلدستہ ہو

کیا ہوا داغِ محبّت سے ہوا دل سر بسر
یہ نہیں ممکن کہ میرا رازِ دل سربستہ ہو

کیا نکالے سوزنِ الماس دل سے غم کی پھانس
جتنی یہ کاوش کرے اتنی ہی یہ پیوستہ ہو

منہ سے جو نکلے مزا جب ہو کہ ہووے دلنشیں
آہ موزوں ہے کہ نالہ مصرعۂ برجستہ ہو

جانے کیا بیدرد اندازِ کلامِ دردمند
ذوق میرا ہم سخن گر ہو کوئی دل خستہ ہو

۱۳

صفا میں رُخ سے تیرے آئینہ کیا خاک ہمسر ہو
نگاہِ چشمِ سرمہ آلود سے بھی جو مکدّر ہو

مری تاثیرِ وحشت وہ ہے مضطر جس سے پتھر ہو
نگیں پر نام لکھدوں تو نکل کے گھر سے باہر ہو

ترا دیوانۂ دل سوختہ آتش قدم گر ہو
جلا دے زیرِ پا گر خارِ مژگانِ سمندر ہو

قیامت کو بھی کیا انصاف اپنا اے ستمگر ہو
ابھی قصہ نہ ہو آخر کہ آخر روزِ محشر ہو

جو تو دریا میں دھووے ناخنِ پا گلبدن اپنے
تو ہر اک فلس ماہی شکلِ برگِ گل معطّر ہو

ڈبو دیں آشنا کو گر سبک دوش اپنی صحبت میں
تو آہن ساتھ کیوں لکڑی کے دریا میں شناور ہو

کھٹکتی ہی رہیں دل میں تری مژگانِ برگشتہ
ہجومِ نیشِ کژدم سے اگر دل گنجِ نشتر ہو

کیا یہ سوختہ جاں تو نے مجھ کو سرد مہری سے
کہ آہِ سرد میری شمعِ کافوری سے ہمسر ہو

حرم کو جائے زاہد ہم تو میخانہ کو چلتے ہیں
مبارک اس کو طوفِ کعبہ ہم کو دَورِ ساغر ہو

نشہ ٹوٹے ترے ساغر کشِ وحشت کا کیا ممکن
اگر شیشہ ٹکڑے سنگِ کودکاں سے کاسۂ سر ہو

بچائے حق تعالیٰ اس بدی شمر مشرب سے
کہ خونِ سیّد کا جس بیرحم کو خونِ کبوتر ہو

رہائی قتل پر موقوف ہو گر ہم اسیروں کی
روانی تیغ میں وابستہ گر زنجیرِ اُلفت ہو

مجھے صحنِ چمن بھی عرصہ گاہِ حشر ہو تجھ بن
گلِ خورشید میرے واسطے خورشیدِ محشر ہو

جو کھوئے آپکو وہ منزلِ مقصود کو پہنچے
تری گم گشتگی اس راہ میں اے ذوق رہبر ہو

۱۴

دمِ ذبح تیغِ جفا میں جب تری بہتا آبِ حیات ہو
تو شہیدِ ناز کو کیونکہ پھر نہ حیاتِ بعدِ ممات ہو

۱۳ خارش ۔ ۱۳ غ ۱ مچھلی کا کھپرا ۔ ۲ بچھو کا ڈنگ ۔ ۳ جلی ہوئی جان ۔ ۴ پتھر جو بچے کسی کو ماریں ۔ ۵ مذہب ۔ ۶ میدان ۔ ۱۴ غ ۱ موت ۔

جو مذاقِ شعر کو اے پری ہیں چکھاؤں تیری شکر لبی
قلم انگلیوں میں جو ہے مری ابھی رشکِ شاخِ نبات ہو
جو ہیں کرتے میرے لئے دُعا کہ ہو دامِ عشق سے دل رہا
تو ہے دل یہ کہتا کہ اے خدا انہیں اس جنوں[۲] سے نجات[۳] ہو
مجھے کہتے سب ہیں کہ صبر کر جو نہیں تو صبر سے در گذر
سرِ حسن و عشقِ پری میں پر نہ وہ بات ہو نہ یہ بات ہو
سرِ راہ کشتۂ ناز کا وہ مزار ہے نظر آرہا
پڑھو آج اُس پہ بھی فاتحہ چلو داخلِ حسنات[۴] ہو
ترا حسن وہ بتِ مہ جبیں کہ ہے جس پہ صدقہ زماں زمیں
جو دکھائے رخ تو ہو دن وہیں جو چھپائے منہ ابھی رات ہو
جو ہیں مرتے حسنِ صفات میں وہ رہینگے اپنی ہی بات میں
تو فنا ہو ذوق اسی ذات میں کہ جو ذات جملہ صفات ہو

۱۵

عبث تم اپنی رکاوٹ سے مُنہ بناتے ہو
وہ آئی لب پہ ہنسی دیکھو مسکراتے ہو
لگا کے سُرمہ تم آنسو نہیں بہاتے ہو
یہ ہم کو جلوۂ شق القمر[۱] دکھاتے ہو
چھپا کے پان یہ کس کے لئے بناتے ہو
ہمارے قتل کا بیڑا کہیں اُٹھاتے ہو
تم اپنے رخ پہ یہ کاجل کا تل بناتے ہو
کہ میرا اخترِ بختِ سیہ دکھاتے ہو
اگر دباؤ کسی کا تمہارے دل پہ نہیں
تو ہم کو دیکھ کے تم کان کیوں دباتے[۲] ہو
ملاپ جانیں جبھی ہم کہ دے کے تم بوسہ
کہو کہ آؤ زباں سے زباں ملاتے ہو
مریضِ عشق کو تم پوچھ کر طبیبوں[۳] سے
مدام شربتِ عنّاب کیا پلاتے ہو
ہوں خاک چاٹ کی کہتا ۔ ابھی شفا ہو جائے
جو شربتِ لبِ میگوں[۴] ذرا چٹاتے ہو
جگر کے آبلے جو پھوڑتے ہو حضرتِ عشق
ہماری چٹکیوں میں ہم کو تم اُڑاتے ہو
گلو! یہ کہہ گئی کیا کان ہیں تمہارے صبا
کہ لوٹے جاتے ہو ۔ پھولے نہیں سماتے ہو

۲ وحشت ۔ دیوانہ پن ۔ ۳ رہائی ۔ ۴ نیکی ۔ ثواب ۔

غ ۱۵ ۱ چاند کا دو ٹکڑے ہونا ۔ ۲ چھپ کر بھاگ جانا ۔ ۳ طبیب کی جمع ۔ ۴ شراب کے رنگ والا ہ

جلن سے رشک کے ہیں ہڈیاں جلی جاتی
کہ ہائے تم نئے قلیاں[۵] کو منہ لگاتے ہو

ق ہماری لاش پہ آوازِ قم باذن[۶] اللہ
تم آ کے حضرتِ عیسےٰ عبث سناتے ہو

اُٹھیں گے یار کی ٹھوکر سے لیجئے تشریف
نہیں تو پھر کوئی صلوٰات[۷] سن کے جاتے ہو

جلا رہے ہیں سویدائے دل کو ہم اپنے
نظر گذر کو تم اسپند کیا جلاتے ہو

ہو کرتے سبزۂ خط کی جو سبز آئینہ میں
نگہ کی تیغ کو کیوں زہر میں بجھاتے ہو

نمک چھڑکتی ہے شبنم گلوں کے زخموں پر
دکھا کے تم لب و دنداں جو کھلکھلاتے[۸] ہو

ق ہمیشہ صدقہ اس ابرو کی ہو کہ حضرتِ دل
یہ لب پہ نالۂ جانکاہ اپنے لاتے ہو

دیا طوافِ حرم میں ہے سامنے محراب
اور اس میں نعرۂ لبیک تم سناتے ہو

وہ آئے بام پہ ہیں ہمدمو نہ بیٹھو اب
اُٹھاؤ میرا جنازہ اگر اُٹھاتے ہو

یہ صیدِ بستۂ فتراک کھل پڑے نہ کہیں
سمندِ ناز[۹] کو تیز اتنا کیوں اڑاتے ہو

ق مرے لئے تو ہر اک طرح سی قباحت[۱۰] ہے
یہ تم جو دشمنوں کو دردِ سر بتاتے ہو

لگاؤں گھس کر جو صندل تو کہتے ہو کہ مجھے
لگاوٹ اتنی بھلا کس لئے دکھاتے ہو

جو پڑھ کے سورۂ اخلاص دم کروں تو کہو
کہ دیکھئے دم[۱۱] مجھے اخلاص کیا جتاتے ہو

یہ ایسا کونسا اندازِ گفتگو ہے ذوق
کہ جس پہ زورِ طبیعت تم آزماتے ہو

۱۶

منزلِ گم گشتگاں بالکل الگ دنیا سی ہو
آسماں بھی ہو اگر واں بیضۂ عنقا سی ہو

سایہ افگن جس پہ تو اپنے قدِ رعنا سی ہو
گردِ باد[۱۲] اس خاک پر ہمسر قدِ طوبےٰ سی ہو

گر کرے جلوہ نمائی معجزِ رخسارِ یار
وہ کفِ آئینہ سے ہو جو یدِ بیضا[۱۳] سے ہو

میں وہ مجنونِ بیاباں مرگ ہوں جس کیلئے
جو ہو چادر یا کفن وہ دامنِ صحرا سے ہو

سبحۂ[۱۴] صد دانہ بھی پڑ جائے گر میرے گلے
دانۂ انگور تارِ پنبۂ مینا سے ہو

دشت کو سیراب کر دے آبلہ پائی مری
ہر قدم پر چشمہ جاری چشمِ نقشِ پا سے ہو

ثابت اک ٹانکا نہ چھوڑے دل کا میرے اضطراب
چاکِ سینہ گر رفو تارِ رگِ خارا سے ہو

تشنہ کامی گر مری دیوے چکھا شورابِ اشک
ذوق شور العطش[۱۵] پیدا لبِ دریا سے ہو

۵ حقہ ۰ ۶ اُٹھو اللہ کے حکم سے ۰ ۷ یعنی گالی ۰ ۸ منہ کھول کر ہنسنا ۰ ۹ ناز کا گھوڑا ۰ ۱۰ برائی ۰ ۱۱ یعنی دھوکہ دے کر ۰ غ۱۶ ۱۲ بگولہ ۰ ۱۳ چمکتا ہوا ہاتھ ۰ ۱۴ تسبیح ۰ ۱۵ پیاس۔ پیاسا ہوں ۰

۱۷

ہاتھ سینہ پہ مرے رکھ کے کدھر دیکھتے ہو
اک نظر دل سے اِدھر دیکھ لو گر دیکھتے ہو

ہے دمِ بازپسیں[1] دیکھ لو گر دیکھتے ہو
آئینہ منہ پہ مرے رکھ کے کدھر دیکھتے ہو

ناتوانی کا مری مجھ سے نہ پوچھو احوال
ہو مجھے دیکھتے یا اپنی کمر دیکھتے ہو

پرِ پروانہ پڑے ہیں شجرِ شمع کے گرد
برگ ریزیِ محبّت کا ثمر دیکھتے ہو

بیدِ مجنوں[2] کو ہو جب دیکھتے اے اہلِ نظر
کسی مجنوں کو بھی آشفتہ بسر دیکھتے ہو؟

شوقِ دیدار مری نعش پہ آ کے بولا
کس کی ہو دیکھتے راہ۔ اور کدھر دیکھتے ہو

لذّتِ ناوکِ[3] غمِ ذوق سے ہو پوچھتے کیا
لب پڑے چاٹتے ہیں زخمِ جگر دیکھتے ہو

۱۸

موت ہی ہے کچھ علاجِ دردِ فرقت ہو تو ہو
غسلِ میّت ہی ہمارا غسلِ صحّت ہو تو ہو

بعدِ مردن ہی ترے زخمی کو راحت ہو تو ہو
یاں کہاں راحت۔ جراحت[1] پر جراحت ہو تو ہو

ہو تو ہو آباد کیونکر یہ خراب آبادِ دل
عشقِ غارت گر اگر دنیا سے غارت ہو تو ہو

کہتے ہیں شورِ قیامت جسکو۔ وہ اے چشمِ یار
تیرے مستوں کی صفیر[2] خوابِ غفلت ہو تو ہو

آگ میں جل مرتا ہے پروانہ سا کرمِ[3] ضعیف
آدمی سے کیا نہ ہو۔ لیکن محبّت ہو تو ہو

انتظارِ یار میں جو چشم ہو جائے سفید
مردمک[4] اسمیں کہاں ہو داغِ حسرت ہو تو ہو

دستِ ہمت سے ہے بالا آدمی کا مرتبہ
پست ہمت یہ نہ ہووے پست قامت ہو تو ہو

تلخ کامی ہی میں گزری زندگانی عمر بھر
جانِ شیریں کے دیئے سے کچھ حلاوت[5] ہو تو ہو

اب زباں پر بھی نہیں آتا کہیں اُلفت کا نام
اگلے مکتوبوں میں کچھ اس سے کتابت ہو تو ہو

رات اک پگڑی ہوئی تھی میکدہ میں رہنِ مے
ذوق وہ تیری ہی دستارِ فضیلت ہو تو ہو

ردیف ہ

۱

مرتے ہیں ترے پیار سے ہم اور زیادہ
تو لطف میں کرتا ہے ستم[1] اور زیادہ

غ ۱۷ ۔ ۱ دم واپسیں۔ دمِ نزع ۔ ۲ ایک درخت کا نام جس کی شکل و صورت کچھ دیوانوں کی سی ہوتی ہے ۔ ۳ تیر ۔

غ ۱۸ ۔ ۱ زخم ۔ ۲ پرندوں کی آواز ۔ ۳ کیڑا ۔ ۴ آنکھ کی پتلی ۔ ۵ مزہ ۔ ردیف ہ غ ۱ ۔ ۱ جفا ۔

دیں کیونکہ نہ وہ داغِ الم اور زیادہ　　　قیمت میں بڑھے دل کی درم اور زیادہ
سامنا اپنے ہے اب فوجِ الم[2] اور زیادہ　　　کرتو بھی بلند آہِ علم[3] اور زیادہ
تیز اس نے جو کی تیغِ ستم اور زیادہ　　　مشتاقِ شہادت ہوئے ہم اور زیادہ
سر کٹ کے سرافراز ہیں ہم اور زیادہ　　　جوں شاخ بڑھے ہو کے قلم[4] اور زیادہ
گر شرحِ جنوں کیجے رقم اور زیادہ　　　ہو چاک ابھی جیبِ قلم اور زیادہ
دیتا ہے وہ دم باز جو دم[5] اور زیادہ　　　شیشہ کی طرح پھولے ہیں ہم اور زیادہ
گھبرا نا جو یاد آیا ترا ہو کے ہم آغوش　　　گھبرانے لگا سینہ میں دم اور زیادہ
کچھ کی رقمِ شوق نے تاثیر جو پیدا　　　اُٹھنے لگا قاصد کا قدم اور زیادہ
لذّت سے محبت کی ہے ہر زخمِ جگر کو　　　ذوقِ نمکِ دردو الم اور زیادہ
کرنے کو سیہ نُہ ورقِ چرخ کو اے دل　　　نالہ سے نہیں کوئی قلم اور زیادہ
کیا ہو دیگا دو چار قدح سے مجھے ساقی　　　میں لوں گا ترے سر کی قسم اور زیادہ
گر میری طرح دوش پہ ہو بارِ محبت　　　ہو پشتِ فلک میں ابھی خم اور زیادہ
دشمن کی نہ جا سیدھی نگاہوں پہ کہ جوں تیغ　　　سیدھی ہے تو اِک اس میں ہے دم اور زیادہ
ہو جس کو بس از مرگ بھی یادِ دہنِ تنگ　　　تنگ اس کو کرے کنجِ عدم اور زیادہ
اُس زلف کے مارے کی اگر خاک کو چاٹے　　　پیدا دمِ افعی میں ہو سم[6] اور زیادہ
اس شوخ ستمگر کو مری مرگ ہے منظور　　　ہے زہر نہ کھانا مجھے سم اور زیادہ
ہستیِ تنکِ مایہ جو پھونکے گی اِسی طرح　　　اُبھرے گا حبابِ لبِ یم اور زیادہ
وہ دل کو چرا کر جو لگے آنکھ چرانے　　　یاروں کا گیا اُن پہ بھرم اور زیادہ
کرتی ہے مری خاک جلا کر مجھے پامال　　　کیونکہ نہ اُٹھاوے وہ قدم اور زیادہ
دکھلائے جو وہ صید فگن چشم کی شوخی　　　ہو آہوئے رم دیدہ کو رم[8] اور زیادہ
آخر مئے عشق آنکھوں سے ٹپکائی کسی نے　　　بھڑکے ہی جو یوں آتشِ غم اور زیادہ
ہے نکہتِ ریحاں کا دماغ اب کسے تجھ بن　　　آتا ہے مرا ناک میں دم اور زیادہ
جو پیٹ کے ہلکے ہیں بچے بات کب ان سے　　　روکیں تو ابھر جائے شکم اور زیادہ

[2] غم ؛ [3] جھنڈا ؛ [4] قطع ؛ [5] دم دینا - دھوکہ دینا ؛ [6] زہر ؛ [7] بے سروساماں - غریب ؛ [8] دوڑ - بھاگنا ؛

مہمیزِ[۹] سرِ خار سے نکلا سرِ صحرا
کچھ توسنِ وحشت کا قدم اور زیادہ

صیدِ دلِ عاشق میں ہی مصروف وہ کافر
بے خوف ہے اب صیدِ حرم اور زیادہ

گر سُرمہ کرے خاکِ خرابات کو صوفی
سوجھیں اُسے پھر لوح و قلم اور زیادہ

اے ابروئے خمدار نہ بُرّش میں کمی کر
ہاں تجھ کو مرے سر کی قسم اور زیادہ

کیا قہر ہے جتنا کہ وہ چاہت سے رُکے ہے
اُتنا ہی اُسے چاہتے ہیں ہم اور زیادہ

جاتا ہے شہیدانِ محبت کا جنازہ
دو تم بھی اُٹھا چند قدم اور زیادہ

یارب یہ مری نبض ہے یا موجِ رمِ[۱۰] برق
کیا ہوگا جو ہوگی تپِ غم اور زیادہ

کہتا ہے مرا شوقِ جراحت کہ صد افسوس
اِس تیغ دو دم میں نہیں دم اور زیادہ

کیوں میں نے کہا تجھ سا خدائی میں نہیں اور
مغرور ہوا اب وہ صنم اور زیادہ

کہتا ہے گلے لگ کے مرے وہ دمِ خنجر
لو عشق کا بھر لو کوئی دم[۱۱] اور زیادہ

ق اس عاشقِ بیچارہ کا ہے آج یہ کیا حال
گریہ سے ہے آنکھوں پہ ورم اور زیادہ

بیٹھے سرِ بستر پہ پڑا پاؤں کہاں تک
بس پاؤں نہ پھیلا شبِ غم اور زیادہ

ق ہے بارِغ یہاں میں تجھے گر ہمتِ عالی
کر گردنِ تسلیم کو خم اور زیادہ

لیتے ہیں ثمر شاخِ ثمرور[۱۲] کو جھکا کر
جھکتے ہیں سخی وقتِ کرم اور زیادہ

جو گنجِ[۱۳] قناعت میں ہیں تقدیر پہ شاکر
ہے ذوق برابر انہیں کم اور زیادہ

۲

جنوں کے جیب دری پہ ہیں خوب چلتے ہاتھ
سلوک سینہ سے بھی کچھ تو کر لے چلتے ہاتھ

ملا جو عنبر نے عطر اس کو واں تو یاں میری
لکیریں مٹ گئیں ہاتھوں کی ملتے ملتے ہاتھ

نہ آیا گور پہ میری وہ بے وفا ورنہ
گلے لگانے کو تربت سے بھی نکلتے ہاتھ

جو چھیڑے برق کو یہ تفتہ[۱] جاں تو کہتی ہے
کہ دیکھو مجھ کو لگانا نہ جلتے جلتے ہاتھ

اُٹھائے وجد میں جب ہاتھ ہم نے عالم سے
تو پہنچے عرش تک کودتے اُچھلتے ہاتھ

مریضِ سوزِ محبت کی دیکھتا گر نبض
تو پھر طبیب کے بھی آبلوں سے پھلتے ہاتھ

کوئی جو کام ہو پیری میں کس طرح ہو ذوق
نہ اب ہیں پاؤں سنبھلتے نہ ہیں سنبھلتے ہاتھ

۹ سواروں کے جوتوں پر خار آہنی جو ایڑ لگانے کے لئے لگے ہوتے ہیں ۔ ۱۰ بجلی کا دوڑنا ۔ ۱۱ دم بھرنا حمایت کرنا ۔ ۱۲ پھلدار ٹہنی ۔ ۱۳ خزانہ ۔

غ ۱ جلا ہوا مراد عاشق ۔

۳

اے ذوق وقت نالہ کے رکھ لے جگر پہ ہاتھ
ورنہ جگر کو روئیگا تو دھر کے سر پہ ہاتھ

ہیں ناتواں ہوں خاک کا پروانہ کی غبار
اُٹھتا ہوں رکھ کے دوشِ نسیمِ سحر پہ ہاتھ

خط دے کے دل میں تھا کہ زبانی بھی کچھ کہے
رکھا مگر کسی نے دلِ نامہ بر پہ ہاتھ

کھاتا ہے اس مزہ سے غمِ عشق میرا دل
جیسے گرسنہ[۱] مارے ہی حلوائے تر پہ ہاتھ

جوں پنج شاخہ تو نہ جلا انگلیاں طبیب
رکھ رکھ کے نبضِ عاشقِ تفتہ جگر[۲] پہ ہاتھ

اے شمع دیکھ بزمِ فنا میں سنبھل کے بیٹھ
ماریگی دم میں صبح ترے تاجِ زر پہ ہاتھ

چھوڑا نہ دل میں صبر نے آرام نے شکیب[۳]
تیری نگہ نے صاف کیا گھر کے گھر پہ ہاتھ

قاتل ہے کیا ستم کہ اُٹھاتا نہیں کوئی
آکر مزارِ کشتۂ[۴] تیغِ نظر پہ ہاتھ

اے ذوق میں تو بیٹھ گیا دل کو تھام کر
اس ناز سے کھڑے تھے وہ رکھے کمر پہ ہاتھ

۴

روز آفتیں نئی ہیں دلِ پُرمحن کے ساتھ
اک زخمِ تازہ روز ہے زخمِ کہن کے ساتھ

ہوش و خرد گئے نگہِ سحر فن کے ساتھ
اب جو ہے اپنی بات سو دیوانہ پن کے ساتھ

ہے انکا سادہ پن بھی تو کس کس پھبن کے ساتھ
سیدھی سی بات بھی ہے تو اک بانکپن کے ساتھ

یاد آگیا ترا قدِ رعنا جو باغ میں
کیا کیا لپٹ کے روئے[۱] ہیں سروِ چمن کے ساتھ

وحشی کو ہم نے دیکھا اس آہو نگاہ کے
جنگل میں بھر رہا تھا قلانچیں[۲] ہرن کے ساتھ

دستِ جنوں نہ دے تجھے ناخن خدا کہ تو
ٹکڑے اڑا دے تن کے مرے پیرہن کے ساتھ

افسردہ دل کیواسطے کیا چاندنی کا لطف
لپٹا پڑا ہے مردہ سا گویا کفن کے ساتھ

پایا درِ اثر نہ کہیں شب کو آہ نے
سر مارتی پھری ہے سپہرِ کہن کے ساتھ

بزمِ صنم میں حضرتِ دل ذکرِ کعبہ کیا؟
تھی جس چمن کی بات گئی اس چمن کے ساتھ

ان ناتوانیوں میں بھی یاں تک ہے شوقِ دل
گویا چمن میں اُڑ کے نسیمِ چمن کے ساتھ

دوزخ میں بھی پڑیں تو نہ سیدھے ہوں کج سرشت
آتش میں پیچ و خم ہیں رسن کے رسن کے ساتھ

گندم ہے سینہ چاک فراقِ بہشت میں
آدم کو کیا نہ ہوگی محبت وطن کے ساتھ

۳ع ۱ بھوکا ۲ جلے ہوئے جگر والا ۳ صبر ۴ قہر
۴ع ۱ رنج و غم ۲ پھلانگیں

لب پر ترے پسینہ کی بوندلے عقیق لب — چشمک زنی کرے ہے سہیلِ یمن کے ساتھ

وحشت تو دیکھو بعدِ فنا بھی مرا غبار — باتیں کرے ہے سقفِ سپہرِ کہن کے ساتھ

دل وہ بلا ہے اژدرِ دوزخ کو کھینچ لے — مارے اگر کمند دمِ شعلہ زن کے ساتھ

چشم و دہانِ حرص سے کون غیرِ مرگ ؟ — بخیہ کا تار اُن کے ہے تارِ کفن کے ساتھ

آخر چمن سے نکہتِ گل کر گئی سفر — خانہ بدوش کو نہیں الفت وطن کے ساتھ

ہوں زلفِ عنبریں کا جو کشتہ تو کیا ہوا — لکھ دو کفن سیاہی مشکِ ختن کے ساتھ

منظور تجھ کو کب ہے یہ اے مہرِ آفتاب — ہو کوئی تیرہ بخت ترا سایہ بن کے ساتھ

داغِ دلِ فسردہ پہ پھاہا نہ ہو نہ ہو — کام اِس چراغِ مردہ کو کیا ہی لگن کے ساتھ

جلد آ کہ مر نہ جائے کوئی خانماں خراب — ٹکرا کے اپنا سر درِ بیت الحزن کے ساتھ

مشکل ہی **ذوق** دامِ علائق سے چھوٹنا — جب تک کہ روح کو ہی علاقہ بدن کے ساتھ

ردیف ی

۱

نبض نلی ہی کہاں میری فلاطوں چلتی — ہے یہ ضعف اب تو کہ چونٹی بھی نہیں یوں چلتی

پہنچے کیونکہ جرسِ ناقۂ لیلیٰ کی صدا — آج آندھی تری قسمت سے ہے مجنوں چلتی

کھولدو آنکھوں سے پٹی نہیں دیکھونگا تمھیں — پر چھری اپنی تو گردن پہ میں دیکھوں چلتی

جب میں دنیا سے چلا سر پہ یہ بولی حسرت — تو اکیلا نہیں میں ساتھ ترے ہوں چلتی

دور کر بالوں کو سر سے یہ ہے کہتی لیلیٰ — پر نہیں کان پہ مجنوں کے ذرا جوں چلتی

ہیں تو اُن آنکھوں کی گردش کا بلا گرداں ہم — کہ نہیں تیری جہاں گردشِ گردوں چلتی

ق
عمر ہے کہ رہی ہر دم سفرِ بحرِ فنا — جس کو تو سانس کہے ہی یہ دلِ محزوں چلتی

سمجھے ہی راکبِ کشتی کہ ہے ساحل چلتا — پر حقیقت میں ہے کشتیِ سرِ جیحوں چلتی

ذوق گل اور کوئی تازہ کھلا چاہتا ہے — کہ ہوا باغِ جہاں میں ہی دگرگوں چلتی

۲

نگہ کا وار تھا دل پر پھڑکنے جان لگی — چلی تھی برچھی کسی پر کسی کے آن لگی

۳ نیک ستارہ ۔ ۴ اژدہا ۔ ۵ ایک شہر کا نام جہاں کے ہرن مشہور ہیں ۔ ۶ کم بخت ۔
ردیف ی ۱ راغ ۱ صفرادی ۔ ۲ گھنٹی ۔ ۳ اثر ہونا ۔ ۴ غمگین ۔ ۵ سوار ۔

ترا زباں سے ملانا زباں جو یاد آیا — نہ ہائے ہائے ہیں تالو سے پھر زبان لگی
کسی کے دل کا سنو حال تو دل لگا کہ تم — جو ہووے دل کو تمہارے بھی مہربان لگی
تو وہ ہلالؔ[۱] جبیں ہے کہ تارے بن بن کر — رہے ہے ہر تیری طرف چشمِ یک جہان لگی
خدا کرے کہے تجھ سے یہ کچھ خدا لگتی — کہ زلف اے بتِ بدکیش[۲] تیرے کان لگی
اڑائی حرص نے آکر جہاں میں سب کی خاک — نہیں ہے کس کو ہوا زیرِ آسمان لگی
تمہارے ہاتھوں ہمارے دلِ فگار میں آہ — سنانِ خنجر و پیکاں[۳] کی ہے دکان لگی
کسی کی کاوشِ مژگاں سے آج ساری رات — نہیں پلک سے پلک میری ایک آن لگی
نباہ بحرِ جہاں میں تھی اپنی کشتیٔ عمر — سو ٹوٹ پھوٹ کے بارے کنارہ آن لگی
خدنگِ یار کو کس طرح کھینچ لوں دل سے — کہ اس کے ساتھ ہی اے ذوقؔ میری جان لگی

۳

ہے تیرے کان زلفِ معنبر لگی ہوئی — رکھے گی یہ نہ بال برابر لگی ہوئی
مژگاں سے تیری لاگ ہے دل پر لگی ہوئی — اک پھانس ہے کلیجے کے اندر لگی ہوئی
چاٹے بغیرِ خوں کوئی رہتی ہے تیری تیغ — بے ڈھب ہے اسکو چاٹ[۱] ستمگر لگی ہوئی
بیٹھے بھرے ہوئے ہیں خمِ مے کی طرح ہم — پر کیا کریں کہ مہر ہے منہ پر لگی ہوئی
میت کو غسل دیجو نہ اس خاکسار کی — ہے تن کو خاکِ کوچۂ دلبر لگی ہوئی
عیسےٰ بھی پاس ہے نہیں ممکن مگر شفا — خورشید کو وہ تپ ہے فلک پر لگی ہوئی
میرا گلِ امید شگفتہ ہو کس طرح — دل کی گرہ ہے اس کی گرہ پر لگی ہوئی
گل مہندی کیوں نہ باغ میں ہو پائمال[۲] رشک — پاؤں میں تیرے دیکھے حنا گر لگی ہوئی
کرتی ہے زیرِ برقعِ فانوس[۳] تاک جھانک — پروانہ سے ہے شمع مقرر لگی ہوئی
یہ چاہتا ہے شوق کہ قاصد بجائے مہر — آنکھ اپنی ہو لفافۂ خط پر لگی ہوئی
منہ سے لگا ہوا ہے اگر جامِ مے تو کیا — ہے دل سے یادِ ساقیٔ کوثر[۴] لگی ہوئی
اے ذوقؔ اتنا دخترِ رز[۵] کو نہ منہ لگا — چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی

ح۲ ۱؎ چاند کے ماتھے والا ۔ ۲؎ بدمذہب ۔ ۳؎ تیر کا اگلا حصہ ۔

ح۳ ۱؎ چسکہ - لالچ ۔ ۲؎ نباہ ۔ ۳؎ فانوس پر جو کاغذی پردہ ہوتا ہے ۔ ۴؎ مراد محمد صلعم ہے ۔ ۵؎ شراب ۔

۴

آتے ہی تو نے گھر سے بھر جانے کی سُنائی
رہ جاؤں سن نہ کیونکہ یہ تو بری سُنائی

مجنوں و کوہکن کے سنتے تھے یار قصے
جبتک کہانی اپنی ہم نے نہ تھی سُنائی

جس بات پر تمہاری سب غش ہیں ہم سے پوچھو
ہم کہویں آنکھوں دیکھی وہ سب سنی سُنائی

شکوہ کیا جو میں نے گالی کا آج اُس سے
گالی کے ساتھ اسنے ایک اور بھی سُنائی

کیا جانئے کیا کہیگا - کچھ کہنے کو ہے ناصح
دیتا نہیں مجھے تو اے بےخودی[۱] سُنائی

کہنے نہ پائے اس سے ساری حقیقت[۲] اک دن
آدھی کبھی سُنائی - آدھی کبھی سُنائی

صورت دکھائے اپنی دیکھیں وہ کس طرح سے
آواز بھی نہ جس نے ہم کو کبھی سُنائی

قیمت میں جنسِ دل کی مانگا جو ذوق بوسہ
کیا کیا پھر اس نے ہم کو کھوٹی کھری[۳] سُنائی

۵

بزم میں ذکر مرا لب پہ وہ لائے تو سہی
وہیں معلوم کروں ہونٹ ہلائے تو سہی

سنگ پر سنگ ہر اک کوچے میں کھائے تو سہی
پر بلا سے ترے دیوانے نے کھائے تو سہی

گر جنازہ پہ نہیں قبر پہ آئے وہ مری
شکوہ کیا کیجے غنیمت ہے کہ آئے تو سہی

کیونکہ دیوار پہ چڑھ جاؤں کوئی کہتا ہے
پانو کاٹوں گا انگوٹھے کو جمائے تو سہی

پارۂ مصحفِ دل[۱] تھے ترے کوچے میں پڑے
آتے پانو کے تلے شکر کہ پائے تو سہی

آکے غرفہ[۲] میں نہ بیٹھے تو نہ بیٹھے وہ شوخ
روزنِ در سے ذرا آنکھ لڑائے تو سہی

گر گھٹاتا ہے گھٹے عمر کو بڑھاتا ہے فلک
پر شبِ ہجر کو ہم دیکھیں گھٹائے تو سہی

کروں اک نالہ سحر میں حشر میں برپا سو حشر
شورِ محشر مجھے سوتے سے جگائے تو سہی

تھے تہی نکلے جو اس دامِ بلا سے اے ذوق
ورنہ تھے پیچ میں اس زلف کے آئے تو سہی

۶

حالت نشہ میں دیکھنا اس بےحجاب کی
ہر ناز سے ٹپکتی ہے مستی شراب کی

کوچے میں آپڑے تھے ترے خاک ہوکے ہم
یاں تو صبا نے اور بھی مٹی خراب کی

قاصد جواب جان مری دے چکی مجھے
پر منتظر[۱] ہے آنکھوں میں خط کے جواب کی

غ ۴: ۱ بیہوشی ۔ ۲ اصلیت - سچائی ۔ ۳ کھوٹی کھری سنانا، گالیاں دینا ۔
غ ۵: ۱ پاک دلوں کے ٹکڑے ۔ ۲ کھڑکی ۔
غ ۶: ۱ انتظار رہیں ۔

نکلے ہو میکدہ[2] سے ابھی منہ چھپا کے تم ۔ دابے ہوئے بغل میں صراحی شراب کی
اے ذوق بس نہ آپ کو صوفی جتائیے ۔ معلوم ہے حقیقتِ ہُو حق جناب کی

۷

برق میرا آشیاں کب کا جلا کر لیگئی ۔ کچھ جو خاکستر بچا آندھی اُڑا کر لیگئی
اسکے قدموں تک نہ بیتابی بڑھا کر لیگئی ۔ ہائے دو چلتے دیئے اور پھر ہٹا کر لیگئی
ناتوانی[1] ہم کو ہاتھوں ہاتھ اُٹھا کر لیگئی ۔ چیونٹی سے چیونٹی دانہ چھڑا کر لیگئی
صبح رُخ سے کون شامِ زلف میں جاتا تھا آہ ۔ اے دلِ شامت زدہ! شامت لگا کر لیگئی
خون سے فرہاد کے رنگین ہوا دامنِ کوہ ۔ کیوں نہ موجِ شیر یہ دھبا چھڑا کر لیگئی
تم نے تو چھوڑا ہی تھا اے ہمرہانِ قافلہ ۔ لیکن آوازِ جرس ہم کو جگا کر لیگئی
نوکِ مژگاں جب ہوئی سینہ فگاروں[2] سے دوچار ۔ پارہ ہائے دل سے گلدستہ بنا کر لیگئی
دیکھی کچھ دل کی کشش لیلیٰ کہ ناقہ[3] کو ترے ۔ سوئے مجنوں آخرش رستہ بھلا کر لیگئی
وہ گئے گھر غیر کے اور یہاں ہمیں دم بھر کے بعد ۔ بدگمانی اُن کے گھر ستو گھر پھرا کر لیگئی
واہ اے سوزِ دروں[4] کوچہ میں اسکے برقِ آہ ۔ رات ہم کو ہر قدم مشعل دکھا کر لیگئی
جو شہیدِ ناز کوچہ میں تمہارے تھا پڑا ۔ کیا کہوں تقدیر اُسے ٹھوکر اُٹھا کر لیگئی
دشتِ وحشت میں بگولا تھا کہ دیوانہ ترا ۔ رُوحِ مجنوں بہرِ استقبال آ کر لیگئی
آگ میں ہے کون گر پڑتا مگر پروانہ کو ۔ آتشِ[5] سوزِ محبت تھی جلا کر لیگئی
اے پری پہلو سے میرے کیا کہوں تیری نگاہ ۔ دل اُڑا کر لے گئی یا پر لگا کر لیگئی
ذوق مرجانے کا تو اپنے کوئی موقعہ نہ تھا ۔ کوئے جاناں میں اجل ناحق لگا کر لیگئی

۸

کب حق پرست زاہدِ جنت پرست ہے ۔ حوروں پہ مر رہا ہے یہ شہوت پرست ہے
دل صاف ہو تو چاہیئے معنے پرست ہو ۔ آئینہ خاک صاف ہے صورت پرست ہے
درویش ہے وہی جو ریاضت[1] میں چست ہو ۔ تارک نہیں فقیر بھی راحت پرست ہے

[2] شراب خانہ ۔

ع ۷ [1] ناطاقتی ۔ [2] عاشق ۔ [3] اونٹنی ۔ [4] اندرونی جلن ۔ [5] آگ ۔

ع ۸ [1] عبادت ۔

جز زلف سوجھتا نہیں اے مرغ دل تجھے ۔ خفاش[1] تو نہیں ہے کہ ظلمت پرست ہے
دولت کی رکھ نہ مارِ سرِ[2] گنج سے امید ۔ موذی وہ دیگا کیا کہ جو دولت پرست ہے
عنقا[3] نشاں چھپا کے ہو بیٹھا برائے نام ۔ گم گشتہ کون کہتا ہے شہرت پرست ہے
یہ ذوق مے پرست ہے یا ہے صنم پرست ۔ کچھ ہے بلا سے۔ لیک محبت پرست ہے

۹

زخمِ دل پر میرے کیوں مرہم کا استعمال ہے ۔ مشک اگر مہنگا ہو تو کیا لون کا بھی کال ہے
قبر میں عاشق جو تیرا اضطراب احوال ہے ۔ لوحِ بالیں پر بھی لکھا سورۂ زلزال ہے
عشق کو گر امتحاں پر میرے قصدِ فال ہے ۔ جوشِ داغِ دل ہجومِ نقطۂ رمال[1] ہے
اب تو جانِ ناتواں کا ضعف سے یہ حال ہے ۔ لب تلک بھی اسکو آجانا رہِ صد سال ہے
ہم نے جانا تھا کفِ پا میں تمہارے خال ہے ۔ لیکن اب دیکھا سویدائے دلِ پامال ہے
ابر برسوں رو چکا پر سوزِ غم سے اب تلک ۔ خاک میرے ڈھیر کی اڑنے میں جیسے راِل ہے
میرے دودِ آہ سے یا تنگ زمانہ ہے سیاہ ۔ آفتابِ آسماں زنگی[2] کے منہ کا خال ہے
میں وہ مجنوں ہوں کہ میرا کاغذِ تصویر بھی ۔ مثلِ عیدی باعثِ خوشنودیٔ اطفال ہے
جب سے ہے دل میں کسی کی نوکِ مژگاں کا خیال ۔ نشترِ زنبور ہے تن پر مرے جو بال ہے
جوشِ گریہ کا مرے تم کچھ نہ پوچھو ماجرا ۔ چادرِ آبِ رواں منہ پر مرے رومال ہے
دل پہ ہوں گر داغِ سوزانِ عشق میں اے کوہکن ۔ پھر تو خسرو کا بھی گنجِ سوختہ کیا مال ہے
کھاؤں میں بیڑا جو اس بن کیونکہ دل ٹکڑے نہ ہو ۔ جو رگِ پاں ہے وہ مجھ کو شیر کا سا بال ہے
ہیں جہاں مدفن تمہارے کشتگانِ زلف کے ۔ نخل کی جا بیدِ مجنوں ہو وہاں یا جال ہے
شوخیٔ قاتل کرے آلودہ کیوں منہ پان سے ۔ خونِ اعجازِ مسیحا سے لب اس کا لال ہے
فندقوں سے کسکی دل خوں تھا کہ میری خاک پر ۔ نوکِ برگِ سبزہ جوں منقارِ[3] طوطی لال ہے
اس کی ٹھوکر کا ہوں دیوانہ کہ جسکے پاؤں میں ۔ گردشِ رنگِ پری سے حلقۂ خلخال[4] ہے
آئے وہ شاید عیادت کو کہ باصد ضعفِ حال ۔ آئی خرگاں پر نظر بھی بہرِ استقبال ہے
وادیٔ وحشت میں بھی جا کر نہ دل اپنا کھلا ۔ پنجۂ مژگانِ آہو شیر کا چنگال ہے

[illegible]

[1] چمگادڑ ٭ [2] کہتے ہیں کہ ایک سانپ ہر ایک خزانہ پر بیٹھا ہوا ہوتا ہے ٭ [3] ایک پرندے کا نام ہے ٭
روع [1] علم رمل کا جاننے والا ٭ [2] حبشی ٭ [3] چونچ ٭ [4] پازیب ٭

دل میں شکلِ یار کب آئے نظر بے اضطراب
دیکھ لو سیماب بن آئینہ بے[5] تمثال ہے

بسکہ ہے نوروز اپنا آفتابِ بادہ سے
دورِ ساغر ہم کو ساقی گردشِ یک سال ہے

پوچھتے کیا ہو شکستِ دل کو صورت دیکھ لو
نامہ ہے چیں برجبیں ۔ قاصد شکستہ حال ہے

بارِ عشق اس گل کا سر پر رکھ لیا جو ہو سو ہو
اب کسے پروا ہے سو من ہو کہ اک مثقال[6] ہے

غم نہیں صیاد کو ورنہ مری فریاد سے
ہے قفس تو سینہ چاک اور دل مشبک جال ہے

کھل گیا مضمون شکستِ دل کا بے خط کے کھلے
نامہ بر[7] کار اس قدر اپنے شکستہ حال ہے

ہے اسیرانِ محبت کی بلا سینہ میں آگ
شعلۂ جوالہ ساں طوقِ گلو تک لال ہے

ہوتے ہیں اعضائے بوسیدہ تصور سے جدا
کھینچنی تصویرِ مجنوں کی ترے اشکال[8] ہے

روزِ محشر سے کئی دن دیکھنے کو چاہئیں
گر یہی اے ذوق طولِ نامۂ اعمال ہے

۱۰

موئے سر مارانِ سیہ کا ایک سراسر لشکر ہے
مانگ[1] جو ہے اک مارِ سفید اس لشکر کا سرلشکر ہے

آبلہ ہائے سینہ جو خیمہ سے دکھائی دیتے ہیں
مزرع[2] دل پر میرے پڑا کیا غم کا آکر لشکر ہے

ہووے دلِ مظلوم ہمارا کیوں نہ شہیدِ دشتِ بلا
درپے اس کے شامیوں کا وہ زلفِ معنبر لشکر ہے

دیویں ہو ذی زحمت کش کو کیونکہ نہ ایذا جمع ضعیف
دشمن مارِ زخم رسیدہ مور[3] کا اکثر لشکر ہے

کعبہ کو بہ خدا ہی رکھے آج کہ جوشِ ابر نہیں
ایک اصحاب[4] الفیل کا سایہ دوشِ ہوا پر لشکر ہے

ہیں وہ شاہِ کشورِ غم ہوں یارو جس کے ساتھ سدا
فوجیں اشک کی موجیں ہیں اور بہتا سمندر لشکر ہے

۵ یکتا ٭ ۶ بہت کم وزن کا سکہ ٭ ۷ ایلچی ٭ ۸ مشکل ٭

غ۱۰ ۱ بالوں کا چیر ٭ ۲ کھیتی ٭ ۳ چیونٹی ٭ ۴ بادشاہ ابراہہ نے مکہ پر چڑھائی کی تھی اسکی فوج اور ہاتھیوں کو اصحاب فیل کہتے ہیں یہ لشکر ابابیلوں نے تباہ کر دیا تھا ٭

گاہ ہجومِ یاس میں ہے دل - گاہ ہجومِ حسرت میں
ہے بہ مرو سپاہی ہیشہ بھرتا لشکر ہے

خالِ چشمِ جاناں کا مژگاں سے تجمل دیکھو تو
اُترا پشت پہ ماہی کی کیا لے کے سکندر لشکر ہے

ہووے امامِ برحق پیدا ذوقؔ اگر تو دیکھ ابھی
ہوتا گرد اسلامیوں کا جوں سبحۂ گوہر لشکر ہے

۱۱

سرِ وقتِ ذبح اپنا - اسکے زیرِ پائے ہے
یہ نصیب - اللہ اکبر - لوٹنے کی جائے ہے

رخصت اے زنداں! جنوں زنجیرِ در کھڑکائے ہے
مژدۂ خارِ دشت پھر تلوا مرا کھجلائے ہے

واہ وا شورِ محبت خوب ہی چھڑکا نمک
استخواں ہیری ہما کس کس مزہ سے کھائے ہے

دم کی ہے سینہ میں آکر ضعف سے یہ گفتگو
دیکھئے لب تک غنے اکس طرح سے پہنچائے ہے

بس کہ دم سوزِ دروں بھن جائینگے دل اور جگر
رحم جوشِ گریہ چھاتی پھر ابھی بھر آئے ہے

بل بے استغنا کہ وہ یاں آتے آتے رہ گئے
اُف رے بیتابی کہ یاں تو دم ہی نکلا جائے ہے

نزع میں بھی ذوقؔ کو تیرا ہی بس ہے انتظار
جانبِ در دیکھ لے ہے جبکہ ہوش آجائے ہے

۱۲

آیا نہ وہ مہ طلعت - کیا دیر لگائی ہے
کھینچ اے کششِ اُلفت - کیا دیر لگائی ہے

قاصد تو کب آتا ہے - ہے پیکِ اجل نے بھی
یاں آنے میں بافسمت - کیا دیر لگائی ہے

آنکھوں میں ہے دم تیرے - بیمارِ محبت کا
دکھلا دے کہیں صورت - کیا دیر لگائی ہے

آنا بھی کہیں تیرا - آنا ہے قیامت کا
اے دلبرِ خوش قامت - کیا دیر لگائی ہے

پروانہ سے کہتی ہے یہ شمع - کہیں جل چک
ہے تجھمیں اگر جرأت - کیا دیر لگائی ہے

کس فکر میں ہے ساقی - دے بادہ جو ہے باقی
تھوڑی ہے یہاں فرصت - کیا دیر لگائی ہے

ہے تیغ بکف قاتل - تم مرنے پہ جانباز و
باندھو کمرِ ہمت - کیا دیر لگائی ہے

گر قتل ہی کرنا ہے - قاتل کہیں کر جلدی
لاحول ولا قوت - کیا دیر لگائی ہے

غ ۱۱ ؎ خوشخبری ۲؎ ہڈی ۳؎ بے نیازی غ ۱۲ ؎ کلمۂ تاسف ۵؎ حسن ۶؎ مچھلی ۷؎ تسبیح

یاں وعدہ بھی آ پہنچا - تو اب تلک آتا ہے
اللہ رے تری غفلت - کیا دیر لگائی ہے

بے بادہ گلستاں میں بیٹھے ہیں لہو میکش
ساقی نے دم عشرت - کیا دیر لگائی ہے

دے پھونک کہیں دل کو - مدت سے سُلگتا ہے
اے سوز غم فرقت - کیا دیر لگائی ہے

بالیں[1] پہ کہا میری - ہنگامہ محشر نے
لو اُٹھو کہیں حضرت - کیا دیر لگائی ہے

اس کے لب خنجر کا لینا ہے اگر بوسہ
تو اے دل پر حسرت - کیا دیر لگائی ہے

اے ذوق شہید اسکو - کرتے ہیں کئی عاشق
کرتے ہو اگر سبقت[2] - کیا دیر لگائی ہے

۱۳

الٰہی کس بے گنہ کو مارا سمجھ کے قاتل نے کشتنی ہے
کہ آج کوچہ میں اس کے شورِ بِاَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْنِی ہے

غمِ جدائی میں تیرے ظالم - کہوں میں کیا - مجھ پہ کیا بنی ہے
جگر گدازی ہے - سینہ کاوی ہے دلخراشی ہے - جانکنی ہے

زمیں پہ نورِ قمر کے گرنے میں صاف اظہارِ روشنی ہے
کہ ہیں جو روشن ضمیر[2] اُن کا فروغ اُن کی فروتنی[3] ہے

بشر جو اس تیرہ[4] خاکداں میں پڑا - یہ اُس کی فروتنی ہے
وگرنہ قندیلِ عرش میں بھی اسی کے جلوہ کی روشنی ہے

ہوئے ہیں تر گریہ ندامت سے اس قدر آستین و دامن
کہ میری تر[5] دامنی کے آگے عرق عرق پاک دامنی ہے

ہوئے ہیں اس اپنی سادگی سے - ہم آشنا جنگ و آشتی[6] سے
اگر نہ ہو یہ تو پھر کسی سے - نہ دوستی ہے نہ دشمنی ہے

لگا نہ اس بتکدہ میں تو دل - یہ ہے طلسم شکست غافل
کہ کیسا ہی کوئی خوش شمایل صنم ہے آخر شکستنی ہے

نہیں ہے قانع[7] کو خواہش زر - وہ مفلسی میں بھی ہے تونگر

---

[1] تکیہ ۔ [2] پہل ۔

غ ۱۳ [1] یعنی کس گنہ میں تو نے مجھے قتل کیا ۔ [2] صاف دل والے ۔ [3] عاجزی، مسکینی ۔ [4] تاریک ۔ [5] گنہ گاری ۔ [6] صلح ۔ [7] قناعت کرنے والا ۔

جہاں میں مانندِ کیمیا گر - ہمیشہ محتاج و دل غنی[۸] ہے
کوئی ہے کافر - کوئی مسلماں - جدا ہر اک کی ہے راہِ ایماں
جو اس کے نزدیک رہبری ہو وہ اسکے نزدیک رہزنی[۹] ہے
تکلّفِ منزلِ محبت نہ کر - چلا چل تو بے تکلّف
کہ جا بجا خارِ زارِ وحشت سے بچھ رہا فرشِ سوزنی ہے
خدنگِ مژگاں سے ذوق اسکے دل اپنا سینہ سپر ہی جب سے
مثالِ آئینہ سخت جانی سے سینہ دیوارِ آہنی[۱۰] ہے

۱۴

آنکھ اس پر جفا سے لڑتی ہے
جان کشتی قضا سے لڑتی ہے

شعلہ بھڑکے گا کیا بھلا سر بزم
شمع تجھ بن ہوا سے لڑتی ہے

قسمت اس بت سے جا لڑی اپنی
دیکھو! احمق خدا سے لڑتی ہے

صفِ مژگاں تری خدا کی پناہ
اک بلا - اک بلا سے لڑتی ہے

شورِ قلقل[۱] یہ کیوں ہے - دخترِ[۲] رز
کیا کسی آشنا سے لڑتی ہے

نگہِ ناز اُس کی عاشق سے
چھوٹ کس کس ادا سے لڑتی ہے

ترے بیمار کے سرِ بالیں[۳]
موت کیا کیا شفا سے لڑتی ہے

آج کہتے ہو کیا طبیعت کو
عشق میں ابتدا سے لڑتی ہے

زالِ[۴] دنیا نے صلح کی کس دن
یہ لڑا کا سدا سے لڑتی ہے

تیری شمشیرِ خوں کے چھینٹوں سے
چھینٹے آبِ بقا سے لڑتی ہے

دیکھو اس چشمِ مست کی شوخی
جب کسی پارسا[۵] سے لڑتی ہے

ذوق دنیا ہے مکر کا میداں
نگہ اس کی دغا سے لڑتی ہے

۱۵

دل کی معاش غم - اسے غم کی تلاش ہے
ڈرتا ہوں دل سے میں یہ بڑا بدمعاش ہے

۸ بے نیاز ۔ ۹ ڈاکہ ۔ ۱۰ لوہے کی ۔

غ ۱۴ ۱ صراحی سے شراب ڈالنے کے وقت جو آواز پیدا ہوتی ہے ۔ ۲ یعنی شراب ۔ ۳ تکیہ ۔ ۴ بوڑھی ۔ ۵ پرہیزگار ۔

اس بتکدہ میں کون ہے کافر ترے سوا — تو بت پرست بت بھی ہے اور بت تراش ہے

ہوتی وبالِ دوش نہیں عاشقوں کی خاک — اُڑ جاتی ٹھوکروں میں تری انکی لاش ہے

لبریزِ صد نشاط ہے مثلِ ہلالِ عید[1] — سینہ میں وہ جو ناخنِ غم کی خراش ہے

کرتے یہ اشک و آہ ہیں تکلیف کیوں عبث[2] — ہوجاتا رازِ دل تو نگاہوں میں فاش ہے

دنبالہ[3] پر جو سرمہ کے دانہ ہے خال کا — دیکھو! وہ دستِ چشمِ فسونگر[4] میں ماش ہے

کیا شاد کو خفیف ہے کرتی زبانِ خلق — شاباش جس کو کہتے ہیں وہ شاد باش ہے

دُنیا سے بھی اُٹھے تو نہ بستر سے اُٹھ سکے — تیرا مریضِ عشق جو صاحب فراش ہے

ہے کس مزہ سے عشق میں اپنی ہوئی بسر — افسوس لب پہ ہے، نہ کبھی دل میں کاش ہے

بُرّش[5] میں اب تو خنجرِ خمدار سے بھی تیز — اس شوخ کج ادا نے نکالی تراش ہے

مسکن بنا ہے آج سے دل میں نہیں ہے غم — روزِ ازل سے اس کی یہیں بود و باش[6] ہے

اے ذوق جانتا ہے وہ ہمدردِ میرا درد — دل جس کا پارہ پارہ جگر پاش پاش[7] ہے

۱۶

کیا غمزہ ترا بر سرِ بیداد غضب ہے — جلّادِ فلک سے بھی یہ جلّاد غضب ہے

ہر ناز میں کرتا ستم ایجاد غضب ہے — سر تا بقدم وہ بتِ بیداد غضب ہے

ناز آفت و چشمِ ستم ایجاد غضب ہے — شاگرد بھی ہے قہر جو استاد غضب ہے

اے بلبلِ نالاں تری فریاد غضب ہے — کر بات بھی آہستہ کہ صیاد غضب ہے

گلشن میں ابھی ہنس کے پریشاں ہوئے اے گل — اس باغ میں آنا بہ دلِ شاد غضب ہے

نکلے ہے صدا کوہ سے ہم آتش و ہم آب — کیا سوز و گدازِ دلِ فرہاد غضب ہے

خاکسترِ پروانہ پہ روتی ہے بجا شمع — ہو خاکِ جگر سوختہ برباد غضب ہے

دل حسن کے یوسف سے جو ہونے لگا روشن — ہم سمجھے کہ اس چاہ کی اُفتاد[1] غضب ہے

اس بت کا سمجھ حسنِ خداداد نہ اس کو — یہ تجھ پہ خدا کا دلِ ناشاد غضب ہے

ہوتا ہے سپند[2] ایک ہی آواز میں آخر — کیا سوختہ جانوں کی بھی فریاد غضب ہے

توڑا اگر شاخ کو کثرت نے ثمر کی — دُنیا میں گرانباریِ اولاد غضب ہے

ع ۱۵ ۔ ۱ عیش ۔ ۲ بے سود ۔ ۳ دُم ۔ عقب ۔ ۴ جادوگر ۔ ۵ کاٹ ۔ ۶ رہائش ۔ ۷ ٹکڑے ٹکڑے

ع ۱۶ ۔ ۱ گر پڑنا ۔ ۲ ہرمل

اے شوخ تری چشمِ غضبناک کے ہوتے ہم چاہیں قضا سے اگر امداد غضب ہے
اللہ کرے خیر مرے شیشۂ دل کی پھر آج وہ مستِ مئے[۳] بیداد غضب ہے
بھولا نہ مجھے قتل گہِ[۴] عام میں قاتل اللہ رے ترا حافظہ کیا یاد غضب ہے
شیطاں بھی اماں مانگتا ہے اُنکے عمل سے کیا حضرتِ آدم کی بھی اولاد غضب ہے
پریوں پہ تری طرح سے مرتے نہیں ہمدم ہم جس پہ ہیں عاشق وہ پریزاد غضب ہے
تارے یہ فلک پر ہیں کہ اُڑتے ہیں شرارے عاشق کی ترے گرمیٔ فریاد غضب ہے
ہے سرو تو پابندِ غمِ بے ثمری بس کہتے ہیں گرفتار کو آزاد غضب ہے
غصّہ ہے ترا قہر۔ ترا قہر قیامت رنجش تری بیداد ہے بیداد غضب ہے
ہے غم سے ہنوز آئینہ با دیدۂ پُر آب اسکندرِ رومی کی بھی رُوداد[۵] غضب ہے
وہ کونسا غم ہے کہ جو دُنیا میں نہیں ہے اور اسپہ بھی دلکش یہ غم آباد غضب ہے
قامت تو ترا سرو کے سر پہ تھا قیامت ہر طرّہ سرِ طرّہ شمشاد غضب ہے
سَو فتنے ہیں پنہاں نظرِ لطف میں اس کی یہ لطف نہیں اے دلِ ناشاد غضب ہے
دیں ہوش بھلا مردمِ ہشیار کے بل ہیں آنکھوں کو تمہاری وہ فسوں[۶] یاد غضب ہے
یہ خانۂ ہستی ہے عجب خانۂ رنگیں اے ذوق مگر سُستیٔ بنیاد غضب ہے

۱۷

یہ اقامت ہمیں پیغامِ سفر دیتی ہے زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے
زالِ[۱] دنیا ہے عجب طرح کی علامۂ دہر مردِ بیدار کو بھی دہریہ کر دیتی ہے
تیرہ بختی[۲] مری کرتی ہے پریشاں مجھ کو تہمت[۳] اس زلفِ سیہ فام پہ دھر دیتی ہے
رات بھاری تھی سرِ شمع پہ سو ہو گذری کیا طباشیر سفیدیٔ سحر دیتی ہے
ناز و انداز تو ہیں کہ چکے سب مشقِ ستم کچھ محبّت مری اصلاح مگر دیتی ہے
دیتی شربت ہے کسے زہر بھری آنکھ تری عین احساں ہے مجھے زہر بھی گر دیتی ہے
کیا کرے حسرتِ دیدار کہ دم لینے کی دل کو فرصت نہیں وہ تیغِ نظر دیتی ہے
شمع گھبرا نہ تپِ غم سے کہ اک دم میں ابھی آکے کافور سفیدیٔ سحر دیتی ہے

۳ شرابِ غرور ۰ ۴ مقتل ۰ ۵ کہانی۔حکایت ۰ ۶ جادو ۰

غ ۱ بوڑھی عورت سفید بالوں والی ۰ ۲ بدنصیبی ۰ ۳ بہتان ۰

فائدہ دے ترے بیمار کو کیا خاک دوا — اب تو اکسیر بھی دیجے تو ضرر[۴] دیتی ہے
غنچہ ہنستا ترے آگے ہے جو گستاخی سے — چٹکنا منہ پہ وہیں بادِ سحر دیتی ہے
شمع بھی کم نہیں کچھ عشق میں پروانہ سے — جان دیتا ہے اگر وہ تو یہ سر دیتی ہے
نخل مژگاں سے ہے کیا جانئے کیا چشم ثمر — چشم - پانی کی جگہ خونِ جگر دیتی ہے
کہتے سنتے نہیں کچھ ہم تو شبِ ہجر میں پر — نالۂ دل کا جواب آہِ جگر دیتی ہے
کوئی غماز[۵] نہیں میری طرف سے اے ذوق — کان اس کے مری فریاد ہی بھر دیتی ہے

۱ حسن کو بھی کچھ کم عشق جانبازی میں نہیں
جان دینے والا پروانہ ہے شمع بھی سر دیتی ہے

۱۸

اس سنگِ آستاں پہ جبینِ نیاز ہے — وہ اپنی جا نماز ہے اور یہ نماز ہے
ناساز ہم سے جو ہے اُسی سے یہ ساز ہے — کیا خوب دل ہے واہ ہمیں جس پہ ناز ہے
دروازہ میکدہ کا نہ کر بند محتسب — ظالم خدا سے ڈر کہ درِ توبہ باز[۱] ہے
خانہ خرابیاں دلِ بیمارِ غم کی ہائے — ہے وہ دوا خراب کہ جو خانہ ساز ہے
خنجر کہیں نہ آب کا بہ جائے ہو کے آب — میرے گلے میں نالۂ آہن گداز ہے
پہنچا ہے شب کمند[۲] لگا کہ کہاں رقیب — دیکھو حرامزادہ کی رسّی دراز ہے
اس بت پہ گر خدا بھی ہو عاشق تو آئے رشک — ہر چند جانتا ہوں کہ وہ پاکباز ہے
نقطہ پہ خالِ روئے بتاں کے مجھے خدا — بخشے تو کیا عجب کہ وہ نکتہ نواز[۳] ہے
ہر برگِ گل کے لب سے ٹپکتا ہی خوں پڑا — گلشن میں کس کی خاک شہیدانِ ناز ہے
اے ذوق کیوں نہ سب پہ کھلے تیرا رازِ عشق — جو نالہ ہے کلیدِ[۴] درِ گنجِ راز ہے

۱۹

جو کچھ کہ ہے دنیا میں وہ انساں کے لئے ہے — آراستہ یہ گھر اسی مہماں کے لئے ہے
زلفیں تری کافر انہیں دل سے مرے کیا کام — دل کعبہ ہی اور کعبہ مسلماں کے لئے ہے
بیٹھا ہے سخنور جو گرفتارِ تفکر[۱] — زیبا یہ قفس مرغِ خوش الحاں کے لئے ہے
مستوں کے لئے رحمتِ باری کے ہیں آثار — زاہد جو دعا مانگتا باراں کے لئے ہے

۱ جو کچھ ہستی میں ہے وہ انسان کے لئے ہے

۴ نقصان ۔ ۵ چغلخور ۔

غ ۱۸ ۱ کھلا ۔ ۲ رسّہ ۔ ۳ یعنی وہ ایک ہی بات پر خوش ہو کر بخش سکتا ہے ۔ ۴ چابی ۔

غ ۱۹ ۱ سوچ بچار میں ۔

اپنوں سے نہ مل۔ آپ ہیں سب اپنوں کی دشمن ہر نے میں بھری آگ نیستاں[۱] کے لئے ہے
ہر کس کی نگاہوں کا ہوں وحشی کہ مری خاک اک کحلِ بصر[۲] چشمِ غزالاں کے لئے ہے
کچھ میرے نصیبوں سے زیادہ جو سیاہی باقی ہے تو میری شبِ ہجراں کے لئے ہے
عاشق کا جنوں طرفہ تماشا ہے کہ ہر بات گویا سبق اطفالِ دبستاں[۳] کے لئے ہے
وہ زلفِ سیہ بھنکتی کیوں دام ہے دل پر ہر صید کسی پنجۂ مژگاں کے لئے ہے
دل بھی ہے مرا جان ترے مشقِ ستم کی جو تیر ہے اس تودۂ طوفاں[۴] کے لئے ہے
دل قیدِ تعلق سے نکل سکتا نہیں ذوق کیا در نہیں اس خانۂ زنداں[۵] کے لئے ہے

۲۰

چُنی تو نے افشاں جو اے مہ جبیں ہے ستاروں میں کیا کیا چناں و[۱] چنیں ہے
نہ پوچھو کہ دل شاد ہے یا حزیں ہے خبر بھی نہیں یاں کہ ہے یا نہیں ہے
یہی گر تری چشمِ سحر آفریں[۲] ہے تو دل ہے نہ جاں ہے نہ ایماں نہ دیں ہے
صنم میرے دل کو خدائی کا تیری یقیں ہے یقیں بلکہ عین الیقیں[۳] ہے
ہر اک چاند دیکھے ہے اُنتیسویں کا جہاں ناتواں بین و باریک بیں ہے
رُکے اشک اور آہ پہنچی فلک پر مرا عشق کم خرچ و بالا نشیں ہے
تغافل سے فرصت نہیں واں نظر کو یہاں منتظر لب پہ جانِ حزیں ہے
پڑے تفرقے[۴] یہ جدائی سے تیری کہیں ہوں کہیں دل کہیں جاں کہیں ہے
شبِ غم میں دمساز و دلسوز اپنا دمِ سرد ہے نالۂ آتشیں ہے
ہنسی ہے جو کچھ رنجش آمیز[۵] اُن کی تو موجِ تبسم بھی چیں بر جبیں ہے
نہ ہووے اگر تجھ کو دم کا بھروسا تو جو دم ہے غافل دمِ واپسیں[۶] ہے
وہ پہلو میں بیٹھے ہیں اور بدگمانی لئے پھرتی مجھ کو کہیں کا کہیں ہے
ہنسی آتی ہے مجھ کو جب تیرے آگے کوئی ماہِ کنعاں[۷] کو کہتا حسیں ہے
جو تم عرش سے دور بیٹھے تو بیٹھو لگائے ہوئے میرا دل دوربیں ہے

۱ مراد جنگل ⁂ ۲ سرمۂ چشم ⁂ ۳ مکتب ⁂ ۴ طوفان کا ڈھیر ⁂ ۵ قید خانہ ⁂

غ ۲۰ ۱ لڑائی جھگڑا ⁂ ۲ جادوگر ⁂ ۳ انبیا کے یقین کا درجہ ہے ⁂ ۴ فساد ⁂ ۵ رنج سے ملی ہوئی
۶ آخری دم۔ دمِ نزع ⁂ ۷ مراد حضرت یوسف ⁂

نہیں وہ رہے ہم سے تم سمجھتے جو پہلے — زمانہ کو تو کچھ تغیّر[۵] نہیں ہے
وہی ہے زمانہ وہی رات دن ہے — وہی آسماں اور وہی زمیں ہے
نہ کی آہ سنو زخم دل پر اُٹھائے — تجھے آفریں ذوق صد آفریں ہے

۲۱

فلک تو ٹیڑھا ہی کی صبح سے تا شام چلتا ہے
مگر سیدھی نظر سے تیری اپنا کام چلتا ہے
بھرے جاؤنگا میں صیاد دم گلشن کے چلنے کا
مرے سینہ میں جب تک دم بزیرِ دام چلتا ہے
ہمیشہ دورِ عشرت ہے جو تم ہو اہلِ کیفیّت
کہ مہر و ماہ سے دن رات یاں اک جام چلتا ہے
چلا پہلو سے اُٹھ کر جبکہ وہ آرام جان و دل
کہا آرام نے ہم سے کہ لو آرام چلتا ہے
ترا تیرِ نگہ پیکِ[۱] قضا سے کم نہیں قاتل
جدھر چلتا ہے بن کر موت کا پیغام چلتا ہے
سمندِ وحشت اپنا شاخِ گل کے تازیانہ سے
جنوں کی شاہ[۳] راہوں میں سدا شہ گام چلتا ہے
کیا پختہ مزاجوں کو مسخّر تو نے دنیا میں
یہ تیرا خوب جادو اے خیالِ[۴] خام چلتا ہے
عجب شطرنج گردوں ہی کہ جسمیں اپنے گھوڑے کو
نئے منصوبہ سے روز ابلقِ[۵] ایّام چلتا ہے
کہو صیّاد سے گر ذبح کرنا ہے تو جلدی کر
ابھی کچھ دم مرے سینہ میں زیرِ دام چلتا ہے

[۵] تبدیلی ؛

غ ۲۱ [۱] پھند ؛ [۲] ایلچی ؛ [۳] بڑی سڑک ؛ [۴] غلط خیال ؛ [۵] زمانے کا گھوڑا ؛

ارادہ گر کرے ناقص علوِّ جاہِ کامل کا
تو یہ جانو کہ نابینا کمند بام چڑھتا ہے

خرد نے رازِ عالم کچھ نہ پایا ذوق اگر پایا
کہ بے آغاز آیا اور بے انجام چلتا ہے

۲۲

پھولا نہیں سماتا جو گل پیرہن میں ہے
آتا یہ کس بھروسے پہ ہنستا چمن میں ہے

مہ میں کہاں جو تابِ رُخِ سیم تن میں ہے
پردہ سا عنکبوت کا سقفِ کہن میں ہے

دم کو نہیں ہے سینہ میں آرام ایک دم
یہ وہ غریب ہے کہ مسافر وطن میں ہے

حرف آئے مجھ پہ دیکھئے کس کس کے نام سے
اس درد سے عقیق کا دل خوں یمن میں ہے

رنگیں ہے آج کل کے گلِ نو بہار سے
اگلا جو برگِ زرد کوئی اس چمن میں ہے

وہ دل کہ لا نہ سکتا تھا چینِ جبیں کی تاب
زیرِ شکنجہ زلفِ شکن در شکن میں ہے

یاد آتا ہے جو آبِ دمِ تیغ کا مزا
بھر آتا میرے زخم کے پانی دہن میں ہے

ہیں روزنِ دہن میں جو کژدم لئے ہوئے
یہاں کام ان کا نیش زنی ہر سخن میں ہے

دکھلا دو پشتِ لب پہ تم اپنی دُرِ بلاق
دیکھیں سہیل کیونکہ چمکتا یمن میں ہے

ہوش و خرد کو دیکھ لیا دردِ سر میں ذوق
آرام کو بھی دیکھ کہ دیوانہ پن میں ہے

۲۳

ہر دم دلِ خوں گشتہ میں اک جوش فزوں ہے
جو آہ ہے سینہ میں سو فوارۂ خوں ہے

دنیا کی ہے رفعت کا سبب پستیٔ ہمت
گردوں کو ہی اوج اس ہی زمانہ میں کہ دوں ہے

پھر جاتی ہے سینہ کو مری آہ بھی اُلٹی
قسمت ہے جو برگشتہ ہوئی بخت نگوں ہے

میں دُرد ہی ہوں عشق کے بیٹھا ہوا لبریز
پر دل یہی کہتا ہے کہ ہرگز نہ کہوں ہے

اک غمزہ تری چشمِ فسوں کار کا کافر
تو چشمِ پری کو سبق آموزِ فسوں ہے

دل کرتا ہے اس کوچہ کا جب قصد تو لیتا
طائر کے عوض رنگِ پریدہ سے شگوں ہے

۶ مرتبہ کی بلندی ۔ ۷ اندھا ۔ ۸ شروع ۔ ۹ اخیر ۔

غ ۲۲ ۔ ۱ مکڑی ۔ ۲ چھت ۔ ۳ بچھو ۔ ۴ ناک کا زیور ۔ ۵ عقل ۔

غ ۲۳ ۔ ۱ بلندی ۔ ۲ کمینہ ۔ سفلہ ۔ ۳ بھرا ہوا ۔ ۴ اڑا ہوا رنگ ۔

قائم ہے بنا درد کی فریاد سے میری — جو نالہ ہے ایوانِ محبت کا ستوں ہے
جس دن سے ہوا عشق مرے درپئے تعلیم — ہر غارِ بیابان قلمِ مشقِ جنوں ہے
مر جاؤں مگر رازِ محبت نہ جتاؤں — کیسا ہی اگر درد ہو دل میں نہ کہوں ہے
بیتابیٔ دل لفظوں میں کیا آئے کہ ہر حرف — دکھلا رہا گا ہے حرکت گاہ سکوں ہے
بیتابیٔ دل کا کوئی مضموں جو ہوا نظم — ہر حرف پہ میرے حرکت جائے سکوں ہے
تلخابۂ حسرت کو پیوں کیوں نہ مزے سے — میری بھی تبرشدِ تپِ سوزِ دروں ہے
ہے وصل میں غم ہجر کا اور ہجر بلا ہے — آرام محبت میں ہمیں یوں ہے نہ دوں ہے
آلودۂ اظہار نہ ہو رازِ محبت — دم ہونٹوں پہ آ جائے مگر میں نہ کہوں ہے
کھو آپ کو گر ڈھونڈتا ہے عشق کی منزل — گم گشتگی اس رہ میں تری راہ نموں ہے
ہاروت سے واں لاکھوں ہیں شاگرد کہ جس جا — وہ چشم فسوں گر سبق آموزِ فسوں ہے
کیوں حالِ زبوں اپنا بیاں کرتا ہے ان سے — اے **ذوق** ترے واسطے یہ بخت زبوں ہے

۲۴

باغِ عالم میں جہاں نخلِ حنا لگتا ہے — دلِ پرخوں کا وہاں ہاتھ پتا لگتا ہے
کیا تڑپنا دلِ بسمل کا بھلا لگتا ہے — جب اچھلتا ہے ترے سینہ سے جا لگتا ہے
دل کہاں سیر تماشے پہ مرا لگتا ہے — دل کے لگ جانے سے جینا بھی برا لگتا ہے
جو حوادث سے زمانہ کے گرا کب اٹھا — نخل آندھی کا کہیں اکھڑا ہوا لگتا ہے
دل لگی کا ہے مزا یہ کہ نمک گیں اے دل — سب کبابوں سے نمک تجھ کو سوا لگتا ہے
نہ شبِ ہجر میں لگتی ہے زباں تالو سے — اور نہ پہلو مرا بستر سے ذرا لگتا ہے
ہائے محتاج ہوا مرہمِ زنگار کا تو — زخمِ دل! زہر مجھے ہنسنا ترا لگتا ہے
آبِ خنجر ہے جو زہرآب وفاداروں کو — ملک سرحد ہے وفا پانی ذرا لگتا ہے
قدِ مجنوں ترے پھولوں کی چھڑی ہے لیلیٰ! — جب ذرا جھکتا ہے سر پاؤں سے جا لگتا ہے
زرِ زاہد ہے تو کیا کھوٹ ابھی ہے دل میں — **ذوق** اس زر کو کسوٹی پہ کسا لگتا ہے

۱ قصر ۲ بیکلی ۳ سرد کرنا ۴ جادوگر

غ ۱ وہ چیز جو شراب کے بعد کھاتے پیتے ہیں ۲ زہر لگنا ۔ بہت برا معلوم ہونا

۲۵

ملنا ہمارا ان کا تو کب جائے جائے ہے
البتہ آدمی۔ سو کبھی آئے جائے ہے

جو اس گلی میں مثلِ صبا آئے جائے ہے
فردوس میں کب اسکو تمنائے جائے ہے

کہتے ہیں لوگ موت تو سب جائے جائے ہے
پر میرے پاس اسے بھی کوئی کھائے جائے ہے

ٹوٹا ہے کس پتنگ کا بازو کہ شمع بزم
یوں روغنِ اشکِ گرم سے ٹپکائے جائے ہے

لکھوا کے بھیج دیتا ہے اک پرچہ گاہ گاہ
دل کو ذرا ذرا مرے پرچائے جائے ہے

ابرِ مژہ برس کے اگر کھل گیا تو کیا
نالہ تو وہ ہی آگ سی برسائے جائے ہے

فوارہ سے بجا ہے تواضع کا سیکھنا
اس سرکشی پہ سر کو وہ نہوڑائے جائے ہے

کیا حالِ جسمِ زار کہوں۔ سوزِ عشق سے
اک بال ہر۔ کہ آگ پہ بل کھائے جائے ہے

مضمونِ اضطراب کا ہے یہ بھی ایک اثر
وہ مرغِ نامہ بر کو جو پھڑکائے جائے ہے

تابوت تیرے کشتہ کو بینش سے کم نہیں
کیا پانو اپنے چین سے پھیلائے جائے ہے

سنو کوس کیا! نہ جا سکے مجنوں تو دو قدم
پر شوقِ مدعا ہے کہ دوڑائے جائے ہے

جبتک کہ جان تن سے نکل جائیگی نہ ذوق
دیکھیں جو درد ہے سو کوئی ہارئے جائے ہے

۲۶

جاں غش لبِ جاں بخش پر۔ دل غش خطِ شکیں پہ ہے
عیسائی اپنے دیں پہ ہے۔ موسائی اپنے دیں پہ ہے

دے سین کی صورت دکھا۔ تو ہنس کے دانت اپنے ذرا
یاسین کیا پڑھوا رہا قاتل مرے بالیں پہ ہے

بلبل کا دل ہے خوں فشاں۔ ہیں عشق کی نیرنگیاں
سرخیِ رنگِ گل کہاں یہ دامنِ گلچیں پہ ہے

حرفِ زبانی ہو کہ خط۔ قول انکا سچ ہو یا غلط
میری تو اب تسکیں فقط۔ اے دل تری تسکیں پہ ہے

غ ۲۵ ۔ ۱ حلم ۔ ۲ ہلانا ۔ جھکانا ۔ ۳ ڈولی ۔
غ ۲۶ ۔ ۱ قرآن شریف میں ایک سورۃ ہے جو کہ دمِ نزع بیمار کو سُنائی جاتی ہے۔ تاکہ اس کی روح آسانی سے جدا ہو ۔ ۲ پھول چننے والا ۔

ہے خوشۂ انگور بنا کرتا ہے دل پر آبلہ
صد خندۂ دنداں نما۔ شب خوشۂ پروین پہ ہے

دو جام مے بھر کر چڑھا۔ پھر دیکھ کیفیت ہے کیا
یہ خوب عینک حق نما۔ چشمِ حقیقت بیں پہ ہے

ہو کوہ کے چشموں سے واں پانی نہ کیوں شیریں رواں
دی جان شیریں کھو جہاں۔ فرہاد نے شیریں پہ ہے

میں کیا کروں اظہارِ غم۔ ہے بارِ غم پر بارِ غم
دن رات ایک انبارِ غم۔ میرے دلِ غمگیں پہ ہے

صیقل[3] نہ ہو گر تیغ پر۔ جوہر پہ ہو کس کو نظر
اے ذوق یاں قدرِ ہنر۔ آرائش و تزئیں[4] پہ ہے

۲۷

اک صدمہ دردِ دل سے مری جان پر تو ہے
لیکن بلا سے یار کے زانو پہ سر تو ہے

آنا ہے اُن کا گرچہ قیامت پہ منحصر
ہم خوش ہیں یہ کہ آنے کی اُنکے خبر تو ہے

ہے سر شہیدِ عشق کا زیبِ سنانِ[1] یار
صد شکر بارے نخلِ وفا بارور[2] تو ہے

اے شمع دل ہی رونے میں جلتا تو کیا ہوا
ہو جاتی رات اِسمیں بلا سے بسر تو ہے

ہے دل میں درد اگر نہیں ہمدرد میرے پاس
دلسوز[3] اگر کوئی نہیں سوزِ جگر تو ہے

اے دل ہجومِ رنج و الم سے نہ تنگ ہو
خانہ خراب خوش ہو کہ آباد گھر تو ہے

اس بُت نے غائبانہ کہا یا نہیں کہا
چپ ہو گیا وہ بارے مجھے دیکھکر تو ہے

تربت پہ دل جلوں کی نہیں گر چراغ و گل
سینہ میں سوزشِ دل و داغِ جگر تو ہے

کشتیٔ بحرِ غم مرے حق میں ہے تیغِ یار
کر دیتی ایکدم میں اِدھر سے اُدھر تو ہے

وہ دل کہ جسمیں سوزِ محبت نہ ہو ذوق
بہتر ہے اس سے سنگ کہ جسمیں شرر[4] تو ہے

۲۸

تدبیر نہ کر۔ فائدہ تدبیر میں کیا ہے
کچھ یہ بھی خبر ہے تری تقدیر میں کیا ہے

[3] پالش ۔ [4] آرائش ۔

غ۲۷ [1] نیزہ ۔ [2] پھل دینے والا ۔ [3] جلا ہوا دل ۔ [4] چنگارہ ۔

اے اہلِ نظر! عالمِ تصویر کو دیکھو
تصویر کا کیا دیکھنا تصویر میں کیا ہے

ہے شانہ کہ میرا دلِ دیوانہ ہے اُلجھا
معلوم نہیں زلفِ گرہگیر[1] میں کیا ہے

پارہ کی جگہ کشتہ اگر ہو دلِ بیتاب
پھر آپ ہی اکسیر ہو اکسیر میں کیا ہے

اے صید فگن کرتا ہے کیوں اتنی چھُری تیز
اب باقی بھلا اس ترے نخچیر[2] میں کیا ہے

کچھ سلسلہ جنبانِ[3] جنوں ہے ترا مجنوں
غل دیکھ بپا خانۂ زنجیر میں کیا ہے

بیٹھا ہے درِ کعبہ پہ حیراں ترا شیدا
لبیک میں کیا ہوتا ہے تکبیر میں کیا ہے

عبث[4] گردی تو اس کے شب و روز
تو دیکھ تو۔ کچھ اس تِرے نخچیر میں کیا ہے

ہے صیدِ نگہ کہتا قضا سے یہ تڑپ کر
اس تیر میں کیا لطف ہے اس تیر میں کیا ہے

یہ غنچۂ تصویر کھلا ہے۔ نہ کھلے گا
کیا جانے دلِ عاشقِ دلگیر میں کیا ہے

خنجر ہے ترے ہاتھ میں اور ہم تہِ خنجر
تاخیر ہو کیوں؟ فائدہ تاخیر میں کیا ہے

اُتر اپنا گلے سے کہ جگر ہو گیا ٹھنڈا
کیا جانے اس آبِ دمِ شمشیر میں کیا ہے

زاہد کی طرف دیکھو نہ تم میرے دمِ ذبح
لو نام تم اللہ کا تکبیر میں کیا ہے

ذوق اس لبِ شیریں کا جو توصیف ہے کہتا
کیا کہئے حلاوت تری تقریر میں کیا ہے

۲۹

([illegible])

خمِ ابرو ترا جب بار نظر آتا ہے
کوئی کھینچے ہوئے تلوار نظر آتا ہے

جب ترا شعلۂ رخسار نظر آتا ہے
سرد خورشید کا بازار نظر آتا ہے

گھر میں جو روزنِ دیوار نظر آتا ہے
چشمِ افعیٰ[1] مجھے بے یار نظر آتا ہے

مستِ چشم اس کا جو میخوار نظر آتا ہے
ہے تو دیوانہ پہ ہشیار نظر آتا ہے

کیا تمہیں اے اُولے الابصار[2] نظر آتا ہے
یہاں تو اعتبار میں بھی یار نظر آتا ہے

ضعف سے تارِ تنِ زار نظر آتا ہے
سرِ مرا تن پہ اگر دار نظر آتا ہے

سبزۂ خطِ گلِ رخسار پہ ایک عالم ہے
خطِ ریحاں[3] خطِ گلزار نظر آتا ہے

معنیٔ رنگِ خموشی سے جو دل ہو آگاہ
برگِ گل میں لبِ اظہار نظر آتا ہے

جتنا بیہوش ہو اتنا ہی سوا[4] ہو آرام
مست ہاتھی ہو تو بے[5] بار نظر آتا ہے

غ ۲۸ [1] جسمیں گرہ پڑجائے ٭ [2] شکار ٭ [3] ہلانا ٭ [4] شکاری ٭

غ ۲۹ [1] اژدہا ٭ [2] عقلمند ٭ [3] ناز بو ٭ [4] زیادہ ٭ [5] بغیر بوجھ کے ٭

زلف کے دام میں ہی مرغ دل آتا ہمیں یاد
جب کوئی مرغ گرفتار نظر آتا ہے

خواب غم میں بھی ہے آرام - اگر آ جائے
ہے وہ بے چین جو ہشیار نظر آتا ہے

آنکھ اُٹھا کے تو ذرا دیکھ کہ زیر افلاک
جو ہے سرکش وہ نگونسار[6] نظر آتا ہے

میرے رونے پہ جو ہے دیدۂ سوزن رونا
تار اک آنسوؤں کا تار نظر آتا ہے

صید بیکس پہ ترے کون ہے کہتا تکبیر
یہ تو ہوتا یونہیں مردار نظر آتا ہے

تیرے مجنوں کو ہے سامان جنوں آرائش
داغ سودا گل دستار نظر آتا ہے

ہے غضب سرمہ نے چمکایا تری آنکھوں کو
آج فتنہ ہمیں بیدار[7] نظر آتا ہے

بار احساں ہی صبا کا بھی سر نکہت گل
کون گلشن میں سبکبار نظر آتا ہے

خنجر موج تبسم سے ترے گلشن میں
دیکھا ہر گل کو دل افگار نظر آتا ہے

میری آنکھوں میں نظر آتا ہی عالم ویراں
دل کا ویرانہ جو بے یار نظر آتا ہے

عالم دل میں کبھی آ کے فلک کو دیکھو
کیا پس پردۂ زنگار نظر آتا ہے

بڑھ کے جو چمکا زمانہ میں دکھائی دیا کم
روز کب اختر دمدار نظر آتا ہے

جو جوانمرد علائق[8] میں پھنسا ہے وہ مجھے
شیر پنجرے میں گرفتار نظر آتا ہے

دیکھ کر اے بت مغرور! یہ انداز ستم
شرم سے چرخ نگونسار[9] نظر آتا ہے

کاٹنے دوڑتا ہے گھر - جو نہیں وہ گھر میں
حلقۂ در دہن مار نظر آتا ہے

دل پُر وسوسہ کا عقدہ ہی قفل[10] وسواس
اس کا کھلنا مجھے دشوار نظر آتا ہے

مژدہ[11] اے آبلہ پائی کہ پھر آنکھوں میں مری
دامن وادئ کہسار نظر آتا ہے

کم نمائی سے ہوا ہے ماہ لقا عید کے چاند
کہ برس میں کبھی اک بار نظر آتا ہے

دل نے ہے دیکھ لیا دفتر تقدیر تمام
فلک اک نقطۂ بیکار نظر آتا ہے

چشم ساقی نے یہ میخانہ میں پھیلایا کفر
گردن شیشہ میں زنار[12] نظر آتا ہے

صحبت اہل صفا دیتی ہی سرکش کو اُلٹ
نخل پانی میں نگونسار نظر آتا ہے

تنگ جو زیست سے ہیں تختۂ تابوت اُنہیں
مر کے اک تخت ہوادار نظر آتا ہے

دُرِ مضموں ہیں ترے ذوق زبس بیش بہا
کم کوئی ان کا خریدار نظر آتا ہے

[6] عاجز ٭ [7] جاگتا ٭ [8] جمع علاقہ بمعنی تعلقات ٭ [9] اوندھا ٭ [10] تالہ ٭ [11] خوشخبری ٭ [12] برہمنوں کا دھاگا ٭

۳۰

خیال دل میں پری نہ لاؤ ہمارے دل میں تمہارا گھر ہے
تم آتے آؤ نہیں نہ آؤ ہمارے دل میں تمہارا گھر ہے

یہ دل ہے آئینہ تم ہو صورت نہیں ہے یاں نام کو کدورت[1]
کسی کو گھر میں بلا بٹھاؤ ہمارے دل میں تمہارا گھر ہے

خلل بنائے مکاں کو پہنچے تو ہوگا نقصاں مکیں[2] کو پہلے
مکاں کو دل کے نہ تم گراؤ ہمارے دل میں تمہارا گھر ہے

غلط ہے تہمت ہے افترا[3] ہے کہ ہم نے دل اور کو دیا ہے
کسی کے کہنے پہ تم نہ جاؤ ہمارے دل میں تمہارا گھر ہے

تم اپنے رخ میں ہو کر رہے دن ہو زلف میں شب کو عقدے گن گن
ہزار دل سے ہمیں بھلاؤ ہمارے دل میں تمہارا گھر ہے

مکانِ دیدہ بپسندِ خاطر اگر نہیں ہے کہ ہوں گے ظاہر
تو خیر تشریف تم نہ لاؤ ہمارے دل میں تمہارا گھر ہے

تم اس کو دو داغ مثل لالہ وہ یا کرو بیٹھ کر اُجالا[4]
بگاڑو تم اس کو یا بناؤ ہمارے دل میں تمہارا گھر ہے

یہی زباں سے ہر **ذوق** کہتا تمہارا ہے دھیان اسمیں رہنا
جدا مکاں اور کیوں بناؤ ہمارے دل میں تمہارا گھر ہے

۳۱

ہیں ترے رشکِ خطِ رخسار سے
دل میں آئینہ کے جوہر خار سے

شرحِ فرطِ حسرتِ دیدار سے
جو نگہ ہے کم نہیں طومار سے

کھائے داغ آتشیں رخسار سے
کم نہیں دل مرغِ آتش خوار سے

ہاتھ اُٹھاؤ عشق کے بیمار سے
کوئی بچتا بھی ہے اِس آزار سے

اُنس ہے کیا دل کو تیرِ یار سے
ہے مشابہ زخم بھی سوفار[1] سے

غ ۳۰ [1] گندگی مراد کینہ ۔ [2] بسنے والا ۔ [3] غلط افواہ ۔ [4] روشنی ۔
غ ۳۱ [1] تیر کا منہ ۔

میرے طرزِ نالہ ہائے زار سے
ٹپکے بلبل کے لہو منقار[2] سے

یوں نگہ نکلے ہے چشمِ یار سے
مست جیسے خانۂ خمّار سے

فرشِ گل پر مجھ کو ہجرِ یار سے
کم نہیں تارِ رگِ گل خار سے

آئینہ اس شعلۂ رخسار سے
گرم ہے دُکّانِ آتش کار سے

بے نصیب اس کے ہیں گو دیدار سے
سی دو آنکھوں کو نظر کے تار سے

مارے گر سیلی[3] وہ زلفِ پُر عرق
جھڑ پڑیں دندانِ دہانِ مار سے

خنجرِ موجِ تبسّم سے ترے
گل چمن میں ہیں جگر افگار سے

وائے قسمت تلخکامی ہو نصیب
ہم کو اس کے لعلِ شکر بار سے

کرتا ہے دستِ جنوں جب کشمکش
جی الجھتا ہے نفس کے تار سے

سُن کے میری جانکنی کو کوہکن
جوں صدا اُلٹا پھرے کہسار سے

یہ بھی اس نازک بدن کو بار ہو
گر کمر باندھے نظر کے تار سے

نقطۂ خال اسکا سودا خیز ہے
پھرتے ہیں اک پاؤں ہم پرکار سے

اُٹھ چکا وہ ناتواں جب رہ گیا
دب کے تیرے سایۂ دیوار سے

توبہ توبہ کہتا استغفار ہے
وقتِ توبہ میری استغفار سے

اپنے دامن کو بچا کر جائیو
برق میری وادیٔ پُرخار سے

چاہئے بحرِ محبّت میں ہمیں
کشتی اس کی تیغِ لنگر دار سے

اب وہ آئے جب نگہ کو ضعف سے
کم نہیں مژگاں کی صفِ دیوار سے

تیرے ہی پاؤں پہ اے قاتل گرا
سر مرا اُڑ کر تری تلوار سے

اس دہن کا نکتۂ موزوں بھی اک
منتخب ہے مخزنِ[4] اسرار سے

ابر ہے لیکن شفق آلود ہے
زلف اس کی سرخیٔ رخسار سے

خاکِ عاشق پر اُٹھے جائے غبار
فتنۂ محشر تری رفتار سے

ناکسوں سے کیا رکیں وارستگاں
اُلجھے کب دامن صبا کا خار سے

زلف کی قیچی سے دل ڈرتا نہیں
بھوت بھاگے ہے وگرنہ مار سے

دل کے آئینہ کو گو گردے گداز ق
یار اپنی گرمیٔ رخسار سے

۲ چونچ ۔ ۳ طمانچہ ۔ ۴ خزانہ ۔ ۵ کوڑا - چابک ۔

جوہر اس سے یوں اُٹھا لیں جس طرح
حرف قرطاس[1] غلط بردار سے

بے تمیزوں کی ہے اُلفت نقص[2] تام
لے ہیں نام طفل[3] آدھا پیار سے

دل کو ہر دم عالم معنی سے **ذوق**
ہے خبر آتی نفس کے تار سے

۳۲

پاک رکھ اپنا دہاں ذکر خدائے پاک سے
کم نہیں ہرگز زباں منہ میں ترے مسواک سے

جب بنی تیر حوادث کی کماں افلاک سے
خاک کا تودہ بنا انساں کی مشت خاک سے

جس طرح دیکھے قفس سے باغ کو مرغ اسیر
جھانکتا ہے دل تجھے یوں سینۂ صد چاک سے

تیرے صید نیم جاں کی جان نکلے کس طرح
یہ تو وابستہ[1] ہے تیرے دامن فتراک سے

بیٹھا دوزخ میں بہاریں خلد کی دیکھا کروں
واں کی آتش ہو جو انکے روئے آتشناک سے

آفتاب حشر ہے یا رب کہ نکلا گرم گرم
اشک خونیں دل جلوں کے دیدۂ نمناک سے

چشم کو بے پردہ ہو کس طرح نظارہ نصیب
کرتا وہ پردہ نشیں پردہ تو ہے ادراک[2] سے

بیت ساقی نامہ کی لکھو کوئی جائے دعا
مے پرستوں کے کفن پر کلک چوب تاک سے

عیب ذاتی کو چھپائے گا نہ حسن عارضی
زیب بد اندام کو ہو **ذوق** کیا پوشاک سے

۳۳

الگ تا ہو نہ کھچ کھچ کر مرا ہر تار دامن سے
نہ دامن خار[1] سے چھوٹے نہ چھوٹے خار دامن سے

خبر لوں جیب کی یا میں رہوں ہشیار دامن سے
جنوں اُلجھے ہیں ناخن جیب سے اور خار دامن سے

لگا ہے اس تمنا میں مرے ہر خار دامن سے
کروں دستار[2]یں گر ہو عطا اک تار دامن سے

لگے اس شعلۂ[3] خو کے کون مجھ سا زار دامن سے
کہیں الجھا ہے اب تک برق کے بھی خار دامن سے

کرے گر دھوتے دھوتے تو جدا ہر تار دامن سے
نہ چھوٹے خون میرا۔ تیرے اے خونخوار[4] دامن سے

کیا تو نے کنارہ ہم سے اور ہاتھوں سے وحشت کے
گریباں ہمکنار آ کر ہوا اے یار دامن سے

تمہارے جلوۂ رخ کے جو بسمل خاک پر لوٹیں
تو پریاں آ کے پونچھیں اپنی رخسار دامن سے

ہوا بے پردہ وہ پردہ نشیں۔ تو یوں کیا پردہ
بنا یا درمیاں اک پردۂ دیوار دامن سے

[1] کاغذ ۔ [2] تمام۔ مکمل ۔ [3] بچہ

غ ۳۲ [1] بندھی ہوئی یا تعلق رکھنے والی ۔ [2] عقل

غ ۳۳ [1] کانٹا ۔ [2] پگڑی ۔ [3] تیز خو ۔ [4] ظالم

وہی زیبا ہے اسکے واسطے جو قطع ہے اُس پر ۔ نکل سکتا ہے کوئی آستیں کا کارِ دامن سے
اب انکو ششِ جہت[۵] میں ہفت دریا لوگ کہتے ہیں ۔ گرے تھے اشک کے قطرے مرے دو چار دامن سے
مکدّر ہو وہ گل کیا کیا جو نادانستہ لگ جاوے ۔ ذرا آ کر نسیمِ دامنِ گلزار دامن سے
جُدا اگر سر ہو تن سے اور جدا ہوں ہاتھ شانوں سے ۔ جدا ہو پر نہ ہاتھ اپنا ترے اے یار دامن سے
ترا مجنوں نزاراتنا گراں جاں ہے نہ اُٹھنے دے ۔ لپٹ جائے اگر صرصر[۶] کے مثلِ خار دامن سے
پھروں کھینچے ہوئے کوسوں میں اپنے زورِ وحشت میں ۔ ذرا تم باندھ دیکھو دامنِ کہسار دامن سے
جلیں گے آتشِ رنگِ حنائے پا سے گھر کتنے ۔ دکھائیں گے ادا جب گرمیٔ رفتار دامن سے
دکھائے صدمۂ زنجیر نے یہ پاؤں مجنوں کے ۔ کہ صدمہ دل پہ ہوتا ہے دمِ رفتار دامن سے
عزیز اصلا نہیں سرمایۂ ہمت کو کہ دریا نے ۔ گرہ دیکر نہ باندھا گوہرِ شہوار دامن سے
مُربّی[۷] بھی خلشگر کو نہیں دیتے ہیں آرایش ۔ گلستاں پونچھتا ہے کب سنانِ خار دامن سے
سرایت[۸] کوہکن کا خوں اگر کر جائے پتھر میں ۔ نکالے لعل ہی پتھر کی جا کہسار دامن سے
فرشتے تیرے دامن کو بنائیں جا نماز اپنی ۔ اگر دھو ڈالے تو داغِ مئے پندار[۹] دامن سے
مرے پاؤں کی چھالے ہوتے ہیں کیا کیا شکستہ دل ۔ جو کوئی ٹوٹ جاتا ہے اُلجھ کر خار دامن سے
مرا آنسو ہے وہ زہراب ۔ نیلا ہو بدن سارا ۔ خدا نا کردہ لگ جائے گر اے غمخوار دامن سے
ترے مجنوں کو ہے وہ جامۂ عریاں تنی زیبا ۔ کہ جسکو آستیں سے ننگ ہے اور عار دامن سے
یہ تجھ بن اشکباری ہے کہ آنسو پونچھتا ہوں میں ۔ کبھی تو آستیں سے اور کبھی لے یار دامن سے
کہاں وہ موسمِ طفلی کہ جب دامن سواروں میں ۔ تھے ہم تیار کرتے توسنِ رہوار دامن سے
مرا وہ گریۂ غم خندۂ عشرت سے بہتر ہو ۔ اگر آنسو مرے پونچھے وہ گل رخسار دامن سے
میں وہ آلودہ دامن ہوں بنائیں تارِ سبحہ کا ۔ فرشتے پاک دامن لے کے میرے تار دامن سے
یہ صیدِ ناتواں مثلِ پرِ افتادہ اُڑ جائے ۔ لگا لے گر نسیمِ دامنِ کہسار دامن سے
ہوا پنکھے کی خواب آور ہے پر وہ ایک جنبش میں ۔ کریں سو فتنۂ خوابیدہ کو بیدار دامن سے
نگاہِ بوالہوس آندھی ہے تیری خاک اُڑانے کو ۔ چھپا لے اے پری رو شعلۂ رخسار دامن سے

نہ ہوگی دل جلوں کی **ذوق** ہمسایوں سے دلداری
کہ کب فانوس پونچھے شمع کا رخسار دامن سے

۵ تمام دنیا ۔ ۶ آندھی ۔ ۷ مہربان ۔ پالنے والا ۔ ۸ دھنس جانا ۔ ۹ غرور ونخوت کی شراب

۳۴

ہوں بلا غر جھک گئے قامت ایک خس کے بوجھ سے
ہے کبادہ[1] جو لچک جائے مگس کے بوجھ سے

تھا قدِ رعنا کبھی پر اب ہوس کے بوجھ سے
جھلملاتا سا ہے شعلہ اک نفس کے بوجھ سے

بدنصیبی سے مری اس بام پر ٹوٹی کمند
ورنہ ہیں کیا - وہ نہ ٹوٹے مجھ سی دس کے بوجھ سے

شاخِ گل کیا مال ہے گر ہم گراں جانی پہ آئیں
توڑ دیں لو ہے کے حلقے[2] کو قفس کے بوجھ سے

مت لگا اے عشق دل کے آبلہ پر نقشِ غم
ٹوٹ جائے گا یہ گنبد اس کلس کے بوجھ سے

سر جھکاتے ہیں وہ آزاد اپنا کب مانندِ سرو
ہے سبکساری جنہیں بارِ ہوس[3] کے بوجھ سے

یہ اسیری میں گراں خاطر ہوں میں جاتا ہے ٹوٹ
آہنی قلاب[4] بھی میرے قفس کے بوجھ سے

زندہ تو ڈوبے ہے اور تیرے ہے مردہ آب میں
بوجھ شاید جسم کا کم ہے نفس کے بوجھ سے

باندھ دے ناقہ کی گردن میں دلِ نالانِ قیس
لیلیٰ - اس کا بوجھ ہلکا ہے جرس[5] کے بوجھ سے

نکلے دنیا سے کہاں احمق اٹھا کر بارِ حرص
یہ گدھا تو رہ گیا دلدل میں پھنس کے بوجھ سے

اپنے دامن میں لے میری گلِ لختِ جگر
جی دھڑکتا ہے کہیں چولی نہ مسکے بوجھ سے

کیا ہوا دل نے لیا گر ایک کوہِ غم اٹھا
یہ نہیں اے ذوق دبتا ایسے دس کے بوجھ سے

مہ غ: ۱ نرم کماں ۲ زنجیر ۳ حرص ۴ حلقہ ۵ گھنٹی

۳۵

زخمی ہوں ترے ناوکِ دزدیدہ[۱] نظر سے
جانے کا نہیں چور مرے زخمِ جگر سے

ہم خوب ہیں واقف ترے اندازِ کمر سے
یہ تار نکلتا ہے کوئی دل کے گہر سے

گر آب کے پھرے جیتے وہ کعبہ کے سفر سے
تو جانو پھرے شیخ جی اللہ کے گھر سے

لبریز مئے صاف سے ہو جامِ بلوریں
زمزم سے ہی مطلب نہ صفا سے نہ حجر سے

سرمایۂ امید[۲] ہے کیا پاس ہمارے
ایک آہ ہے سینہ میں سو نومید[۳] اثر سے

وہ خلق سے پیش آتے ہیں جو فیض رساں ہیں
ہیں شاخ ثمردار میں گل پہلے ثمر سے

حاضر ہیں مرے توسنِ وحشت کے جلو[۴] میں
باندھے ہوئے کہسار بھی دامن کو کمر سے

فریاد ستمکش ہے وہ شمشیر کشیدہ
جس کا نہ رکے وار فلک کی بھی سپر سے

اشکوں میں ہیں جو ہیں بہ کے چلے ہم بسوئے دوست
مقصود رہِ کعبہ ہے دریا کے سفر سے

اللہ رے وحشت کہ مری ٹھوکروں ہی میں
پتھر ہیں پہاڑوں کے اڑے جاتے شرر سے

کچھ رحمتِ باری سے نہیں دور کہ ساقی
رووے جو ذرا مست تو مے ابر سے برسے

کشتہ ہوں میں کس چشم سیہ مست کا یا رب
مستی ہے ٹپکتی مری تربت کے شجر سے

کھلتا نہیں دل بند ہی رہتا ہے ہمیشہ
کیا جانے کہ آجاتا ہے تو آہمیں کدھر سے

نالوں کے اثر سے مرے پھوڑا سا ہے پکتا
کیوں زنگ[۵] سدا نکلے نہ آہن کے جگر سے

اے ذوق رہِ عشق میں ہے خضر و مسیحا
ہمدم جو نکل آئے کوئی گردِ سفر سے

۳۶

کب وہ گذرتے ہیں ہرلاف وگزاف[۱] سے
جن کی کہ آشنا ہے زباں لام و کاف[۲] سے

اول ہی سے بشر کو ہے رغبت خلاف سے
بنتا تھا کام منہ کا شکم میں یہ ناف سے

چل بتکدہ میں شیخ بسر کر مہِ صیام[۳]
مسجد میں تنگ بیٹھا ہے کیوں اعتکاف[۴] سے

نالوں نے دی چڑھا جو تپِ لرزہ مہر کو
کھولی نہ آنکھ ابرِ سیہ کے لحاف سے

بھینچے ہے ایک جنبشِ مژگاں میں وہ پری
اس اپنے ناتواں کو پرے کوہ قاف سے

غ ۳۵ ۱ چرائی ہوئی نظر سے دیکھنا ۔ ۲ حاصلِ امید ۔ ۳ اثر سے نا امید ۔ ۴ سامنے مراد ہمراہ ہیں ۔ ۵ لوہے چاندی وغیرہ کی کثافت ۔

غ ۳۶ ۱ گپ شپ ۔ بیہودہ بکواس ۔ ۲ برا بھلا ۔ ۳ روزوں کا مہینہ ۔ ۴ مسجد میں متواتر بیٹھنا ۔

ہو جو ہرِ کمال پہ ننگا جو خاکسار — اک تیغ ہو کہ ننگ ہے اسکو غلاف سے
گذری ہو مشقِ سینہ شگافی[5] میں اے قلم — عاشق کی عمر نا اے گردوں شگاف سے
گردش ہو اسکی چشم کی کیوں میرے دل کے گرد — کافر کو کام کعبہ کے ہے کیا طواف سے
لڑتے ہیں گہ نصیب سے گہ ہے فلک سے ہم — فرقت کی رات کم نہیں روزِ مصاف[6] سے
طوفِ سیاہ خیمۂ لیلیٰ ہوا نصیب — مجنوں سمجھیو کعبہ کے بہتر طواف سے
جوں تیغ خوش غلاف نگہ تیری اے پری — ہے دمبدم نکل کے چمکتی غلاف سے
لکھتا ہے شیخ مسئلۂ وحدتِ وجود — لیکن دوئی عیاں ہے قلم کے شگاف سے
گلہائے رنگ رنگ سے ہے رونقِ چمن — اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف[7] سے

۳۷

پوچھ مت راہِ وفا اس نگہِ پُرفن سے — رہنمائی کی نہ رکھ چشم دلا رہزن سے
خار نکلے عوضِ سبزہ مرے مدفن سے — بچ کے جانا کہ یہ الجھیں گے ترے دامن سے
کافرِ عشق ہوں گر سر بھی جدا ہو تن سے — نکلے زنّارِ[1] محبّت نہ مری گردن سے
تارِ ہر ساز کے پردہ میں محبّت کے سبب — ایک فریاد نکلتی ہے دلِ آہن[2] سے
ہوں میں وہ سوختہ جوں شمع کہ مثلِ فانوس — میرا پیراہنِ تن میرے جدا ہے تن سے
تیغِ غم سے ہو نہ کیوں سینہ سپر مردِ وفا — کثرتِ زخم بدن پر نہیں کم جوشن[3] سے
تیرہ بختوں کا ہے وہ کلبۂ[4] تاریک بلا — ڈر کے خورشید بھی جھانکا نہ جہاں روزن[5] سے
ہیں گرانبارِ محبّت مرا خوں بھی ہے گراں — جی دھڑکتا ہے ترا نازکیٔ گردن سے
خوں مرا داغ نہیں دھوتا ہے تو کیا قاتل — یہ نہ چھوٹا ہے نہ چھوٹیگا ترے دامن سے
ہو گیا کاغذِ سوزن[6] زدہ سینہ سارا — دل کی جو پھانس تھی نکلی نہ سرِ سوزن سے
گر جھکے تیغ تری سر ابھی حاضر ہے کہ ہم — اِس پہ مرتے ہیں کہ تعظیم تو لی دشمن سے
چشمِ میگون و صراحی بہ بغل - جام بکف — دیکھنا آج وہ گل آتا ہے کس جوبن[7] سے
چھوڑ کر گھر ترے ہاتھوں سے نکل جائیں کہاں — تنگ ہمسایوں کو اے ذوق نہ کر شیون[8] سے

۵ سینہ کاوی ۔ ۶ صف بندی کا دن - مراد روز حشر سے ۔ ۷ مخالفت - نا اتفاقی ۔

غ ۳۷ ۔ ۱ برہمنوں کا دھاگا ۔ ۲ لوہا ۔ ۳ زرہ ۔ ۴ اندھیرا کمرہ ۔ ۵ سوراخ ۔ ۶ جس میں سوئیاں چبھوئی گئی ہوں ۔ ۷ خوبصورتی - حسن مراد شان ۔ ۸ نالے ۔

۳۸

دل بچے کیونکہ بتوں کی چشمِ شوخ و شنگ سے ۔ اپنا گھر تو سوجھتا ہے سینکڑوں فرسنگ سے
اے تغافل کیش جلدی آ کہ تو واقف نہیں ۔ اس دلِ بیتاب و جانِ مضطرب کے ڈھنگ سے
بل بے باریکی کہ گویا ہر ترا تارِ سخن ۔ جنتری میں کھچ کے نکلے ہے دہانِ تنگ سے
ایک بھی نکلے نہ میری سی صدائے دلخراش ۔ خون اگر ٹپکے نوائے مرغِ خوش آہنگ سے
چھپ کے بیٹھیگا کہاں تو ہم سے اے رنگیں ادا ۔ ہوگا تو جس رنگ میں ملجائینگے اس رنگ سے
جوشِ گریہ سے رہی برسات برسوں پر کبھی ۔ اسکی تیغِ تیز آلودہ نہ دیکھی زنگ سے
پہلے بہ نیّت وضو کی ہی نمازِ عشق میں ۔ دل سے کہہ دیجیے کہ دھوئے ہاتھ نام و ننگ سے
میرے رونے کے اثر سے ہو گئے پتھر بھی آب ۔ جھڑتے ہیں جائے شرر پانی کے قطرے سنگ سے
ذوق زیبا ہے جو ہو ریشِ سفیدِ شیخ پر ۔ وسمہ آبِ بھنگ سے مہندی ہے گلرنگ سے

۳۹

کرے ہے کام تیغِ یار کس کس آبداری سے ۔ دکھاتی اپنی گلکاری ہے کیا کیا زخمِ کاری سے
زباں کھولیں گے مجھ پر بدزباں کیا بدشعاری سے ۔ کہ میں نے خاک بھر دی انکے منہ میں خاکساری سے
گذرتی ہے مزہ میں زندگی غفلت شعاری سے ۔ مرے نزدیک بیہوشی ہے بہتر ہوشیاری سے
نہ ہوتا گر وہ شوخِ خود نما سرگرمِ آرائش ۔ اُٹھاتا ہاتھ خورشیدِ فلک آئینہ داری سے
رواں ہے شمع کے اشکوں میں چربی ناک گھل گھل کے ۔ بہا جاتا ہے دل خوں ہو کے اپنا اشکباری سے
خبر کیا پوچھتے ہو اپنے بیمارِ محبّت کی ۔ کہ نوبت دم شماری کی تھی شبِ اختر شماری سے
جو پوچھے زاہدِ خشک اپنا دارو۔ کہدو مے پی لے ۔ اگر پرہیز کو پوچھے۔ کہو پرہیزگاری سے
قفس کو لے اُڑیں صیاد اسیرِ مضطرب تیرے ۔ خبر گل کی اگر اُڑتی سُنیں بادِ بہاری سے
کبھی گر سر اُٹھا اپنا تو جوں اشکِ سرِ مژگاں ۔ زمیں کو جا لگا سر جھک کے اپنا شرمساری سے
اُٹھائے جاؤں کیونکر داغ۔ کاش انکے عوض ہوتے ۔ مری چھاتی پہ پتھر سنگدل دو چار بھاری سے
لگی بھی گر زمیں کو بیٹھ تیرے تفتہ جانوں کی ۔ تو مثلِ برق اُٹھ بھاگے وہیں پھر بیقراری سے
نہیں آتا نہ آئے رحم اے ذوق اس ستمگر کو ۔ بلا سے خوش تو ہو جاتا ہے میری آہ و زاری سے

غ ۳۸ ۱ چالاک ۔ ۲ کوس ۔ ۳ خوش نوا ۔ ۴ بھنگ ۔
غ ۳۹ ۱ خوبی ظاہر کرنا ۔ ۲ آنسو بہانا ۔ ۳ پلکیں ۔ ۴ جلے ہوئے مراد عاشق ۔ ۵ بجلی ۔

۴۰

اُڑائی طرزِ نالہ کی بھی اک دم تیرے محزوں سے
سو اب تک دیکھ لے منقارِ طوطی سُرخ ہے خوں سے

نہ شب آنکھوں میں خواب آیا خیالِ خالِ شبگوں سے
رہے بیدار ساری رات ہم اک حبّ افیوں سے

اُڑائیں یوں ن جادوگر۔ بلا سے ہم نہیں ڈرتے
ہے اپنا دم ہوا ہوتا۔ تری چشمِ پُرافسوں سے

یہ دُنیا ہے وہ خمخانہ کہ جس میں دَورِ گردوں نے
گلِ حکمت کیئے کتنے ہی خم خاکِ فلاطوں سے

اثر ہو نالۂ پُر درد کا اتنا تو اے بُلبل
کہ ٹپکے جائے شبنم۔ اشکِ انجم چشمِ گردوں سے

شہیدِ چشمِ میگوں ہوں۔ کہو تربت پہ سب میکش
کریں آکر چراغاں ساغرِ صہبائے گلگوں سے

ترے مجنوں کے تن پر لاغری کا قطع ہے جامہ
بنا تا پیرہن ہے ایک برگِ بید مجنوں سے

خدا جانے ہوئے بخت اپنے واژوں اسکی زُلفوں سے
ویا زلفیں ہیں اس کی واژگوں مجھ بخت واژوں سے

اسی باغِ سخن میں ذوق جی اپنا بہلتا ہے
جہاں بُو عشق کی آتی ہے کچھ گلہائے مضموں سے

۴۱

لیا ایمان و دیں تو نے اگرچہ اک زمانے سے
نہیں اس پر بھی لے ظالم ترا ایماں ٹھکانے سے

ستمگر تو نے روکا سب کو میرے پاس آنے سے
اجل بھی اب یہاں آئے تو آئے کچھ بہانے سے

ڈھلینگے شمع کی سانچہ میں گذرے سر پہ جو گذرے
بہینگے آنسوؤں میں انکے آگے اس بہانے سے

پڑے تسبیح زاہد پہ نگاہِ مست اگر تیری
تو ٹپکے بادۂ انگور اسکے دانے دانے سے

غ ۱ چونچ ۲ گولی ۳ ستاروں کے آنسو ۴ نامبارک ۔ غ ۱ انگور کی شراب

تمہاری زلف کی کوچوں میں پھرتا ہے وہ دیوانہ — پتا لینا ہو گر دل کا تو لینا اپنے شانے سے
کہاں جاؤں لگا اُڑ کر بتا اے بے بال و پر ہوں میں — قفس صیاد کا بہتر ہے مجھ کو آشیانہ سے
نہ کیجو خوانِ دوں ہمت پہ ہاتھ اے ذوق آلودہ — کہ یہ کھانا مرے آگے ہے بدتر زہر کھانے سے

۴۲

اگر ہوتے ہو تم برہم ابھی سے — تو پھر ہوتے ہیں رخصت ہم ابھی سے
لگے کیوں تم پہ مرنے ہم ابھی سے — لگایا جی کو اپنے غم ابھی سے
دلا ربط اس سے رکھنا کم ابھی سے — جتا دیتے ہیں تم کو ہم ابھی سے
ترے بیمارِ غم کے ہیں جو غمخوار — برستا اُن پہ ہے ماتم ابھی سے
غضب آیا ہلیں گر اسکی مژگاں — صفیں یاروں کی ہیں برہم ابھی سے
نہیں ہے دیر اگر جانے میں اُنکے — نہیں اپنے بھی دم میں دم ابھی سے
ہے آنسو تو دامن کیا کہیں گے — ہوئی ہے آستیں پُر نم ابھی سے
مرے لاشہ پہ بھی اس بدگماں نے — کہا! کیوں جی چرایا دم ابھی سے
تمہارا مجھ کو پاسِ آبرو تھا — وگرنہ اشک جاتے تھم ابھی سے
لگے سیسہ پلانے مجھ کو آنسو — کہ ہو بنیادِ غم محکم ابھی سے
وہ شاید منہ کھلے پر جائیں گے آج — کہ چھایا دل پہ ابرِ غم ابھی سے
نکلتے ہی دم اُٹھواتے ہیں مجھ کو — ہوئے بیزار کیوں ہمدم ابھی سے
ابھی دل پر جراحت سنو نہ دوستو — لے آئے دوستو مرہم ابھی سے
کیا ہے وعدۂ دیدار کس نے — کہ ہے مشتاق اک عالم ابھی سے
مُوا جاتا مجھے غیروں نے اے ذوق — کہ پھرتے ہیں خوش و خرم ابھی سے

۴۳

نہ کھینچو عاشقِ تشنہ جگر کے تیر پہلو سے — نکالے پر ہے مثلِ ماہیٔ تصویر پہلو سے
نہ لے اے ناوک افگن دلکو میرے چیر پہلو سے — کہ وہ تو جا چکا ساتھ آہ کے جوں تیر پہلو سے
دلِ سیپارہ کو لے ٹانک تعویذوں میں ہیکل کے — نہ سرکا یہ حمائل اے بُتِ بے پیر پہلو سے

۲ کندھا ۔ ۳ پرندہ ۔ ۴ کمینے کا دسترخوان ۔

ح غ ۴۲ ۱ غصے ۔ ۲ پیار تعلق ۔ ۳ مردہ جسم ۔ ۴ پختہ ۔ ۵ دوست ہمراز ۔ ۶ زخم ۔ ۷ سارا زمانہ ۔

ح غ ۴۳ جس کے تیس ٹکڑے کئے گئے ہوں ۔

وہ ہوں بے دست و پا بسمل رسائی جب نہ ہاتھ آئی
کیا تا پائے قاتل از تہِ شمشیر پہلو سے

اسیرِ زلف دیوانے ہیں دیکھ اے پاسباں شب کو
دبا کر بیٹھ اُن کے پاؤں کی زنجیر پہلو سے

مصوّر لیلیٰ و مجنوں کی ناکامی پہ حیراں ہیں
کبھی بیٹھا نہ مل کر پہلوئے تصویر پہلو سے

یہ دل لب تشنہ تیغِ یار کا ہر رات بھر کرتا
صدائے العطش جوں نالہ شبگیر پہلو سے

عجب حسرت کا عالم تھا کہ مجنوں کہتا تھا پیہم
چھٹے پہلو مرے محمل کا یا تقدیر پہلو سے

نہ کہنا استخواں انکو یہ عالم لاغری کا ہے
کہ ہے دکھلا رہا میرا دلِ دلگیر پہلو سے

خیالِ ابروئے جاناں نہیں دل بھولتا اکدم
سپاہی ہے جدا کرتا نہیں شمشیر پہلو سے

تمام اہلِ سخن بزمِ سخن میں ذوق حیراں ہیں
ملا جو قافیہ تو نے کیا تحریر پہلو سے

۴۴

وہ ہوں میں پُر معاصی سوختہ سوزِ ندامت سے
حذر ڈ دوزخ کرے جس کے شرارِ سنگِ تربت سے

وہی ہے ایک سب ہیں دیکھ لو چشمِ حقیقت سے
بنا واحد کی کیوں توڑیگا ملّا جمع کثرت سے

نہ سوکھے دامنِ تر ذرہ میرا اور جوں اختر
رواں ہوں اشکِ خجلت چشمِ خورشیدِ قیامت سے

دمِ تکبیر اُٹھائے دوجہاں سے ہاتھ یک باری
نمازِ عشق کی ہم نے ادا کیا حسنِ نیت سے

اگر پوچھے کوئی مجھ سے کہ کیوں دن رات نالاں ہے
تو میں کہدوں محبت سے محبت سے محبت سے

برائے شوکتِ دُنیا نہ لیجو عابدِ دیں زاہد
سمجھیو شوکۃ العقرب کو بہتر ایسی شوکت سے

نمک ہو مشک ہو یا سودہ الماس تم چھڑکو
جراحت کو مرے کیا کام ہے سنگِ جراحت سے

۲ محافظ ۔ ۳ پیاس ۔
۴ غم ۱ ڈر ۔ خوف ۔ ۲ نیک ہستی ۔ ۳ بچھو کی نیش زنی ۔ ۴ انگوٹھے کے ساتھ کی انگلی ۔

پڑھو گے فاتحہ تم آکے مرقد پر شہیدوں کے
تو یاس اُٹھ کر اشارہ کر دے انگشتِ[4] شہادت سے

حریصوں کو نہیں جا وسعت آبادِ قناعت میں
جو کھینچے ہاتھ کو وہ پاؤں پھیلا دے فراغت سے

الف کو تیری قامت کے کیا استادِ قدرت نے
مزیّن صفحۂ ہستی پہ رعنائی[5] کے خلعت سے

لبِ ہر زخم میرا ہے ہلالِ عید سے خوشتر
مجھے زخمی کیا ہے کس نے ابرو کی اشارت سے

بہت اچھا کیا مجھ کو کیا گر قتل قاتل نے
کہ ہووے گا نہ عاشق اب کوئی اوراسپہ عبرت سے

علاجِ زخمِ حسرت ہے مرا تیزابِ تیغ اس کا
نہیں سنگِ فساں کچھ کم مجھے سنگِ جراحت سے

اگر آرائشِ ظاہر ہو بدباطن کو کیا حاصل
بھلا باطن میں رتبہ کیا ہے اسکو نیک طینت[6] سے

ہوئی حرفوں میں گو یک نقطہ رحمت سے سوا زحمت
عدد میں ہے مگر رحمت زیادہ ہوتی زحمت سے

زبانِ ریختہ[7] کر دی زبانِ اہلِ ولایت کی
محبّت ذوق کو ازبسکہ ہے شاہِ ولایت سے

۴۵

کہاں تلک کہوں ساقی کہ لا شراب تو دے
نہ دے شراب ڈبو کر کوئی کباب تو دے

بجھا تا گریہ ہے گر سوزِ دل کو آب تو دے
اور آگ میں یونہی وہناہی گر عذاب تو دے

الٰہی چشم کے چشمہ کو اتنا آب تو دے
کہ سر پہ چرخ بھی دکھلائی جوں حباب تو دے

کھلے ہے ناز سے گلشن میں غنچۂ نرگس
ذرا دکھا اسے تو چشمِ نیمخواب تو دے

دلِ برشتہ[1] کو میرے نہ چھوڑ اے میخوار
جو لذّت اسمیں ہے ایسا مزا شراب تو دے

[5] خوبصورتی ۔ [6] فطرت ۔ [7] یعنی زبان اردو ۔ ۵ہغ [1] بھُنا ہوا ۔

کہاں بجھی ہے تہِ خاک میری آتشِ دل
کہو ہوا سے ہلا دامنِ سحاب تو دے

تمہارے مطلعِ ابرو پہ خال کہتا ہے
کہ ایسا نقطہ کوئی وقتِ انتخاب تو دے

درِ قبول ہے درباں نہ بند کر دربار
دعائے خیر ذرا ہونے مستجاب[2] تو دے

صبا! بگولہ بنے کشتگانِ زلف کی خاک
کہ بعد مرگ بھی معلوم پیچ و تاب تو دے

شہید کرتا ہے قاتل تو پھر ہے جلدی کیا
ذرا ٹھہرنے نہ تیغِ اضطراب تو دے

بلا سے آپ نہ آئیں پر آدمی ان کا
تسلّی آ کے مجھے وقتِ اضطراب تو دے

شکارِ بستۂ فتراک کو ترے مقدور
ہوا نہ یہ بھی کہ بوسہ سر رکاب تو دے

نشہ میں ہوش کسے جو گنے حساب کرے
جو تجھ کو دینے ہوں بوسے بلا حساب تو دے

زبانِ خنجرِ قاتل نے کیا کہا تجھ سے
دلِ شہید تو چپ کیوں ہے کچھ جواب تو دے

جوابِ نامہ نہیں گر تو رکھ دو نامۂ یار
جو پوچھیں قبر میں عاشق سے کچھ جواب تو دے

ہماری آنکھ سے ہم چشم ہو گا کیا دریا
کسی کو بھر کے ذرا کاسۂ[3] حباب تو دے

بلا سے کم نہ ہو گر یہ سے میرا سوزِ جگر
بجھا پر اُن کی ذرا آتشِ عتاب تو دے

خنک دلوں کی اگر مشتِ خاک دوزخ میں
پڑے تو واقعی اک بار آگ و آب تو دے

کریگا قتل وہ اے ذوق تجھ کو سُرمہ سے
نگہ کی تیغ کو ہونے سیاہ تاب تو دے

پہنچ رہو نگا سرِ منزلِ فنا اے ذوق
مثالِ نقشِ قدم کرنے پا تراب تو دے

۴۶

چھلا نہیں تو چھلے کا گل اے نگار دے
پر کچھ نشانی اپنی مجھے یادگار دے

تو چشم میں نہ سُرمۂ دنبالہ دار دے
مفتونِ چشم[1] کو یوں ہی اک تیر مار دے

ہاتھ اپنا میرے ہاتھ میں کب وہ نگار[2] دے
جو اپنے ہاتھ کا نہ مجھے پشت خار دے

ٹانکے نہ زخمِ دل میں ترا دلفگار دے
تو جب تلک نہ گیسوئے[3] مشکیں کا تار دے

دشنام ہو کے وہ نہ زشِ ابرو ہزار دے
یاں وہ نشے نہیں جنہیں ترشی اتار دے

گلشن کو آب گر مژۂ اشکبار دے
بلبل بجائے بیضۂ[4] دُرِ آبدار دے

کیا خاک تجھ پہ جان کوئی جاں نثار دے
مٹی بھی جس کو تیرے نہ دل کا غبار دے

۲ دعا کا مقبول بارگاہ الٰہی ہونا ۔ ۳ پیالہ ۔ ۴ مٹی ۔
غ ۴۶ ۱ چشم پر فریفتہ ۔ ۲ مراد معشوق ۔ ۳ زلفیں ۔ ۴ انڈا ۔

وہ زلفِ مشکبار اگر ایک تار دے
پھر میں نہ لوں اگر کوئی مشکِ تتار دے

جولاں سمندِ ناز کو اے شہسوار دے
تو سرمۂ چشمِ ماہ میں میرا غبار دے

وہ ناتواں ہوں میں کہ نہ جنبش کروں کبھی
ہلنے اگر نہ مجھ کو دلِ بیقرار دے

عشق اس پری کا ہے وہ بلا جائے لیکے جاں
یہ جن نہیں ہے جس کو سیانا اتار دے

ایسا نہ ہو کہ آتے ہی آتے جوابِ خط
قاصد جوابِ زندگیٔ مستعار[۵] دے

غم یار کا رہے گا مرے ساتھ تا بہ حشر
سچ ہے کہ ساتھ یار کا کیونکر نہ یار دے

کرتا ہے یوں فغاں دلِ امیدوارِ وصل
جیسے اذاں بلند کوئی روزہ دار دے

میں ہوں وہ گل کہ پہنچوں نہ گلبن سے خاک تک
جنبش اگر نہ مجھ کو نسیمِ بہار دے

اے شمع تیری عمرِ طبیعی ہے ایک رات
ہنس کر گزار یا اسے رو کر گزار دے

میں ہوں وہ زندہ دل کہ مری جانِ بیقرار
برقِ جہاں کو آتشِ[۶] مردہ قرار دے

لے وام داغِ دل سے مرے سوزش آفتاب
وعدہ پہ روزِ حشر کے پر کون اُدھار دے

نے رحم ہے نہ پاسِ مروّت۔ نہ منصفی
پھر جان کس امید پہ یہ جاں نثار دے

ہو گرمیٔ وفا سے شگفتہ نہ گل کا دل
جان اپنی اس پہ بلبلِ شیدا ہزار دے

بے فیض چشمہ آبِ مصفّا کا ہے تو کیا
مانگوں تو ایک قطرہ نہ آئینہ وار دے

جانبازِ عشق جان تلک اپنی کھیل جائے
لیکن قمارِ عشق میں ہمّت نہ ہار دے

جوں شمعِ مردہ کشتۂ زلفِ سیاہ کو
گر دے کفن تو دامنِ شبہائے[۷] تار دے

چھوڑے کمانِ چرخ نہ تیر اپنا چھوڑنا
یہ آہ تیر ناک ہیں اس کی ہزار دے

عاشق نہ بدلے انجمِ گردوں سے اپنے اشک
کیوں کوڑیوں کے مول دُرِ شاہوار[۸] دے

پشّہ[۹] سے سیکھے شیوۂ مردانگی کوئی
جب قصدِ خوں کو آئے تو پہلے پکار دے

اس جبر پر تو ذوقؔ بشر[۱۰] کا یہ حال ہے
کیا جانے کیا کرے جو خدا اختیار دے

۹۷

میری خاکستر اُڑی تھی اس سے سب گردوں بنے
اس میں کچھ اخگر بھی باقی تھے سو وہ کوکب[۱] بنے

۵ مانگی ہوئی ۔ عارضی مراد فانی ۔ ۶ بجھی ہوئی آگ ۔ ۷ لمبی اور تاریک رات ۔ ۸ بادشاہوں کے لائق موتی ۔ ۹ مچھر ۔ ۱۰ انسان ۔ غ ۱ ستارہ ۔

دل کو رکھ دوں اُس دمِ شمشیر پر گر ڈھب بنے
تا بہ قربانی صراطِ[2] عشق پر مرکب بنے

خال اے خورشید رو رُخ پر تمہارے کب بنے
تیرہ روز آ کر اُفق پر سوختہ کوکب بنے

کیونکہ تعلیم نیاز و ناز ہو یکجا بہم
گر نہ مجنوں آن کر لیلیٰ کا ہم مکتب بنے

غنچۂ تصویر بھی کھل کر جو عقدے وا نہ ہوں
ہائے قسمت وہ ہمارے عقدۂ مطلب بنے

ہے سیہ کاری سے نامہ یاں تلک اپنا سیاہ
روزِ محشر پر پڑے گر سایہ اس کا شب بنے

سُرمۂ چشمِ کواکب کیوں بنا اے دودِ آہ
ایسا کاجل[3] بن کہ جس سے اس کا خالِ لب بنے

صحبتِ عیسیٰ بنائے کیا گدھے کو آدمی
جس کے جوہر میں ہو نادانی وہ انساں کب بنے

موذیوں کو حق نہ دے آنکھیں کہ نا لاویں بلا
عینِ حکمت تھی کہ معدوم[4] البصر عقرب بنے

عشق ہے اے **ذوق** وہ کافر کہ جس کے ہاتھ سے
شیخِ صنعا[5] سا مسلماں رندِ بد مشرب بنے

۴۸

لینے ہی دل جو عاشقِ دلسوز کا چلے
تم آگ لینے آئے تھے کیا آئے کیا چلے

تم چشمِ سُرمہ گیں کو جو اپنی دکھا چلے
بیٹھے بٹھائے خاک میں ہم کو ملا چلے

دیوانہ آ کے اور بھی دل کو بنا چلے
اک دم تو ٹھہرو اور کہ کیا آئے کیا چلے

ہم لطفِ سیرِ باغِ جہاں ۔ خاک اُڑا چلے
شوقِ وصال دل میں لئے یار کا چلے

غیروں کے ساتھ چھوڑ کے تم نقشِ پا چلے
کیا خوب پھول گور پہ میری چڑھا چلے

[2] راستہ ✣ [3] سرمہ ✣ [4] مراد اندھے ✣ [5] ملک یمن میں ایک قصبہ کا نام ہے ✣

دکھلا کے مجھ کو نرگسِ بیمار کیا چلے
آوارہ مثلِ آہوئے صحرا بنا چلے

اے غم! مجھے تمام شبِ ہجر میں نہ کھا
رہنے دے کچھ کہ صبح کا بھی ناشتا چلے

بل بے غرورِ حُسن زمیں پہ نہ رکھے پاؤں
مانندِ آفتاب وہ بے نقشِ پا چلے

کیا لے چلے گلی سے تری ہم کہ جوں نسیم
آئے تھے سر پہ خاک اُڑانے اُڑا چلے

افسوس ہے کہ سایۂ مرغِ ہوا کی طرح
ہم جس کے ساتھ ساتھ چلے وہ جدا چلے

قاتل جو تیرے دل میں رکاوٹ نہ ہو تو کیوں
رک رک کے میرے حلق پہ خنجر ترا چلے

ہے گل کا دل تو سنبلِ پیچاں کے دام میں
کیا اُڑ کے تجھ سے طائرِ نگہت بھلا چلے

ہو کر سوار توسنِ عمرِ رواں پہ آہ
ہم اس سرائے دہر میں کیا آئے کیا چلے

لبریز[1] ہو گیا مرا شاید کہ جامِ عمر
تم وقتِ نزع[2] مجھ سے جو ہو کر خفا چلے

سلجھائیں زلفیں کیا لبِ دریا پہ آپ نے
ہر موج مثلِ مارِ سیہ[3] تم بنا چلے

دُنیا میں جب سے آئے رہا عشقِ گلرخاں
ہم اس جہاں میں مثلِ صبا خاک اُڑا چلے

قاتل سے دخل کیا ہے کہ جانبر ہوا اپنا ہوش
گر اُڑ کے مثلِ طائرِ رنگِ حنا چلے

فکرِ قناعت ان کو میسّر ہوئی کہاں
دُنیا سے دل میں لے کے جو حرص و ہوا چلے

آلودہ سُرمہ سے نہ ہوئی چشم میں نگاہ
دیکھا جہاں سے صاف ہی اہلِ صفا[4] چلے

کیا دیکھتا ہے ہاتھ مرا چھوڑ دے طبیب
ہاں جان ہی بدن میں نہیں نبض کیا چلے

لے جائیں تیرے کشتہ کو جنّت میں بھی اگر
پھر پھر کے تیرے گھر کی طرف دیکھتا چلے

اس روئے آتشیں کے تصوّر میں یادِ زلف
ہے کیا غضب کہ آگ لگے اور ہوا چلے

اے **ذوق** ہے غضب نگہِ یار الحفیظ[5]
وہ کیا بچے کہ جس پہ تیرِ قضا چلے

۴۹

مجھ سے کچھ پوچھو نہ خونناب[1] حسرت کے مزے
زہر کے گھونٹ ہیں پر رکھتے ہیں شربت کے مزے

تجھ کو کچھ یاد بھی ہیں پہلی وہ الفت کے مزے
بے مزہ ہونے کے لطف اور شکایت کے مزے

بے محبت نہیں اے ذوق شکایت کے مزے
بے شکایت نہیں اے ذوق محبت کے مزے

کھائے کوچہ میں ترے آکے جو سنگِ طفلاں
آئے مجنوں کو ترے میوۂ جنت کے مزے

غ ۴۸ ۱ بھرا ہوا ۔ ۲ آخری وقت ۔ ۳ کالا سانپ ۔ ۴ پاکدامن نیک ۔ ۵ امان ۔
غ ۴۹ ۱ خونی اشک ۔

لگتی مرچیں سی کبابوں کو ہیں سُن کر کیا کیا
دلِ برِیاں سے مرے سوزِ محبت کے مزے

صرفِ ہر زخمِ جگر تا نہ ہو صد کانِ نمک
لوٹے کیا عشق میں اس کانِ ملاحت[۳] کے مزے

ملتِ عشق میں ہو کاش تناسخ[۴] ہی سہی
کہ اُڑائیں ترے سر باز شہادت کے مزے

دیکھ کر اس کو گیا عالمِ حیرت میں تو میں
پر بیاں کیا کروں اس عالمِ حیرت کے مزے

سجدہ میں پائے خمِ مے پہ ہیں کس لطف سے مست
یوں عبادت ہو تو زاہد ہیں عبادت کے مزے

پھول گلشن میں ہنسے کر کے زر اپنا برباد
کہ اُڑانے ہی ہیں دولت کے ہیں دولت کے مزے

جانِ شیریں بھی گئی اور نہ ملی شیریں بھی
پوچھو فرہاد سے اس تلخی[۵] حسرت کے مزے

ابر و باراں کے مزے کیونکہ نہ لوٹیں میخوار
کہ اُڑاتے ہیں گنہگار ہی رحمت کے مزے

ہے نمک پاش جو ہنس ہنس کے وہ لعلِ نمکیں
لے رہا ہے دلِ مجروح جراحت[۶] کے مزے

کچھ جتاؤں جو محبت تو ہے کہتا کہ تجھے
دیکھ تو کیسے چکھاتا ہوں محبت کے مزے

ذائقہ چاشنیٔ عشق کا کامل ہو تو دیں
شادیٔ وصل[۷] کی لذت غمِ فرقت کے مزے

نہیں جز بے مزگی کوئی مزا دُنیا میں
پر مزہ بیدار بنا دیتے ہیں غفلت کے مزے

خنجرِ ناز نے کیا چاٹ لگائی دل کو
چاٹتا ہونٹ ہے لے لے کے جراحت کے مزے

بے مزاجی کو کریں لاکھ ترے ظلم و ستم
پر نہیں بھولتے وہ پہلی عنایت کے مزے

پھر پھٹا زخم کا انگور مبارک اے ذوقؔ
دلِ زخمی کو ترے بادۂ حسرت کے مزے

۵۰

کیا غرض لاکھ خدائی میں ہوں دولت والے
اُنکا بندہ ہوں جو بندے ہیں محبت والے

چاہیں گر چارہ جراحت کا محبت والے
بیچیں الماس و نمک سنگِ جراحت والے

گئے جنت میں اگر سوزِ محبت والے
تو یہ جانو رہی دوزخ ہی میں جنت والے

ساقیا ہوں جو صبوحی کی نہ عادت والے
صبح محشر کو بھی اُٹھیں نہ ترے متوالے

رہے جوں شیشۂ ساعت وہ مکدر[۲] دونو
کبھی مل بھی گئے وہ دل جو کدورت والے

کس مرض کی ہیں دوا یہ لبِ جاں بخش ترے
جاں بلب ہیں ترے آزارِ[۱] محبت والے

۲ بھونا ہوا ۔ ۳ سانولے رنگ کی خوبصورتی ۔ ۴ موت کے بعد ایک روح سے دوسری روح میں تبدیلی ۔ ۵ کڑوی ۔ ۶ زخم چھیرنا ۔ ۷ وصل کی خوشی ۔

غزل ۵۰: ۱ عاشق ۔ ۲ کدورت رکھنے والا ۔

حرص کے پھیلتے ہیں پاؤں بقدرِ وسعت — تنگ ہی رہتے ہیں دُنیا میں فراغت والے
ہائے رے حسرتِ دیدار مری ہائے کو بھی — لکھتے ہیں ہائے دو چشمی سے کتابت والے
نہیں جز شمع مجاور مرے بالینِ مزار — نہیں جز کثرتِ پروانہ زیارت والے
نہ ستم کی ہے شکایت نہ کرم کی خواہش — دیکھ تو ہم بھی ہیں کیا صبر و قناعت والے
کیا تماشہ ہے کہ مثلِ مہِ نو دیکھے فروغ — خود نمائی کو ہیں چمکا رہے شہرت والے
دل سے کچھ کہتا ہوں میں مجھ سے ہے کچھ دل کہتا — دونو اک حال میں ہیں درد و مصیبت والے
بے نصیبوں کو نصیبوں میں کہاں یار کا وصل — انکی قسمت میں ہے جو لوگ ہیں قسمت والے
تو جو آ جائے تو اے دردِ محبت کی دوا — میرے ہمدرد وہ ہوں بیدرد نصیحت والے
چھوڑ دیتے ہیں قلم جوں قلمِ آتش باز — لکھ کے میری تپشِ دل کو کتابت والے
کبھی افسوس ہے آتا کبھی رونا آتا — دلِ بیمار کے ہیں دو ہی عیادت والے
تو مرے حال سے غافل ہے پرے اے غفلت کیش — تیرے اندازِ تغافل نہیں غفلت والے
نازہ ہر گل کو نزاکت پہ چمن میں اے ذوق — اس نے دیکھے ہی نہیں ناز و نزاکت والے

۵۱

کیا مدِ نظر تم کو ہے یاروں سے تو کہئے — گر منہ سے نہیں کہتے اشاروں سے تو کہئے
حالِ دلِ بیتاب کہا جائے جو ہم سے — گر کہئے نہ لاکھوں سے ہزاروں سے تو کہئے
کیا کہئے گا اب اور سرِ خاکِ شہیداں — کچھ فتنے اُٹھانے ہوں مزاروں سے تو کہئے
پھر قم نہ کہیں حضرت عیسے اگر اُن سے — کہئے کہ یہ ہم عشق کے ماروں سے تو کہئے
کچھ سوزِ دل اپنا کسی دلسوز کے آگے — فرصت ہو تپِ غم کے حراروں سے تو کہئے
موقوف ہے گر دل کا شکار آنکھ و ادا پر — تو پہلے کچھ اُن میر شکاروں سے تو کہئے
اس گوہرِ دنداں پہ اگر سوجھے کوئی بات — موتی تو ہیں کیا مال ستاروں سے تو کہئے
جس راہ سے شانہ ہے گیا زلفِ رسا میں — اس رستہ کو ان سینہ فگاروں سے تو کہئے
کہئے نہ تنک ظرف سے اے ذوق کبھی راز — کہکر اُسے سُننا ہو ہزاروں سے تو کہئے

۳ ہوس ۔ ۴ بیمار پُرسی کرنے والے ۔ ۵ غفلت کے مذہب والا یعنی کم توجہ دینے والا - غافل ۔
غ ۵۱ ۱ اُلّو ۔ ۲ تیز - گرم ۔ ۳ جنگلات میں شکار کا بڑا افسر ۔ ۴ کنگھی ۔ ۵ سفلہ ۔

۵۲

مزا تھا ہم کو جو بلبل سے دو بدو کرتے
کہ گل تمہاری بہاروں میں آرزو کرتے

مزے جو موت کے عاشق بیاں کبھو کرتے
مسیح و خضر بھی مرنے کی آرزو کرتے

غرض تھی کیا ترے تیروں کو آبِ پیکاں سے
مگر زیارتِ دل کیونکہ بے وضو کرتے

اگر یہ جانتے چن چن کے ہم کو توڑیں گے
تو گل کبھی نہ تمنائے رنگ و بو کرتے

یقیں ہے صبحِ قیامت کو بھی صبوحی[2] کش
اُٹھیں گے خواب سے ساقی سبو سبو کرتے

سمجھیو دار[3] و رسن تار و سوزن اے منصور
کہ چاک پردہ حقیقت کا ہیں رفو کرتے

نہ رہتی یوسفِ کنعاں کی خوبیٔ بازار
مقابلہ[1] میں جو ہم تجھ کو روبرو کرتے

چمن بھی دیکھتے گلزارِ آرزو کی بہار
تمہاری بادِ بہاری ہیں آرزو کرتے

عجب نہ تھا کہ زمانہ کے انقلاب[4] سے ہم
تیمم آب سے۔ اور خاک سے وضو کرتے

سُراغ[5] عمرِ گذشتہ کا لیجئے گر ذوق
تمام عمر گذر جائے جستجو کرتے

۵۳

ساقیا عید ہے لا بادہ سے مینا بھر کے
کہ پیاسے ہیں مے آشام[1] مہینہ بھر کے

آشناؤں سے اگر ایسے ہی بیزار ہو تم
تو ڈبو دو انہیں دریا میں سفینہ[2] بھر کے

عقدِ پروین[3] یہ نہیں حقۂ پروین میں فلک
لائے ہیں اس رُخِ روشن کا پسینہ بھر کے

روز اُس گلشنِ رخسار سے لیجاتے ہیں
اپنے دامانِ نظر مردمِ بینا بھر کے

دل ہے آئینہ صفا چاہئے رکھنا اس کو
زنگ سے بھرتا ہی کیوں اس میں تو کینہ[4] بھر کے

خُم پُرجوش کی مانند چھلکتا ہے پڑا
خونِ حسرت سے لبوں تک مرا سینہ بھر کے

جام خالی بھی لگا منہ سے نہ کم ظرف کے ساتھ
ذوق کیسا تہ قدح ذوق سے پینا بھر کے

۵۴

جو تھے مژگانِ پُرخوں سب وہ خارِ دلنشیں نکلے
جنوں یہ کیسے نشتر تھے۔ کہیں ڈوبے کہیں نکلے

عدو تیرے نیش زن کے گھر سے کب وہ مہ جبیں نکلے
الٰہی برجِ عقرب[1] سے قمر جلدی کہیں نکلے

ص ۵۲ غ: ۱ مقابلہ پر ۔ ۲ صبح کی شراب پینے والے ۔ ۳ پھانسی ۔ ۴ تبدیلی ۔ ۵ نشان ۔

۵۳ غ: ۱ میخوار ۔ ۲ کشتی ۔ ۳ پروین ستارے کی لڑی مراد گروہ ۔ ۴ کدورت ۔

۵۴ غ: ۱ بچھو کی شکل والا آسمان پر ایک برج ۔

چھٹے کیا ہم سے شوقِ حسنِ گندم گوں کہ گندم پر ہمارے جدِّ امجد چھوڑ کر خلدِ بریں نکلے

ترے انداز سے سَو سَو طرح کے ناز ہوں پیدا ترے ہر ناز پر سَو سَو کا دم اے نازنیں نکلے

پڑے جا کر نئی دنیا سے بھی گر دیکھو دنیا میں تو خالی خاکِ آدم سے نہ چپّا بھر زمیں نکلے

خدا دے دوربینی اور اس چشمِ تصوّر کو کہ لاکھوں کام اس سے دور کے بے دوربیں نکلے

رلائے گر تصوّر اس لبِ شیریں کا آنکھوں کو تو آنسو ہو کے شربت خون ہو کے انگبیں[1] نکلے

قلم کی دیکھو گلکاری[2] دمِ تحریرِ حالِ دل کہ جائے حرف گلہائے انارِ آتشیں نکلے

زیادہ جان کے جانے سے غم ہے تیرے جانے کا الٰہی جانے سے پہلے مری جانِ حزیں نکلے

نہ ہو غربت میں گر قدرِ صفا پاکیزہ گوہر کی تو کیوں دریا سے یکتا ہو کے پھر دُرِّ ثمیں[3] نکلے

تباہی میں ہے موذی کی حلاوت[4] اہلِ عالم کی کہ ویراں خانۂ زنبور ہو جب انگبیں نکلے

ہوئے تم چیں بر ابرو ہو کے میرے قتل کے درپے چکنے سے تمہارے جوہرِ شمشیرِ کیں نکلے

سراپا روسیاہی گر ملے ان نامداروں کو ہوس دل سے نہ انکے نام کی مثلِ نگیں نکلے

فلک بھی خانۂ زنبور ہے کثرت سے انجم کی مگر کیا دخل جز زہراب اس میں انگبیں نکلے

دلِ زخمی کی حالت پر دہانِ زخم کیا بولیں زبانِ تیغ سے نکلے تو شاید آفریں نکلے

جو حسرت میرے دل میں ہے نکالوں میں کہاں اسکو نہ وہ زیرِ فلک نکلے نہ وہ زیرِ زمیں نکلے

سنا کرتے تھے شہرہ ذوق جنکی پارسائی کا وہ سب یارِ خرابات[5] اپنے نکلے ہمنشیں نکلے

۵۵

غنچے تری غنچہ دہنی[1] کو نہیں پاتے ہنستے تو ہیں پر تیری ہنسی کو نہیں پاتے

ہم تم سا عدو[2] اپنا کسی کو نہیں پاتے تم ہم کو جو پاؤ تو چھری کو نہیں پاتے

کیا وقت تھا وہ تجھ کو دیا دل تھا جو ہم نے اے سنگدل اس سخت گھڑی کو نہیں پاتے

وہ کونسی شے ہے جسے پاتے نہیں دل میں لیکن نہیں پاتے تو خوشی کو نہیں پاتے

لیتے ہیں شبِ وصل میں اس لب کے یہ بوسے ہم لب پہ سحر رنگِ مسی کو نہیں پاتے

میں ایسا ہوا گم کہ عزیزانِ عدم بھی گم ہو کے بھی مری گمشدگی[3] کو نہیں پاتے

[1] شہد۔ [2] پھولوں سے منقش کرنا۔ [3] قیمتی موتی۔ [4] مٹھاس۔ مزہ۔ [5] شراب خانہ۔

غ۵۵: [1] چھوٹا سا منہ۔ [2] دشمن۔ [3] گمنامی۔

رکھتے ہیں دمِ شعلہ فشاں اژدرِ دوزخ — لیکن مری آتش نفسی کو نہیں پاتے
وہ دن ہیں کہاں بہتے تھے جو چشم سے چشمے — اب نام کو بھی ان میں نمی کو نہیں پاتے
معلوم نہیں اسکا دہن ہے کہ نہیں ہے — اے ذوق ہم اس سِرِّ خفی کو نہیں پاتے

۵۶

ثبات کب ہے زمانہ کے عزّ و شاں کے لئے — کہ ساتھ اوج کے پستی ہے آسماں کے لئے
مزے تو دل کو ملے بھتے ہوئے زباں کیلئے — پہ ہم نے دل ہیں مزے سوزشِ نہاں کے لئے
ہزار لطف ہیں جو ہر ستم ہیں جاں کیلئے — ستم شریک ہوا کون آسماں کے لئے
فروغِ عشق سے ہے روشنی جہاں کے لئے — کہ یہ چراغ ہے اس تیرہ خاکداں کے لئے
صبا ہے آئی خس و خار گلستاں کے لئے — قفس میں لوٹ رہا ہے دل آشیاں کے لئے
دمِ عروج ہے کیا فکر نردباں کے لئے — کمندِ آہ تو ہے بامِ آسماں کے لئے
سدا تپش پہ تپش ہے دلِ تپاں کے لئے — ہمیشہ غم پہ ہے غم جانِ ناتواں کے لئے
جو سنگِ کعبہ کو بوسہ ہیں حجِ کعبہ ہے شیخ — تو بوسے ہم نے بھی اس سنگِ آستاں کے لئے
نہ دو بنا ہاتھ سے تم راستی کہ عالم ہیں — عصا ہے پیر کو اور سیف ہے جواں کے لئے
دکانِ حسن ہیں رکھتے نہیں متاعِ وفا — وگرنہ لیتے ہم ایک اپنے مہرباں کے لئے
خلش سے عشق کی ہے خار پیرہن اے یار — یہ جان اس ترے مجنونِ ناتواں کے لئے
الٰہی سوزِ محبت سے اڑتا ہے تنِ زار — کہ لایا عشق ہے سیمابِ استخواں کے لئے
نگاہِ ناز نے کی دیر ورنہ ہیں تیار — ہوں کب سے بیٹھا ہوا مرگِ ناگہاں کے لئے
مرے مزار پہ کس وجہ سے نہ برسے نور — کہ جان دی ترے روئے عرق فشاں کے لئے
الٰہی کان ہیں ہے کیا صنم نے پھونک دیا — کہ ہاتھ رکھتے ہیں کانوں پہ سب اذاں کے لئے
قدِ خمیدہ پر اپنے ہیں بال زیبِ وبال — اثاثہ کچھ تو رہے خانۂ کماں کے لئے
نہ دل رہا نہ جگر دونو جل کے خاک ہوئے — رہا ہے سینہ میں کیا چشمِ خوں فشاں کے لئے
مری تو گور پہ جام و سبو کی ہو تصویر — کہ یادگارِ زمانہ رہے نشاں کے لئے

۱؎ اژدہا ۔ ۲؎ رازِ نہاں - چھپا ہوا بھید ۔

غ ۱؎ عزت اور بڑائی ۔ ۲؎ پوشیدہ جلن ۔ ۳؎ سیڑھی ۔ ۴؎ کمزور ۔ ۵؎ تلوار ۔ ۶؎ پارہ ۔ ۷؎ اچانک ۔ ۸؎ کسی کو اندر ہی اندر بہکا دینا ۔ ۹؎ مراد انکار کرنا ۔ ۱۰؎ اثاثہ سامان ۔

امید ہو گئی ہما یہ ورنہ خانۂ یاس[11]
بہشت تھا ہمیں آرامِ جاوداں[12] کے لئے

نگاہِ ناز نے دیکھے تھے جوہر آج اپنے
دل اپنا ہم کو بھی یاد آیا امتحاں کے لئے

تمہاری نرگسِ بیمار[13] نے جو کی تھی نگاہ
وہی جواب ہوا طاقت و تواں کے لئے

مزاج انکا نہ بجلی ہے اور نہ ہے سیماب
خطر جو ہے تو یہی ہے مزاجداں کے لئے

نہیں ہوں نے مگر اتنا مجھے بھی ہے معلوم
فغاں ہے میرے لئے اور میں فغاں کے لئے

اُڑا کے آہ کا شعلہ کبھی بنائیں گے ہم
شبِ فراق میں خورشید آسماں کے لئے

چلیں ہیں دیر کو مدت میں خانقاہ سے ہم
شکستِ توبہ لئے ارمغاں[14] مغاں[15] کے لئے

وبالِ دوش ہے اس ناتواں کو سر لیکن
لگا رکھا ہے ترے خنجر و سناں کے لئے

بیان دردِ محبت جو ہو تو کیونکر ہو
زباں نہ دل کے لئے ہے نہ دل زباں کے لئے

اشارہ چشم کا تیری یکایک اے قاتل
ہوا بہانہ مری مرگِ ناگہاں کے لئے

بنایا ذوق جو انساں کو اُسنے جزوِ ضعیف
تو اس ضعیف سے کل کام دو جہاں کے لئے

۵۷

جو دل قمارخانہ[1] میں بت سے لگا چکے
وہ کعبتین[2] چھوڑ کے کعبہ کو جا چکے

کیا خط لکھوں اُنہیں کہ جو لکھنے کی بات ہے
پہلے ہی غیر واں ہیں اُنہیں سب پڑھا چکے

آنا بلا سے اُن کا قیامت سے کم نہیں
ہیں ہم تو مر چکے اسے آنا ہو آ چکے

زہر اب یا شراب یہاں سب ہے نوشِ جاں
ساقی پیالہ منہ سے ہم اب تو لگا چکے

اچھا کیا وفا کے عوض[3] تم نے کی جفا
جانے دو تم بھی اب کہ کیا اپنا پا چکے

یاد آیا یاں کے آنے کا وعدہ بھی خوب اُنہیں
جب رات کو وہ پاؤں میں مہندی لگا چکے

اے دل زمیں کا بوجھ ہے یا آسماں کا بار
ہیں اب تو سر پہ بارِ محبت اُٹھا چکے

مدت سے موت و زیست[4] پڑے ہیں گلے کا ہار
تیغِ نگہ تری کہیں قصہ چکا[5] چکے

اب ڈھیر گر خرابۂ دنیا میں ہیں تو کیا
پہلے تو ہم بھی خاک بہت سی اُڑا چکے

باز آیا دیکھنے سے نہ آتش رخوں[6] کے دل
سو بار آبلے اسے آنکھیں دکھا چکے

حاجت نہیں ہے تیرے شہیدوں کو غسل کی
ہیں تیغِ آبدار سے خوں میں نہا چکے

۱۱ ناامیدی ۞ ۱۲ ہمیشہ ۞ ۱۳ آنکھوں سے مراد ہے ۞ ۱۴ تحفہ ۞ ۱۵ شراب خانہ کا منتظم ۞
۵۷ غ ۱ جوا کھیلنے کا کمرہ یا مکان ۞ ۲ شطرنج کا تختہ ۞ ۳ بدلے ۞ ۴ زندگی ۞ ۵ ختم کردے ۞ ۶ شعلہ رو مراد معشوق ۞

سب ہم سے قیمتِ دل و جاں پوچھتے ہیں آج
تار اُنکے اِک نگاہ میں ہیں سب چکا چکے

ہو معرکے میں عشق کے قاضی نہ کیونکہ موت
جھگڑا یہ وہ نہیں ہے کہ جو بے قضا چکے

اپنا ہی دل نہ پھیر سکے رُخ سے یار کے
سر اپنا خوب حضرتِ ناصح پھرا چکے

تم بھول کر بھی یاد نہیں کرتے ہو کبھی
ہم تو تمہاری یاد میں سب کچھ بھلا چکے

دیکھو خدا کے نام نے روشن کیا نشاں
دشمن ہمارے نام کو کیا کیا مٹا چکے

مسجد میں بیٹھے کیا ہو چلو میکدہ کو **ذوق**
اُٹھو کہیں وظیفہ محبت بڑبڑا چکے

۵۸

چپکے چپکے غم کا کھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے
جی ہی جی میں تلملانا[۱] کوئی ہم سے سیکھ جائے

ابر کیا آنسو بہانا کوئی ہم سے سیکھ جائے
برق کیا ہے تلملانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

ذکرِ حسنِ شمع لانا کوئی ہم سے سیکھ جائے
اُن کو در پردہ جلانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

جھوٹ موٹ افیوں کا کھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے
اُنکو کف[۲] لاکر ڈرانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

لطف اُٹھانا ہے اگر منظور اس کے ناز کا
پہلے اس کا ناز اُٹھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

کہدو قاصد سے کہ جائے کچھ بہانہ سے وہاں
گر نہیں آنا بہانہ کوئی ہم سے سیکھ جائے

زخم تو سیتے ہیں سب پر سوزنِ الماس سے
چاکِ سینہ کا سِلانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

پوچھے مُلا سے جسے کرنا ہو سجدۂ[۳] سہو کا
سیکھے گر اپنا بُھلانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

تیر و پیکاں جتنے دلمیں تھے دیئے اسکو نکال
اپنے ہاتھوں گھر لُٹانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

دیکھ کر قاتل کو بھر لائے خراشِ دلمیں خوں
سچ تو یوں ہے مُسکرانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

خط میں لکھوا کر اُنہیں بھیجا تو مطلع درد کا
دردِ دل اپنا جتانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

تیغ تو اوچھی پڑی تھی گر پڑے ہم آپ سے
دل کو قاتل کی بڑھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

جب کہا مرتا ہوں وہ بولے مرا سر کاٹ کر
جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

واں ہلے ابرو یہاں پھیری گلے پر ہم نے تیغ
بات کا ایما[۴] بھی پانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

سُن کے آمد انکی از خود رفتہ ہو جاتے ہیں ہم
پیشوا[۵] لینے کو جانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

ہم نے پہلے ہی کہا تھا تو کریگا ہم کو قتل
تیوروں کا تاڑ جانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

۵۸ ؎ تڑپنا ۔ ۲؎ جھاگ ۔ ۳؎ نماز میں غلطی ہو جائے تو بعد میں دو سجدے کرتے ہیں۔ جن کو سجدۂ سہو کہتے ہیں ۔ ۴؎ اشارہ۔ مدعا۔ ۵؎ مرشد ۔

جو سکھایا اپنی قسمت نے وہ گر نہ اسکو غیر — کیا سکھائیگا سکھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے
کیا ہوا اے ذوق ہیں جو مردمک ہم روسیاہ — لیکن آنکھوں میں سمانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

۵۹

یاں کے آنے کا مقرر قاصدا وہ دن کرے
جو تو مانگے گا وہی دوں گا خدا وہ دن کرے

کون سی شب آئے گا وہ منجم[۱] سے کہو
میرے سعد و نحس[۲] کا معلوم تا وہ دن کرے

تو کرے قرباں ہمیں جس دن ۔ ہمارے واسطے
عید قرباں سے شرف[۳] پیدا سوا وہ دن کرے

جب کہا قاصد نے دن وعدہ کا آیا تو کہا
اس سے کہہ دو یوں ہی محشر تک گنا وہ دن کرے

تیغ قاتل سے رہے جو قتل کے دن بے نصیب
عید کے دن کو نہ کیوں عاشورہ[۳] کا وہ دن کرے

دن قیامت کا تو ہے پر میرا طومار عمل
ہائے اتنا ہے کہ امکاں کیا وفا وہ دن کرے

نیک و بد سب دن خدا کے ہیں لکھی جس دن کی ہو
کچھ کرو لیکن فراموش[۴] کیا قضا وہ دن کرے

لاش دفنا کر مری بیٹھا ہے قاتل سوچ میں
یعنی میرے فاتحہ کا کون سا وہ دن کرے

ذوق کہتا تھا کرونگا جمعہ کو حُب کا عمل
کوئی جا کے اس کو بتلا دے ہوا وہ دن کرے

۶۰

کوئی کمر کو تری ہو اگر کمر تو کہے — کہ آدمی جو کہے بات سوچ کر تو کہے
مری حقیقت پُر درد کو کوئی اس سے — بہ آہ و نالہ نہ کہوے بہ چشم تر تو کہے

وغ[۱] سعادت والا اور نحوست والا ؛ [۲] بزرگی ؛ [۳] ماہ محرم کی دسویں تاریخ کا روز ؛ [۴] بھول جانا ؛

یہ آرزو ہے جہنم کو بھی کہ آتش عشق
مجھے نہ شعلہ گر اپنا کہے شرر تو کہے

بقدرِ مایہ نہیں گرچہ ہر اک کا رتبہ و نام
بھلا حباب کو دیکھیں کوئی گہر تو کہے

جو جیب لگا کے نہ بیٹھے تو کیا کرے ناصح
کہ جانتا ہے کہے کا ہو کچھ اثر تو کہے

جل اُٹھے شمع کے مانند قصہ خواں کی زباں
ہمارا قصۂ پرسوز لحظہ بھر تو کہے

شہیدِ عشق کا ہر قطرہ خوں اناالحق ہے
کہے جو حق کوئی منصور اس قدر تو کہے

مجال کیا کہ ترے آگے فتنہ دم مارے
کہیگا اور تو کیا ۔ پہلے الحذر تو کہے

بھرے گا بارِ محبت کی کیا فلک ہامی
یہ حوصلہ کوئی رکھے بجز بشر تو کہے

بلا سے ہووے مرا مرغِ نامہ بر بھونرا
کہ اس کو دیکھ کے وہ منہ سے خوشخبر تو کہے

سرشکِ چشم مرے ہیں کہ ہو گئے موزوں
مری طرح سے کوئی ذوق شعرِ تر تو کہے

٦١

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائینگے
مر گئے پر نہ لگا جی تو کدھر جائینگے

مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائینگے

سامنے چشمِ گہربار کے کہہ دو دریا
چڑھ کے گر آئے تو نظروں سے اُتر جائینگے

تم نے ٹھہرائی اگر غیر کے گھر جانے کی
تو ارادے یہاں پھر اور ٹھہر جائینگے

خالی اے چارہ گرو ہونگے بہت مرہم داں
پر مرے زخم نہیں ایسے کہ بھر جائینگے

لائے جو مست ہیں تربت پہ گلابی آنکھیں
اور اگر کچھ نہیں دو پھول تو دھر جائینگے

پہنچیں گے رہ گذرِ یار تلک کیونکر ہم
پہلے جب تک نہ دو عالم سے گذر جائینگے

آگ دوزخ کی بھی ہو جائیگی پانی پانی
جب یہ عاصی عرقِ شرم سے تر جائینگے

ہم نہیں وہ جو کریں خون کا دعویٰ تجھ سے
بلکہ پوچھے گا خدا بھی تو مکر جائینگے

رُخِ روشن سے نقاب اپنے اُلٹ دیکھو تم
مہر و مہ نظروں سے یاروں کی اُتر جائینگے

شعلۂ آہ کو بجلی کی طرح چمکاؤں
پر یہی ڈر ہے کہ وہ دیکھ کے ڈر جائینگے

ہم بھی دیکھیں گے کوئی اہلِ نظر ہے کہ نہیں
یاں سے جب ہم روشِ تیرِ نظر جائینگے

ذوق جو مدرسہ کے بگڑے ہوئے ہیں ملا
اُن کو مےخانہ میں لے آؤ سنور جائینگے

غ ٦٠ ۱ سیکنڈ ۔ ۲ یعنی میں خدا ہوں ۔ ۳ جرأت ۔ ۴ ایک جانور کا نام ہے ۔
غ ٦١ ۱ یعنی نظروں سے گر جائیں گے ۔ قدر کم ہو جائے گی ۔ ۲ گنہگار ۔ ۳ سورج اور چاند ۔ ۴ حقیقت بین ۔

٦٢

کوئی ان تنگ دہانوں سے محبت نہ کرے
اور یہ تنگ کریں منہ تو شکایت نہ کرے

ہے جراحت کا مری سودۂ الماس علاج
فائدہ اس کو کبھی سنگِ جراحت نہ کرے

عشق کے داغ کو دل مُہرِ نبوت سمجھا
ڈر ہے کافر کہیں دعوائے نبوت نہ کرے

ہر قدم پر مرے اشکوں سے رواں ہیں دریا
کیا کرے جادۂ[1] اگر ترکِ رفاقت نہ کرے

آج تک خوں سے مرے تر ہے زبانِ خنجر
پر کرے کیا جو طلب کوئی شہادت نہ کرے

مکتبِ صبحِ ازل کا ہے خلیفہ انساں
پھر کرے کون اگر یہ ہی خلافت نہ کرے

بن جلے شمع کے پروانہ نہیں جل سکتا
کیا کرے عشق اگر حسن ہی سبقت[3] نہ کرے

پھر چلا مقتلِ عشاق کو قاتل اے ذوق
سر پہ برپا کہیں کشتوں کے قیامت نہ کرے

٦٣

کہتے ہیں جھوٹ سب کہ نہیں پانوں جھوٹ کے
جھوٹے تو بیٹھتے بھی نہیں پانو ٹوٹ کے

چلتا ہو ذوق قید سے ہستی کی چھوٹ کے
یہ قید مار ڈالیگی دم گھونٹ گھونٹ کے

ڈھالا جو تجھ کو حسن کے سانچے میں اے صنم
آنکھوں کی جائے بھر دیئے موتی سے کوٹ کے

بیدرد سینہ کوٹنا خالی نہیں مرا
دل میں بھرا ہے درد مرے کوٹ کوٹ کے

کیونکر حباب ہو سکے دریائے بیکراں
دریا سے جبتلک نہ ملے ٹوٹ پھوٹ کے

اس شمع رُو سے رات کو رخصت ہوئے جو ذوق
روئے ہیں دل کے آبلے کیا پھوٹ پھوٹ کے

٦٤

یار ہنسنے حال پہ ہم دلفگاروں کے لگے
کاش کے ایسے ہی یارب لکو یاروں کی لگے

اور بھی چمکا سمندِ وحشت اپنا دشت میں
تیز جوں مہمیزِ نشتر جب کہ خاروں[1] کی لگے

کسکی کفشِ[2] پا پہ دیکھے ہیں ستارے اے فلک
رہتے ہیں دبے زمیں کو جو ستاروں کی لگے

بزم میں گر وہ اُلٹ کر روئے روشن سے نقاب
چھوٹنے مہتاب منہ پہ ماہ پاروں کے لگے

اس طرح در پے دلوں کے ہیں ترے چشم و نگاہ
جوں شکار افگن پھریں پیچھے شکاروں کے لگے

ق

سرزمینِ باغِ الفت میں ترے اے فتنہ گر
نخلِ[3] قامت جب ترے سینہ فگاروں[4] کے لگے

ٹہنیاں تیروں کی نکلیں پھوٹے سوفاروں کے گل
خنجروں کے برگ نکلے پھل کٹاروں کے لگے

ع^[62] [1] جاری ہیں ۔ [2] راستہ ۔ [3] پہل کرنا

ع^[63] [1] ہبلہ ۔ [2] مراد معشوق ۔ [3] چھالے ۔

ع^[64] [1] کانٹے ۔ [2] جوتا ۔ [3] درخت ۔ [4] زخم سینے والے

ہوا اگر گرمِ فغاں مرغِ چمن میری طرح
آگ دم میں آشیانوں کو ہزاروں کے لگے

آئے ہم اس بزم میں اک دم سوا سپر سینکڑوں
تیغِ طعنوں کے لگے خنجر اشاروں کے لگے

اے خدنگِ یار مرہم جائیں غیرت سے نہ کیوں
مرہم آکر زخم پر سینہ فگاروں کے لگے

ذوق صحرائے جنوں میں ہو گیا ہے گردباد
توسنِ وحشت کو ہیں مہمیز خاروں کے لگے

۶۵

تیر اس نگہ کا گر دلِ مضطر میں گھر کرے
ناسورِ عشق زخم کے پھر گھر میں گھر کرے

کیڑا ذرا سا اور وہ پتھر میں گھر کرے
انساں وہ کیا نہ جو دلِ دلبر میں گھر کرے

چشمِ سیہ تمہاری نظر بھر کے دیکھے جب
لالہ میں داغ دے ۔ گل عبہر میں گھر کرے

یوں میرے دل میں چبھتی ہے دندانکی اسکے تاب
ہیرے کی جوں کنی دلِ گوہر میں گھر کرے

گلگشتِ چمن نہیں کہ گئے صبح شام آئے
دل ہو کہ اس کی زلفِ معنبر میں گھر کرے

دکھلائے جوشِ گریہ اگر میری چشمِ تر
مردم کے غرق سینکڑوں پل بھر میں گھر کرے

گنبد میں گردِ باد کے مجنوں نے گھر کیا
سرگشتہ ایسا کون کہ چکر میں گھر کرے

یوں رنگِ رخ پہ اسکے جما ہے مرا خیال
جس طرح رنگ برگِ گلِ تر میں گھر کرے

خونِ شہیدِ ناز کو دھونا تھا کیا بھلا
یہ زنگ وہ نہیں ہے کہ خنجر میں گھر کرے

دزدِ نگہ تو آنکھوں میں گھر کر رہے ہیں ذوق
دل جس کا گم ہوا کہو کس گھر میں گھر کرے

۶۶

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

بہتر تو ہے یہی کہ نہ دنیا سے دل لگے
پر کیا کریں جو کام نہ بے دل لگی چلے

کم ہونگے اس بساط پہ ہم جیسے بد قمار
جو چال ہم چلے سو نہایت بری چلے

ہو عمرِ خضر بھی تو کہیں گے بوقتِ مرگ
ہم کیا رہے یہاں ابھی آئے ابھی چلے

لیلیٰ کا ناقہ دشت میں دکھلاتا ذوقِ شوق
سن کر فغانِ قیس بجائے حدی چلے

نازاں نہ ہو خرد پہ جو ہونا ہو ۔ وہ ہی ہو
دانش تری نہ کچھ مری دانشوری چلے

دنیا نے کسکا راہِ فنا میں دیا ہے ساتھ
تم بھی چلے چلو یونہیں جبتک چلی چلے

جلتے ہوائے شوق میں ہیں اس چمن سے ذوق
اپنی بلا سے بادِ صبا اب کبھی چلے

۳ مصروفِ نالہ ؛ ۴ چھوٹا سا تیر ؛ ۵ سواروں کے جوتوں میں ایڑ لگانے کے آہنی خار ؛ غ ۶۵ ۱ بیکل ؛ ۲ پلکیں ؛ ۳ بگولہ ؛ ۴ چور ؛ غ ۶۶ ۱ چٹائی ؛ ۲ اونٹنی ؛ ۳ آہ و نالہ ؛ ۴ عقل ؛

۶۷

قفلِ صد خانۂ دل آیا جو تو ٹوٹ گئے / جو طلسمات نہ ٹوٹے تھے کبھو ٹوٹ گئے
خارِ غم دل سے کسی طرح نہ نکلا اے عشق / ہو کے ناخن کئی سینہ میں فرو ٹوٹ گئے
چارہ گر سوزنِ تقدیر میں کچھ اور ہیں تار / جیب کے تار جو ہو ہو کے رفو ٹوٹ گئے
سینکڑوں کاسۂ سر دہر میں مانندِ حباب / کبھو اے چرخ بنے تجھ سے کبھو ٹوٹ گئے
تو جو کہتا ہے کہ دے غیر کو بھی ساغرِ مے / ہاتھ کیا اسکے ہیں اے عربدہ[1] جو ٹوٹ گئے
دخترِ رز نے وہ انداز دکھائے سرِ بزم / رات یاروں کے وہاں غسل و وضو ٹوٹ گئے
کیونکہ بن کشتیِ مے کیجیے سیرِ دریا / میکشو زیرِ بغل اب تو کدو ٹوٹ گئے
دیکھ کر سرمہ کی تحریر تری آنکھوں میں / ہیں صنم خانوں میں زنارِ گلو ٹوٹ گئے
تیرے ہاتھوں میں برنگِ گل بازی آخر / بند بند اپنے ہیں اے عربدہ جو ٹوٹ گئے
چشمِ مخمور کی اک جام میں سب یاروں کے / رات سر رشتۂ[2] اعمالِ نکو[3] ٹوٹ گئے
تیر کھنچے بھی اگر چارہ گروں نے دل سے / تو کبھو چھوٹ گئے اور کبھو ٹوٹ گئے
کیا بیاں تم سے کروں زورِ شکستِ[4] دل کا / کہ مری خاک سے بن بن کے سبو ٹوٹ گئے
مژۂ تر پہ اُمنڈ کر جو شب آئے آنسو / شدتِ گریہ سے مو بر سرِ مو ٹوٹ گئے
جذبِ عشق اپنا ہی کب چھوڑتا تیروں کو ترے / کھنچے بھی دل سے جو سوفار کبھو ٹوٹ گئے
گلشنِ عشق ہے کیا بارور اللہ اللہ / بر ثمر[5] لائے کہ سرو لبِ جو ٹوٹ گئے
کہہ یہ تبدیلِ قوافی غزل اک اور بھی ذوق / دیکھیں کس طرح سے بٹھلاتا ہے تو ٹوٹ گئے

۶۸

کس کے موشانہ میں اے دستِ ہوس ٹوٹ گئے / تیرہ بختوں کی جو یاں تارِ نفس ٹوٹ گئے
رات جو شیشۂ مے تجھ سے عسس[1] ٹوٹ گئے / ہائے نہ گنبدِ مینا کے کلس ٹوٹ گئے
دیدۂ آبلہ پا پہ ہیں مژگاں پیدا / پانو میں چبھ کے مرے خار زبس ٹوٹ گئے
ساقیا بادہ کشی میں کٹی ساری برسات / عہد و پیماں[2] مرے سب اب کے برس ٹوٹ گئے
یاد آیا جو اسیرانِ قفس کو گلزار / مضطرب ہو کے یہ تڑپے کہ قفس ٹوٹ گئے
رونگٹے یار کے پشتِ لبِ شیریں پہ نہیں / شہد پر بیٹھ کے ہیں پائے مگس[3] ٹوٹ گئے
تو گرفتارِ قفس گر یونہی تڑپے صیاد / کوئی دم میں یہ سمجھنا کہ قفس ٹوٹ گئے
ذوق ہم ہو گئے گم ایسی ہوئی گم آواز / آج کیا قافلہ کی سارے جرس[4] ٹوٹ گئے

غ ۶۷ [1] لڑائی چاہنے والا [2] دفتر [3] نیک [4] ٹوٹنا [5] پھل ؛ غ ۶۸ [1] محتسب [2] وعدے [3] مکھی [4] گھنٹیاں ؛

۶۹

ہنگامِ بوسہ گرم جو وہ اک ذری ہوئے
شکر تو تیرے پسینہ سے شکر تری ہوئے

ثبت اس بیاضِ چشم میں ہیں خطِ سرمہ سے
جو انتخاب نسخۂ افسونگری[۱] ہوئے

دکھلائے ہم نے لیکے جو دامن پہ دُرِ اشک[۲]
قائل ہماری آنکھ کے سب جوہری ہوئے

اک خالِ زیرِ زلف سے ظاہر مرے لئے
اے یار سنو طریقۂ بد اختری ہوئے

جل جائے خاکِ وحشیٔ چشمِ بتاں پہ گھاس
لیکن ہرن کھری[۳] نہ رہے بن ہری ہوئے

کچھ رکھتے آدمیت اگر ہوتے آدمی
یہ حور وش تو حور ہوئے یا پری ہوئے

ہم جیتے جی جہان سے معدوم ہوگئے
اپنے نظر سے گم بسبب لاغری ہوئے

رسوا نہ ہوتے کرتے نہ گر جیب و سینہ چاک
ہم آپ اپنی باعثِ پردہ دری[۴] ہوئے

مطلب نہ کفر سے ہے نہ اسلام سے ہے کام
دل دیکے اے صنم تجھے سب سے بری ہوئے

طالع ہوئے نہ اپنے سعادت سے ہمقریں[۵]
ہر چند سو قرآن مہ و مشتری ہوئے

اے ذوقؔ آج سامنے اس چشمِ مست کے
باطل سب اپنے دعوائے دانشوری ہوئے

۷۰

مرضِ عشق جسے ہو اُسے کیا یاد رہے
نہ دوا یاد رہے اور نہ دعا یاد رہے

تم جسے یاد کرو پھر اُسے کیا یاد رہے
نہ خدائی کی ہو پروا نہ خدا یاد رہے

لوٹتے سینکڑوں نخچیر[۱] ہیں کیا یاد رہے
جیبِ دوسینہ میں دل کو کہ بتا یاد رہے

رات کا وعدہ ہے بندہ سے اگر بندہ نواز
بند میں دے لو گرہ تا کہ ذرا یاد رہے

قاصدِ عاشقِ سوداز دہ کیا لائے جواب
جب نہ معلوم ہو گھر اور نہ پتا یاد رہے

دیکھ بھی لینا ہمیں راہ میں اور کیوں صاحب
ہم سے منہ پھیر کے جانا یہ بھلا یاد رہے

تیرے مدہوش[۲] سے کیا ہوش و خرد کی ہو امید
رات کا بھی نہ جسے کھایا ہوا یاد رہے

کشتۂ ناز کی گردن پہ چھری پھیرو جب
کاش اس وقت تمہیں نامِ خدا یاد رہے

خاک برباد نہ کر نامِ اس کوچہ ہیں
تجھ سے کہہ دیتا ہوں میں بادِ صبا یاد رہے

گو زنگ آئے تو چھاتی پہ قدم بھی رکھ دو
کوئی بیدل ادھر آئے تو پتا یاد رہے

تیرا عاشق نہ ہو آسودہ بزیرِ طوبےٰ[۴]
خلد میں بھی ترے کوچہ کی ہوا یاد رہے

۶۹غ ۱ جادوگری۔ ۲ آنسوؤں کے موتی۔ ۳ گھاس کا نام جس کے پتے کی شکل ہرن کے سینگ سے ملتی جلتی ہے۔ ۴ پردہ فاش کرنا۔ ۵ قریب بیٹھنے والا۔ ۷۰غ ۱ شکار ۲ مجنون ۳ بیہوش ۴ بہشت کے ایک درخت کا نام۔

بازآجائیں جفا سے جو کبھی آپ تو پھر — یاد عاشق کو نہ کیجے گا بھلا یاد رہے
داغِ دل پر میرے پھاہا نہیں ہے انگارا — چارہ گر بھجو نہ چٹکی سے اُٹھا یاد رہے
زخمِ دل بولے ترے دل کے نمکخواروں سے — لو بھلا کچھ تو محبّت کا مزا یاد رہے
حضرتِ عشق کے مکتب میں ہے تعلیم کچھ اور — یاں لکھا یاد رہے اور نہ پڑھا یاد رہے
گر حقیقت میں ہے رہنا تو نہ رکھ خود بینی[5] — بھولے بندہ جو خودی کو تو خدا یاد رہے
عالمِ حسن خدائی ہے بتوں کی اے ذوق — چل کے بُت خانہ میں بیٹھو کہ خدا یاد رہے

۷۱

چشمِ قاتل ہمیں کیونکہ نہ بھلا یاد رہے — موت انسان کو لازم ہے سدا یاد رہے
مرا خوں ہے ترے کوچے میں بہا یاد رہے — بے بہا وہ نہیں جس کا نہ بہا[1] یاد رہے
کشتۂ زلف کے مرقد پہ تو اے لیلیٰ وش — بید مجنوں[2] ہی لگانا کہ پتا یاد رہے
خاکساری ہے عجب وصف کہ جوں جوں ہو سوا — ہو صفا اور دلِ اہلِ صفا یاد رہے
ہو یہ لبیکِ حرم یا یہ اذانِ مسجد — میکشو قلقلِ مینا کی صدا یاد رہے
یاد اس وعدہ فراموش نے غیروں سے بدی — یاد کچھ کم تو نہ تھی اور سوا یاد رہے
خط بھی لکھنے ہیں تو لیتے ہیں خطائی[3] کاغذ — دیکھئے کب تک انہیں میری خطا یاد رہے
دو ورق میں کفِ حسرت کے دو عالم کا ہے علم — سبقِ عشق اگر تجھ کو دلا یاد رہے
قتلِ عاشق پہ کمر باندھی ہے ابدل اس نے — پر خدا ہے کہ اسے نام مرا یاد رہے
طائرِ قبلہ نما بن کے کہا دل نے مجھے — کہ تڑپ کر یونہی مر جائیگا جا یاد رہے
جب یہ دبندار ہیں دنیا کی نمازیں پڑھتے — کاش اس وقت انہیں نام خدا یاد رہے
ہم پہ سو بار جفا ہو تو رکھو ایک نہ یاد — بھول کر بھی کبھی ہووے تو وفا یاد رہے
محو اتنے بھی نہ ہو عشقِ بتاں میں اے ذوق — چاہیئے بندہ کو ہر وقت خدا یاد رہے

۷۲

حدِ رقم سے وصفِ جبیں ہے صنم پرے — برحق ہے شاخِ سدرہ[1] سے لوح و قلم پرے

[5] اپنا آپ دیکھنا۔

غ ۷۱ [1] قیمت۔ [2] ایک درخت ہے جس کی شکل سے جنون ٹپکتا ہے۔ [3] کاغذ۔

غ ۷۲ [1] جنت کے ایک درخت کا نام۔

رفتار وہ کہ فتنہ رہے سَو قدم پرے — قامت کہے ہی شورِ قیامت کو تھم پرے
کہتا ہے کس کو نازسی تو دمبدم پرے — تو دو قدم کہے ہیں رہوں سَو قدم پرے
بسمل ترے تڑپ کر بھی پہنچے نہ پانو تک — یا دو قدم ورے رہے یا دو قدم پرے
کیوں گرمِ اضطرار ہو اس درجہ اے شرار — ہستی سے کتنی دُور ہے ملکِ عدم پرے
پھر کر ہمارے کعبۂ دل میں غزالِ یار — کہتے ہیں دیکھ رہیو غزالِ حرم پرے
قاتل جو تیرے ہاتھ میں پٹی ہو زہر کی — مرہم کو زخمِ دل سے اُٹھا رکھیں ہم پرے
ہے موجِ ریگِ بادیہ کیا - ایک گام میں — ہونگے سوارِ کشتیٔ نقشِ قدم پرے
یارب کدھر کو جائے یہ جانباز دردوغم — باندھے کھڑی ہے چار طرف فوجِ غم پرے
اتنا بھی کم نہیں ہے کہ تیرا مریضِ غم — سرکے نظر سے صورتِ نقشِ قدم پرے
شب گھر پہ انکے غیر نے تو آلیا تھا پر — دیوار بام پر سے چڑھے ہم کہ دھم پرے
ق
کچھ اپنی شرحِ سوزِ دلِ بیقرار آج — آیا لکھا جی میں بیٹھ کے کیجے رقم پرے
اللہ رے اضطراب کہ جوں آتشیں قلم — ہاتھوں سے جا پڑا مرے جھٹ کر قلم پرے
یہ کیا شبِ وصال کہ دونو بہم تو ہیں — پر ہم سے وہ ہیں بیٹھے پرے اُن سے ہم پرے
کعبہ نہیں یہ کعبۂ دل ہے مقامِ دوست — رہنا ذرا یہاں سے طوافِ حرم پرے
تم آؤ گر تو آؤ۔ یہ نہیں مجھ کو لو بلا — گھر سے تمہارے گھر ہی مرا کے قدم پرے
برگشتہ بخت وہ ہوں کہ پھر جائے نازسی — مژگاں تک اسکی آکے نگاہِ کرم پرے
میں نے کہا جو اُسنے نکلتا ہی میرا دم — بولے خدا کے واسطے رکھیے یہ دم پرے
دیکھو نہ جاؤ حضرتِ دل زلفِ یار میں — رستہ نہیں ہے آپ کی سر کی قسم پرے
کرتا ہے کیا مسافتِ منزل کا فکر **ذوق** — ہے اب تو یاں سے ملکِ عدم دو قدم پرے

۷۳

ذکر مژگاں تیرا جس کے روبرو نکلا کرے — اسکے بے نشتر رگِ جاں سے لہو نکلا کرے
گر فغاں اچھی نہیں تو چپ بھی رہنا ہے بُرا — کچھ تو سینہ کا بخار اے دل کبھو نکلا کرے
لائے گر بادِ صبا اس زلفِ مشکیں کی شمیم — شمع کے گل سے گلِ شبو کی بُو نکلا کرے

۱ بیکلی ۔ ۲ صحرا کی ریت ۔ ۳ جان سے کھیلنے والا ۔ ۴ یعنی بدبخت ۔ ۵ منزل مقصود کا فاصلہ ۔
۶ نیستی ۔ غ ۷۳ ، ۱ خوشبو ۔

دیکھیں میرے آنسوؤں کی آبداری کو اگر
آب دریا سے گہر بے آبرو نکلا کرے

چشمِ مستِ یار اگر دکھلائے تاثیرِ نظر
تا قیامت پھر دلِ آہو[2] سے ہُو نکلا کرے

اے صنم پیدا کرے جو دل میں تیری آرزو
پھر نہ اس کے لب سے حرفِ آرزو نکلا کرے

خطِ مشکیں کا تمہارے وصف اگر کیجے رقم
خطِ مشک افشاں[3] قلم سے مو بمو نکلا کرے

حضرتِ دل ہم تو جب جانیں کرامات آپکی
کھا کے دھکے روز اس گھر سے عدو[4] نکلا کرے

تیرے ترکِ چشم کو گر شوقِ خونریزی نہ ہو
باندھ کر تلوار کیوں اے جنگجو نکلا کرے

خدمتِ پیرِ مغاں سے لو وہ دارو چلکے ذوق
نشۂ مے جس سے بے جام و سبو نکلا کرے

۷۴

نہ دیں گواہی جو داغِ کہن نہیں دیتے
دکھائی کیا مرے تن پر چمن نہیں دیتے

جفا میں بات وہ کیا حکمتہً[1] نہیں دیتے
کہ دردِ جاں ہمیں اب زخمِ تن نہیں دیتے

جو بولوں کچھ تو مجالِ سخن نہیں دیتے
سیوں بھی ہیں ۔ پہ وہ سینے دہن نہیں دیتے

سحر ہے روز دکھاتا نئی چمک خورشید
دکھا اُسے مرا داغِ کہن[2] نہیں دیتے

ہمیں منع کرے ہے رونے کو یہ جو ناداں دوست
بجھانے کیوں مجھے دل کی جلن[3] نہیں دیتے

یہ پڑ گئیں تنِ لاغر میں جھریاں ہیں مرے
کہ اپنی زلف میں بھی وہ شکن نہیں دیتے

شہیدِ ناز کے چہلم[4] پہ ہے نظر شاید
کہ سرمہ آنکھوں میں تم جانِ من نہیں دیتے

اجل ہے پوچھتی پھرتی مرا پتا یارو
بنا اُسے مرا بیت الحزن[5] نہیں دیتے

عدم کی راہ میں بھی کچھ تو ہے خطر کا گذر
کہ ساتھ لینے بجز یک کفن نہیں دیتے

جو مانگا آبِ دمِ تیغ اس سے بسمل نے
تو بولا ۔ زخمی کو اے خستہ تن نہیں دیتے

بیانِ تیغ جو ہے وصفِ حور و شعلۂ طور
ذرا دکھا اُسے اپنی پھبن نہیں دیتے

وہ تیر کھینچے ہے پہلو سے کہہ دے اے دلِ زار
کہ ہے نشانیٔ ناوک فگن[6] نہیں دیتے

ہوا کی زلف سے کیا زخمِ دل کو چشمِ اُمید
لگا بھلے کو وہ مشکِ ختن نہیں دیتے

پڑے ہیں دامنِ کہسار و دامنِ صحرا
ترے شہید کو دو گز کفن نہیں دیتے

زباں حلاوتِ الفت کا لے مزہ کہ نہ لے
لب اپنی حد سے گذرنے سخن نہیں دیتے

[2] ہرن ۔ [3] مشک ریز ۔ [4] دشمن ۔

ہغ [1] اپنے حکم سے ۔ تحکمانہ رعب سے ۔ [2] پرانا داغ ۔ [3] سوزش ۔ [4] کسی کی وفات کے بعد وہ چالیسواں دن جب فاتحہ پڑھتے ہیں ۔ [5] غم کا گھر ۔ [6] تیر انداز ۔

پلایا زہر۔ دکھایا ہے مے کا پیمانہ
یہ دھوکے اے بتِ پیماں شکن نہیں دیتے
سنبھال ناخنِ وحشت کو اب تو دستِ جنوں
کہ سینے پہ مرا چاکِ کفن نہیں دیتے
گلوں سی بن چکے جب دونو ہاتھ گلدستہ
تو بولے ذوق جلا تن بدن نہیں دیتے

۷۵

مار کر تیر جو وہ دلبرِ جانی مانگے
کہہ دو ہم سے نہ کوئی دے کے نشانی مانگے
اے صنم دیکھ کے ہر دم کی تری کم سخنی
موت گھبرا کے نہ کیوں یہ خفقانی[1] مانگے
خاک سے تشنۂ دیدار کے سبزہ جو اٹھے
تو زباں اپنی نکالے ہوئے پانی مانگے
مارِ پیچاں[2] تو بلا ہیگا مگر تو اے زلف
ہے وہ کافر کہ نہ کاٹا ترا پانی مانگے
دہنِ یار رہو۔ اور مانگے کسی سے دل کو؟
وہ جو مانگے تو باندازِ نہانی مانگے
دل مرا بوسہ بہ پیغام نہیں ہے ہمدم
یار دینا ہے تو لے! اپنی زبانی مانگے
جلوہ اس عالمِ معنیٰ کا جو دیکھے اے ذوق
لطفِ الفاظ نہ لے حسنِ معانی مانگے

۷۶

ہوئے وہ کب قائلِ قیامت۔ جو تیرا قامت نہ دیکھ لینگے
رہینگے روئیت[1] کے بلکہ منکر۔ جو تیری صورت نہ دیکھ لینگے
ہمیں غرض کیا کہ جائینگے ہم۔ حرم کو اے شیخ بتکدہ سے
یہیں بتوں میں خدا کا اپنے ظہورِ قدرت نہ دیکھ لینگے
نہ دیکھ لی کیسی کیسی آفت۔ جہاں میں ہم نے تمہارے باعث[2]
اور آگے کیا کیا غم و الم ہم۔ تمہاری دولت نہ دیکھ لینگے
دکھا نہ احوال ان کو اپنا۔ یہ انکی الفت کا امتحاں ہے
کہ ہوگی الفت تو دیکھ لیں گے نہ ہوگی الفت نہ دیکھ لینگے
کہوں یہ کیوں میں کہ حضرتِ دل۔ شکر لبوں پہ نہ زہر کھاؤ
کہ آپ ہی تلخیٔ محبت کی وہ حلاوت[3] نہ دیکھ لینگے
بلا سے گر دانہ بال کا سا۔ نہیں ہے پاس اپنے فالنامہ

غ ۷۵ [1] سودائی ۔ [2] پیچدار سانپ مراد زلف ۔
غ ۷۶ [1] آنکھ سے دیکھنا ۔ [2] بدولت ۔ [3] مزا ۔ لطف ۔

ہم اپنے نقطوں سے داغِ دل ہی کے فالِ دولت نہ دیکھ لینگے
اگرچہ دردِ محبّت اپنا۔ کہا نہیں نے زباں سے اپنی
وہ میری صورت نہ دیکھ لینگے۔ وہ میری حالت نہ دیکھ لینگے
ہلال[۱] کو دیکھیں کیوں فلک پر۔ اگر ہے منظور عید ہم کو
تو اس کے تیغِ ستم کا دل میں۔ لبِ جراحت نہ دیکھ لینگے
بہارِ باراں کو کون دیکھے۔ بغیرِ یاراں ہے تیرِ باراں
ہم اس کے بدلے سرشکِ[۲] مژگاں کی اپنے شدّت نہ دیکھ لینگے
گذر بھی جاؤں گر اپنے جی سے۔ کہیں گے جیتا ہے جی چرایا
وہ جب تلک اپنے آستانے[۳] پہ میری تربت نہ دیکھ لینگے
مجھے یقیں ہے نہیں دکھائیں گے اپنے رخسارِ لالہ گوں کو
رواں مری چشمِ تر سے جب تک وہ خونِ حسرت نہ دیکھ لینگے
تبِ محبّت کا میرے دل کی یقیں نہ آئے گا ہرگز اُن کو
طپاں[۴] وہ رگ رگ میں میری جب تک کہ برقِ سرعت نہ دیکھ لینگے
خط ان کو دے بھی دیا جو قاصد نے ذوق دیکھ کسی کا دھوکا
وہ خط نہ پہچان لینگے میرا۔ مری عبارت نہ دیکھ لینگے؟

۷۷

خط بڑھا کاکل بڑھے زلفیں بڑھیں گیسو بڑھے
حسن کی سرکار میں جتنے بڑھے ہندو بڑھے
تیرے جلوہ سے چمن میں رونق اے گلرو بڑھے
شاخِ گلبن میں بڑھے گل۔ گل میں رنگ و بو بڑھے
بعد رنجش کے گلے ملتے ہوئے رکتا ہے جی
اب مناسب ہے یہی کچھ میں بڑھوں کچھ تو بڑھے
ہاتھ ملنے کو جو مجنوں سے بڑھائے دشت میں
ضعف سے مدت میں جوں شاخِ ثمر آ ہو بڑھے
کہہ رہا ہے حسن کے دیواں میں خطِ پشت لب
ایک مطلع اور زیرِ مطلعِ ابرو بڑھے
بڑھتے بڑھتے بڑھ گئی وحشت وگرنہ پہلے آہ
ہاتھ کے ناخن بڑھے سر کے ہمارے مو بڑھے
تجھ کو دشمن واں شرارت سے جو بھڑکاتے ہیں روز
چاہتے ہیں اور شرارے شوخِ آتش رو بڑھے

۱؎ پہلی تاریخ کا چاند ۔ ۲؎ پلکوں پر آنسو ۔ ۳؎ دہلیز ۔ ۴؎ گرم ۔
غ ۵؎ ہرن کے سینگ ۔

واہ ساقی کیا ہی ہے داروئے فرحت[١] فزا — جس کا اک قطرہ سے سیروں جسم میں لہو بڑھے
یوں دمِ گریہ ہوا دل سے مرے نالہ بلند — جس روش پانی کے باعث سروِ آب جو بڑھے
حسنِ کیفیت سے ہو معمور اگر مینائے دل — پھر تو جامِ جم سے قدرِ کاسۂ[٢] زانو بڑھے
یاں بڑھے ویسی تپش اور تھہری غیروں کے ساتھ — گرمیٔ صحبت تری اے شوخِ آتش خو بڑھے
چرخ پر نورِ قمر راتوں بڑھے راتوں گھٹے — حسن تیرا روز بڑھو نہ اے ہلالِ[٣] ابرو بڑھے
کچھ تبِ غم کو گھٹا کیا فائدہ اس سے طبیب — روز نسخہ میں اگر خرفہ[۵] گھٹے کاہو[٦] بڑھے
چاہتا ہے دل بڑھے الفت کی اُنسے رسم و راہ — پر وہاں قابو[٧] نہیں کس طرح بے قابو بڑھے
پیشوائی کو غمِ جاناں کی چشم و دل سے ذوق — جب بڑھے نالے تو اُنسے پیشتر آنسو بڑھے

٧٨

پری رو کیا ستمگر پیشتر ایسے نہ ہوتے تھے — ولیکن جیسے تم ہو فتنہ گر ایسے نہ ہوتے تھے
وہ جب واں بے تکلف رات بھر ایسے نہ ہوتے تھے — صبا کے جھونکے یہاں وقتِ سحر ایسے نہ ہوتے تھے
کسی کی فندقیں[١] یاد آ گئیں ہیں ورنہ مژگاں پر — نمایاں قطرۂ خونِ جگر ایسے نہ ہوتے تھے
جو دیں ہیں گالیاں اس بدزبان کو آج کیا کہئے — کبھی نادم[٢] ہم اسکو چھیڑ کر ایسے نہ ہوتے تھے
خدنگِ عشق کھا کر زخمِ دل فرہاد کے باہم — لگے کہنے کہ شیریں نیشکر ایسے نہ ہوتے تھے
سفر ہے اب کہ جاں کا حضرتِ دل بیٹھے حیراں ہیں — پریشاں ورنہ جوں گردِ سفر ایسے نہ ہوتے تھے
کتابِ دل شرارِ عشق سے ہے جل اُٹھی شاید — کہ مضموں سوزِ دل کے پیشتر ایسے نہ ہوتے تھے
ہمارے آبلوں[٣] میں آب ہی یا آبداری ہے — کہ پہلے خارِ صحرا تیزتر ایسے نہ ہوتے تھے
ستم دنیا کے جو جو تھے ستمگر دل پہ تھے گذرے — مگر صدمے ہماری جان پر ایسے نہ ہوتے تھے
زمانہ میں ہیں سنتے شور مدت سے قیامت کا — پر اس قامت سے جو ہیں شور و شر ایسے نہ ہوتے تھے
ہمارے شعر سنکر ذوق جیسے بزمِ عالم میں — ہوئے قائل ہیں اب اہلِ نظر[٤] ایسے نہ ہوتے تھے

٧٩

اے صنم ہجر میں ہم جیتے بھلا پتھر تھے — سینہ تھا ہاتھ تھا سر اپنا تھا یا پتھر تھے

١ فرحت بڑھانے والی ۔ ٢ پیالہ ۔ ٣ پہلی تاریخ کا چاند ۔ ۵ مشہور ساگ بقلۃ الحمقاء ۔ ٦ ایک مشہور پودا ۔ ٧ اختیار ۔

غ ١ مشہور میوہ ۔ ٢ شرمندہ ۔ ٣ چھالے ۔ ٤ پرکھنے والے ۔

وہ بھی دن یاد ہیں جب کوئے صنم میں اے دل
بسترِ خاک تھا اور تکیہ کی جا پتھر تھے

دلِ مجروح نے جو کھائے جنوں میں پتھر
اور وہ سنگِ جراحت سے سوا پتھر تھے

پوچھا اس بت نے تو نکلی نہ زباں سے اک بات
حضرتِ دل وہاں کیا بارِ خدا پتھر تھے

جن دلوں نے ہی کیا چور مرا شیشۂ دل
اے بتو دل تو نہ تھے وہ - بخدا پتھر تھے

عمر بھر کھاتا رہا سرو قدوں کے دشنام
اس شجر سے مری قسمت کے سدا پتھر تھے

کون ہمدم شبِ غربت میں تھا بیکس کا ترے
یا تو سناٹا تھا یا دیتے صدا پتھر تھے

تھے دلِ سنگ میں جتنک تو رہے قطرۂ خوں
تاجِ شاہی میں لگے لعل تو کیا پتھر تھے

خاک اس زیست پہ جب سنگِ در اسکے نہ سوئے
مر کے ہم خاک ہیں جیتے تھے تو کیا پتھر تھے

میرے نالوں نے تو پتھر سے بہائے چشمے
اے بتو تم ہی پسیجے نہ ذرا - پتھر تھے

کعبۂ عشق کا اے ذوق کیا ہم نے طواف
آئینہ خاک تھی اور سنگِ صفا پتھر تھے

۸۰

دل کے مفلس جو تو نگر تھے تو کیا پتھر تھے
اب تو کنکر ہیں جو گوہر تھے تو کیا پتھر تھے

مر کے گر خاک میں تو چھاتی پہ پتھر ہی دھرا
کھاتے گلیوں میں جو پتھر تھے تو کیا پتھر تھے

تاجِ شاہی میں جگہ پائی تو کیا ہاتھ آیا
اور دھرے گر ترے در پہ تھے تو کیا پتھر تھے

کہہ نہ بت خانہ میں اے شیخ بتوں کو دلِ سنگ
واں ترے کعبہ کے اندر تھے تو کیا پتھر تھے

کتنا روتا ہوں ولیکن نہ پسیجے وہ سنگ
سنگدل گر نہ ستمگر تھے تو کیا پتھر تھے

ساقیا خاک ہو گر شیشۂ دل میرا تو کیا؟
اور بلوریں ترے ساغر تھے تو کیا پتھر تھے

سنگدل وہ رہے اے ذوق صدا حق ہیں مرے
غیر کے گھر میں جو گوہر تھے تو کیا پتھر تھے

۸۱

دکھلا نہ خالِ ناف تو اے گلبدن مجھے
ہر لالہ یاں ہے نافۂ مشکِ ختن مجھے

ہمدم! وبالِ دوش نہ کر پیرہن مجھے
کانٹا سا ہے کھٹکتا مرا تن بدن مجھے

پھرتا لئے چمن میں ہے دیوانہ پن مجھے
زنجیر پا ہے موجِ نسیمِ چمن مجھے

۷۹غ ۱ دیوانگی ۔ ۲ زخم وغیرہ کا چیرنا ۔ ۳ مسافری کی رات ۔ ۴ خاموشی ۔ ۵ یعنی تم پر ہرگز اثر نہ ہوا - تم نہ پگھلے ۔ ۸۰غ ۱ یعنی ان پہ اثر نہ ہوا - وہ نہ پگھلے ۔
۸۱غ ۱ دوست ۔

تسبیحِ دورِ بزم میں دیکھو امام کو — بخشی ہے حق نے زیبِ سرِ انجمن مجھے
اے میرے یاسمن[2] ترے دندانِ آبدار — گلشن میں ہیں رلاتے گلِ یاسمن مجھے
محرابِ کعبہ جب سے ہے تیرا خمِ کماں — صیدِ حرم سمجھتے ہیں ناوک[3] فگن مجھے
ہے تن میں ریشہ ہائے نئے خشک استخواں — کیوں کھینچتا ہے کانٹوں میں [4]ضعفِ تن مجھے
اے لب مسی کو پھینک۔ کہ نیلم[5] ہے کم بہا — یاقوت دے دیا کوئی لعلِ یمن مجھے
ہوں شمع۔ یا کہ شعلہ خبر کچھ نہیں مگر — فانوس ہو رہا ہے مرا پیرہن مجھے
اک سرزمینِ لالہ بہار و خزاں میں ہوں — یکساں ہے داغِ تازہ و داغِ کہن[6] مجھے
خسرو سے تیشہ بولا جو چاٹوں نہ تیرا خوں — شیریں نہ ہووے خونِ سرِ کوہکن مجھے
رُخ پر تمہارے دام جو ڈالا ہے سبزہ نے — آتا نظر ہے دیدۂ عنقا دہن مجھے
یہ دل وہ ہے کہ کر دے زمیں آسماں کو خاک — اک دم کو برق دے جو پہنا پیرہن مجھے
کوچہ میں تیرے کون تھا لیتا بھلا خبر — شب چاندنی نے آکے پہنایا کفن مجھے
دکھلاتا آسماں سے ہے روئے زمیں کی سیر — اے رشکِ ماہ تیری جبیں کا شکن[7] مجھے
رکھتا ہے چشمِ لطف۔ یہ کس کس ادا کے ساتھ — دیتا ہے جام ساقیٔ پیماں شکن[8] مجھے
ہے جذبِ دل درست تو چاہِ[9] فراق سے — کھینچے گی تیری زلفِ شکن در شکن مجھے
دکھلاتا ایک ادا میں ہے سَو سَو طرح بناؤ — اس سادہ پن کے ساتھ ترا بانکپن مجھے
جیسے کوئیں میں ہو کوئی تارا چمک رہا — دل سوجھتا ہے یوں نہ چاہِ ذقن[10] مجھے
آکر اُسے بھی دو کبھی آنکھیں ذرا دکھا — آنکھیں دکھا رہا ہے غزالِ[11] ختن مجھے
آ اے مرے چمن کہ ہوا میں تری ہُوا — صحرائے دل ہوائے چمن در چمن مجھے
یارب یہ دل ہے یا کہ ہے آئینۂ نظر — دکھلا رہا ہے سیر و سفر در وطن مجھے
آیا ہوں نور لیکے میں بزمِ سخن میں ذوق — آنکھوں پہ سب بٹھائینگے اہلِ سخن مجھے

۸۲

خوب روکا شکائتوں سے مجھے — تونے مارا عنائتوں سے مجھے

[2] چنبیلی ۔ [3] تیر مارنے والا ۔ [4] کمزوری ۔ [5] ایک قیمتی موتی کا نام ہے ۔ [6] پرانا ۔ [7] بل ۔ تیوری ۔ [8] عہد توڑنے والا ۔ [9] کنواں ۔

کیا کہوں کہہ رہے ہیں کیا کیا کچھ
غیر تیری حمائتوں سے مجھے

بات قسمت کی ہے کہ لکھتے ہیں
خط وہ کن کن کنائتوں[1] سے مجھے

واجب القتل اُس نے ٹھہرایا
آئتوں سے روائتوں سے مجھے

حالِ مہر و وفا کہوں تو کہیں
نہیں شوق اِن حکائتوں[2] سے مجھے

سمجھے ہیں واجب الرعایت[3] دوست
دشمنوں کی رعائتوں سے مجھے

کہہ دو اشکوں سے کیوں ہو کرتے کمی
شوق کم ہے کفائتوں سے مجھے

کمی گریہ نے جلا دیا ہے دل
ہوا نقصاں کفائتوں سے مجھے

لے گئی عشق کی ہدایت **ذوق**
اس سرے سب نہایتوں سے مجھے

۸۳

کچھ نہیں چاہیئے تجہیز[1] کا اسباب مجھے
عشق نے کشتہ کیا صورتِ سیماب مجھے

اس نے مارا رُخِ روشن کی دکھا تاب[2] مجھے
چاہیئے جائے کفن چادرِ مہتاب مجھے

کل جہاں سے کہ اُٹھا لائے تھے احباب مجھے
لے چلا آج وہیں پھر دلِ بیتاب مجھے

چمنِ دہر میں جوں سبزۂ شمشیر[3] ہوں میں
آب کی جائے دیا کرتے ہیں زہراب مجھے

ہیں وہ مجنوں ہوں کہ مجنوں بھی ہمیشہ خط میں
قبلہ و کعبہ لکھا کرتا ہے القاب مجھے

سفرِ عمر سے یارب کہ ہے طوفانِ بلا
ہر قدم سیلِ حوادث[4] کا ہے گرداب مجھے

جو مرے واقفِ جوہر ہیں وہ رکھتے ہیں عزیز
تیرہ بختی میں بھی جوں تیغ سیہ تاب مجھے

کنجِ تنہائی میں دیتا ہوں دلاسے کیا کیا
دلِ بیتاب کو میں اور دلِ بیتاب مجھے

میں نہ تڑپا جو دمِ ذبح تو یہ باعث تھا
ق کہ رہا مدِ نظر عشق کا آداب مجھے

ورنہ وہ شوخ کہ جو گل سے بھی نازک ہو سوا
لیوے اس طرح سے زانو کے تلے داب مجھے

ہوگیا جلوۂ انجم مری آنکھوں میں نمک
کیونکہ آئے شبِ ہجراں میں کہو خواب مجھے

گردشِ چرخ سے اے **ذوق** مہندس کے لئے
آسماں اسکو نظر آتا ہے دولاب مجھے

۸۴

خدا نے میرے دیا سینہ لالہ زار[1] مجھے
سمجھتو نہ بن کے نظر آؤ تم بہار مجھے

ب غ ۸۲ ۔ ۱ اشاروں سے ۔ ۲ کہانیوں سے ۔ ۳ رعایت کا حقدار ۔

ب غ ۸۳ ۔ ۱ کفن دفن ۔ ۲ گرمی ۔ روشنی ۔ ۳ جو جواہر شمشیر پہ لگے ہوتے ہیں ۔ ۴ حادثوں کے طوفان ۔

ب غ ۸۴ ۔ ۱ گل لالہ اُگنے کی جگہ ۔

وہ خط جو لکھتے نہیں جز خطِ غبار مجھے
سمجھتے بارے کہ ہیں اپنا خاکسار مجھے

نگہ نے اس کی مجھے سخت بے قرار کیا
بلا سے مار دے آکر کوئی کٹار مجھے

جمالِ یار نے مُڑ کر بھی دیکھنے نہ دیا
پکارتے رہے دیر و حرم[2] ہزار مجھے

تمہارے عشق میں ماہی[3] سے تا بہ ماہِ فلک
دکھائی دیتے ہیں دل ہالے داغدار مجھے

نظر جو لطف کی ہے روزِ وصل پر موقوف
تو کرنا کیا تھا نظربند[4] انتظار مجھے

عیاں ہے آئینۂ رُخ پر جب سے خطِ غبار
وہ خط ہیں لکھتے - مگر در خطِ غبار مجھے

ہوائے وادیٔ وحشت[5] مجھے موافق تھی
دکھا رہے ہیں چمن کی یہ کیا بہار مجھے

نہ دیتا عشق اگر چشمِ اشکبار اے ذوق
جلا چکی تھی مری آہِ شعلہ بار مجھے

۸۵

ترے کوچہ کو وہ بیمارِ غم دارالشفا[1] سمجھے
اجل کو جو طبیب اور مرگ کو اپنی دوا سمجھے

نگہ کیا اور مژہ کیا ہم تو دونو کو بلا سمجھے
اسے تیرِ قضا - اس کو پرِ تیرِ قضا سمجھے

غلط فہمی ہماری تھی جو اُن کو آشنا[2] سمجھے
ہم انکو دیکھو کیا سمجھے تھے اور وہ ہمکو کیا سمجھے

شہیدانِ محبت خوب آئینِ وفا[3] سمجھے
بہا خوں کوئے قاتل میں اسی کو خوں بہا[4] سمجھے

وہی کچھ تلخکام اس زندگانی کا مزا سمجھے
کہ جو زہرابِ تیغِ یار کو آبِ بقا سمجھے

ہر اک گردش میں سو انداز نازِ فتنہ زا سمجھے
فلک کو ہم کسی کافر کی چشمِ سرمہ سا سمجھے

ستم کو ہم کرم سمجھے - جفا کو ہم وفا سمجھے
اور اس پر بھی نہ سمجھے وہ تو اس بُت سے خدا سمجھے

بُرائی میں ہماری گر وہ اپنا کچھ بھلا سمجھے
بُرا سمجھے بُرا سمجھے بُرا سمجھے بُرا سمجھے

تجھے اے سنگدل آرامِ جانِ مبتلا سمجھے
پڑیں پتھر سمجھ پر اپنی ہم سمجھے تو کیا سمجھے

وہ ہم سے خاکساروں کو گر اپنا خاکِ پا سمجھے
ہم اپنی خاکساری اپنے حق میں کیمیا سمجھے

جو کچھ دل پر گذرتی ہے سنائیںگے ہم اس بُت کو
خدا جانے کہیں کیا ہم وہ اپنے دل میں کیا سمجھے

ترے کشتے جو یوں خوابِ عدم سے یک بیک چونکے
مگر شورِ قیامت کو تری آوازِ پا سمجھے

نسیمِ صبح گلشن میں اگر ہووے دمِ عیسٰے
ترا بیمارِ غم تجھ بن سمومِ[5] جانگزا سمجھے

کہو بلبل سے چلتا کارواں ہے نکہتِ گل کا
چمن بادِ صبا سمجھے کہ آوازِ درا[6] سمجھے

غ ۸۴ ۲ کعبہ ۔ ۳ مچھلی ۔ ۴ قیدی ۔ ۵ جنون ۔
غ ۸۵ ۱ مطب ۔ ۲ دوست ۔ ۳ طریقہ ۔ ۴ خون کے بدلے جو رقم دیجاتی ہے ۔ ۵ گرم ہوا ۔ ۶ گھنٹی کی آواز

نگاہِ لطف انکی جب نہ باز آئی تغافل سے
ہم اس کی نارسائی اپنا بختِ نارسا سمجھے

حساب اصلا نہ پوچھے تجھ سے میرے دل کے زخموں کا
حسابِ دوستاں در دل اگر وہ دلربا سمجھے

اگر دل کو نکالا چیر کر پیکاں تو رہنے دو
کہ عاشق اپنے پہلو میں اسی کو دل کی جا سمجھے

کرے آہِ رسا میری جو سیرِ عالمِ بالا
تو سینہ کو فلک کے آبلہ سا زیرِ پا سمجھے

حکایت دل کی کہتا ہوں سمجھتے ہو شکایت ہے
تم ہی سمجھو ذرا دل میں کہ سمجھے بھی تو کیا سمجھے

ہنسے ہے زخمِ دل تدبیر پر جراح کی کہدو
انہیں ٹانکے نہ سمجھے خندۂ دنداں نما سمجھے

ہوا جب گرمیٔ الفت سے موم اس سنگدل کا دل
تو اس کے دل شکستہ اپنے حق میں مومیا سمجھے

عدو آیا ہے بن کر نامہ بر لکھا نصیبوں کا
کرینگے لے کے خط کیا مدعی سے مدعا سمجھے

مجھے آتا ہے رشک اس رندِ مے آشام پر ساقی
نہ جو دع[۴] ماکدر جانے نہ جو خذ[۵] ماصفا سمجھے

نہ آیا خاک بھی رستہ سمجھ میں عمرِ رفتہ[۹] کا
مگر سمجھے تو داغِ معصیت کو نقشِ پا سمجھے

خبر سنتے ہی قاصد سے ہوئے ہم بے خبر بالکل
ترے پیغام کو گویا کہ پیغامِ قضا سمجھے

نحوست بھی سعادت ہو گئی سودے میں زلفوں کے
گلیم[۱۰] تیرہ بختی سر پہ ہم ظلِّ[۱۱] ہما سمجھے

کشادِ کار ہم نے پنجۂ تقدیر کو سونپا
خرد[۱۲] کے تیز ناخن۔ ناخنِ انگشتِ پا سمجھے

ملا اس زلف کی مصرع میں ہے مضمون پیچیدہ
اُسی سے یہ کھلے جو معنئ ناز و ادا سمجھے

ہوا نے زلف کو چھیڑا اور اپنا دم الجھتا ہے
کہیں ایسا نہ ہووے ہم سے وہ کافر ادا سمجھے

سمجھ ہی میں نہیں آتی ہے کوئی بات ذوق اسکی
کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے

۸۶

ہم اول ہی سے خود کو نابود سمجھے
کہ بانگِ ولادت کو مولود[۱۳] سمجھے

ہوا نالہ جب دود آلود سمجھے
کہ تھے عشق حلوائے بے دود[۱۴] سمجھے

تری مانگ[۱۵] کی تیغ کا ہو جو زخمی
وہ بے زخمِ دل کو نمک سود سمجھے

خدا کی خدائی اگر آگے آئے
وہ کافر کسی کو نہ موجود سمجھے

جو کچھ آپ کو دل میں سمجھا وہ کافر
نہ فرعون سمجھے نہ نمرود[۱۶] سمجھے

ہمارا جو دل ہو گیا موم اُن پر
ہم الفت کو اعجازِ داؤد سمجھے

کیا دل کا بازارِ الفت میں سودا
زیاں کو ہم اے ذوق یاں سود سمجھے

۴ اسے چھوڑ دیوے ۵ جو صاف ہو اسے لو ۹ عمر گذشتہ ۱۰ گدڑی ۱۱ سایہ ۱۲ عقل
۱۳ فاتحہ خوانی کی مجلس ۱۴ دھواں ۱۵ بالوں کا چیر ۱۶ ایک بادشاہ کا نام ہے جس نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔

متفرقات ردیفی

الف

ترے ہاتھوں کوئی آوارہ اے گردوں نہ ٹھہریگا
ولیکن تو بھی گرچاہے کہ میں ٹھہروں نہ ٹھہریگا

جو مشکِ کرنافہ لیلیٰ سرِ ہامونؔ نہ ٹھہریگا
اگر سنو کو سُس ہو گا نجد تو مجنوں نہ ٹھہریگا

وہ دولت کر طلب جس سے کہ دل ہو جائے مستغنیٰ
اگر ہاتھ آئے گا گنجینۂ قاروں نہ ٹھہریگا

گرا ہوں چشمِ ساقی سے مری تصویر میں بھی گر
بنادیگا کوئی جامِ مئے گلگوں نہ ٹھہریگا

سرِ بالیں اسے ہمدم کوئی دم تو ٹھہرنے دے
ابھی سے کیا کہوں حالِ دلِ محزوں نہ ٹھہریگا

بتانے ہو علاجِ اشک جو اس خال کا بوسہ
طبیبو ! آبِ نزلہ ہے کہ بے افیوں نہ ٹھہریگا

یہی ہے دل کی بیتابی تو بعد از مرگ بھی قاتل
نہ ٹھہرا ہے زمیں پر عاشقِ محزوںؔ نہ ٹھہریگا

(۱) مجنوں گر مرا تو مدفن سے اور عاشق سے کہ وہ نہ ٹھہرا

قتل کرتی ہے نگہ شہرہ نگاہِ یار کا
سچ کہا ہے بانڑ کاٹے نام ہو تلوار کا

گر دکھاؤں عالم اپنے نالہائے زار کا
کام لوں ہر تار ہوسے تارِ موسیقار کا

کوچۂ زلفِ بتاں میں دل پڑا ہوگا کہیں
پوچھتے ہو کیا ٹھکانا اس خدائی خوار کا

کعبہ کے دیوار و در سے نور کے جلوے اُٹھیں
گر پڑے سایہ مرے بتخانہ کی دیوار کا

۱ جنگل کا نام ہے ۔ ۲ بے نیاز ۔ ۳ خزانہ ۔ ۴ تکیہ ۔ ۵ غمگین ۔ ۶ تل ۔ ۷ غمزہ ۔ ۸ ایک باجے کا نام ۔

آنسوؤں میں شمع بالیں سحر برستے ہیں جو پھول
میں شہیدِ نازہوں کس آتشیں رخسار کا

استخواں اس سوختہ جاں کی نہ کھانا زینہار[9]
اے ہما[10] یہ رزق ہے مرغانِ آتش خوار کا

نالۂ بلبل میں گر پیدا اثر ہو جائیگا
خندۂ[11] گل، خندۂ[12] زخم جگر ہو جائے گا

کشتیٔ بحرِ شہادت ہے ترے بسمل[13] کو تیغ
اب اِدھر سے دیکھنا دم میں اُدھر ہو جائیگا

ہم نے جانا تھا کہ قاصد جلد لائیگا خبر
کیا خبر تھی جا کے واں خود بے خبر ہو جائیگا

شکل تو دیکھو مصور کھینچے گا تصویرِ یار
آپ ہی تصویر اس کو دیکھ کر ہو جائیگا

آدم دوبارہ سوئے بہشت بریں گیا
دیکھو جہاں خراب ہوا پھر وہیں گیا

دُنیا گئی کہ عشق میں ایمان و دیں گیا
وہ پل گیا تو جانئے کچھ بھی نہیں گیا

خورشید[14] وار چرخ پہ چمکا کوئی تو کیا
آخر کو پھر جو دیکھا تو زیرِ زمیں گیا

دیکھا کہیں نہ اسکو جو دیکھا تو اپنے پاس
ہیں دور دور جوں[15] نگہ دور بیں گیا

کیا کیا مزہ نہ تیرے ستم کا اُٹھا لیا
ہم نے بھی لطفِ زندگی اچھا اٹھا لیا

یوں لائے واں سحر ہم دل سیپارہ کر کے جمع
دیکھا جہاں پڑا کوئی ٹکڑا اُٹھا لیا

جو بار آسمان و زمیں سے نہ اُٹھ سکا
تو نے غضب کیا دلِ شیدا[17] اُٹھا لیا

سر ہم نے جب سے پائے صنم پر ہے رکھدیا
دونو جہاں سے دستِ تمنا اُٹھا لیا

کیا کہیں اس سحر جو ہو ہم سے زیادہ جانتا
وہ ارادہ ہے ہمارا بے ارادہ جانتا

بولتا بڑھ بڑھ کے اتنا کیوں بشر مستِ غرور
گر بڑا بول اپنا قاضی کا پیادہ[18] جانتا

کرتا ہے جب نالہ اپنا عالمِ بالا کی سیر
ہے فلک پر کہکشاں کو خطِ جادہ[19] جانتا

آفتابِ حسن کو کیا خاکساروں کا ہو درد
پا فتادہ[20] کا ہے درد از پا فتادہ جانتا

[9] ہرگز۔ [10] ایک پرند کا نام ہے۔ جس کے متعلق مشہور ہے کہ اگر کسی کے سر پر سے گذر جائے تو وہ شخص بادشاہ بن جاتا ہے۔ [11] پھول کا کھلنا۔ [12] زخم کا گہرا اور زیادہ تازہ ہونا۔ [13] ذبح کیا ہوا۔ [14] سورج کی طرح۔ [15] دوربین نظر کی طرح۔ [16] تیس ٹکڑے۔ [17] عاشق۔ [18] پیدل چلنے والا۔ [19] باریک رستہ۔ [20] گرا پڑا، ٹھکرایا ہوا۔

کہوں درد آشنا کیونکر دلِ احباب اپنا سا
بلا سی جیسا میں ہوں ڈھونڈلوں بیتاب اپنا سا
ملک سجدہ کریں آدم کو کیا ذرّہ نوازی ہے (زبندہ)
دیا بندہ کو اپنے اس نے خود آداب اپنا سا

آنا تو خفا آنا - جانا تو رُلا جانا
آنا ہے تو کیا آنا - جانا ہی تو کیا جانا
کیا طبع میں جودت[21] ہے جب دل کی اُڑا جانا
ہونٹوں کا یہاں ہلنا - واں بات کا پا جانا

اے دل نہ راہِ عشق کشادہ سمجھ کے جا
یاں اژدہا ہے ہر خطِ جادہ سمجھ کے جا
عیّار یوں سحر یار کی نالاں ہو کیوں دلا
اور اس کو اپنا دوست زیادہ سمجھ کے جا

اگر رقصاں[22] نہ سر اپنا سنانِ[23] یار پر دیکھا
تو سر بازی کا اپنے کیا تماشا اپنا سر دیکھا
جہاں باریک بین و ناتواں ہیں اسقدر دیکھا
ہلال اُنتیسویں کا سب کو منظورِ نظر دیکھا

رہیگا تشنہ لب - سیراب یہ بسمل نہ ہووے گا
میسّر جب تک آبِ خنجرِ قاتل نہ ہووے گا
کوئی اے لالہ رو اس حسن کا قائل نہ ہووے گا
اگر مہرِ گواہی میرا داغِ دل نہ ہووے گا

چاندنی نے شب تجھ بن یہ دھوپ یہ دکھایا تھا
مجھ کو ماہتابی پر - دھوپ میں بٹھایا تھا

بعدِ فراق کوئی دن - ایسا نہ وصل کا ہوا
وہ کہیں تم کو کیا ہوا - ہم کہیں تم کو کیا ہوا

آدمی گر ہو مکدّر کیا قصورِ ادراک[24] کا
خاک کا پتلا ہے یہ کچھ تو اثر ہو خاک کا

کیوں کہہ کے مکرتا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا
کہہ جو تجھے کہنا ہے کہ میں کچھ نہیں کہتا

---

۲۱ سخاوت ۔ ۲۲ ناچتا ہوا ۔ ۲۳ بھالا ۔ ۲۴ عقل ۔

وہ دیکھیں کس طرح ہر روزِ فرقت دیکھکر جیتا
کہ جو عاشق ہو تیرا تیری صورت دیکھکر جیتا

جب قیامت قد ترا اے رشکِ گلشن بن گیا
اخترِ صبحِ قیامت خالِ گردن بن گیا

نشۂ پندار[۲۵] سے ابلیس رہ گم کردہ تھا
ورنہ آدم میں دھرا کیا تھا وہی در پردہ تھا
بعد قاف عشق تھا جو درسِ مکتب خانہ تھا
کاف کن کے ما سبق کیا جانئے کیا تھا کیا نہ تھا

مژہ پیکاں[۲۶] کا ہے ٹکڑا کہ سری کا ٹکڑا
مکھڑا ہے چاند کا ٹکڑا کہ پری کا ٹکڑا

بل بے گریۂ گل زمیں ہو کہ قدم گڑنے لگا
اور قدم اکھڑے تو کیا دیکھا بھنور پڑنے لگا

دل کی طپش[۲۷] سے زخمِ جگر کا رات جو ٹانکا ٹوٹ گیا
طائرِ جاں جو رشتہ بپا تھا فرصت پا کر چھوٹ گیا

ضبطِ گریہ نے تماشہ طرفہ تر دکھلا دیا
چشم کے کوزہ میں دریا بند کر دکھلا دیا

ہاتھ آکر دلِ وحشی جو کوئی چھوٹ گیا
ہوسِ صید سے صیاد کا جی چھوٹ گیا

لگا ہی تیر دل پر آہ کس کافر کی مژگاں کا
نشاں سوفار[۲۸] کا معلوم ہوتا ہی نہ پیکاں کا

دل کہاں جس پر گماں ہو غنچۂ تصویر کا
ہے کوئی سینہ میں خوں آلودہ پیکاں تیر کا

چشم و نگہ کو تیری بدنام کیوں کریگا
مرگ و قضا کو تیرا عاشق نہ لے مریگا

---

۲۵ اپنے آپ کی ہستی جاننا۔ خودنمائی کرنا ۔ ۲۶ تیر کی طرح پلکیں ۔ ۲۷ گرمی ۔ ۲۸ تیر کا اگلا سرا ۔

عہدِ پیری[۲۹] نے بھلایا دوڑ چلنا - کودنا ہائے طفلی کھیلنا - کھانا - اچھلنا کودنا

مسجد میں اس نے ہمکو - آنکھیں دکھا کے مارا کافر کی دیکھو شوخی - گھر میں خدا کے مارا

ہوئے انسان ہم دردِ محبت کے لئے پیدا فرشتے ہوتے گر ہوتے عبادت کے لئے پیدا

یارب اس زمانہ کے لوگوں کو کیا ہوا جس کا برا ہو - اُس کو یہ کہنا بھلا ہوا

آج غصّہ سے اِدھر کو دستِ قاتل اُٹھ گیا بس بھروسہ زندگی کا ہم کو اے دل اُٹھ گیا

آخر گِل اپنی خاکِ درِ میکدہ ہوئی پہنچی وہیں یہ خاک جہاں کا خمیر تھا

ہوگیا نامۂ شوق اُن کو سب از بر میرا کھا گئے ذبح جو وہ کر کے کبوتر میرا

کچھ رازِ نہاں دل کا عیاں ہو نہیں سکتا گونگے کا سا ہے خواب بیاں ہو نہیں سکتا

سبزۂ خط اے خضرِ طریقت - رکھتا رسم الخط[۳۰] ہے جُدا
خطِّ بتاں ہے خطِّ الٰہی - لکھے موسےٰ پڑھے خدا

ب

کرے ہے شرع کا پاس نمک مدام شراب حرام ہے - نہیں لیکن نمک حرام شراب
یہ ایسا ماہِ مبارک وہ ایسا کارِ سعید شروع دیکھ کے کیجے مہِ صیام شراب
عوض ہے نشۂ دنیا کا ذوق عقبےٰ پر دوام بکتی ہے اس میکدہ میں وام[۱] شراب

---

۲۹ بوڑھاپا ٭ ۳۰ لکھنے کا طرز ٭
ردیف ب ٭ ۱ قرض - ادھار ٭

فصلِ گل آج ہے وہ سلطنت آرائے طرب — کہ ملا باغ میں بلبل کو ہزاری منصب

اس بُتِ نامہرباں کو ہی پسند آتنا رقیب — وردِ اسمائے الٰہی میں بھی ہے تو یا[۱] رقیب

ج

مرتا ہوں انتظار میں کوئی بشر تو بھیج — خط بھیج یا نہ بھیج زبانی خبر تو بھیج

بیمارِ عشق کا جو نہ تجھ سے ہوا علاج — کہہ اے طبیب تو ہی کہ پھر تیرا کیا علاج

د

ہے آئینہ خانہ بھی گذرگاہِ بد و نیک — دیکھا نہ کبھی ہم نے دلِ اہلِ صفا بند

دم گھٹتا ہے سینہ میں دمِ شدّتِ گریہ — باراں کی علامت ہے جو ہو جائے ہوا بند

ر

جب وہ پوچھے کہ ہے غش کون مرے جوبن پر — میں کہوں میں تو کہے ہیں کی چھُری گردن پر

جو ترے دوست پہ تجھ بن ہے گذرتی ظالم — وہ مصیبت نہ ہو دُنیا میں کسی دشمن پر

تیرے دندانِ مسی زیب کی دیکھی جو بہار — پڑ گئی اوس سی گلشن میں گلِ سوسن پر

اے دل وہ سِرّ[۱] غمزۂ پنہاں عیاں نہ کر — آنکھوں سے دیکھ اور زباں سے بیاں نہ کر

آہوں میں دُودِ دل جو نکالوں تو وہ کہے — او تفتہ[۲] جاں ہوا ہو یہاں سے دھواں نہ کر

نامۂ شوق کو مرے باندھے ہے تو جو بال و پر — کیوں ارے مرغِ نامہ بر تجھ کو ہوئے وبال[۳] پر

مصحفِ[۴] روئے یار میں دیکھا ہے مُو جو خال پر — لکھتے ہیں قل ہو اللہ ہم ایک چنے کی دال پر

---

[۱] اے پاسباں ٭ (ردیف ر) [۱] بھید ٭ [۲] جلی بھنی ہوئی جان مراد غمگین و اُداس ٭ [۳] چہرہ کا قرآن مراد رخسار ٭

ہیں ہما کے سر پہ افسر اُن ہوا گیروں کے پر | مل گئے جن طائروں[5] کو ہیں ترے تیروں کے پر
اُن کو بے پر عرشِ اعظم پر اُڑاتے ہیں مرید | کیا غضب لائیں خدا جانے جو ہوں پیروں کے پر

شرحِ بختِ برگشتہ گر کروں رقم پھر کر | تیرِ بازگشتی ہو - ہاتھ میں قلم پھر کر

رکھ لیا اس نے چمن میں گل جو سر پر توڑ کر | میں بھی حاضر ہوں کہا غنچہ نے یوں منہ پھوڑ کر

بعدِ مُردن[6] آپ چکے رونے کو سُن کر گورِ[7] دُور | جیتے جی کہتے ہو چل صورت تری در گور دُور

دلِ شوریدہ[8] سر نے خاک اُڑا کر | بیاباں رکھ لیا سر پر اُٹھا کر

خفا تو ہو نہ وقتِ ذبح میرے تلملانے پر | کہوں کیا لوٹتا ہوں میں ترے بازو دبانے پر

س

مجھ میں کیا باقی ہے جو دیکھے ہے تو آن کے پاس | بدگماں وہم کا دارو نہیں لقمان کے پاس

چمن سے بُعد ہمیں جیسے سین و قافِ قفس[1] | قفس میں بند ہیں ہم جیسے فائے نافِ[2] قفس

لبِ شیریں کو ترے جان کے رس چشمِ مگس[3] | میٹھی نظروں میں پڑے جائے ہے بس چشمِ مگس
بوالہوس[4] جیفۂ[5] دُنیا سے بھرا دل نہ ترا | تو مگس اور تری چشمِ ہوس چشمِ مگس

---

[5] پرندے ✣ [6] مرنے کے بعد ✣ [7] قبر ✣ [8] دیوانہ ✣

(ردیف س) [1] پنجرہ ✣ [2] فائے ناف قفس سے مراد لفظ "قفس" میں ق اور س کے درمیان والی ف ہے ✣ [3] مکھی ✣ [4] حریص - لالچی ✣ [5] مردار ✣

ض

اُڑتے پُرزے ہیں جگر کے کبھی پڑھتا ہوں جو آہ
ہوتا حق میں ہے مرے مطلع آہیؔ[1] مقراض

ع

ذوق کیونکہ ہوا اپنا دیوان جمع
کہ نہیں خاطرِ پریشاں جمع

ف

دستِ ہمت نے ترے کھوئی روپے کی بے قدر
چٹکیوں میں ہیں اڑاتے اسے کیا کیا صرّاف

ق

پھر کر اِدھر اُدھر بھی نہ اپنا گیا قلق[1]
لفظِ قلق کی طرح سے یوں ہی رہا قلق

ک

پھر تو آئے خیر سے ہم جا کے اس مغرور تک
پر اچھلتا ہی رہا اپنا کلیجہ دُور تک

صفحۂ دہر پہ یکدل نہ ہوا ایک سے ایک
دل کے دو حرف ہیں سو بھی ہیں جدا ایک سے ایک

گ

بینی و عارض[1] و ابرو سے ہیں شاخ و گل و برگ
یوں عیاں اس چمنِ رُو سے ہیں شاخ و گل و برگ
بینی اور وہ دہنِ خندہ زن اور تارکِ لب
لکھے گویا قلمِ[2] مُو سے ہیں شاخ و گل و برگ

[1] آہی سبزواری ایک بڑا شاعر ہوا ہے۔

(ردیف ق) [1] رنج۔

(ردیف گ) [1] رخسار۔ [2] بال کا قلم۔

ل

آئینۂ فلک میں ہے عکسِ چراغِ دل
خورشید ہو نمود ہوا بل بے داغ دل

دیتا ہے تیری فوج میں نقارہ جب فلک
آتا ہے صاف چوب کی صورت نظر ہلال

ہیں وہ نعلیں خسروا تیرے بنا اورنگ گل
جن پہ کھاتا ہے چمن میں تختۂ اورنگ گل

ن

لکھتے ہیں کس کی تہنیتِ عید مدح خواں
آراستہ ہوا جو قلمدانِ آسماں

رکھتا زبسکہ جیفۂ[۱] دنیا سے ننگ ہوں
پارس بھی ہو تو جانتا مردار سنگ[۲] ہوں
ہوں وہ شگفتہ دل کہ نہ دوزخ میں تنگ ہوں
آہن تو آگ میں ہوں مگر لالہ رنگ ہوں
ہیں سب سے پہلے میرے اٹھانے کی فکر میں
محفل میں انکی میں کسی چوسر[۳] کا رنگ ہوں
دل بیٹھا محوِ ضبط ہے اور مجھ کو اضطراب
دل ہے الجھ سے تنگ ہے میں دل سے تنگ ہوں
پروانہ گر نہیں تو نہیں پر ہوں شعلہ دوست
مکھی بھی ہوں تو حالِ دہانِ تفنگ ہوں

جنوں نے کچھ نہ چھوڑا آخرا پنے جیب و داماں میں
نفس اک تار ہے سینہ میں سمجھو یا گریباں میں
کہاں ڈھونڈے کوئی دل کو ہجوم داغ سوزاں میں
ملے کھوج ایک پروانہ کا کیا گنج[۴] چراغاں میں
نہ بھولے گی کبھی ہمدم شکایت تشنہ[۵] کامی کی
رہے آب اس کے جب تک تیغ میں خنجر میں پیکاں میں
تمہارے تیر ہیں شاداب کرتے دل کے زخموں کو

۱ مردار ۔ ۲ مردہ سنگ ۔ ۳ ایک کھیل کا نام ہے ۔ ۴ وہ جگہ جہاں دیئے کا ہجوم ہو ۔ ۵ پیاس ۔

ہمیشہ آبِ پیکاں سے ہے شبنم اس گلستاں میں
جو لذّت آشنائے مرگ ہوتا خضر تو وہ بھی
نہ پیتا آبِ حیواں[۶] ڈوب مرتا آبِ حیواں میں

مرے نالے کہیں اس گنبدِ بے در[۷] سے اُوپر ہیں
ہوا کیوں باندھتے بادل یونہی اُوپر سے اُوپر ہیں
گذر جاتے ہمارے نالے اُن کے سر سے اُوپر ہیں
وہ اک سننے نہیں دیتے اُڑا اُوپر سے اُوپر ہیں

عجب عالم ہے اب دل کا کہ اُن کے اک اشارہ پر
کھٹک جاتے ہمارے دل میں تِسُو نشتر سے اُوپر ہیں
پسِ دیوارِ گلشن ہم پڑے ہیں ناتوانی سے
ابھی طاقت کرے یاری تو اُڑ کر فر سے اُوپر ہیں

تم وہ غضب کہ ہوتے بھی کم ایسے شخص ہیں
اور ہم تمہیں پہ مرتے ہیں ہم ایسے شخص ہیں
صاحب دلوں[۸] نے کعبۂ دل پر کیا مقام
کب کرتے قصدِ دیر و حرم ایسے شخص ہیں
دیوانے تیرے دشت میں رکھینگے جب قدم
مجنوں بھی لیگا آکے قدم ایسے شخص ہیں
دیں کیا ہے بلکہ دیجئے ایمان بھی اُنہیں
زاہد[۹] یہ بُت خدا کی قسم ایسے شخص ہیں

ہیں بُتاں محوِ خود نمائی میں
بیر ہے پر خودی خدائی میں
ہو کے اک بوسہ پر ترش ابرو
بات کو ڈالنا کھٹائی[۱۰] میں
نہیں بگّی میں وہ فرنگی زاد
ماہ ہے منزلِ ہوائی میں
ذوق ہر ایک رندِ شاہد باز
اس کو کیا دخل پارسائی میں

[۶] آبِ حیات ۔ [۷] آسمان [۸] اہلِ دل مراد عشاق [۹] عبادت کرنے والے گوشہ نشیں ۔ [۱۰] بے مزہ کرنا ۔

یاں لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب[11] میں
واں ایک خامشی[12] تری سب کے جواب میں

خط دیکھ کر وہ آئے بہت پیچ و تاب میں
کیا جانے لکھ دیا انہیں کیا اضطراب میں

بے بادہ[13] غورگی میں ہوا ذوق جوں مویز[14]
کی توبہ بیوقوف نے ناحق شباب میں

نے رنگِ کفک[15] ہوں نہ ترا فندقِ[16] پا ہوں
میں کچھ نہیں لیکن ترے قدموں سے لگا ہوں

مجنوں نے مجھے سمجھا چراغِ رہِ مقصود
میں ناقۂ لیلیٰ کا سراغِ کفِ پا ہوں

وہ مہر تو میں تاب وہ گوہر ہے تو میں آب
مجھ سے نہ جدا وہ ہے نہ میں اس سے جدا ہوں

کھائے بہم یہ ترے ناوکِ مژگاں[17] دل میں
اتنے مو[18] تن پہ نہیں جتنے ہیں پیکاں دل میں

گھر ہی کر بیٹھا ہمارے غمِ ہجراں دل میں
ہم نے جانا تھا کوئی دن ہے یہ مہماں دل میں

خانقاہ میں بھی وہی ہے جو خرابات میں ہے
فرق پر یہ ہے یہاں منہ پہ ہے اور واں دل میں

ترے آفت زدہ جن دشتوں میں اُڑ جاتے ہیں
صبر و طاقت کے وہاں پاؤں اکھڑ جاتے ہیں

اتنے بگڑے ہیں وہ مجھ سے کہ اگر نام اُن کا
خط میں لکھتا ہوں تو سب حرف بگڑ جاتے ہیں

کیوں نہ لڑوائیں انہیں غیر کہ کرتے ہیں یہی
ہمنشیں[19] جن کے نصیبے کہیں لڑ جاتے ہیں

مر گیا ہوں بسکہ وصلِ سیمتن[20] کے فکر میں
چادرِ مہتاب ہے میرے کفن کے فکر میں

ق

ہائے کل سب آشنا تیرے مریضِ عشق کے
تھے علاجِ ضعفِ[21] دل اور ضعفِ تن کے فکر میں

آج گھبرائے ہوئے پھرتے ہیں با چشمِ پُر آب
گاہ تدبیرِ لحد[22] میں۔ گہ کفن کے فکر میں

اب کے دل لے لوں تو پھر اس بُتِ قاتل کو نہ دوں
جان دوں مال دوں ایمان دوں پر دل کو نہ دوں

[11] بیتابی ٭ [12] چپ چاپ ٭ [13] گہرائی ٭ [14] خشک انگور ٭ [15] انگلیوں پر مہدی کے بنائے ہوئے چھلّے ٭ [16] تشبیہاً استعمال کیا گیا ہے۔ مراد پاؤں کے ناخن جن پر حنا بندھی ہوئی ہو ٭ [17] پلکیں ٭ [18] بال ٭ [19] ہمدم ٭ [20] مراد معشوق ٭ [21] کمزوری ٭ [22] قبر ٭

چار ٹکڑے کرو دل کے - کہ نہیں ہو سکتا
لب کو دوں رُخ کو نہ دوں زلف کو دوں تل کو نہ دوں

نہ ڈال آبلے اے گرمیٔ فغاں منہ میں
کہ چپکا بیٹھ رہوں بھر کے گھنگھنیاں منہ میں
ہمارا پی کے لہو - تیرے تیر کا سوفار
یہ چپ ہوا ہے کہ گویا نہیں زباں منہ میں

اسیرِ رنج و غم میں ہوں - مریضِ جاں بلب میں ہوں
اور اس پر اب تلک جیتا ہوں میں - کوئی عجب میں ہوں
جو مانگوں موت دردِ ہجر سے - مجھ کو نہیں زیبا
کہ نامِ عشق لوں اور اس قدر راحت طلب میں ہوں

ہر بنِ[23] مو سے نکلتے ہیں شرارِ آتشیں
بن گیا ہوں میں سراپا اک انارِ آتشیں
واہ رے سوزِ جگر اُٹھتے ہیں میری خاک سے
دودِ گلخن[24] کی طرح اب تک غبارِ آتشیں

سینہ و دل پہ مرے زخمِ جگر ہنستے ہیں
ہنسنے دو چارہ گرو - ہنستے ہی گھر بستے ہیں
ہوتے پابندِ علائق[25] نہیں وارستے ہیں
نکہتِ گل کے نکل جانے کو سنو رستے ہیں

میں ہوں وہ جگر خوں کہ مساماتِ بدن سے
جوں اشک عرق بھی شفقی رنگ نکالوں
ہے جی میں کہ غنچہ کو کروں تنگ چمن میں
پھر یار کا ذکرِ دہنِ تنگ نکالوں

دنبالہ سی سرمہ کے دھواں ہیں تری آنکھیں
کہہ بیٹھیں نہ کچھ سیف زباں ہیں تری آنکھیں

مرے نالوں سے چپ ہیں مرغِ خوش الحاں زمانہ میں
صدا طوطی کی سنتا کون ہے نقار خانہ میں

[23] بال کی جڑ ۔ [24] بھٹی کا دھواں ۔ [25] تعلقات ۔

ہوا ہے اور نہ ہو ویگا کوئی پیدا خدائی میں
وفا میں کوئی مجھ سا۔ اور تم سا بیوفائی میں

اسیری عشق کو منظور تھی میری لڑکپن میں
بہانا کر کے منّت کا۔ پہنایا طوق گردن میں

ہیں وہ دیوانے کہ جن کو بیڑیاں درکار ہیں
ہم اسیرِ زلف ہیں کافی ہمیں دو تار ہیں

کمندیں اور بھی یوں تو کمند انداز رکھتے ہیں
تری زلفوں کی خم کچھ اور ہی انداز رکھتے ہیں

کیا صوفی و کیا ہمکیش قائل مرے دونو ہیں
پر مذہب و مشرب سے غافل مرے دونو ہیں

مر گئے پر بھی تغافل ہی رہا آنے میں
بیوفا پوچھے ہے۔ کیا دیر ہے لے جانے میں

[جس جگہ بیٹھے ہیں با دیدۂ نم اُٹھے ہیں
آج کس شخص کا منہ دیکھ کے ہم اُٹھے ہیں

[کہتے تھے آنے کو خاطر سے ہماری پرسوں
ہوئے برسوں۔ نہ ہوئی پر وہ تمہاری پرسوں

یہ طوق اس واسطے چھوٹا ہوا قمری کی گردن میں
کہ تھا بلبل کی گردن کا بڑا قمری کی گردن میں

(رخصت جو ہو کے ہم سے جاتے وہ اپنے گھر ہیں
گھبرا کے پہنچتے واں۔ ہم ان سے بیشتر ہیں

زاہدِ گمراہ کے میں کس طرح ہمراہ ہوں
وہ کہے اللہ ہو اور میں کہوں اللہ ہوں

کرتے اپنے سر کو جو نوکِ سناں پر تاج ہیں
عشق میں وہ کرتے حاصل رتبۂ معراج ہیں

کٹا کر اپنا سر نوکِ سناں پر تاج کرتے ہیں
حصول اس طرح عاشق رتبۂ معراج کرتے ہیں

کہتی ہے ماہیٔ بریاں کہ دبیرانِ قضا داغ دیتے ہیں اسے جس کو ورم دیتے ہیں

آپ آتا ہے عیادت کو نہ موت آتی ہے یاد میں تیری اجل سی بھی فراموش ہوں میں

سمجھو نہ سہل تم خفقان کو حکیم جی حضرت اسے بھی جانئے ہمزادِ جنوں

و

کوسوں کیا تنگیٔ زمانے کو کہ نہیں جائے سر اُٹھانے کو
قصد کعبہ کا تھا پھرے اُلٹے چوم کر اس کے آستانے[1] کو
تو مکدّر نہ ہو تو عشق میں ہم ایک آندھی ہیں خاک اڑانے کو

یہاں تک لاغری ہے اس ترے بیمار کے تن کو عجب کیا ہے جو سمجھے طوقِ گردن چشمِ سوزن کو
زیادہ ہوتا ہے پیری میں فربہ[2] نفسِ[3] امّارہ یہ بالوں کی سفیدی شیر ہے اس مارِ رہزن کو
کمندِ نام و شہرت کھینچ لاتی ہے عدم سے بھی لپٹ کر مثلِ طوقِ فاختہ عنقا کی گردن کو

تصوّر کس طرح بھولے ترا اس چشمِ گریاں کو نکالے مینہ برستے میں کوئی کیا گھر سے مہماں کو
نکالوں کس طرح سینہ سے اپنے تیرِ جاناں کو نہ پیکاں دلکو چھوڑے ہے نہ دل چھوڑے ہے پیکاں کو
رکھا مہماں بہانہ سے ترے اس ماہِ تاباں کو بڑے ہی وقت کام آیا مرے زحمت ہے باراں کو

دیکھا دمِ نزع دل آرام کو عید ہوئی ذوق ولے شام کو

تم مسی مل کر نہ غرفہ[4] سے نکالا منہ کرو اور نہیں گر مانتے تو جاؤ کالا منہ کرو

اشکباری مری مژگاں کی ذرا دیکھیں تو کتنے پانی میں ہیں فوّارے بھلا دیکھیں تو

[1] دہلیز ۔ [2] موٹا ۔ [3] سرکش نفس ۔ [4] کھڑکی ۔

یا تو پاسِ دوستی تجھ کو بتِ بیباک ہو
یا مجھی کو موت آ جائے کہ قصہ پاک ہو

غیر نے ایسا پڑھایا کچھ مرے محبوب کو
لاکھ ہجوں سے پڑھا اس نے مرے مکتوب کو

پوشاک آبی آپ کو گر دل پسند ہو
دریا پری حباب کے شیشہ میں بند ہو

خبر کر جنگ نوفل کی - تو مجنوں اہل ہاموں کو
کبادہ تا صبا کھچوائے شاخ بید مجنوں کو

جلتے ہیں اب تو کوئے بتِ لالہ فام کو
اپنا تو بس سلام ہے دار السلام کو

حق نے تجھ کو اک زباں دی اور دیئے ہیں کان دو
اس کے یہ معنے کہے ایک اور سنے انسان دو

کہے ایک جب سن لے انسان دو
کہ حق نے زباں ایک دی کان دو

نہ شبنم کو کہو بلبل کے آنسو
یہ ہنستے ہنستے نکلے گل کے آنسو

جتنا ہے نمک سب مرے زخموں میں کھپاؤ
پلکوں سے اٹھاؤ گے نہ ہاتھوں سے گراؤ

ٹک دیکھیو اس لذتِ پیکاں کے اثر کو
جنبش مرے ابتک ہے لبِ زخمِ جگر کو

دریا میں ترے حسن کے بالے ہیں بھنور دو
اور اس پہ غضب یہ کہ پڑے اسمیں مگر دو

تا نسرِ طائر ایک پرندہ نہ بچ سکے
منظور تجھ کو جبکہ شکارِ پرند ہو

ہ

رقعہ ہی چوری کا او بھیجا ہی انجانؑ کی ہاتھ یا الٰہی کہیں پڑ جائے نہ دربان کے ہاتھ

تو جان ہی ہماری اور جان ہی تو سب کچھ ایمان کی کہیں گے ایمان ہے تو سب کچھ

لے نگاہِ مہر سے دل مت بچشمِ قہر دیکھ گڑ دیئے سی جو مرے تو دے نہ اسکو زہر کچھ

کر دعا میرے لئے شیخ مناجات میں یہ کہ خرابؑ اور زیادہ ہو خرابات میں یہ

نگہ وہ ترک کہ جس کی نہیں جفا کی پناہ اور اس کی آنکھ وہ کافر کہ بس خدا کی پناہ

زیادہ ہوگا توکّل سے بھی کہیں روزہ کہ اس میں آیا تو روزی ہی اور نہیں روزہ

ی

زباں پیدا کروں جوں آشنا سینہ میں پیکاں سے
دہن کا ذکر کیا یاں سر ہی غائب ہی گریباں سے
اُڑائے خوب گلچھرّے نکل مجنوں نے زنداں سے
برستے پھول ہیں سر پر شرارِ سنگِ طفلاں سے
فلک کیا فتنہ سازی میں ہو ہمسر چشمِ فتاںؑ سے
گرا تھا یہ بھی اشکِ سُرمہ آلود اسکی مژگاں سے
چمکتی ہے سرِ مجنوں پہ بجلی سنگِ باراں سے
لگے گی ابرِ رحمت کی جھڑی اب چشمِ گریاں سے
یہاں تک ناتواں ہیں ہم گذر جائیں اگر جاں سے

۱ ناواقف ؛ ۲ مست ؛

(ردیف ی) ۱ چکّی ؛ ۲ فتنہ برپا کرنے والی ؛

اُٹھائے مور لاشہ[3] کو ہمارے دستِ مژگاں سے
اسی باعث یہ دایہ طفل کو افیون دیتی ہے
کہ تا ہو جائے لذت آشنا تلخیٔ دوراں سے

سب کو دُنیا کی ہوس خوار لئے پھرتی ہے
کون پھرتا ہے یہ مردار لئے پھرتی ہے

پھرتا سرگشتہ زمانہ میں بھلا کیوں خورشید
ہوسِ گرمیٔ بازار لئے پھرتی ہے

وہ سرے اخترِ طالع کی ہے وارُوں[4] گردش
کہ فلک کو بھی نگونسار لئے پھرتی ہے

کر دیا کیا ترے ابرو نے اشارہ قاتل
کہ قضا ہاتھ میں تلوار لئے پھرتی ہے

جا کے پھرتا نہ تھا اکبار جہاں وُہ اِس مجھکو
بے قراری ہر گُہ سو بار لئے پھرتی ہے

ن دربدر پھرتا نہ سرگشتہ جہاں میں خورشید

کون وقت اے وائے گذرا جی کو گھبراتے ہوئے
موت آتی ہے اجل کو یاں تلک آتے ہوئے

آتشِ خورشید سے اُٹھتا نہیں دیکھا دھواں
اکھڑے ہو بام پر تم بال سکھلاتے ہوئے

وہ نہ جاگے رات اور یاں ضد سی بختِ خفتہ کی
بچ گیا آخر گجر زنجیر کھڑکاتے ہوئے

چاک[5] آتا ہے نظر پیراہنِ صبحِ بہار
کس شہیدِ ناز کو دیکھا ہے کفناتے ہوئے

پیشوائی کو بڑھے گر کششِ دل آگے
دوڑے مجنوں کی طرف ناقہ[6] سے محمل آگے

جاتے اس طرح سے اس کوچہ میں ہیں دل اور ہم
دل سے ہم آگے کبھی۔ ہم سے کبھی دل آگے

گرچہ ہے وادیٔ عنقا سے پرے سو سو قاف
لیک ہے گم شدگی کی ابھی منزل آگے

تجھ سا ناقص بھی غنیمت ہے اب اس وقت میں ذوق
کاملیت ہے کہاں ہو چکے کامل آگے

ناقص کا صفا کیش سے مطلب نہ بر آئے
جو کور ہو عینک سے اُسے کیا نظر آئے

فردوس میں ذکر اس لبِ شیریں کا گر آئے
پانی دہنِ چشمۂ کوثر[7] میں بھر آئے

بتخانہ میں گر آہ کروں عشقِ صنم سے
ناقوس کا دل آبلہ کی طرح بھر آئے

ممکن نہیں کم ہووے تپِ سوزِ محبت
جوں شمع مجھے لاکھ پسینا اگر آئے

[3] کمزور جسم ٭ [4] اُلٹی ٭ [5] پھٹا ہوا ٭ [6] اونٹنی ٭ [7] ایک چشمہ کا نام ہے جو بہشت میں ہے ٭

نعل جب شکلِ مہِ نو ترے توسن کو لگے
چار چاند اور فلک پر مہِ روشن کو لگے

بوسہ کو مانگتے ہی پھیرنے چتون کو لگے
ایسے کیا لعل لب غیرتِ گلشن کو لگے

آشیاں ہو جیو مرغانِ ہوا کا برباد
بند کرنے تری دیوار کے روزن کو لگے

زاہد کو اگر صدق و صفا بھی ہو تو کیا ہے
بیدردا اگر دل بہ خدا بھی ہے تو کیا ہے

آزارِ محبت کا مزہ کیا کہوں جس کی
ہر درد دوا۔ دیکھو دوا بھی ہے تو کیا ہے

سیراب نہ ہو جس سے کوئی تشنۂ مقصود
اے ذوق جو وہ آبِ بقا بھی ہو تو کیا ہے

گر رخ کا بوسہ دیتے نہیں لب کا دیجئے
ہے مثل وہ کہ پھول نہیں پنکھڑی سہی

فرہاد ضربِ تیشہ سہے ہے سخت ضربِ غم
سچ پوچھئے تو چوٹ ہمیں نے کڑی سہی

تم دو گھڑی کو آؤ تو میں لب پہ جان کو
ٹھہرا رکھوں کہ اور بھی یہاں دو گھڑی سہی

کیا وہ دُنیا جس میں کوشش ہو نہ دیں کے واسطے
واسطے والے بھی کچھ یا سب ہمیں کے واسطے

خوں کے دریا بہ گئے عالم تہ و بالا ہوئے
اے سکندر کس لئے؟ دو گز زمیں کے واسطے؟

ذوق عاصی ہو پر اس کا خاتمہ کیجو بخیر
یا الٰہی اپنے ختم المرسلیں کے واسطے

سوزِ دل سے مرے نالے جو شرر بار ہوئے
مدعی جل گئے اچھا ہوا فی النار ہوئے

ٹکڑے اڑ جائیں قفس کے تو اڑینگے نہ کبھی
ہم ہیں صیاد کی اُلفت کے گرفتار ہوئے

چمنِ دل سے ہوئے کم نہ گلِ لختِ جگر
دو اگر خشک ہوئے اور ہرے چار ہوئے

چھپا کے پھولوں میں منہ صبا سے جو مسکرائے سحر کلی ہے
تبسم اس گل کا یاد کر کے عجب ہوئی دل کو بے کلی ہے

تپش دکھائی جو ہیں نے دل کی تو لوٹا پروانہ داغ کھا کر
دکھایا تم نے جو روئے روشن تو شمع محفل میں کیا جلی ہے

[illegible] فی النار ہوئے

۵ گھوڑا ٭ ۹ پیاسا ٭ ۱۰ آگ ہیں مراد دوزخی ٭ ۱۱ پریشانی ٭

بنا و للہ چوبِ صندل سے میرا تابوت[12] اے عزیزو
کہ قتل مجھ کو کیا کسی نے دکھا کے رنگ اپنا صندلی ہے

ساتھ تیرے ہم بھی جوں سایہ مقرر جائینگے ۔ آگے جائیں پیچھے جائیں جائینگے پر جائینگے
لیکے جب زیرِ زمیں ہم دیدۂ تر جائینگے ۔ خشک ہیں جتنے کوئیں پانی سے سب بھر جائینگے
ابرِ رحمت ہے تجھے اسدم لگا دے تو جھڑی ۔ کہتے ہیں جانے کو وہ دیکھیں تو کیونکر جائینگے

گر ورد ہے کھونا دلِ مضطر سے کسی کے ۔ پانی تو پلا وار کے سر پہ سے کسی کے
دل بس میں پڑا اس کے کہ جو بس میں نہ آیا ۔ جادو سے نہ ٹونے سے نہ منتر سے کسی کے
اللہ کرے یاں ہمیں پیوند زمیں کا ۔ جب وصل ہو بستر ترا بستر سے کسی کے

جو دل نہ کشمکشِ[13] طرّہ[14] دوتا[15] میں پڑے ۔ تو پھر بلا کو غرض ہے کوئی بلا میں پڑے
ہوائے سایۂ طوبےٰ نہیں ہے مستوں کو ۔ رہینگے تاک کے نیچے کہیں ہوا میں پڑے
بتوں کے زدِ نظر سے ہی دل مرا نالاں ۔ بہ چور وہ ہیں کہ جو خانۂ خدا میں پڑے

ایک کلکِ آہ بس ہے شرحِ غم کے واسطے ۔ کون تیرے واسطے ڈھونڈے قلم کے واسطے
سر تو ہے تن پر مرے تیغِ ستم کے واسطے ۔ پر لگا رکھتے ہیں وہ جھوٹی قسم کے واسطے

تم بیٹھے بغل میں جو رقیبِ دغلی کی ۔ کی گرم بغل ہم نے بھی گور بغلی کی
اے ذوق نہ کر نور میں آمیزشِ ظلمت ۔ کیا کام تبرّہ کو محبت میں علیؑ کی

مقابل اس رخِ روشن کے شمع گر ہو جائے ۔ صبا وہ دھول لگائے کہ بس سحر ہو جائے
وہ دل میں رکھتا ہوں میں آہِ آتشیں اے ذوق ۔ کہ برق دیکھے تو فی النار والسقر[16] ہو جائے

[12] وہ صندوق جس میں مردہ کو بند کر کے دفن کرتے ہیں ؛ [13] پریشانی ؛ [14] جھگڑا ؛ [15] زلف ؛ [16] پیچدار ؛ [17] سقر ایک دوزخ کا نام ہے ؛

ہمارے سینہ میں وہ آہِ آتشیں ہے ذوق

اسیری پر تری مرتا ہوں اے قمری لڑکپن سے — جدا تن سے ہوئی گردن نہ اترا طوق گردن سے
مجھے گہوارہ بھی تھا کشتیٔ طوفاں زدہ آسا — رہا جوں طفلِ اشک آفت رسیدہ ہیں تو بچپن سے

یاں لگ چکے سب دین و دل و جان ٹھکانے — اب تک نہیں کافر ترا ایمان ٹھکانے
کیا جانے خبر لایا ہے کیا واں سے کہ قاصد — آتے نہیں تیرے نظر اوسان[۱۸] ٹھکانے

مرے حسنِ عمل سے معصیت[۱۹] بھی عار کرتی ہے — مری توبہ پہ توبہ۔ توبہ استغفار کرتی ہے
اگر انساں قانع ہو تو ہے اکسیر سے بہتر — ہوا و حرص لیکن اس کی مٹی خوار کرتی ہے

ہم ہیں غلام انکے جو ہیں وفا کے بندے — اس کو یقین کرنا گر ہو خدا کے بندے
مت بھول بندگی پہ غرّہ ہیں آکے بندے — زاہد سے تا بہ فاسق سب ہیں خدا کے بندے

ہم بتوں کو اپنے جذبِ دل سے کھینچے جائیں گے — پر بڑے پتھر ہیں بہ مشکل سے کھینچے جائینگے
دیکھیں تو کب تک نہیں کرتے ترے دل میں اثر — ہم بھی نالے اپنے جذبِ دل سے کھینچے جائینگے

کام لیجے گا کہیں اور ہی دانائی سے — ناصحو جاؤ نہ پیٹو کسی سودائی سے
کیونکہ عینک کو نہ آنکھوں سے لگاؤں اے یار — چار آنکھیں ہوئیں تجھ قوتِ بینائی سے

کون سے دن نگہِ تیز نہ خونریز رہی — مجھ پہ ظالم تری ہر روز چھری تیز رہی
آتشِ عشق تو ہے گلشنِ جنت کی ہوا — یاں مگر آتشِ دوزخ سے بھی کچھ تیز رہی

ہم کو کیا یاں راہ پر ہے کوئی یا گمراہ ہے — اپنی سب سے راہ ہے اور سب سے یا واللہ ہے
کیا بشر مانند یوسف کیا بشر ہاروت وار — عشق کے ہاتھوں سے ہو جاتا اسیرِ چاہ ہے

---

۱۸ ہوش و حواس۔ ۱۹ گنہ گاری۔

عزیزو ناقۂ لیلیٰ کے دیکھو گے شتر غمزے — اگر ملجائیگی مجنوں کو خدمت ساربانی کی
کہاں ہم۔ اور کہاں غم بیکسونکو غم سے کیا نسبت — مگر اے حضرتِ دل آپ نے یہ مہربانی کی

رہے خاطر نہ بے شغلِ محبت کیونکہ بند اپنی — کلیدِ قفلِ دل فریاد ہے مثلِ سپند اپنی
زمیں کیا ہے فلک پاؤں کے نیچے سے نکل جائے — ہماری خاک پر دکھلا دو رفتارِ سمند اپنی

جو دل سے اپنے دمِ آتشیں نکل جائے — فلک کے پاؤں تلے سے زمیں نکل جائے
ستم نے سیم تنوں کے کیا ہے ناک میں دم — الٰہی تن سے مرا دم کہیں نکل جائے

اُٹھاتا عشق کی کیوں آ دلِ ناداں جوکھوں ہے[20] — ابھی تو مال جوکھوں پر آگے جان جوکھوں ہے

پیشِ اکرام سے ساری کرامت ہے یہی[21] — عادتِ بد ترک کر تو خرقِ عادت ہے یہی

پھرتے ہیں لکھے پڑھے سودے میں ابجاد کے — طفلِ مکتب رہتے ہیں گنبد میں بسم اللہ کے

لحد کو چاہیئے یوں پیر پشت خم دیکھے — سرا کو جیسے تھکا اونٹ دمبدم دیکھے

پلا مے آشکارا ہم کو کس کی ساقیا چوری — خدا کی جب نہیں چوری تو پھر بندہ کی کیا چوری

رہی اس طرح بعد از مرگ دنیا کی ہوسناکی — شرابی کر کے توبہ جس طرح ہو جائے تریاکی

راتوں کو نہ ہو حق[22] کر اے شیخ مناجاتی — سوتے ہوئے چونکیں گے رندانِ خراباتی[23]

کیا ہم سخنی کرتا ہے اس گل کے دہن سے — غنچہ سے یہ کہدو کہ چٹخ جائے چمن سے

---

۲۰ مصیبت ۔ ۲۱ کرامت ۔ ۲۲ توحید کے رندانہ نعرے ۔ ۲۳ شراب خانہ ۔

قطرہ قطرہ آنسو جس کے طوفاں شدّت ہے
ٹکڑے ٹکڑے دل جو پڑا ہے تو وہ تو وہ حسرت ہے

جسے ہم چاہتے ہیں وہ بُتِ گمراہ بھی چاہے
ہمارے دل نے تو چاہا مگر اللہ بھی چاہے

کل کے جو وصل کے عالم میں نظر ہیں پھرتے
آج تنہا خفقانی سے ہیں گھر میں پھرتے

ہم اور غیر یکجا دو نو بہم نہ ہوں گے
ہم ہونگے وہ نہونگے۔ وہ ہونگے ہم نہونگے

جنوں کے دستِ مبارک ہیں پیرہن کو لگے
رہا بھی تار نہ باقی کہ جو کفن کو لگے

لاشہ[۱] کو دفن کیجے میرے کہ پھینک دیجے
مردہ بدستِ زندہ جو چاہیے سو کیجے

معلوم ہوا ہنی وا بروئے بتاں سے
اک تیر ہے گویا کہ چڑھا ہے دو کماں سے

خط بڑھا کاکل بڑھی زلفیں بڑھیں گیسو بڑھے
حسن کی سرکار میں جتنے بڑھے ہندو بڑھے
بعد رنجش کے گلے ملتے ہوئے رُکتا ہے دل
اب مناسب ہے یہی کچھ میں بڑھوں کچھ تو بڑھے

ڈسا ہو کالے نے جس کو کافر تو وہ فسوں کے اثر سے کھیلے
دہان و گیسو کا تیرے مارا نہ منہ سے بولے نہ سر سے کھیلے

---

[۱] مردہ جسم ؎

بیقراری کا سبب ہر کام کی اُمید ہے — ناامیدی ہے مگر آرام کی اُمّید ہے

اگر اُٹھے تو آزردہ جو بیٹھے تو خفا بیٹھے — لگایا جی کو اپنے روگ جب سے جی لگا بیٹھے

باقی ہے دل میں شیخ کے حسرت گناہ کی — کالا کریگا منہ بھی جو داڑھی سیاہ کی

عیاں ہے اشک کی گرمی ہویدا[۲۵] سوزشِ دل ہے — کہ آتا اپنا اشکِ سوختہ مانندِ فلفل[۲۶] ہے

دردِ دل سے لوٹتا ہوں میرا کسکو درد ہے — میں ہوں لفظِ درد جس پہلو سے دیکھو درد ہے

دل گرفتار ہوا یار کی عیّاری سے — ہم گرفتار ہوئے دل کی گرفتاری سے

جو کہو گے تم - کہینگے ہم بھی ہاں یونہی سہی — آپ کی یونہی خوشی ہے مہرباں یونہی سہی

جس در پہ یہ غل تھے کہ آتی کان پڑی آواز نہ تھی
عقلِ سحر اس در پہ تھی حیران کھڑی آواز نہ تھی

رازِ درونِ خم[۲۷] سے کسے اس پردہ میں آگاہی ہے
یوں تو ہر اک زعم میں اپنے افلاطونِ الٰہی ہے

وہ لعلِ شیریں کسی کے دل کی الٰہی کیا ہو گیا دوا ہے
کہ میٹھا میٹھا سا درد کل سے مرے کلیجہ میں ہو رہا ہے

کتنے مفلس ہو گئے کتنے تونگر ہو گئے — خاک میں جب مل گئے دونو برابر ہو گئے

۲۵ ظاہر ۔ ۲۶ مرچ ۔ ۲۷ مٹکا مراد آسمان ۔

اب ہے جا زیرِ مغیلاں ترے دیوانوں کی
مدتوں چھان چکے خاک بیابانوں کی

الفت کا نشہ جب کوئی مر جائے تو جائے
یہ دردِ سر ایسا ہے کہ سر جائے تو جائے

رات جوں شمع کٹی ہم کو جو روتے روتے
بہ گئے اشکوں میں ہم صبح کے ہوتے ہوتے

کوئی جو اس کو پڑھ کر عاشق کا خط سنائے
اک حرفِ مدعا پر سنو بے نقط[۲۹] سنائے

لاشے کے ساتھ بھی نہ مری قبر تک چلے
ہوتے ہی اذنِ عام کے گھر کو کھسک چلے

نہیں ہچکی یہ ہچکی شام سحر اک دم ٹھہرتی ہے
ترے بیمارِ غم کو موت شاید یاد کرتی ہے

ناخن سے منقار کی ہیرے واغِ جنوں کو زاغ کھائے
عشق یہ تیری فطرت ہے تو سر سہلائے بھیجا کھائے

چاہیئے زر ان بتانِ سیم تن کے واسطے
یاں قلندر ہیں نہیں کوڑی کفن کے واسطے

پھر بہار آئی کفِ ہر شاخ پر پیمانہ ہے
ہر روش پر جلوۂ بادِ صبا مستانہ ہے

ہوتا نہ اگر دل تو محبت بھی نہ ہوتی
ہوتی نہ محبت تو یہ آفت بھی نہ ہوتی

مصروفِ چارہ دیکھا کیا چارہ گر کو میرے
مرچیں سی لگ رہی ہیں زخمِ جگر کو میرے

مٹی سے اپنی مٹی جو تربت میں رل گئی
جو کچھ کہ تھی مراد محبت میں مل گئی

۲۹ گالیاں ؎

بد نہ بولے زیرِ گردوں گر کوئی میری سنے — ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

لال کتاب اپنی اب بادۂ لالہ رنگ ہے — میکدہ اپنے واسطے مدرسۂ فرنگ ہے

کیا تاب دل جلوں سے جو برق لاگ رکھے — دوزخ بھی ہو تو اُن کی چلموں پہ آگ رکھے

کرے کعبہ میں کیا جو سرِ بتخانہ سے آگہ ہے — یہاں تو کوئی صورت بھی وہاں اللہ ہی اللہ ہے

ہمیشہ کام مجنوں کو رہا صحرا نوردی سے — بسایا خانۂ زنجیر ہم نے پائے مردی سے

جنوں سے میرے مجنوں بھاگتا جیسے بگولہ ہے — کہ میں صورت ہوں وحشت کی وہ یونہی اک ہیولا ہے

خاک اُڑاتا دشت میں جب تیرا سودائی پھرے — پھر بگولا تو ہے کیا آندھی بھی بولائی پھرے

جہاں دنیا میں دیکھا سچ کے اُوپر جھوٹ فائق ہے[۳۰] — کہ پہلے صبح کاذب ہے تو پیچھے صبح صادق ہے

ذکر کچھ چاکِ جگر سینے کا سُن سُن اپنے — کرکے میں ضبط ہنسی دیکھوں ہوں ناخن اپنے

بیمارِ غم جو اُس کا کھا کر زمین دیکھے — خوش خوش وہ مقبروں کی جا کر زمین دیکھے

کترے پر رکھنے میں صیاد بہ اغماض کہ ہائے — ملتی اس پر کفِ افسوس ہے مقراض کہ ہائے

وحشت اگر پتنگ کو ہووے گی داغ سے — زنجیر گھڑ کے ڈالینگے دودِ چراغ سے

---

[۳۰] غالب ٭

تری عمرِ دو روزہ غافل اک پتلی ہے دو کل کی — کہ اک کل روزِ آخر کی ہے اک کل روزِ اوّل کی

دکھانے کو نہیں ہم مضطرب حالت ہی ایسی ہے — مثل ہے روٹھے ہو کیوں۔ کہا صورت ہی ایسی ہے

پہلے بُتوں کے عشق میں ایمان پر بنی — پھر ایسی آ بنی کہ مری جان پر بنی

جو تیرے ناخنِ پا تیرا مائل دھو کے پی جاوے — تو اس کے دست و پا پھر ماہِ کامل دھو کے پی جاوے

جس طرح ماہ سارے ستاروں میں ایک ہے — یوں میرا مہ جبیں بھی ہزاروں میں ایک ہے

آپ آتا ہے عیادت کو نہ تو آتی ہے — تیری خاطر سے اجل تجھ سے فراموش ہوئے

قسمتِ برگشتہ دیکھو اک نگاہ کی تھی اِدھر — سو بھی آ کر تا سرِ مژگاں حیا سے پھر گئی

گل کچھ تو اس چمن کی ہوا کھا کے جھڑ پڑے — وہ کیا کریں کہ غنچہ ہی کملا کے جھڑ پڑے

گُل بھلا کچھ تو بہاریں اے صبا دکھلا گئے — حسرت اُن غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

پھول تو دو دن بہارِ جانفزا دکھلا گئے۔

کہتے ہیں آج ذوق جہاں سے گذر گیا — کیا خوب آدمی تھا خدا مغفرت کرے

متفرقاتِ صنفی

۱۔ سہرا

اے جواں بخت مبارک تجھے سر پہ سہرا
آج ہے یمن وسعادت کا ترے سر سہرا

آج وہ دن ہے کہ لائے دُرِ انجم سے فلک
کشتیِ زر میں مہِ نو کی لگا کر سہرا

تابشِ حسن سے مانندِ شعاعِ خورشید
رُخِ پُرنور پہ ہے تیرے منوّر سہرا

وہ کہے صلِّ علیٰ۔ یہ کہے سبحان اللہ
دیکھے مکھڑے پہ جو تیرے مہ و اختر سہرا

تا بنے اور بنی میں رہے اخلاص بہم
گوندھئے سورۂ اخلاص کو پڑھ کر سہرا

دھوم ہے گلشنِ آفاق میں اس سہرے کی
گائیں مرغانِ نوا سنج نہ کیونکر سہرا

روئے فرخ پہ جو ہیں تیرے برستے انوار
تارِ بارش سے بنا ایک سراسر سہرا

ایک کو ایک پہ تزئیں ہے دمِ آرائش
سر پہ دستار رہے دستار کے اوپر سہرا

اک گہر بھی نہیں صدکانِ گہر میں چھوڑا
تیرا بنوایا ہے لے کے جو گوہر سہرا

بھرتی خوشبو سے ہے اترائی ہوئی بادِ بہار
اللہ اللہ رے پھولوں کا معطّر سہرا

سر پہ طرّہ ہے مزیّن تو گلے میں بدھی
کنگنا ہاتھ میں زیبا ہے تو سر پر سہرا

رونمائی میں تجھے دے مہ و خورشید فلک
کھول دے منہ کو جو تو منہ سے اُٹھا کر سہرا

کثرتِ تارِ نظر سے ہے تماشائیوں کے
دمِ نظّارہ ترے روئے نکو پر سہرا

دُرِ خوش آبِ مضامیں سے بنا کر لایا
واسطے تیرے ترا ذوق ثناگر سہرا

جن کو دعویٰ ہو سخن کا یہ سنا دو اُن کو
دیکھو اس طرح سے کہتے ہیں سخنور سہرا

۲۔ مخمّس
بادشاہ کی مدح میں

خسروا چڑھ کے سرِ گنبدِ دوّار ہلال
خود لبِ عجز سے کرتا ہے یہ اقرار ہلال

حاضرِ خدمتِ عالی ہے بھر کار ہلال
گرز بردار ہے خورشید کماندار ہلال

آسماں لے کے سپر چلتا ہے تلوارِ ہلال

دستِ ہمت ترا خورشید سی ہے بالا تر — تیری بخشش سے ہے نیساں عرقِ شرم میں تر
آئیں تیرے درِ دولت پہ گدا یا نہ اگر — اپنے کاسہ میں بھرے چرخ دہیں لعل و گہر
اور کشتی میں بھرے درہم و دینارِ ہلال

ذوقؔ کرتا ہے سخن تیری دعا پہ کوتاہ — عید ہر سال ہو فرخ تجھے با حشمت و جاہ
تیری دولت سی ہوں خورسند ترے دولت خواہ — اور جو حاسد ہیں ترے واسطے انکے ہر ماہ
چرخ پر تیز کرے خنجرِ خونخوارِ ہلال

۳۔ مسدّس

سر بر آرائے گردوں جب تلک سلطانِ خاور ہو — قمر دستورِ اعظم صدرِ اعلیٰ سعدِ اکبر ہو
عطارد میر منشی زہرہ ناظر آسماں پر ہو — زحل میرِ عمارت ترکِ گردوں میرِ لشکر ہو
سر ہفت آسماں جبتک کہ دورِ ہفت اختر ہو
الٰہی یہ بہادر شاہ شاہِ ہفت کشور رہو

رہے نامِ سلیماں تا نگینِ حکمرانی سے — رہے نامِ فریدوں تا درفشِ کاویانی سے
رہے دارا کو تا نام آوری تاجِ کیانی سے — سکندر تا ہو نامی سکۂ کشور ستانی سے
ترا اے خسروِ والا حشم عالم مسخّر ہو
سر بر سلطنت پر تو ہمیشہ دادگستر ہو

بخارِ ارض سی تا ابر ہوا اور ابر میں پانی — رواں پانی سے تا دریا ہو اور دریا کو طغیانی
زمیں میں تا ہو کان اور کان میں ہو جوہر کانی — بنے جوہر ہو قیمت اور قیمت کو فراوانی
تری شمشیر جوہر دار میں نصرت کا جوہر ہو
ترے قبضہ میں بحر پُر گہر ہو کان پر زر ہو

رکھیں تا عود کو آتش میں اور آتش کو مجمر میں — گلِ تر تا ہو گلداں میں تری ہو تا گلِ تر میں
رہے نافہ میں مشک افر اور بو مشک افر میں — صدف میں تا ہو گوہر اور رہو تا آب گوہر میں
ترے ابرِ کرم سے باغِ عالم تر و تازہ ہو
شمیم خلق سے تیرے جہاں یکسر معطّر ہو

طریقِ رہبری میں خضر ہو جب تک یہ اپنے فن — سہارا ہووے تا بحرِ غریق الیاسؑ کا دامن
رہے ادریسؑ تا قطعِ تعلق سے جناں مسکن — مسیحا کا ہو بالاخانہ تا خورشید سے روشن
چراغِ عمر سے تیرے جہاں سارا منوّر ہو
فروغِ اسلام کو ہو رونقِ دینِ پیمبرؐ ہو
شفق گلگونہ ہو جب تک سحر کے روئے نیکو کو — کرے آراستہ تا شام اپنے موئے گیسو کو
ثریّا نورتن تا کہکشاں کی ہووے بازو کو — کرے وسمہ سحر تا قوسِ قزح سبز اپنے ابرو کو
لبِ پاخورہ دشمن کے لہو سے تیرا خنجر ہو
سرِ بدخواہ نندق تیری انگشتِ سناں پر ہو
گلستاں میں ہو تا گل اور گل سے شاخ ہو زیبا — نیستاں میں ہو تا نے اور نے سے نغمہ ہو پیدا
نہالِ تاک میں انگور رہو۔ انگور میں صہبا — نشہ صہبا میں ہو اور ہو نشہ جب تک نشاط افزا
شرابِ عیش سے خالی کبھی تیرا نہ ساغر ہو
ہمیشہ جشنِ جمشیدی سے تیرا جشن بہتر ہو
رہے تا کام دینداروں کو احکامِ شریعت سے — خوشی تا حاجیوں کو ہووے کعبے کی زیارت سے
رہے تا عابدوں کو شوق محرابِ عبادت سے — نمازِ اہلِ سنت تا ہو مسجد میں جماعت سے
ترا خطبہ میں ہو نام اور خطبہ زیبِ منبر ہو
ترا حامی ابوبکر و عمر عثمان و حیدر ہو
قلم تا راستی پیشہ ہو اور کاغذ صفا آئیں — قلمزن تا ہو مشک افشاں و کاغذ خطِ مشک آگیں
زباں پر تا سخن ہو اور سخن میں معنئے رنگیں — سخن تا داد چاہے اور تا اہلِ سخن تحسیں
ترا مداح دائم خسروا ذوقؔ سخنور ہو
ہمیشہ تہنیت خواں ہو دعا گو ہو ثنا گر ہو

۴۔ مثنوی

چاہیئے نام اسی کا اے خامہ — زینتِ نامہ زیبِ سرِ نامہ
ہے فلک اک نمونہ قدرت کا — با قلمداں ہزار صنعت کا
رُخِ قرطاس کو صفائی دی — اور سیاہی کو روشنائی دی

دیا قمری کو مصرعِ نالا — مصرعِ قدِ سرو بر بالا
کی عطا نوخطوں کو کلکِ ادا — کیا عاشق کو تختۂ مشقِ جفا
نمک افشاں ہے عشقِ شور انگیز — زخمِ دل کرتے ہیں بریز بریز
عکس ہے سبزۂ لبِ جو کا — وسمہ قوسِ قزح کے ابرو کا
آئے گلشن میں فصلِ گل سنو یار — بلبلیں ہوں ترانہ سنج ہزار
ساقیا جلد اُٹھ درنگ نہ کر — عرصہ مطلب کا دیکھ تنگ نہ کر
طاق سے تو اُتار لے شیشہ — طاق پر رکھ کتابِ اندیشہ
شیشۂ مے کی یہ درازِ زباں — اور پھر یہ ستم کہ پنبہ دہاں
میں ہوں مانندِ ساغرِ لبریز — جاں بلب جاں بلب کو کیا پرہیز
جھوم جھوم ایسے بادل آنے لگے — پاؤں توبہ کے لڑکھڑانے لگے
ق
کر دے یا تنگ مجھے نشہ میں چور — تاکہ مانندِ خوشۂ انگور
دل کے سارے پھپھولے پھوڑوں میں — نکتہ باقی کوئی نہ چھوڑوں میں
شبِ ہجراں بسر نہیں ہوتی — نہیں ہوتی سحر نہیں ہوتی
بسترِ رنج و کنجِ تنہائی — رات کیا آئی اک بلا آئی
شام سے حال ہے یہ صبح تلک — نہیں لگتی مری پلک سے پلک
کیوں نہیں بولتے سحر کے طیور — کیا شفق نے کھلا دیا سیندور
گر لکھوں خط میں بیقراریٔ دل — نامہ بر ہو کبوترِ بسمل
مضطرب اب جو ہو رہا دل ہے — دل ہے یا مرغِ نیم بسمل ہے
دل کی واشد کی کیا کروں تدبیر — غنچۂ دل ہے غنچۂ تصویر
جانِ بیتاب جیسی بیکل برق — وہ بھی گرمِ رہِ فنا کالبرق
نبضیں چھوٹی ہوئیں غشی طاری — ایک فرقت ہزار بیماری
دل سے رخصت ہے تاب و طاقت کی — بیقراری نے استقامت کی
ہوسِ سیرِ باغ ہے کس کو — دل ہے کس کو دماغ ہے کس کو
کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے گھر — سنگِ دیوانہ بن گیا ہے گھر
اب ہو یک لختِ دل کہ ہو صد لخت — تن بہ تقدیر سنگ آمد و سخت

ہو چکی دل کی اپنے عشق میں خیر — رہویں دریا میں اور مگر سے بیر
ماہ بے مہر بلکہ دشمنِ مہر — ہر ستم میں ستم شریک سپہر
برق کا وہ ذرا چمک جانا — اور بغل میں نزاد بک جانا
فتنہ استادِ نرگسِ فتاں — گردِ مژگاں ہجومِ شاگرداں
رُخ تعالیٰ و زلف صلِّ علیٰ — قد وہ سبحانَ ربیَّ الاعلےٰ
زُلفِ جنباں میں رخ کی برّاقی — کرے مشائیوں کو اشراقی
گو اَنَا رَبّکم نہ منہ سے کہے — لیک جاری زبانِ ہر مُو سے
مچھلی بازو کی یا کہ ہے ذُوالقرنین — غرقہ کشِ بحرِ خوں سے مردمِ عین
کمر و ناف از پئے دلِ زار — رشتہ کار و عقدۂ دشوار
رنگِ پاں لعلِ روح افزا پہ
خون ثابت کرے مسیحا پر

۵۔ قصائد ناتمام

۱

آگے تیری طبعِ موزوں کے ہے اک فعلِ عبث
جو یہ کرتے ہیں عروضی فاعلاتن فاعلات

فیض سے تیرے نہ کیونکر اک جہاں سر سبز ہو
ذات ہے تیری شہا سرچشمۂ آبِ حیات

۲

کوہ اور آندھی میں ہیں گہ آتش و خاک و آب و باد
چل نہ سکیں گے آج پہ آتش و خاک و آب و باد

تاکہ یہ گبر اور ہنود طاق پرست ہوں نہ
چھوڑ دیں شرک پوجنا آتش و خاک و آب و باد

۳

کروں رقم اگر تہنیت کا میں آہنگ — تو ہووے خامہ سے پیدا صدائے بربط و چنگ
ہے تیرا زورِ حمایت کہ پاؤں کو اپنے — کرے ہے شیر کی چربی سے مالش آہوئے لنگ
شہا ترے رخِ روشن کو کس سے دوں تشبیہ — کہ مہر و مہ کو نہیں لازم آئینہ کو زنگ

۴

جبکہ سرطان و اسد مہر کا ٹھہرا مسکن — آب و ایلولہ ہوئے نشو و نمائے گلشن
جوشِ روئیدگیٔ سبزہ سے یاد آئی ہے — آیتِ اَنْبَتَہَا اللہُ نَبَاتًا حَسَنًا
جس طرح شعلہ کا عالم ہو بہ فانوسِ خیال — خوف سے یوں ترے لرزاں ہے عدو زیرِ کفن

۵

لکھوں جو میں کوئی مضمونِ ظلمِ چرخِ بریں — تو کربلا کی زمیں ہو مری غزل کی زمیں
یہ حال ہے مرا ضعفِ دماغ سے کہ مجھے — صدائے صورِ قیامت ہے ہر مگس کی طنیں
زمانہ عربدہ پرواز و بختِ بد ناساز — نقارہ بر سرِ پرخاش و چرخ بر سرِ کیں
عجب نہیں ہے کہ راہب خطِ چلیپا سے — بنا دے تیرے طویلہ کے واسطے خرزیں

۶

آج کچھ ایسی ہوائے عیش کی تاثیر ہے — ہر ورق کاغذ کا رشکِ گلشنِ کشمیر ہے
گر نہالِ دشت کو شوقِ حنا بندی نہیں — ہاتھ کیوں مہندی سے رنگتا برگِ بیدِ انجیر ہے
مدحِ حاضر میں سناوے مطلعِ روشن کہ ذوق — منتظر مشرق میں بیٹھا مہرِ پر تنویر ہے
نام کو اللہ اکبر کیا تری تاثیر ہے — ہر اذاں میں شامل اور داخل تکبیر ہے

۶۔ قطعات

۱

دیکھتے ہیں جلوۂ گلہائے رنگا رنگ ہم
مثلِ نرگس جب تلک ہے اس چمن میں چشم وا
آخرش ہوگا وہی اک دن خزاں کے ہاتھ سے
جو کہ عالم اپنا اس نشو و نما سے پہلے تھا

Siddha Kaumudi

2nd 2657